مؤلف

سید العرفاء قدوۃ الصلحاء نصر بن محمد بن ابراہیم ابو اللیث السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

مولانا **عبدالغفور امینی**

تلمیذ رشید مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ دہلوی

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور فون: 7321118

نام کتاب ...... تنبیہ الغافلین

مترجم ...... مولانا عبدالغفور امینی

باراول 2006 1100

قیمت ...... روپے

پرنٹرز ...... گنج شکر پرنٹرز

ملنے کے پتے

- اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید سیکٹر 2 مین روڈ راولپنڈی
- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- مکتبہ رشیدیہ نیوروڈ منگورہ سوات
- اسلامی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- درخشاں بک ایجنسی تبلیغی مرکز فیڈرل B ایریا کراچی
- مکتبہ فاروقیہ الحبیب مارکیٹ تلہ گنگ
- والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
اخلاص	11
مؤمن کی پہچان	22
تین باتیں	23
موت کا خوف اور اس کی شدت	27
موت کی تلخی	28
موت کی یاد اور اس سے غفلت کا نتیجہ	36
کامیابی کی بشارت	38
قبر کے عذاب کی شدت	42
وہ باتیں جو اللہ کو ناپسند ہیں	47
کاروباری خیانت پر عذاب قبر	49
قیامت کا خوفناک منظر	56
دوزخ	70
جنت کی تعمیر و تخلیق	82
اللہ سے رحم کی امید	93
اللہ کی گرفت اور اس کی رحمت	101
بھلائی کے لیے کہتے رہو اور برائی سے روکتے رہو	103
گناہگار کو تنہائی میں سمجھانا	106
غلط کار کو روکنا ضروری ہے	107
امت محمدی کے بے عمل خطیب	110
توبہ کب تک قبول ہو سکتی ہے	114
توبہ کا دروازہ	125
والدین کے حقوق	138
والد پر اولاد کا حق	146
رشتہ داریوں اور معاشرتی تعلقات کو بحال رکھنا	149
پڑوسی کا حق	156
شراب پینے کی ممانعت	161
جھوٹ پر تنبیہ	173
غیبت (کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا)	179
چغلخوری	188
حسد	195
غرور و تکبر	203
ذخیرہ اندوزی	211
قہقہہ مار کر ہنسنے کی ممانعت	115
غصہ کو ضبط کر لینا	225
زبان کی حفاظت	235
حرص ﴿لالچ﴾ اور لمبی لمبی امیدیں	246

عنوان	صفحہ
غریب ومحتاج لوگوں کا مرتبہ	255
ترک دنیا	265
تنگدستی اور آزمائش کے وقت صبر کرنا	278
مصیبت پر صبر کرنا	290
وضو کی فضیلت	300
پانچ نمازیں	305
اذان اور اقامت کی فضیلت	325
پاکیزگی وصفائی	334
مسجد کا احترام اور مسجد میں داخلے کے آداب	341
صدقہ کی فضیلت	346
صدقہ سے انسان کی بہت سی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں	356
ماہ رمضان کی فضیلت	361
عشرہ ذوالحجہ کے فضائل	369
یوم عاشورہ (۱۰ المحرم الحرام)	374
ایام بیض (ہر مہینہ ۱۳/۱۴ اور ۱۵ کے روزے)	377
اپنے گھر کے افراد پر خرچ کرنا	382
غلاموں اور ماتحت لوگوں سے نرم رویہ رکھنا	386
یتیم سے شفقت ومحبت کا برتاؤ	389
زنا کا بیان	393
سود خوری	398
گناہوں کا بیان	402
ظلم اور اس کی سزا	410
رحمت وشفقت کا بیان	414
اللہ سے خوف کھانے کا بیان	419
اللہ کا ذکر	427
دعا کا بیان	433
تسبیحات کا بیان	438
نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا بیان	442
کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت	445
قرآن کی فضیلت کا بیان	452
علم دین حاصل کرنے کی فضیلت وبرکت	458
علم پر عمل کرنے کا بیان	465
علمی مجلس کی فضیلت وبرتری کا بیان	470
شکر کا بیان	476
حلال کمائی کی فضیلت	483
کمائی کی خرابیاں اور ان سے پرہیز کا بیان	488
بھوکوں کو کھانا کھلانے اور خوش اخلاقی کی فضیلت	491
اللہ پر توکل (بھروسہ) کا بیان	496
تقویٰ کا بیان	502
حیاء کے بیان میں	509
عمل کا دارومدار نیت پر ہے	512
غرور وخود پسندی کا بیان	517
حج کی فضیلت کا بیان	541
غزوہ اور جہاد کی فضیلت کا بیان	545
جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے لشکر کی تیاری کا بیان	551
تیر اندازی اور گھڑ سواری کی فضیلت کا بیان	554
غزوہ وجہاد کے آداب کا بیان	557
امت محمدیہ ﷺ کی فضیلت وبرتری	569
بیوی پر شوہر کے حقوق	570
خاوند پر بیوی کے حقوق	572
دو مسلمانوں میں صلح کرادینے کا بیان	574
بادشاہ اور حکمرانوں کے ساتھ میل جول رکھنا	579
مرض (بیماری) میں بھلائی کا پہلو	583
نفلی نماز کی فضیلت اور اس کے ثواب کا بیان	588
خشوع وخضوع (عاجزی ونیازمندی) کے بغیر نماز نامکمل رہتی ہے	592
قبول ہونے والی دعاؤں کا بیان	598
گفتگو میں نرمی کا بیان	605
سنت پر عمل	606
آخرت کی فکر	609
ایک مسلمان اپنے شب وروز کیسے گذارے	614
غور وفکر	618
باب قرب قیامت	623
حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایات	625
اطاعت وعبادت میں محنت	630
شیطان اور اس کی فریب کاریاں	635
خدا کی بنائی ہوئی تقدیر پر خوش رہنا	638
چند سبق آموز قصے	640
ابلیس کی موت	649

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف ابتداء

تمام ادیان عالم میں ''اسلام'' وہ ''دین کامل'' ہے جو اپنے اندر انسانیت کی ہمہ پہلو اصلاح وتربیت کا سامان رکھتا ہے۔ اور اس کی یہ راہنمائی رہتی دنیا تک پوری آب وتاب کے ساتھ موجود رہے گی۔ ''دین اسلام'' کے پیش نظر سب سے ضروری اور اہم امر یہ ہے کہ ایک انسان اپنے فکر وعمل کے اعتبار سے اسلامی اخلاق کا نمونہ ہو۔ وہ دنیا میں انسان کو اعلیٰ اخلاق کی تربیت کے ذریعہ خدا کا محبوب بنانا چاہتا ہے۔ اس کی تعلیمات کا بنیادی جوہر انسانی کی تکمیل ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: **انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق** کہ میں دنیا میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کے اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔

دنیا کی کسی قوم نے اس وقت تک ترقی وکمال کو نہیں پایا جب تک اپنے لوگوں کی اعلیٰ اخلاقی تربیت نہ کردی ہو۔ اسی لیے ترقی یافتہ اقوام کی ترقی کا راز ان کے اعلیٰ اخلاق تھے۔ جب کوئی قوم اپنی زوال کا شکار ہوتی تو اس کے پیچھے اخلاقی پستی کارفرما تھی۔ لہٰذا قومی اور اجتماعی ترقی کیلئے قوم کی بہتر اخلاقی حالت مہمیز کا کام دیتی ہے۔

زیر نظر کتاب ''تنبیہ الغافلین'' مصنفہ حضرت الفقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ کی معروف زمانہ کتاب ہے۔ جو انسانی اوصاف کو نکھارنے اور سنوارنے میں اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف مقبول رہی بلکہ علماء اسلام نے اسے ''اصلاحی نصاب'' کا ایک حصہ بنائے رکھا۔ اس کے متعدد تراجم بازار میں دستیاب ہیں لیکن زیر نظر ترجمہ برعظیم پاک ہند کی عظیم علمی شخصیت حضرت مولانا مفتی اعظم کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد خاص مولانا عبدالغفور امینی کا ہے۔ جو اردو، عربی، اور فارسی زبان وبیان اور ادب پر یکساں مہارت رکھتے ہیں۔ انہوں نے سابقہ ترجموں کے متروک الفاظ اور محاوروں سے بچتے ہوئے جدید اسلوب نگارش میں اس ترجمہ کو پیش کیا ہے۔ جس سے ایک درمیانی استعداد کا قاری بھی بھرپور استفادہ کرسکتا ہے۔ انہوں نے اس ترجمے میں علمی وقار اور مصنف کی مراد کے ساتھ ساتھ سلاست زبان وبیان کو بڑی مہارت سے سمودیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

مولانا عبدالغفور امینی تراجم کا اچھا ذوق رکھتے ہیں کئی دوستوں نے ان سے بہت سے کام کروا رکھے ہیں جو گاہے بگاہے طباعت کے مراحل سے گزر کر علم وادب کے پیاسوں کی سیرابی کا باعث ہوں گے۔

آج عام مسلمانوں کو اس طرح کی حیات افروز کتب کی سخت ضرورت ہے کہ وہ ان سے اپنے اخلاق ومعاملات کو درست کر کے دین ودنیا میں کامیابی حاصل کر سکیں۔ آج کے دور میں حقیقی دینی تعلیمات کے بجائے نمائشی اعمال کا بڑا رواج ہو گیا ہے ہر دوسرے فرد کا یہ مزاج ہو گیا ہے کہ وہ دین کے نام پر اپنا اعتماد قائم کر کے اپنے دنیاوی مفاد کو حاصل کر لے۔ اس سے اس کتاب سے ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آخری زمانہ میں کچھ ایسے (بظاہر دیندار) لوگ نظر آئیں گے۔ جو دنیا کی طلب میں اس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے، جس طرح گھوڑ سوار ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ دین بیچ کر دنیا کمائیں گے (ایک دوسری روایت میں ہے) کہ دنیا کے مال کے لیے چھینا جھپٹی کریں گے۔ وہ بھیڑ کی کھال کی طرح نرم ونازک لباس پہنیں گے، ان کی زبان میں (گفتگو) شکر کی مٹھاس ہوگی، مگر ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح سخت اور سیاہ ہوں گے (الخ)

اس حدیث مبارکہ کے آئینہ میں آج ہم اپنے معاشرے کے اس بہروپیے طبقے کا بخوبی تجزیہ کر سکتے ہیں جو دین کے نام پر مخصوص اعمال کے ذریعہ عوام میں اعتماد پیدا کرتا ہے لیکن دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کو اختیار نہیں کرتا بلکہ اپنے دوہرے کردار کے باعث حقیقی تعلیمات کا منہ چڑاتا ہے۔

ہمارے دوست جناب وکیل بٹ صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس خوبصورت کتاب کے انتخاب کے ساتھ ساتھ ایک نئے ترجمہ کا اہتمام کیا، جو ان کی تخلیقی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دینی ودنیاوی فائدوں سے مالا مال فرمائے اور عوام الناس کو اس کتاب سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی صلاحیت وشعور عطا فرمائے۔

محمد عباس شاد

جولائی ۲۰۰۵ء لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہر طرح کی تعریف اس خدائے وحدہ لاشریک کے لئے، جس نے اپنے محبوب بندوں کے ذریعہ ہماری امت کو تمام سابقہ امتوں پر فضیلت بخشی۔ اور ہم شکر گزار ہیں اس کے، اس بات پر کہ اس نے ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق دی۔ یہ شکر اس لیے بھی ضروری ہے کہ شکر سے نعمت میں اضافہ (زیادتی) ہوتا ہے۔

اور بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب، اولاد اور تمام امت پر۔ امابعد:۔

جب میں (نصر ابن محمد ابن ابراہیم سمرقندی) نے دیکھا کہ ہر اس شخص پر جسے اللہ نے علم وادب اور دینی مسائل کو سمجھنے کی صلاحیت بخشی ہے اور وہ سلفِ صالحین کی سیرت اور دین حق کی اشاعت وتبلیغ کے سلسلے میں ان کی محنت وکوشش سے بھی واقف ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی اس نے پڑھ اور سن رکھا ہے:۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَ جَادِلْھُمْ بِالَّتِی ھِیَ اَحْسَنُ. (النحل: ۱۲۵)

بلا اپنے رب کے راستے کی طرف (لوگوں کو) دانائی سے، عمدہ نصیحت کے ذریعہ، اور جھگڑ (بحث کر) ان سے ایسے طریقہ سے جو اچھا ہو۔

اسی سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے بھی ایک روایت منقول ہے، وہ کہتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ ہمیں کبھی کبھی نصیحت بھی فرمایا کرتے تھے، روزانہ نہیں۔ اس خیال سے کہ ہم (روز روز کی) نصیحت سے اکتا نہ جائیں۔''

ان ہدایات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس کتاب میں کچھ نصیحت ودانائی کی باتیں لکھی ہیں، جو انشاء اللہ پڑھنے اور سننے والوں کے لیے فائدہ مند ثابت ہوں گی۔

میری گزارش ہے کہ ان نصیحتوں پر پہلے خود عمل کریں، اس کے بعد کسی دوسرے کو نصیحت کریں۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے:۔

کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ. (آل عمران. ۷۹)

تم خود بھی رب والے (اللہ والے) بنو، تم اللہ کی کتاب کی تعلیم دیتے ہو۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے بعض مفسرین نے کہا ہے:۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم کتاب اللہ میں سے جو کچھ پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہو، اس پر خود بھی عمل کرو۔"

اس کی مزید وضاحت اس آیت سے ہو جاتی ہے:-

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓءُ۔ (الفاطر۔ ۲۸)

(درحقیقت) اہل علم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:-

یٰٓاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ۔ (المدثر۔ ۱)

اے چادر اوڑھنے والے! اٹھ اور (لوگوں کو ان کے رب کے عذاب سے) ڈرا۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:-

وَ ذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (الذاریات۔ ۵۵)

(اے نبی) نصیحت اہل ایمان (مسلمانوں) کو فائدہ دیتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:-

تَفَکُّرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَۃِ سَنَۃٍ۔ (حدیث)

چند لمحے آخرت کے بارے میں غور و فکر کر لینا سال بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

یہ بات یاد رکھیے، جو شخص حکمت و موعظت (دانائی اور نصیحت کی باتوں) اور سلف صالحین کے عمل اور سیرت و کردار کو پیش نظر نہیں رکھتا، وہ دو بلاؤں میں سے کسی ایک بلا میں ضرور پھنس جاتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ کوئی چھوٹا سا نیک عمل کر کے سمجھ بیٹھتا ہے کہ میں نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے اور میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں، جنھوں نے اس دنیا میں بڑے بڑے نیک عمل کیے ہیں۔ یا پھر اپنی معمولی محنت و کوشش کو بہت بڑا سمجھنے لگے گا اور خود کو ہر ایک سے برتر اور افضل سمجھ بیٹھے گا۔ یہ اس کا غرور و گھمنڈ ہوگا، جو اس کی ساری محنت پر پانی پھیر دے گا، اس طرح اس کا سارا عمل باطل اور بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا اور آئندہ کردار میں ہر طرح کی ترقی سے محروم ہو جائے گا، جو اس کی بہت بڑی بدنصیبی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ایسی آفات سے محفوظ رکھے اور نیک اعمال کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

اخلاص

وہی عمل قبول ہوگا جو خلوصِ نیت سے صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو

حضرت محمود ابن لبید ؓ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ تم لوگ "شرک اصغر" میں نہ پھنس جاؤ"...... صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول "شرکِ اصغر" کیا ہے؟ فرمایا: "ریا کاری" (یعنی لوگوں کے دکھاوے کے لیے نیک عمل کرنا)۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ اعمال کا بدلہ دے گا، ایسے لوگوں سے کہے گا: "جاؤ ان کے پاس جن کو دکھانے کے لیے تم نے دنیا میں یہ عمل کیا تھا، اور دیکھو ان کے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ ہے؟"

یہ بات ان سے اس لیے کہی جائے گی کہ دنیا میں ان کا یہ عمل محض دھوکا و فریب تھا۔ آخرت میں بھی ان کے ساتھ ایسا ہی پُرفریب سلوک کیا جائے گا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَ ھُوَ خَادِعُھُمْ۔ (النساء۔ ۱۴۲)

منافق اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور وہ انھیں دھوکے میں رکھنے والا ہے۔

یعنی یہ لوگ دنیا میں عمل کرتے ہوئے دھوکا دیا کرتے ہیں۔ آخرت میں انھیں دھوکے میں رکھا جائے گا اور عمل کے ثواب سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "میں شرک اور اہل شرک سے بے نیاز ہوں، مجھے اس عمل سے بھی کوئی غرض نہیں جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کر لیا جائے۔"

یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں وہی عمل مقبول ہوتا ہے، جو صرف اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کیا جائے۔ اور جس عمل میں یہ نیت

نہ ہو، وہ نامقبول و مردود ہے، بلکہ اس کا نتیجہ جہنم ہوتا ہے۔ ایسا عمل کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا. (بنی اسرائیل۔ ۱۸)

ترجمہ: جو شخص (اپنے عمل کا بدلہ) دنیا میں چاہتا ہے، ہم اسے دنیا ہی میں جتنا چاہیں، دے دیتے ہیں۔ پھر ہم اس کے لیے جہنم مقرر کر دیتے ہیں، جس میں وہ ذلیل و رسوا ہو کر داخل ہوگا۔

اور اہل ایمان اور اچھے عمل کرنے والے مخلص بندوں کے لیے اس کا ارشاد ہے:۔

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا. (بنی اسرائیل۔ ۱۹)

ترجمہ: اور جو آخرت (میں ثواب) کے طلب گار ہیں اور اس کے لیے عملی کوشش بھی کرتے ہیں اور مومن بھی ہیں، ایسے لوگوں کی محنت و کوشش کی قدر کی جائے گی اور انھیں اجرِ عظیم سے نوازا جائے گا۔

اللہ دنیا میں ہر ایک کو مہلت دیتا ہے۔ اس کی نعمتیں بھی مومن و کافر اور فاسق، فاجر سب کو ملتی رہتی ہیں

ارشاد ہوتا ہے:۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاءِ وَهٰٓؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ط وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا. (بنی اسرائیل، ۲۰)

ترجمہ: ہم ان (مومنوں) کو بھی اور ان (کافر و فاسق) کو بھی (دونوں طرح کے لوگوں کو) مہلت دیتے ہیں اور اپنی نعمتوں سے نوازتے رہتے ہیں۔ یہ تیرے رب کی مہربانی ہے۔ اس کا لطف و کرم عام ہے، کسی سے روک کر نہیں رکھا جاتا۔

ان آیات میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ جو لوگ عمل نیک میں مخلص نہیں ہوتے، بلکہ دنیا کے حصول یا لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں، ان کے عمل کا آخرت میں کوئی ثواب

نہیں ملے گا، بلکہ یہ عمل انھیں جہنم میں لے جائے گا۔

اور جو لوگ نیک نیتی سے صرف رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے عمل کرتے ہیں، ان کے عمل مقبول ہوں گے اور آخرت میں ان پر بڑا اجر اور ثواب ملے گا۔

غیر اللہ کے لیے یا ریاکارانہ طور پر جو عمل کیا جائے، وہ بے فائدہ ہے

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”بعض روزہ داروں کو ان کے روزہ سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اور بعض تہجد پڑھنے والوں کو رات کی نیند گنوانے اور تھکن کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔“

یعنی جن لوگوں کے روزہ اور راتوں کی عبادت میں نیک نیتی اور خلوص نہ ہو، یعنی ان کے یہ کام اللہ کو خوش کرنے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے نہ ہوں، بلکہ کسی دوسری غرض سے یا محض لوگوں میں نیک نامی حاصل کرنے کی نیت سے ہوں، ایسا روزہ یا ایسی عبادت آخرت میں کوئی فائدہ نہ دے گی، کیونکہ وہاں ان پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا۔

اس سلسلہ میں ایک بزرگ کا قول ہے: اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص بازار جاتا ہے اور وہاں سے اپنے تھیلے میں کنکریاں بھر کر لے آتا ہے۔ لوگ اس کو دیکھ کر کہتے ہیں: اس نے اپنے تھیلے میں کیا بھرا ہے، جس سے نہ یہ کچھ خرید سکتا ہے اور نہ اس کے بدلے میں کوئی اسے کچھ دے سکتا ہے۔ بس لوگوں کی باتیں سن لے، یہی اس کی بے کار محنت کا صلہ ہے۔

ایسے عمل کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا. (الفرقان۔ ۲۳)

ہم ایسے لوگوں کے عمل کو دیکھیں گے (اور) پھر اسے (ہوا میں) اڑتے ہوئے غبار میں تبدیل کر دیں گے۔

یعنی ہم (اللہ) اس پر کوئی اجر اور ثواب نہ دیں گے۔ وہ اس طرح بے کار ہوگا، جس طرح ہوا میں اڑتا ہوا غبار ہوتا ہے، جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

حضرت مجاہد ؒ روایت کرتے ہیں: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں صدقہ کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس کے ذریعہ لوگوں میں میری

نیک نامی کی شہرت ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:-

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا.
(الکہف۔ ۱۱۰)

ترجمہ: جو لوگ اپنے رب کے سامنے پیش ہونے پر یقین رکھتے ہیں، انھیں چاہیے کہ اچھے عمل کریں اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں۔

عمل بے روح: ایک بزرگ کا قول ہے: سات چیزیں سات چیزوں کے بغیر بے فائدہ ہیں:-

(۱) زبان سے کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، مگر گناہ سے پرہیز نہ کرے۔

(۲) زبان سے کہے کہ میں اللہ سے ثواب کا امیدوار ہوں، مگر کوئی نیک عمل نہ کرے۔

(۳) دل میں نیت کرے کہ میں عبادت کروں گا اور نیک عمل کروں گا، مگر ان باتوں پر عمل نہ کرے۔

(۴) اللہ سے دعا کرے کہ مجھے نیک عمل کی توفیق دے، مگر اس توفیق کو حاصل کرنے کے لیے کوئی عملی کوشش نہ کرے، جبکہ اللہ سے توفیق حاصل کرنے کے لیے عملی طور پر کوشش اور محنت ضروری ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ.
(العنکبوت۔ ۶۹)

ترجمہ: جو لوگ (ہماری طلب میں) ہماری طرف آنے کی کوشش کرتے ہیں، ہم انھیں اپنی راہ پر لگا دیتے ہیں۔ بے شک اللہ نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔

یعنی جو لوگ ہماری عبادت خالص ہماری رضا کے لیے کرتے ہیں اور ہمارے دین کی تبلیغ و اشاعت کرتے ہیں، ہم انھیں اپنی راہ پر لگا دیتے اور اس راہ کی مشکلات کو ان کے لیے آسان کر دیتے ہیں۔

(۵) توبہ: یعنی زبان سے کہے کہ میں توبہ کرتا ہوں، مگر کیے ہوئے گناہوں پر شرمندہ نہ ہو

(۶) بظاہر نیک اور پاکباز نظر آئے، مگر تنہائی میں گناہوں سے پرہیز نہ کرے۔

ایسے لوگوں کے بارے میں شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں۔

چوں بہ خلوت می روند آں کار دیگر می کنند

بظاہر شریف نظر آنے والے لوگ جب عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں، تو ان کی حرکتیں کچھ اور ہی ہوتی ہیں۔ (مترجم)

(۷) کوئی نیک عمل پوری محنت اور کوشش سے کیا جائے، مگر نیت درست نہ ہو، یعنی عمل سے اللہ کی رضا حاصل کرنا مقصد نہ ہو، بلکہ کوئی دوسری غرض ہو یا محض ریاکاری اور دکھاوا ہو۔ ایسے عمل کا کوئی فائدہ نہیں، یہ محض نفس کا دھوکا ہے۔

دین کے بیوپاری اور ان پر اللہ کی گرفت

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آخری زمانہ میں کچھ ایسے (بظاہر دیندار) لوگ نظر آئیں گے، جو دنیا کی طلب میں اس طرح ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے، جس طرح گھوڑسوار ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ دین بیچ کر دنیا کمائیں گے۔ (ایک روایت میں ہے) دنیا کے مال کے لیے چھینا جھپٹی کریں گے۔ وہ بھیڑ کی کھال کی طرح نرم و نازک لباس پہنیں گے، ان کی زبان (گفتگو) میں شکر کی سی مٹھاس ہوگی، مگر ان کے دل بھیڑیوں کے دلوں کی طرح سخت اور سیاہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا:-

''تم میرے بارے میں کسی فریب میں مبتلا ہو یا بہت جری (باغی) ہو گئے؟''

اس کے بعد فرماتے ہیں: ''مجھے اپنی ذات کی قسم، میں انھیں ایسے فتنوں میں مبتلا کردوں گا کہ بڑے بڑے عقلمند لوگ حیرت میں پڑ جائیں گے۔'' یعنی یہ لوگ عام معاشرتی زندگی میں ایسی حرکتیں کریں گے، جنھیں دیکھ کر یا سن کر عام لوگ یہ کہتے سنائی دیں گے: کیا ایسے بڑے لوگ بھی یہ حرکتیں کرتے ہیں؟ یعنی عوام کی نظروں میں بھی ان کی کوئی قدر و عزت نہ ہوگی۔

نیکی کو رواج دینے والے کو قیامت تک ثواب ملتا رہتا ہے

حضرت ابو صالح ؓ روایت کرتے ہیں: ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں پوشیدہ طور پر کوئی عمل کرتا ہوں، مگر وہ کسی طرح ظاہر ہو جاتا ہے، کیا میں آخرت میں ایسے عمل پر اجر و ثواب کی امید رکھوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے دوہرا اجر ملے گا۔ ایک عمل کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کا اور

دوسرے اس کے ظاہر ہو جانے پر دوسرے لوگوں کو اس عمل کی ترغیب ملنے کا۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''جس نے کسی اچھائی کی بنیاد ڈالی، اسے اس اچھائی کا اجر اور جو لوگ اس پر عمل کرتے رہیں گے، اس کا اجر قیامت تک ملتا رہے گا (جبکہ ان کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی)
اور جس نے کسی برائی کی بنیاد رکھی، اس برائی کا گناہ اور جو اس پر عمل کرتے رہیں گے، ان کا گناہ قیامت تک اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔''

نیت: حضرت ابو حبیب ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتے ایک بندے کے عمل کو اس کی بہت زیادہ تعریف کرتے ہوئے اللہ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہتا ہے: تم اس عمل کی صرف ظاہری حالت کو دیکھ کر اس کی تعریف کر رہے ہو۔ میں اس بندے کے دل کی نیت کو دیکھ رہا ہوں۔ اس بندے نے یہ عمل میری رضا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا، لہٰذا اسے لے جاؤ اور سجین (دوزخیوں کی کتاب) میں لکھ دو۔ اسی طرح ایک دوسرے بندے کے ایک چھوٹے سے عمل کو لے کر وہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں، جسے وہ (فرشتے) بہت حقیر و کمتر درجہ کا عمل سمجھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے: ''تم اس کو معمولی سمجھ رہے ہو، میں اس بندے کے اخلاصِ نیت کو دیکھ رہا ہوں۔ اس نے یہ عمل صرف میری رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا ہے (اس کے علاوہ اس کی دوسری کوئی غرض نہیں)۔ اسے علیین (جنتیوں کی کتاب) میں لکھ لو۔''

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ ایک چھوٹا سا عمل اگر خلوصِ نیت سے صرف اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے، اللہ کی نظر میں اس کی قدر و قیمت بہت زیادہ ہے۔ پھر وہ اپنی مرضی سے اسے بڑھاتا رہتا ہے اور اس کے اجر و ثواب میں اضافہ کرتا رہتا ہے، جیسا کہ اس آیت میں وہ فرماتا ہے:۔

وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا وَ یُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا. (النسا۔ ۴۰)

ترجمہ: اگر عمل نیک ہوتا ہے، (اللہ) اسے بڑھاتا رہتا ہے اور اپنی طرف سے اس پر اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔

لیکن اگر کوئی بڑا عمل اخلاص سے خالی ہو، اس پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملتا، بلکہ وہ عمل

کرنے والے کو جہنم میں لے جاتا ہے۔

حضرت یمیر اصحیؒ اپنے سفر مدینہ کا ایک واقعہ سناتے ہیں۔ اس واقعہ کو بہت سے علماء سلف نے لکھا ہے۔ کہتے ہیں: جب میں مدینہ پہنچا، دیکھا کہ ایک جگہ بہت سے لوگ ایک شخص کے گرد جمع ہیں۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ حضرت ابو ہریرہ ؓ ہیں، لوگوں کو حدیث کا درس دے رہے ہیں۔ میں بھی ان کے قریب پہنچ گیا۔ جب ان کا درس ختم ہوا اور سب لوگ چلے گئے، میں نے ان سے عرض کیا: اللہ کے لیے مجھے بھی کوئی ایسی حدیث سنا دیں جو آپ نے حضور نبی اکرم ﷺ سے براہ راست خود سنی ہو اور اسے پوری طرح سمجھ کو ذہن میں محفوظ بھی کر لیا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے کہا: میں ایک ایسی حدیث تمہیں سناتا ہوں، جو رسول اللہ ﷺ نے صرف میرے سامنے بیان فرمائی تھی، کیونکہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے سامنے میرے علاوہ کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا۔ یہ کہتے ہوئے ابو ہریرہ ؓ پر غشی (بے ہوشی) طاری ہو گئی اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گر گئے۔ تھوڑی دیر بعد انھیں ہوش آیا۔ انھوں نے چہرہ سے پسینہ صاف کیا اور حدیث سنانے کا ارادہ کیا، لیکن پھر ان پر غشی طاری ہو گئی۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ آخر تیسری بار جب ہوش میں آئے تو انھوں نے حدیث سنانا شروع کیا اور کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''جب قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بندوں کے اعمال کا فیصلہ کرے گا، سب سے پہلے ان تین آدمیوں کو پیش کرنے کا حکم دیا جائے گا، ایک حافظِ قرآن، دوسرا وہ شخص جو میدانِ جہاد میں قتل ہوا ہوگا، تیسرا دولتمند۔ حافظِ قرآن کو بلا کر اس سے پوچھا جائے گا: کیا میں نے تجھے وہ علم عطا نہیں کیا تھا، جو میں نے اپنے رسول پر نازل کیا تھا؟ وہ کہے گا: بے شک تو نے مجھے وہ علم عطا کیا تھا۔ پھر سوال ہوگا: تو نے اس علم کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ وہ کہے گا: میں دن رات اس کی تلاوت کرتا رہا۔ اللہ کہے گا: تو جھوٹ بولتا ہے، ساتھ ہی فرشتے بھی اس کے خلاف گواہی دیتے ہوئے کہیں گے: تو جھوٹا ہے، تو اس کی تلاوت اللہ کی رضا کے لیے نہیں، بلکہ اس لیے کرتا تھا کہ دنیا میں حافظ و قاری مشہور ہو جائے، چنانچہ دنیا میں تجھے قاری و حافظ کہا گیا۔ تجھے شہرت ملی، اب آخرت میں اس کا کوئی اجر نہیں۔ پھر دولتمند کو لایا جائے گا اور اس سے پوچھا جائے گا: میں نے تجھے مال دیا تھا، اسے تو نے کس طرح خرچ کیا؟ وہ کہے گا: میں نے اس سے مستحق رشتہ داروں کی مدد کی اور تیری راہ میں صدقہ کرتا رہا۔ اللہ

تعالیٰ کہے گا: تو جھوٹا ہے اور فرشتے بھی اس کے خلاف شہادت دیتے ہوئے کہیں گے: تو جھوٹا ہے، یہ سب کچھ تو نے اس لیے کیا تھا، تاکہ تو دنیا میں سخی مشہور ہو جائے، چنانچہ ایسا ہوا۔ اس کے بعد اس شخص کو لایا جائے گا جو میدانِ جہاد میں لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔ اس سے پوچھا جائے گا: تو کیوں قتل ہوا تھا؟ وہ کہے گا: میں تیرے لیے جہاد کرتا ہوا قتل ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو جھوٹ بولتا ہے اور فرشتے بھی اس کے خلاف شہادت دیتے ہوئے کہیں گے: تو جھوٹا ہے، تو صرف اس لیے جہاد میں شریک ہوا تھا کہ لوگ تجھے بہادر اور دلیر کہیں۔ چنانچہ دنیا میں تو بہادر مشہور ہوا۔ اس کے بعد (راوی (ابو ہریرہ ؓ) کہتے ہیں) رسول اللہ ﷺ نے اپنا دستِ مبارک (ہاتھ) میرے گھٹنے پر مارتے ہوئے فرمایا:۔

''ابو ہریرہ! اللہ کی مخلوق میں یہ تین افراد ہوں گے، جن کو قیامت کے دن سب سے پہلے جہنم کی آگ میں جھونکا جائے گا۔''

راوی کا بیان ہے کہ جب یہ حدیث حضرت معاویہ ؓ نے سنی، ان پر رقت طاری ہوگئی اور روتے ہوئے انھوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ٹھیک ہی فرمایا ہے اور پھر یہ آیت پڑھی:۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَ حَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بَاطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (الھود. ۱۵، ۱۶)

ترجمہ: جو لوگ صرف دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت (شہرت و ناموری) چاہتے ہیں، ہم دنیا ہی میں ان کے اعمال کا پورا بدلہ کوئی کمی کیے بغیر دے دیتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں، جن کے واسطے آخرت میں دوزخ کی آگ کے علاوہ کچھ نہیں۔ انھوں نے جو کچھ کیا، وہ بیکار گیا اور ان کے عمل بے فائدہ ثابت ہوئے۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ ابن حنیف ؒ اطا کی کہتے ہیں: جب ایسے لوگ آخرت میں اپنے اعمال کا اجر و ثواب طلب کریں گے تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائے گا: کیا ہم نے دنیا میں تمھیں اس کا بدلہ نہیں دے دیا تھا؟ ہم نے تمھاری شہرت بڑھادی تھی۔ ہر طرف تمھاری تعریف ہوتی تھی۔ تمھاری دولت میں اضافہ کر دیا تھا اور تجارت میں نفع بڑھا دیا تھا۔

اللہ کے مخلص بندے کی صفات

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا: اللہ کا مخلص بندہ کون ہے اور اس کی پہچان کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اللہ کا مخلص بندہ وہ ہے جو اپنی خوبیوں اور نیک اعمال کو لوگوں سے اسی طرح چھپائے، جیسے اپنی برائیوں کو چھپاتا ہے۔ اور اخلاص کی انتہا یہ ہے کہ انسان کو اپنی تعریف پسند نہ آئے۔ حضرت ذوالنون ؒ مصری نے اللہ کے خاص بندے اور مخلص آدمی کی پہچان یہ بتائی ہے: اسے اپنے راحت و آرام کی پروا نہ ہو، ضرورت مند سائل کو محروم نہ لوٹائے، مرتبہ کی بلندی و پستی اس کے نزدیک کوئی حیثیت نہ رکھتی ہو، اور اسے اسی بات کی پروا نہ ہو کہ کوئی اس کی تعریف کرتا ہے یا برائی۔

اللہ سے نہ ڈرنے اور لوگوں سے ڈرنے کا انجام

حضرت عدی ؓ ابن حاتم روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز کچھ لوگوں کو جنت کی طرف لے جانے کا حکم دیا جائے گا۔ جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے اور جنت کے باغات کی خوشبو انھیں محسوس ہوگی اور دیکھیں گے کہ اللہ نے اپنے مخلص اور نیک بندوں کے لیے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے، حکم ہوگا: انھیں واپس لے آؤ۔ وہ وہاں سے انتہائی مایوسی کی حالت میں لوٹیں گے اور اللہ کے روبرو پیش ہو کر کہیں گے: پروردگار! جنت کا یہ منظر دکھانے سے پہلے (کہ تو نے جنتیوں کے عیش و آرام کے لیے کتنے خوبصورت باغات و محلات تیار کر رکھے ہیں) ہمیں دوزخ میں بھیج دیا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''یہ منظر تمھیں دکھانا ضروری تھا (کیونکہ تمھیں اخلاص کے ساتھ عبادت کے ثواب اور مخلص بندوں کی بلندی درجات کا یقین نہ تھا)۔ تم لوگ تنہائیوں میں (مگر میری نظر کے سامنے) بڑے بڑے گناہ کرتے تھے، اور جب لوگوں کے سامنے آتے تھے، بڑے شریف، پارسا اور دیندار بنتے تھے۔ تم لوگوں سے ڈرتے تھے مگر میرا خوف محسوس نہیں کرتے تھے۔ تم لوگوں کو دکھانے کے لیے دل نہ چاہتے ہوئے بھی بڑے بڑے نیک اعمال کرتے تھے۔ گویا تمھیں میری رضا کے بجائے لوگوں کی رضا منظور تھی۔ تم نے میری عزت و جلال کا لحاظ کرنے کی بجائے لوگوں کے عزت و وقار کو ترجیح دی۔ آج میں تمھیں آخرت کے ہر ثواب سے محروم کرتا ہوں، اب تمھیں دوزخ کا سخت عذاب برداشت کرنا ہوگا۔''

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب ''جنت عدن'' کو پیدا کیا، جس میں مومنوں کے لیے وہ وہ نعمتیں اور عیش و آرام کا ایسا سامان مہیا کیا ہے، جسے آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ اس کے بارے میں کسی کان نے سنا، اور نہ کسی انسان کے دل ہی میں ایسی چیزوں کا خیال آیا۔ پھر اللہ نے اس (جنت عدن) سے پوچھا: بتا، کوئی کمی تو نہیں رہ گئی؟ اس نے کہا: ''قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ'' (مومن کامیاب ہو گئے) (یعنی یہ سامان جن مومنوں کے واسطے تیار ہوا ہے، وہ کتنے خوش نصیب ہوں گے)۔
پھر کہا: اے اللہ! میرے اندر بخیل (کنجوس)، منافق (دوغلا) اور ریاکار کو داخل نہ کرنا۔''

ریاکار کی نشانیاں: حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: ریاکار کی نشانیاں (پہچان) یہ ہیں: (۱) تنہائی میں (یعنی جب اکیلا ہو) کسی عبادت (نماز وغیرہ) کا وقت آجائے تو بڑی سستی اور کاہلی سے اس فرض کو انجام دیتا ہے۔ (۲) اور اگر مجمع عام ہو اور دیکھنے والے موجود ہوں تو اس عمل کو بڑے خشوع و خضوع اور پوری توجہ سے ادا کرتا ہے۔ (۳) اس کے کسی عمل کی تعریف کی جائے تو اسے بار بار کرتا ہے۔ (۴) تعریف نہ کی جائے تو وہ اپنے عمل میں کمی اور سستی کرتا ہے۔

عمل نیک: حضرت شقیق ابن ابراہیم زاہدؒ کہتے ہیں: (۱) عمل نیک وہ ہے جس کے کرتے وقت بندہ یہ سمجھے کہ اس عمل کی توفیق مجھے اللہ نے دی ہے، تاکہ عمل پر غرور پیدا نہ ہو۔ (۲) عمل کرتے وقت اس کی نیت یہ ہو کہ یہ عمل اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کر رہا ہوں، تاکہ اس کی خواہشِ نفس مغلوب ہو۔ (۳) عمل کے ثواب کی امید صرف اللہ سے رکھے، تاکہ ریاکاری (دکھاوے) کا شائبہ نہ رہے۔ اس طرح عمل میں اخلاص (نیک نیتی) پیدا ہو جائے گا، جو عمل کی جان (روح) ہے، اور عمل کرنے والا اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرے گا کہ اس نے یہ عمل کرنے کی توفیق بخشی۔

پھر جو عمل کرے وہ اللہ کی رضا کے لیے کرے، نہ کہ اپنے نفس کی خواہش پر، کیونکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ۔ (سورہ یوسف۔ ۵۳)

ترجمہ: ''بلاشبہ نفس برائی کا حکم (مشورہ) دیتا ہے۔''

جو عمل کرے، اللہ کی رضا کے لیے کرے۔ لوگوں کی تعریف یا تنقیص کا خیال دل میں نہ لائے۔

عمل درست: ایک بزرگ کا قول ہے: بندہ عبادت کرتے وقت اس چرواہے کی مثال کو سامنے رکھے، جو اپنی بھیڑ بکریوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے۔ اسے پروا نہیں ہوتی کہ بھیڑ بکریاں اس کی طرف دیکھ رہی ہیں یا نہیں، نہ وہ بھیڑ بکریوں کی تعریف کا محتاج ہوتا ہے۔ اسی طرح خلوصِ نیت سے اللہ کی عبادت کرنے والا ہوتا ہے، وہ لوگوں کی بھیڑ میں بھی تنہا ہی ہوتا ہے، کیونکہ اسے اپنے عمل کے ثواب کی امید اللہ سے ہوتی ہے۔ وہ بندوں کی تعریف و تنقیص سے بے پروا ہوتا ہے۔

عمل اور علم: کوئی بھی عمل کرنے سے پہلے اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ یہ عمل اللہ کی عبادات میں شامل ہے، کیونکہ بسا اوقات بے علمی میں کوئی عمل کر لینا نقصان کا باعث ہوتا ہے، علم کے ساتھ ساتھ مزید تین چیزیں ضروری ہیں۔

(۱) نیت: کیونکہ کوئی عمل نیت کے بغیر درست نہیں ہوتا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَّا نَوٰی۔ (مشکوٰۃ)

''اعمال کی بنیاد نیت پر ہے۔ ہر شخص کو وہی کچھ ملے گا، جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔''

لہٰذا نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ اور دوسری تمام عبادتیں نیت کے بغیر درست نہیں ہوتیں۔ اس لیے ہر عمل سے پہلے نیت ضروری ہے، تاکہ عمل صحیح طریقے پر انجام پا سکے۔

(۲) صبر اور دل کا اطمینان ہونا بھی ضروری ہے، تاکہ عمل سکون و اطمینان سے پورا ہو سکے۔

(۳) اخلاص، یعنی عمل کا صرف اللہ کی رضا کے لیے ہونا۔ جب عمل اخلاص سے کیا جائے گا، اللہ اسے قبول فرمائے گا اور عام مخلوق کے دلوں کو بھی اس بندہ (عابد) کی طرف پھیر دے گا۔

اللہ کی طرف سے دنیا میں اخلاص کا انعام

حضرت ابن حبانؒ فرماتے ہیں: بندہ اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ کر لے تو اللہ اہل ایمان کے دلوں کو اس کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور ان کے دل میں اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل سے کہتا ہے: میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، جبرائیل علیہ السلام آسمان والوں (فرشتوں) میں اعلان کردیتے ہیں: تمہارا رب فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، تم سب اس سے محبت کرو۔ چنانچہ تمام فرشتے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور پھر وہ دنیا میں بھی مقبول ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب اللہ کسی بندے سے ناراض ہوتا اور اسے ناپسند کرتا ہے تو اسے سارے فرشتے اور تمام دنیا والے ناپسند کرتے ہیں۔

اپنی پہچان: حضرت شقیقؒ سے ایک شخص نے پوچھا: لوگ مجھے صالح (نیک آدمی) کہتے ہیں، مگر مجھے کیسے پتہ چلے کہ میں صالح (نیک) ہوں؟ انھوں نے جواب دیا:۔

(۱) اپنے دل کی کیفیات (حالت) کسی نیک آدمی کے سامنے بیان کرو، اگر وہ اسے پسند کرے تو سمجھ لینا تم نیک ہو، اگر وہ پسند نہ کرے تو سمجھو تم صالح (نیک) نہیں ہو۔

(۲) اپنے دل کے سامنے دنیا (مال و دولت) پیش کرو، اگر وہ اسے ٹھکرا دے، تم صالح (نیک) ہو۔

(۳) اپنے نفس کے سامنے موت کا خیال رکھو، اگر وہ موت کی تمنا و آرزو کرے، تم صالح (نیک) ہو، ورنہ نہیں۔

جب یہ تین چیزیں تیرے اندر جمع ہو جائیں، پورے خشوع و خضوع (عاجزی اور گریہ وزاری) سے اللہ کی عبادت کر، تاکہ تیرے عمل میں ریاکاری اور دکھاوا شامل نہ ہو، کیونکہ یہ چیز عمل کو ضائع کردیتی ہے۔

مومن کی پہچان: حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: جانتے ہو مومن کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول اس کے متعلق (ہم سے) زیادہ جانتے ہیں۔

فرمایا: ”مومن وہ شخص ہے کہ اسے اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک اسے اپنے چاروں طرف وہ باتیں سنائی نہ دیں جنھیں وہ پسند کرتا ہے۔ اور جو اللہ کی عبادت ستر کمروں (جن میں سے ہر ایک پر لوہے کا دروازہ لگا ہو اور دروازہ بند ہو) کے اندر چھپ کر کرتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ اس کے اس نیک عمل کو اس کی چادر بنا دیتا ہے، جس سے لوگ اسے پہچان لیتے

ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں، اور اس تعریف میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اضافہ کیسے ہوتا رہتا ہے؟ فرمایا: ”مومن اللہ کی طاعت و عبادت میں ترقی کرتا ہے، نتیجۃً اس کی تعریف اور اس کی تقلید میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے کہ لوگ اسے دیکھ کر خود بھی ویسے ہی نیک اعمال کرنے لگ جاتے ہیں۔“ پھر فرمایا: ”اسی طرح اگر فاجر (بدکار) ستر بند کمروں کے اندر چھپ کر گناہ کرتا ہے، اللہ اس کے اس گناہ کو اس کی چادر بنا دیتا ہے، جس سے وہ پہچان لیا جاتا ہے، لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اور اس نفرت میں روز بروز اضافہ ہوتا رہتا ہے، کیونکہ بدکار آدمی کے گناہ (اور بدکاری) بھی بڑھتے رہتے ہیں۔“

تین باتیں: حضرت عوف ابن عبداللہؒ کہتے ہیں: پہلے نیک اور بزرگ لوگ ایک دوسرے کو خط لکھتے وقت یہ تین باتیں ضرور لکھا کرتے تھے:۔

(۱) جو آخرت کی کمائی کرتا ہے، اللہ اس کے دنیاوی اخراجات اپنے ذمے لے لیتا ہے۔

(۲) جو اللہ سے اپنا تعلق درست کرلیتا ہے، اللہ دنیا والوں سے اس کے تعلقات ٹھیک کردیتا ہے۔

(۳) جس نے اپنا باطن ٹھیک کرلیا، اللہ اس کے ظاہر کو سنوار دیتا ہے۔

اللہ کی بخشش سے محرومی: اللہ جسے اپنی عنایت سے محروم رکھنا چاہے:۔

(۱) اسے علم دیتا ہے، مگر اس پر عمل کی توفیق نہیں دیتا۔

(۲) اسے نیک لوگوں تک رسائی ہو جاتی ہے، مگر وہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔

(۳) وہ عبادت کرتا ہے، مگر اس عبادت میں اخلاص (نیک نیتی) نہیں ہوتا۔

یہ سب کچھ اس لیے ہوتا ہے کہ اس شخص کا کوئی عمل بھی اخلاص اور نیک نیتی سے نہیں ہوتا، بلکہ ان میں صرف ظاہرداری اور دکھاوا ہوتا ہے۔

اللہ کے ساتھ معاملے میں دھوکہ بازی نہ کرو

بہت ہی قابل اعتماد اور معتبر لوگوں نے حضرت جبلہ یحصبیؒ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: ہم مروان ابن حکم کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھے۔ ہمارے ساتھ ایک شخص تھے، جو رات کا اکثر حصہ تہجد میں گزارتے اور بہت کم سوتے تھے۔ کچھ دن تک ہمیں یہ معلوم نہ ہوسکا، وہ کون ہیں۔ بعد میں معلوم ہوا، وہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی ہیں۔ انھوں نے ہمیں یہ حدیث سنائی:۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کل (قیامت کے دن) کس طرح نجات ہو سکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کو دھوکہ نہ دو۔'' اس شخص نے عرض کیا: ہم اللہ کو کس طرح دھوکہ دے سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ اس طرح کہ تم کام تو وہ کرو، جن کا اللہ نے حکم دیا ہے، مگر تمہاری نیت اللہ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے ''ریا'' (ریاکاری، دکھاوا) ہو۔ ''ریا'' سے بچو، یہ شرک ہے۔ ریاکار شخص کو قیامت کے روز ان چار ناموں سے تمام مخلوق کے سامنے پکارا جائے گا: اے کافر! اے فاجر! اے دھوکہ باز! اے نقصان میں رہنے والے! تیرا عمل ضائع اور اس کا اجر و ثواب ختم ہو گیا۔ آج یہاں تیرے لیے کچھ نہیں۔ اے دھوکہ باز! جا ان سے اپنا اجر و ثواب طلب کر، جن کو دکھانے کے لیے تُو نے یہ عمل کیا تھا۔''

راوی (جبلہ) کہتے ہیں: میں نے ان (صحابی) سے اللہ کی قسم دے کر پوچھا: کیا آپ نے خود یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے؟ انھوں نے کہا: بخدا! میں نے خود یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے۔ میں نے دانستہ اس میں اپنی طرف سے کچھ کم یا زیادہ نہیں کیا۔ اگر کچھ سہو یا بھول ہو گئی ہو تو اللہ اسے معاف فرمائے۔ پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی:۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ (النساء: ۱۴۲)

منافق لوگ اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، وہ انھیں دھوکہ میں ڈالنے والا ہے۔

لہٰذا جو شخص یہ چاہے کہ اس کے عمل کی جزا و ثواب آخرت میں ملے، اس کے لیے ضروری ہے کہ عمل کرتے وقت اس کی نیت یہ ہو کہ وہ یہ عمل صرف اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کر رہا ہے اور اس میں کسی طرح کی ریاکاری اور دکھاوا شامل نہ ہو۔ پھر وہ اپنے اس عمل کو بھول جائے، تاکہ اس کے دل میں اس عمل پر تکبر اور گھمنڈ پیدا نہ ہو۔ کیونکہ کسی عمل کا کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا، جتنا اسے غرور و گھمنڈ اور ریاکاری جیسی آلائشوں سے پاک و محفوظ رکھنا ہوتا ہے۔

عمل کی حفاظت: حضرت ابوبکر واسطیؒ کہتے ہیں: عمل کی مثال شیشہ کی سی ہے۔ اگر عمل پر غرور و گھمنڈ پیدا ہو گیا، تو اسے توڑ ڈالے (ضائع کردے) گا۔ ریاکاری اور دکھاوا شامل

ہو گیا تو وہ ضائع ہو جائے گا۔ جس طرح شیشہ کسی طرح کی ضرب (چوٹ) برداشت نہیں کرتا، اسی طرح عمل پر باہر کی کوئی چیز اثر انداز ہوتی ہے تو وہ ٹوٹ کر ضائع ہو جاتا ہے۔

ریا کے خوف سے عمل سے ہاتھ نہ روکے

اگر بندہ کو اپنے عمل پر ریاکاری پیدا ہونے کا اندیشہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس خیال کو اپنے دل سے نکال دے، لیکن عمل کو اس کی وجہ سے ترک نہ کرے، بلکہ عمل کو پورا کرے اور توبہ و استغفار کر کے اللہ سے دعا کرے کہ وہ اس خیال باطل کو اس کے دل سے نکال دے۔ امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اخلاص پیدا کر دے گا اور آئندہ وہ جو عمل کرے گا، وہ اس طرح کے عیب سے پاک ہو گا۔

مثل مشہور ہے: جب سے ریاکار (دکھاوے اور شہرت و ناموری کے لیے اچھے کام کرنے والے) مرے ہیں، دنیا بے رونق ہو گئی ہے، کیونکہ وہ لوگ رفاہِ عام کی چیزیں بنایا کرتے تھے۔ مثلاً وہ لوگ مدارس و مساجد اور مسافر خانے وغیرہ بناتے تھے، جن سے دنیا کی رونق بڑھتی تھی اور عام لوگ ان سے فائدہ بھی اٹھاتے تھے۔ گو کہ ان چیزوں میں ان کی ریاکاری اور شہرت طلبی کا جذبہ شامل ہوتا تھا، لیکن بسا اوقات کسی نیک مسلمان کے دل سے ان کے لیے دعائے خیر بھی نکل جاتی تھی، جو ان کے حق میں فائدہ مند ثابت ہوتی تھی۔ جیسے کہ ایک شخص کے بارے میں مشہور ہے کہ اس نے عام فائدے کے لیے کوئی باغ، مسافر خانہ یا مسجد بنانے کے بارے میں سوچا، ''پتہ نہیں میرا یہ کام اللہ کے لیے ہے یا نہیں''۔ پھر اس نے ایک دن خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ اس کے پاس آئے اور کہا: تیرا یہ کام اگرچہ خالص اللہ کی رضا کے لیے نہ تھا، لیکن جو مسلمان اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور وہ تیرے حق میں اللہ سے دعا کریں گے، وہ تو خالص اللہ کی رضا کے لیے ہو گی۔ یہ سن کر وہ شخص خوش ہو گیا اور اس نے خوشی خوشی وہ کام کر دیا۔

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ایسے اعمال جو تمام مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور فرض لازم ہیں (مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر صدقات و خیرات وغیرہ)، ان میں ریاکاری اور دکھاوا شامل ہونا ہی نہیں چاہیے، کیونکہ یہ سب پر فرض ہیں۔ جو شخص ادا کر رہا ہے،

وہ اللہ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہے۔ اور جو ادا نہیں کر رہا، وہ مجرم و گناہگار ہے۔

اگر کوئی شخص فرائض کو اللہ کا حکم سمجھ کر، اس کی رضا کی بجائے ریاکارانہ طور پر صرف لوگوں کے دکھانے کے لیے ادا کرتا ہے، ایسا شخص پکا منافق ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کے لیے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ. (النساء. ۱۴۵)

ترجمہ: منافق لوگ جہنم کی آگ کے سب سے نیچے والے گڑھے میں ڈالے جائیں گے۔

یعنی اس جگہ انھیں ڈالا جائے گا، جہاں فرعون، ہامان، نمرود، شداد اور قارون جیسے بڑے بڑے کافر ہوں گے۔ جہنم کے اس گڑھے کا نام "ہاویہ" ہے۔

موت کا خوف اور اس کی شدت

حضرت انس ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے۔"

اللہ سے ملاقات کو پسند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مومن دنیاوی زندگی کی بجائے آخرت کی زندگی کو پسند کرتا ہے۔ آخرت کے لیے تیاری کرتا ہے، اور جب موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ جلد از جلد اس دنیا سے دوسری دنیا میں چلا جانا چاہتا ہے، کیونکہ اس وقت رحمت کے فرشتے اسے خوشخبری دیتے ہیں: اللہ تجھ سے خوش ہے۔ وہ تجھے جنت میں داخل کرے گا اور اپنی عطا و بخشش سے تجھے نوازے گا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "اور جو شخص اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے، اللہ بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت کافر اور فاسق و فاجر کو عذاب کے فرشتے جب دکھاتے ہیں کہ مرنے کے بعد تیرا ٹھکانہ یہ دوزخ ہے تو وہ اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں جانا پسند نہیں کرتا۔ ایسے شخص کو اللہ بھی اپنی رحمت سے دور رکھتا ہے۔ اس وقت ایسا شخص اپنی دنیاوی زندگی پر افسوس کرتا اور اپنی بداعمالیوں کو یاد کر کے روتا ہے، اور موت سے گھبراتا ہے، اسے ناپسند کرتا ہے، کیونکہ مرنے کے بعد اسے آخرت کے عذاب کا ڈر ہوتا ہے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو جو بندے محبوب ہوتے ہیں، ان کے دل میں اپنی محبت ڈال دیتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ محبت دراصل اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اس کا عکس (سایہ) اس بندے کے دل پر پڑتا ہے، جس طرح کہ بہتے ہوئے پانی کا عکس (جھلک، سایہ) دیوار پر پڑتا ہے۔ اس کی تائید حضور ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے: "اللہ جب کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنی طرف متوجہ کر لیتا ہے۔" ......اور یہی اشارہ قرآن کریم میں "یُحِبُّهُمْ" (اللہ ان سے محبت کرتا ہے) کو "وَيُحِبُّوْنَهٗ" (المائدہ: ۵۴) اور وہ (مومن) اس سے محبت کرتے ہیں) سے مقدم (پہلے) لانے سے بھی ملتا ہے۔ اللہ ہمیں بھی اپنی محبت عطا فرمائے۔ آمین۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم میں سے ہر آدمی موت کو ناپسند کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے مراد یہ عام ناپسندیدگی نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن کی موت کا وقت جب قریب آتا ہے، اس کے پاس اللہ کا بھیجا ہوا ایک فرشتہ آتا ہے اور اسے ان نعمتوں کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کی طرف سے اسے موت کے بعد ملنے والی ہیں، تو بندۂ مومن کے لیے اللہ کی ملاقات سے زیادہ پسندیدہ کوئی شے نہیں ہوتی اور وہ جلد از جلد اس سے شرف یاب ہونا چاہتا ہے۔ پھر اللہ بھی جلد از جلد اسے اپنے پاس بلانا چاہتا ہے۔

اور فاجر یا کافر کی موت جب قریب آتی ہے، تو ایک ڈرانے والا فرشتہ اس کے پاس آتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ اس کے لیے کون کون سا عذاب تیار ہے، تو وہ گھبرا کر اللہ کے سامنے جانے (اس سے ملاقات) کو ناپسند کرتا ہے، اور اللہ بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ایسے شخص کو اس کے سامنے لایا جائے۔''

موت کی تلخی: حضرت جابر ؓ اپنے والد حضرت عبداللہ ؓ سے روایت کرتے ہیں:۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کے قصے بھی لوگوں کے سامنے بیان کر دیا کرو، کیونکہ اس قوم کے اندر بھی بڑے بڑے معجزے ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے یہ قصہ بیان فرمایا: ''بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایک قبرستان کے پاس سے گزرے، آپس میں کہنے لگے: یہاں ہم نماز پڑھ کر اپنے رب سے دعا کیوں نہ کریں، شاید وہ کسی مردے کو زندہ کر دے، جو ہمیں موت کے بارے میں کچھ بتا دے۔ ابھی وہ لوگ یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک ایک پرانی قبر سے ایک مردے نے سر نکال کر ان سے کہا: لوگو! تم کیا سوچ رہے ہو؟ بخدا! مجھے وفات پائے ہوئے نوے سال کا عرصہ گزر چکا ہے، مگر موت کی تلخی (شدت) کو آج تک نہ بھلا سکا۔ مجھے آج بھی یہ محسوس ہوتا ہے جیسے اب بھی جانکنی کی حالت میں ہوں۔ میرے لیے اللہ سے دعا کرو، وہ مجھے اس سے نجات دے اور مجھے میری پہلی حالت (زندگی) پر لوٹا دے۔ اس مردے کی پیشانی (ماتھے) پر سجدے کا نشان بھی تھا۔'' (یعنی وہ ایک عبادت گزار شخص تھا، اس کے باوجود اس پر موت کی اتنی سختی ہوئی تھی)

حضرت حسن ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مومن پر موت کا وقت اس قدر سخت گزرتا ہے، جیسے بیک وقت تین سو تلواروں سے اس کے جسم کو زخمی کیا جا رہا ہو۔''

لہٰذا جس کو اس بات کا یقین ہو کہ ایک دن موت ضرور آئے گی، اسے چاہیے کہ برائی اور گناہوں سے پرہیز کرے اور اچھے اعمال کرتے ہوئے اس دن کے لیے تیاری کرے۔

حضور اکرم ﷺ نے موت کی جو تلخیاں اور سختیاں بیان فرمائی ہیں، وہ امت کی بھلائی کے لیے بیان فرمائی ہیں، تاکہ ان کا امتی (مسلمان) گناہوں اور اللہ کی نافرمانیوں سے باز رہے اور دنیا کے شدائد و مشکلات پر صبر کرے، کیونکہ یہاں کی سختیاں موت کی سختیوں سے آسان ہیں۔ موت کی سختی عذاب آخرت ہی کا حصہ ہے اور آخرت کا عذاب دنیاوی شدائد و مصائب کے مقابلہ میں بہت سخت ہے۔

علم نادر (اچھوتا علم) حضرت عبداللہ ؓ ابن ہاشمی سے روایت ہے، کہتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: مجھے علم کی کوئی نادر (نئی اور عمدہ) بات بتائیے۔

آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ''نفس علم (اصل علم) تمہارے پاس کتنا ہے؟''

اس نے عرض کیا: نفس علم کسے کہتے ہیں؟

آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تم اپنے رب (اللہ) کے بارے میں کچھ جانتے ہو؟

اس نے جواب دیا: ہاں۔

آپ ﷺ نے اس سے سوال کیا: ''تو نے اس کا کیا حق ادا کیا؟''

اس نے کہا: جو اللہ نے چاہا (اور مجھ سے ہو سکا)۔

پھر آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا: ''موت کو جانتے ہو؟''

اس نے جواب دیا: ہاں۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟''

اس نے جواب دیا: جو اللہ نے چاہا (اور مجھ سے ہو سکی)۔

آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: (فی الحال) جاؤ ان دو باتوں کو پوری طرح سمجھ لو۔ اس کے بعد آنا، تمہیں علم کی نئی بات بتا دی جائے گی۔''

کئی سال گزرنے کے بعد وہ شخص دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

"ضَعْ يَدَكَ عَلىٰ قَلْبِكَ فَمَا لَا تَرْضىٰ لِنَفْسِكَ لَا تَرْضَهُ لِنَفْسِ اَخِيكَ الْمُسْلِمِ وَ مَا رَضِيتَهُ لِنَفْسِكَ فَارْضِهِ لِاَخِيكَ الْمُسْلِمِ. وَ هُوَ مِنْ غَرَائِبِ الْعِلْمِ."

ترجمہ: اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر اقرار کرو، جو بات تمہیں اپنے لیے ناپسند ہو، وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے ناپسند کرو گے۔ اور جو بات تم اپنے لیے پسند کرو، وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی پسند کرو گے۔ یہ ہے علم کی نادر اور اچھوتی یا عمدہ بات۔

اس طرح نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو یہ بات سمجھائی کہ اصل اور حقیقی علم یہ ہے کہ موت کے لیے تیاری کی جائے اور اس تیاری میں پہلے نمبر پر حقوق العباد (بندوں کے حق) آتے ہیں، جنھیں اللہ تعالیٰ بھی اس وقت تک معاف نہیں کرے گا، جب تک کہ وہ بندہ معاف نہ کردے، جس کی حق تلفی ہوئی ہے۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو

حضرت میمون ابن مہران روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔

(۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔
(۲) تندرستی کو بیماری سے پہلے۔
(۳) فرصت کو مشغولیت سے پہلے۔
(۴) دولت کو محتاجی سے پہلے۔ اور
(۵) زندگی کو موت سے پہلے۔

نبی کریم ﷺ نے ان پانچ چیزوں میں انسانی زندگی کے اہم ترین مسائل کو جمع فرمادیا ہے۔ انسان جوانی کے دنوں میں جو کوشش و محنت اور عبادت و نیک اعمال کرسکتا ہے، بڑھاپے میں نہیں کرسکتا۔ اسی طرح اگر جوانی میں معصیت اور گناہ کا عادی ہو جاتا ہے تو بڑھاپے میں بھی اس گناہ سے بچنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ انسان جوانی کے دنوں ہی میں خود کو محنت و مشقت اور عبادت و ریاضت کا عادی بنالے، تاکہ بڑھاپے میں بھی آسانی سے عبادت کرتا رہے۔

صحت (تندرستی) کو بیماری سے پہلے غنیمت سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ تندرست آدمی جو کام بھی کرنا چاہے، آسانی سے کرسکتا ہے۔ اسے نماز پڑھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی، نہ ہی روزہ رکھنا یا دوسرا کوئی نیک کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مثلاً وہ اپنے مال میں سے جتنا چاہے صدقہ کرسکتا ہے، جتنا چاہے، جائز طریقہ سے کماسکتا ہے۔ جبکہ بیماری اور کمزوری کی حالت میں وہ اپنے مال میں بھی اتنا اختیار نہیں رکھتا۔ وہ زیادہ خرچ نہیں کرسکتا، نہ عبادت ہی وہ پوری دل جمعی اور اطمینان سے کرسکتا ہے۔

فرصت کو غنیمت جاننے کے معنے یہ ہیں: رات کا وقت فرصت کا وقت ہوتا ہے اور دن مصروفیت و مشغولیت کا وقت ہے۔ رات کی فرصت میں تہجد پڑھ سکتا ہے اور دن کی مشغولیت و مصروفیت میں روزہ رکھ سکتا ہے۔ کیونکہ روزہ جسمانی مصروفیت میں حائل نہیں ہوتا، نہ اس سے کسی کام میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ خصوصاً جاڑوں کی لمبی راتوں میں انسان بڑی آسانی سے تہجد کی نماز پڑھ سکتا ہے اور آرام بھی کرسکتا ہے۔ اور دن چھوٹا ہوتا ہے، اس میں روزہ رکھنا بھی مشکل نہیں ہوتا۔ جیسے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "جاڑے کا موسم مومن کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی راتیں لمبی ہوتی ہیں، ان میں تہجد پڑھے۔ دن چھوٹے ہوتے ہیں، ان میں روزہ رکھے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "رات لمبی ہے (اسے نیند میں گزار کر) مختصر (چھوٹی) نہ کر۔ اور دن کے روشن چہرہ کو اپنے گناہوں سے گرد آلود نہ کر۔"

دولت مندی کو محتاجی سے پہلے غنیمت سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جو رزق تجھے دے رکھا ہے، اس پر صبر کر اور دوسروں کے مال و دولت کو للچائی نظروں سے نہ دیکھ۔

زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جاننے کا مطلب یہ ہے کہ انسان زندگی میں ہر عمل کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ اس میں جتنا چاہے، نیک اعمال کرسکتا ہے۔ مگر موت کے بعد عمل کا سلسلہ ختم ہوجائے گا۔ اب وہ کوئی عمل نہیں کرسکتا، جو آخرت میں اس کے درجات کی بلندی اور ثواب کا ذریعہ بن سکے۔ اس لیے مومن کو چاہیے کہ وہ زندگی کے اوقات کو ضائع نہ کرے، تاکہ موت کے بعد اسے ان اوقات کے ضائع ہونے پر افسوس نہ کرنا پڑے۔

ایک ایرانی دانشور (فلسفی) کا قول ہے: بچپن کھیل کود میں گزارا، اس کے بعد جوانی کے نشے میں مست رہا، بڑھاپے میں تیرے جسم کی طاقت جواب دے گی اور تو کچھ کرنے

کے قابل نہ رہا۔ بتا تو نے زندگی میں خدا کی عبادت کب کی؟

مطلب یہ کہ موت کے بعد تو کچھ نہ کر سکے گا۔ جو کرنا ہے، اس زندگی میں کر لے، اور یہی وقت ہے جس میں آخرت اور موت کے وقت کی سختی سے نجات کے لیے اچھے اعمال کیے جا سکتے ہیں۔ موت سے غافل نہ رہ، کیونکہ وہ تجھ سے غافل نہیں ہے، مقررہ وقت پر موت کا فرشتہ ضرور تیرے سامنے آئے گا۔

ملک الموت اللہ کے حکم کے بغیر ایک مچھر کی روح بھی قبض نہیں کر سکتا

حضرت علی ؓ روایت کرتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ نے ایک انصاری ؓ کے سرہانے ملک الموت (موت کا فرشتہ) کو دیکھ کر اس سے فرمایا: ''میرے اس صحابی کی روح نرمی سے نکالنا، یہ مومن ہے۔'' ملک الموت نے عرض کیا: اے محمد! آپ مطمئن رہیں، آپ کے ہر امتی (مومن) کی روح نرمی سے نکالتا ہوں۔ اس کے بعد اس (ملک الموت) نے کہا: بخدا، اے محمد! جب میں کسی انسان کی روح قبض کرتا ہوں، اس وقت اگر اس کے رشتہ داروں یا اہل وعیال میں سے کوئی روتا یا چیخ و پکار کرتا ہے، میں کہتا ہوں:-

''یہ رونا دھونا اور چیخ و پکار کیوں؟ ہم نے کوئی ظلم تو نہیں کیا۔ نہ ہم نے اس کی موت کے مقررہ وقت سے پہلے اس کی روح قبض کی ہے، نہ ہم نے اس کی تقدیر میں کوئی دخل اندازی کی ہے (کہ جتنی زندگی اس کی تقدیر میں لکھی تھی، اس کے پورا ہونے سے پہلے اس کی روح قبض کی ہو) ہم نے اس کی روح قبض کر کے کوئی گناہ (جرم) نہیں کیا۔

اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو ہنسی خوشی قبول کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور آخرت میں انھیں اس کا اجر وثواب ملے گا۔ اور اگر اللہ کے اس فیصلہ پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں، روتے اور چیختے چلاتے ہیں تو گناہگار ہوں گے اور آخرت میں اس گناہ کی سزا بھگتیں گے۔ تمھیں ہم پر ناراض یا غصہ ہونے کا کوئی حق نہیں۔ ہم تمھیں نصیحت کرتے ہیں کہ ایسی حرکتوں (رونے دھونے، چیخ و پکار کرنے) سے باز رہو اور پرہیز کرو۔ ہماری تم سے آئندہ بھی ملاقات ہوگی، لہٰذا احتیاط اور ہوشیار رہو۔ روئے زمین پر خشکی وتری (سمندر) میں کوئی گھر یا کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی جاندار رہتا ہو اور میں اسے نہ پہچانتا ہوں۔ میں دن

رات (چوبیس گھنٹے) میں پانچ مرتبہ ان کے چہروں کو دیکھتا ہوں، ان کے ہر چھوٹے بڑے کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ یہ اپنے آپ کو اتنا نہیں جانتے، جتنا میں انھیں جانتا اور پہچانتا ہوں۔ اس کے باوجود اے محمد! مجھے اللہ کے حکم کے بغیر ایک مچھر تک کی روح قبض کرنے کی قدرت واختیار نہیں۔ جو کچھ بھی کرتا ہوں، اللہ کے حکم سے کرتا ہوں۔''

قہقہہ مار کر ہنسنا موت سے غفلت کی نشانی ہے

حضرت ابوسعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے کچھ لوگوں کو (زور زور سے) ہنستے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ''اگر تم اس کو یاد رکھتے، جس کی یاد ہر لذیذ چیز کی لذت کو ختم کر دیتی ہے تو تمھیں اس طرح ہنسنے کی فرصت نہ ملتی۔ اس لذت کو ختم کر دینے والی چیز کو یاد کرتے رہا کرو۔'' (یعنی موت کو)

پھر فرمایا: ''قبر جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔'' ...... (یعنی انسان کے جیسے اعمال ہوں گے، قبر میں اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک ہوگا۔ نیک اعمال ہیں تو جنتیوں والا معاملہ ہوگا اور برے اعمال ہیں تو دوزخیوں والا برتاؤ ہوگا۔)

موت کی کیفیت: حضرت عمر ؓ نے حضرت کعب ؓ سے کہا: ہمیں موت کے بارے میں کچھ بتائیں۔

حضرت کعب ؓ نے جواب دیا: ''اس کی مثال یوں سمجھیں جیسے ایک کانٹے دار درخت کی ایک شاخ (ٹہنی) انسان کے جسم میں داخل کر دی جائے اور اس کا ہر ہر کانٹا جسم کی ہر رگ میں بیٹھ جائے، پھر ایک طاقتور آدمی پوری طاقت سے اس شاخ (ٹہنی) کو کھینچے، اور شاخ کا کچھ حصہ ٹوٹ کر جسم کے اندر ہی رہ جائے۔'' (ظاہر ہے وہ حصہ جو جسم کے اندر رہ گیا ہے، اسے کبھی چین نہ لینے دے گا)۔

حضرت سفیان ثوریؒ کے متعلق مشہور ہے، جب کبھی ان کے سامنے موت کا ذکر آجاتا، وہ ذہنی طور پر اتنے پریشان ہوتے کہ کوئی کام نہ کر پاتے۔ اگر کوئی شخص ان سے کوئی بات پوچھتا تو وہ جواب میں صرف اتنا کہتے: ''مجھے معلوم نہیں۔''

انسان ان تین باتوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھے

ایک دانشور (فلسفی) کا قول ہے: عقلمند آدمی کو چاہیے کہ ان تین باتوں کو کبھی نہ بھولے: (۱) دنیا فانی ہے، (۲) زندگی میں پیش آنے والے حادثات، اور (۳) موت۔

چار چیزوں کی قدر چار آدمی کرتے ہیں

حضرت حاتم ابن اصمؒ کہتے ہیں: "چار چیزوں کی چار آدمی قدر کرتے ہیں: (۱) جوانی کی قدر بوڑھا آدمی (مگر جب کہ وہ ہاتھ سے نکل چکی ہوتی ہے)۔ (۲) عافیت (سکون و آرام) کی قدر وہ آدمی کرتا ہے، جو مصیبت میں پھنستا ہے۔ (۳) صحت (تندرستی) کی قدر مریض کو ہوتی ہے۔ اور (۴) زندگی کی قدر مردہ کو معلوم ہوتی ہے۔

موت کے وقت انسان کیا محسوس کرتا ہے

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ؓ بیان کرتے ہیں: میرے والد اکثر یہ بات کہا کرتے تھے: مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ موت کے وقت جس کے ہوش و حواس درست ہوں، وہ موت کے بارے میں کچھ بتاتا کیوں نہیں؟

چنانچہ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا، میں ان کے پاس موجود تھا۔ میں نے انھیں یاد دلایا کہ آپ یہ کہا کرتے تھے۔ آپ کے ہوش و حواس بھی درست ہیں، آپ ہی موت کے متعلق کچھ بتائیے۔

انھوں نے کہا: بیٹا! موت کے حالات بیان نہیں ہو سکتے، تاہم اتنا بتائے دیتا ہوں، بخدا (خدا کی قسم) اس وقت مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے کندھوں پر ایک پہاڑ رکھ دیا گیا ہو، میری روح کو سوئی کے ناکے (سوراخ) سے گزارا جا رہا ہو، میرے جسم میں زہریلے کانٹے بھر دیئے گئے ہوں، اور جیسے آسمان و زمین دونوں آپس میں مل گئے ہیں اور مجھے چکی کے ان پاٹوں میں ڈال کر پیسا جا رہا ہو۔

بیٹا! میری زندگی میں تین دور آئے ہیں: (۱) ایک دور (وقت) وہ تھا جب میں محمد ﷺ کے بڑے دشمنوں میں شامل اور ان کے خون کا پیاسا تھا۔ اگر خدانخواستہ اس وقت مجھے موت آجاتی تو میں برباد ہوگیا تھا۔ (۲) پھر اللہ نے مجھے ہدایت دی، میں مسلمان

ہوگیا۔ اب محمد ﷺ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ آپ ﷺ نے جہاد کی کئی مہموں پر مجھے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ کاش مجھے اس وقت موت آجاتی۔ حضور ﷺ میرے لیے دعائے مغفرت فرماتے، جو بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوتی اور میری بخشش یقینی ہو جاتی۔ (۳) آپ ﷺ کی وفات کے بعد ہم دنیاوی معاملات میں پھنس گئے۔ اب اللہ ہی جانتا ہے کہ آخرت میں میرا کیا حال ہوگا۔

راوی (عبداللہ ابن عمرو ابن عاص) کہتے ہیں: میں ان کے پاس ہی بیٹھا تھا کہ ان کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی (ان کی موت واقع ہوگئی)۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔

قول و عمل: حضرت شقیق ابن ابراہیم کہتے ہیں: لوگ زبانی طور پر مجھ سے متفق ہیں، مگر عملی طور پر میرے مخالف ہیں۔

(۱) زبان سے کہتے ہیں: ہم اللہ کے بندے (غلام) ہیں، مگر عمل ایسے کرتے ہیں جیسے وہ سب کچھ کرنے میں آزاد ہیں اور کوئی ان سے پوچھنے والا نہیں۔

(۲) زبان سے کہتے ہیں: اللہ ہمیں رزق دیتا ہے، لیکن دنیا کمانے کی فکر میں اس طرح لگے رہتے ہیں کہ فرائض کو بھی بھول جاتے ہیں۔

(۳) زبان سے کہتے ہیں: آخرت دنیا سے بہتر ہے، مگر دنیا کے لیے دولت سمیٹتے رہتے ہیں۔

(۴) زبان سے کہتے ہیں: موت کا آنا یقینی ہے، مگر عملی طور پر دولت بٹورنے میں اس طرح لگے رہتے ہیں، جیسے انھیں ہمیشہ یہیں رہنا ہو۔

تین چیزوں پر تعجب ہوتا ہے اور ہنسی آتی ہے
اور تین چیزوں پر رونا آتا ہے

یہ قول مختلف اصحاب رضی اللہ عنہم سے منسوب کر کے نقل کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اسے حضرت ابو درداء ؓ کا قول بتاتے ہیں، کچھ حضرت سلمان فارسی ؓ سے منسوب کرتے ہیں، لیکن اکثر اہل علم و اصحاب تحقیق کے نزدیک یہ حضرت ابوذر ؓ کا قول ہے۔ فرماتے ہیں: تین چیزیں ہیں، جن پر مجھے تعجب ہوتا ہے اور ہنسی آتی ہے:۔

(۱) انسان دنیاوی زندگی میں لمبی لمبی امیدیں باندھتا ہے، جبکہ موت اس کی تاک میں لگی ہوئی ہے۔
(۲) انسان غفلت میں پڑا ہے، مگر موت کا فرشتہ اور قیامت کی گھڑی اس سے غافل نہیں ہے۔
(۳) انسان زور زور سے قہقہہ لگا کر ہنستا ہے، مگر اسے معلوم نہیں کہ اللہ اس سے خوش ہے یا ناراض ہے۔

اور ان تین چیزوں پر مجھے دکھ ہوتا ہے اور رونا آتا ہے:۔
(۱) اپنے احباب کی جدائی یعنی حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم (اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے) کی وفات پر۔
(۲) اچانک سامنے آ کھڑی ہونے والی موت کی دہشت۔
(۳) اللہ کے سامنے پیشی، نہ معلوم میرے لیے کیا فیصلہ ہو۔ جنتیوں میں شامل کیا جاؤں یا جہنم میں جھونک دینے کا حکم صادر ہو۔ (اللہ ہمیں اس سے محفوظ رکھے)۔

بعض حضرات نے روایت کیا ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اگر ان جانوروں کو جن کا تم گوشت کھاتے ہو، موت کے متعلق اتنا علم ہو، جتنا تمھیں ہے، تمھیں کبھی عمدہ گوشت نصیب نہ ہو۔'' یعنی وہ موت کے خوف سے دبلے ہو جائیں، جس سے ان کا گوشت بھی بے مزہ ہو جائے۔

موت کی یاد اور اس سے غفلت کا نتیجہ

جو شخص موت کو یاد رکھتا ہے، اس کی نظر میں تین چیزوں کی قدر و قیمت بڑھ جاتی ہے:۔
(۱) جلدی توبہ کرنا۔
(۲) میسر روزی پر قناعت (صبر) کرنا۔
(۳) عبادت میں خوشی محسوس کرنا۔

اور جو موت سے غافل رہتا ہے وہ:۔
(۱) توبہ میں تاخیر کرتا ہے (گناہ نہیں چھوڑتا)۔
(۲) میسر روزی پر صبر نہیں کرتا (زیادہ سے زیادہ کی ہوس اور لالچ میں رہتا ہے)۔
(۳) عبادت میں سستی اور کاہلی کرتا ہے۔

موت کے بعد بھی مردہ موت کے وقت کی شدت کو نہیں بھولتا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ وہ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کچھ ہٹ دھرم قسم کے لوگوں نے کہا: تم ان کو زندہ کرتے ہو، جن کی موت کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا، ممکن ہے ان کی روح پوری طرح قبض ہی نہ کی گئی ہو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: اچھا! تم لوگ پہلے خود اس بات کا فیصلہ کر لو، کس زمانے کے مردے کو دیکھنا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا: حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کو زندہ کر کے دکھاؤ۔ چنانچہ سب لوگ سام ابن نوح علیہ السلام کی قبر پر گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کی۔ اللہ نے سام ابن نوح کو زندہ کر کے ان کے سامنے کھڑا کر دیا، جس کی داڑھی اور سر کے بال سفید تھے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا: کیا بات تمھارے بال سفید کیوں ہیں، تمھارے زمانے میں تو لوگوں پر بڑھاپا نہیں آیا کرتا تھا۔ اس نے جواب دیا: جب میں نے ''قم'' (اٹھ) کی آواز سنی تو خیال ہوا، شاید قیامت برپا ہو گئی ہے، اس کے خوف سے میرے بال سفید ہو گئے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا: تیری موت کب ہوئی تھی؟ اس نے جواب دیا: چار ہزار سال پہلے۔ اور موت کے وقت جن سخت مشکلات کا سامنا ہوا تھا، انھیں آج تک نہیں بھولا ہوں۔

کہتے ہیں کہ موت کے بعد مومن کے سامنے دوبارہ زندگی پیش کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ دنیا میں دوبارہ واپس چلے جاؤ۔ مگر وہ موت کی سختیوں سے گھبرا کر واپس آنا پسند نہیں کرتا۔ صرف شہید دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آنا پسند کرتا ہے، تا کہ پھر اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہوا قتل ہو اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بلند درجہ حاصل کر سکے، کیونکہ شہید کی موت بہت آسان ہوتی ہے۔ اس کی روح نہایت آسانی سے قبض کی جاتی ہے۔ اس پر سختی نہیں کی جاتی۔

چار اہم باتیں: حضرت ابراہیم ابن ادھم سے لوگوں نے عرض کیا: ہمیں بھی کچھ نصیحت کریں۔ انھوں نے جواب دیا: فی الحال چار اہم باتوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ اس سے فرصت ملی تو تم لوگوں کو کچھ بتاؤں گا۔ لوگوں نے پوچھا: وہ چار باتیں کون سی ہیں؟ فرمایا: وہ چار باتیں یہ ہیں:۔
(۱) یوم میثاق: جس دن اللہ نے تمام انسانوں سے پوچھا تھا: ''کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟'' اور سب نے جواب میں کہا تھا: بے شک تو ہمارا رب ہے۔ اس روز اللہ نے جنتیوں اور

دوزخیوں کے ناموں کی فہرست بھی تیار کرلی تھی۔ نہیں معلوم میرا نام کون سی فہرست میں ہے۔
(۲) جب بچہ ماں کے پیٹ میں مکمل (تیار) ہوجاتا ہے تو اس کی تقدیر لکھنے والا فرشتہ اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہے: یہ نیک بختوں میں ہے یا بدبختوں میں؟ پتہ نہیں مجھے کن میں شامل کیا گیا ہے۔
(۳) جب موت کا فرشتہ کسی کی روح قبض کرنے آتا ہے، اللہ تعالیٰ سے پوچھتا ہے: اے پروردگار! اسے مسلمانوں کے ساتھ رکھوں یا کافروں میں شمار کروں۔ پتہ نہیں میرے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کیا حکم صادر ہوگا۔
(۴) قیامت کے دن اللہ حکم دے گا:۔ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ. (سورہ یٰسٓ. ۵۹) ترجمہ: ''مجرمو! (گناہگارو) آج ایک طرف (الگ) ہوجاؤ۔'' نہیں معلوم مجھے کن لوگوں میں رکھا جائے گا۔

مومن ومتقی انسان کو موت کے وقت آخرت میں کامیابی کی بشارت وخوشخبری دی جاتی ہے

اللہ کے کچھ محبوب ونیک بندے ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ عقل وشعور عطا کرتا ہے اور خوابِ غفلت سے بیدار ہوجاتے ہیں۔ وہ موت کو نہیں بھولتے، آخرت کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ نیک اعمال کرتے ہیں اور اللہ سے کیے ہوئے عہد وپیمان پر قائم رہتے ہیں۔ اللہ سے دعا ہے، وہ ہمیں بھی ان میں شامل فرمائے۔ آمین۔

ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ. (حٰم سجدہ. ۳۰)

ترجمہ: جن لوگوں نے کہا: اللہ ہمارا رب ہے، پھر وہ (اپنی اس بات پر) قائم رہے، (موت کے وقت) ان کے پاس فرشتے آئیں گے اور انھیں کہیں گے: ڈرو نہیں، گھبراؤ نہیں، تمہارے واسطے وہ جنت تیار ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا تھا۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں موت کے وقت یہ خوشخبری دی جائے گی۔ یہ خوشخبری ان کو دی جائے گی، جو صدقِ دل سے اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرتے ہوں گے، ان کی عبادات خالصتاً للہ ہوں گی اور وہ اپنے ہر عمل میں مخلص (نیک نیت) ہوں گے۔

جب فرشتے ان کے پاس آئیں گے تو وہ (نیک بندے) ان سے پوچھیں گے: تم کون ہو، ہم نے ایسے حسین وجمیل اور خوش لباس آدمی آج تک نہیں دیکھے۔ وہ جواب دیں گے: ہم تمہارے دوست ہیں۔ ہم وہ فرشتے ہیں جو زندگی میں تمہارے ساتھ رہ کر تمہاری حفاظت کرتے اور تمہارے اعمال (نامۂ اعمال) لکھتے رہتے تھے۔ اب آخرت کی زندگی میں بھی تمہارے دوست بن کر تمہارے ساتھ رہیں گے۔ پس ایک صاحب ہوش (عقلمند) انسان کے لیے ضروری ہے، وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو اور آخرت کی فکر کرے۔

آخرت کی فکر میں لگے رہنے والے انسان کی نشانیاں

ایسے انسان میں یہ چار باتیں پائی جاتی ہیں:۔
(۱) دنیاوی معاملات میں صبر وتحمل سے کام لیتا ہے۔
(۲) ایسا نیک کام جو آخرت میں فائدہ دے، اسے جلد انجام دیتا ہے۔
(۳) دینی امور میں غور وفکر اور علم وبصیرت سے کام لیتا ہے۔
(۴) عام آدمی سے حسن اخلاق اور نرمی سے بات کرتا ہے۔

ایک اچھے مسلمان کے اندر ان پانچ چیزوں کا ہونا ضروری ہے

(۱) اللہ کی عبادت کرے۔
(۲) عام لوگوں کو اس کی ذات سے فائدہ ہو۔
(۳) لوگ اس سے خوف نہ کھائیں۔
(۴) لوگوں کے مال ودولت پر حسد نہ کرے (حرص میں مبتلا نہ ہو)۔
(۵) موت کے وقت کے لیے تیاری کرتا رہے...... یعنی یہاں (دنیا میں) غفلت کی زندگی نہ گزارے۔

بندۂ مومن موت کے استقبال کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے، جبکہ فاسق وفاجر اس سے بھاگتا ہے

برادرم! انسان پیدا ہوا ہے تو ایک دن اسے مرنا بھی ہے۔ موت سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَ اِنَّھُم مَیِّتُونَ.

(اے محمد!) بے شک آپ کو موت آئے گی اور وہ (کافر) بھی مریں گے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:-

قُل لَّن یَّنفَعَکُمُ الفِرَارُ اِن فَرَرتُم مِّنَ المَوتِ اَوِ القَتلِ. (الاحزاب.١٦)

(اے رسول!) ان (منافقین) سے کہدیں: یہ موت یا قتل سے فرار (بھاگنا) تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گا۔

لہٰذا انسان خصوصاً مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس زندگی میں موت اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات کے لیے تیار رہے، کیونکہ موت اس بات کا بھی فیصلہ کردیتی ہے کہ مرنے والے نے یہ زندگی کس طرح گزاری اور آخرت کے واسطے کیا تیاری کی ہے۔ نیز اس بات کا بھی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اپنے دعوۂ ایمانی میں کتنا سچا اور کتنا جھوٹا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:-

فَتَمَنَّوُا المَوتَ اِن کُنتُم صَادِقِینَ. وَ لَن یَّتَمَنَّوهُ اَبَدًا م بِمَا قَدَّمَت اَیدِیهِم. (البقرہ ٩٤.٩٥)

ترجمہ: اگر تم (اپنے دعوۂ ایمان میں) سچے ہو، تو موت کی آرزو (تمنا) کرو۔ وہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے کبھی اس (موت) کی تمنا نہیں کریں گے۔

اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ مومن بندہ موت کا آرزومند رہتا ہے اور فاسق و فاجر یا کافر آدمی موت سے بھاگتا ہے۔

حضرت ابودرداء ؓ کا قول ہے:-

(١) میں فقر (محتاجی) کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ اللہ کے سامنے گڑگڑا کر اپنی ضروریات کے پورا کرنے کی دعا کرسکوں۔

(٢) مرض (بیماری) کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ اس سے میرے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ اور

(٣) موت اس لیے پسند ہے کہ اس کے بعد اللہ سے ملاقات ہوگی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہا کہتے ہیں: انسان اچھا ہو یا برا، موت بہرحال اس کے لیے بہتر ہے۔ نیک انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

وَ مَا عِندَاللهِ خَیرٌ لِّلاَبرَارِ. (آل عمران.١٩٨)

اللہ کے پاس نیک لوگوں کے لیے اچھا اجر موجود ہے۔

اور بداعمال و گناہگاروں کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان ہے:-

اِنَّمَا نُملِی لَهُم لِیَزدَادُوا اِثمًا ج وَ لَهُم عَذَابٌ مُّهِینٌ. (آل عمران.١٧٨)

ہم انہیں اس لیے مہلت دے رہے ہیں کہ ان کے گناہ بڑھ جائیں۔ ان کے واسطے رسوا کن عذاب تیار ہے۔

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''موت مومن کے واسطے راحت ہے۔''

اچھا مومن: حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا: سب سے بہتر مومن (مسلمان) کون سا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا اخلاق اچھا ہے۔''

عقلمند: دوسرا سوال تھا: سب سے عقلمند مومن کون سا ہے؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''جو اکثر موت کو یاد کرتا اور اس وقت کے لیے خود کو تیار کرتا رہے۔ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پالے اور اسے اپنا مطیع و فرمانبردار بنالے۔ اور نادان (فاسق و فاجر) وہ ہے جس پر اس کا نفس قابو پالے اور پھر وہ شخص اپنے نفس کی خواہش کے مطابق عمل کرتا رہے، اور اللہ سے مغفرت کی امید بھی رکھے۔

قبر کے عذاب کی شدت

موت کے وقت مومن سے حسن سلوک

حضرت براء ابن عازب ؓ کہتے ہیں: ہم ایک جنازے کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ قبرستان پہنچے۔ قبر ابھی تیار نہیں ہوئی تھی۔ نبی کریم ﷺ ایک جگہ بیٹھ گئے۔ ہم لوگ بھی آپ ﷺ کے گرد پرسکون اور باادب ہو کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ اپنی چھڑی سے زمین کریدنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور ہم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ''عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔'' دو یا تین مرتبہ آپ ﷺ نے یہی فرمایا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے، اور وہ دنیا سے رخصت ہونا چاہتا ہے، نہایت خوبصورت فرشتوں کی ایک جماعت اس کے استقبال کے لیے آسمان سے اترتی ہے، اور حدِ نگاہ تک قطار بنا کر اس کے سامنے بیٹھ جاتی ہے۔ ان کے پاس کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے۔ موت کا فرشتہ اس مومن کے سرہانے بیٹھ کر کہتا ہے: اے نفس مطمئنہ! (پرسکون روح) (اس بدن سے) نکل اور اللہ کی مغفرت (بخشش) اور اس کی رضا حاصل کر (وہ تیری منتظر ہے)۔ روح اس طرح پرسکون انداز میں جسم سے نکلتی ہے، جیسے پانی کے مشکیزہ سے پانی کا ایک قطرہ ٹپک جاتا ہے۔ موت کا فرشتہ اسے ہاتھوں میں لے لیتا ہے، لیکن استقبال کے لیے آنے والے فرشتے فوراً اس کے ہاتھوں سے لے کر روح کو خوشبودار کفن میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس کی خوشبو روئے زمین پر پائی جانے والی مشک (کستوری) سے بہت لطیف، پاکیزہ اور تیز ہوتی ہے۔

اسے لے کر جانے والے، فرشتوں کے جس گروہ (جماعت) کے پاس سے گزرتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں: یہ پاکیزہ اور لطیف روح کس کی ہے؟ لے کر جانے والے فرشتے نہایت ادب واحترام سے اس کا نام بتاتے ہیں۔ پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں تو دروازہ کھلتا ہے اور وہاں کے فرشتے اس کا استقبال کرتے ہیں، اور دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ اس طرح ہر آسمان کے فرشتے اس کا استقبال کرتے اور اگلے آسمان تک اس کے ساتھ

جاتے ہیں۔ اس طرح سات آسمانوں سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے حکم صادر ہوتا ہے: ''اس کے اعمال نامہ کو اہل جنت کے اعمال ناموں میں رکھ دو، اور اسے واپس زمین پر پہنچا دو، (کیونکہ) میں نے ان (انسانوں) کو اسی زمین (مٹی) سے پیدا کیا تھا، پھر انھیں وہیں لوٹا دیتا ہوں اور پھر ان کو وہیں سے دوبارہ (قیامت کے دن زندہ کرکے) اٹھاؤں گا۔'' چنانچہ روح پھر جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اس کے بعد دو فرشتے آتے ہیں اور پوچھتے ہیں:۔

مَنْ رَّبُّکَ؟ (تیرا رب کون ہے؟)

وہ جواب دیتا ہے: رَبِّیَ اللّٰہُ. (میرا رب اللہ ہے)

دوسرا سوال ہوتا ہے: مَا دِیْنُکَ؟ (تیرا دین کیا ہے؟)

وہ جواب میں کہتا ہے: دِیْنِی الْاِسْلَامُ. (میرا دین اسلام ہے)

فرشتوں کی طرف سے تیسرا سوال ہوتا ہے: مَا تَقُوْلُ فِی هٰذَا الرَّجُلِ؟ (اس شخص (محمد ﷺ) کے متعلق تم کیا کہتے ہو؟)

وہ جواب دیتا ہے: هُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ. (وہ اللہ کے رسول ہیں)

فرشتے پوچھتے ہیں: تمھیں اس بات کا علم کس طرح ہوا؟

وہ کہتا ہے: میں نے اللہ کی کتاب (قرآن) کو پڑھا، اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لایا۔

باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا: میرے بندے نے درست جواب دیا ہے، اس کی قبر میں جنت کا فرش بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو، اور اس کی قبر کا ایک دروازہ جنت کی طرف کھول دو، تاکہ اسے جنت کی تازہ ہوا اور خوشبو پہنچتی رہے، اور اس کی قبر اس کی حدِ نگاہ (جہاں تک نظر پہنچ سکے) تک وسیع کر دی جاتی ہے۔

اب اس کے پاس ایک حسین وجمیل اور خوش لباس شخص آتا ہے، جس کا لباس خوشبو سے مہک رہا ہوتا ہے۔ یہ اس سے پوچھتا ہے: تو کون ہے؟ وہ (آنے والا) جواب دیتا ہے: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ یہ (مرنے والا) دعا کرتا ہے: پروردگار! قیامت قائم کردے، تاکہ میں اپنے اہل وعیال میں واپس چلا جاؤں۔

کافر کی روح کس طرح قبض کی جاتی ہے اور قبر میں اسے کیا حالات پیش آتے ہیں

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے، نہایت بدصورت فرشتوں کی ایک جماعت ایک ٹاٹ کا ٹکڑا لے کر آتی ہے۔ یہ فرشتے دور تک اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت (موت کا فرشتہ) آتا ہے اور اس کے سرہانے بیٹھ کر کہتا ہے: اے بدبخت روح! نکل، آج تجھے اپنے رب کے روبرو پیش ہونا ہے، جو تجھ سے ناراض ہے۔ روح گھبرا کر جسم کے سارے اعضاء میں پھیل جاتی ہے۔ ملک الموت اسے اس طرح کھینچتا ہے، جیسے کسی خاردار (کانٹوں والی) شاخ کو اون میں سے کھینچا جائے، جس سے اس کے جسم کے تمام پٹھے اور رگیں پھٹ جاتی ہیں۔ روح جسم سے باہر آتے ہی فرشتے اسے ٹاٹ کے ٹکڑے میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس روح میں سے مردار جیسی بدبو اٹھ رہی ہوتی ہے۔ جہاں سے بھی اسے لے کر گزرتے ہیں، فرشتے پوچھتے ہیں: یہ کس بدبخت کی روح ہے؟ اسے لے کر جانے والے فرشتے نہایت حقارت سے اس کا نام بتاتے ہیں۔ جب فرشتے اسے لے کر پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں، اور اوپر جانے کے لیے دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں، تو دروازہ نہیں کھلتا۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِيَاطِ (الاعراف۔ ۴۰)

ترجمہ: ان (کفار کی روحوں) کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، نہ یہ جنت میں داخل ہوں گے، تا آنکہ اونٹ سوئی کے ناکے (سوراخ) میں سے نہ گزر جائے۔

(یعنی نہ اونٹ سوئی کے ناکے (سوراخ) سے گزرے گا، نہ یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے، دونوں باتیں ناممکن ہیں)۔

پھر اللہ کی طرف سے حکم ہوگا: اس کا اعمال نامہ دوزخیوں کے اعمال ناموں میں رکھ دو، اور اس روح کو نیچے پھینک دیا جائے گا۔ یہاں نبی کریم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِیْ بِهِ الرِّيْحُ فِیْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (الحج۔ ۳۱)

ترجمہ: اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آسمان سے گرے (زمین تک کوئی رکاوٹ نہیں)۔ فضا میں اسے پرندے نوچ لیں یا تیز ہوائیں اسے کسی ویرانے میں پھینک دیں۔

وہ روح پھر اپنے جسم میں واپس آجاتی ہے۔ اب اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں:۔

مَنْ رَّبُّکَ؟ (تیرا رب کون ہے؟)

وہ جواب میں کہتا ہے: لَا اَدْرِی. (ہائے افسوس! مجھے معلوم نہیں)۔

دوسرا سوال ہوتا ہے: مَا دِیْنُکَ؟ (تیرا دین کیا ہے؟)

وہ پھر یہی جواب دیتا ہے: ہائے افسوس! مجھے معلوم نہیں۔

تیسرا سوال ہوتا ہے: تُو اس شخص (محمد ﷺ) کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

وہ جواب دیتا ہے: ہائے افسوس! مجھے معلوم نہیں۔

اس سوال و جواب کے بعد آسمان سے آواز آتی ہے: اس بندے نے کسی سوال کا ڈھنگ سے جواب نہیں دیا (جھوٹ بولا ہے)۔ اس کی قبر میں جہنم کی آگ کا فرش بچھا دو، اور قبر میں ایک دروازہ جہنم کی طرف کھول دو، تاکہ جہنم کی تپش اور گرم ہوائیں آتی رہیں۔ اس کے بعد قبر تنگ ہو کر اسے اس طرح دباتی ہے کہ اس کے جسم کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر نکل جاتی ہیں۔ پھر اس کے پاس ایک بہت ہی بدصورت آدمی میلے کچیلے لباس (جس سے بدبو اٹھ رہی ہوتی ہے) میں آتا ہے اور کہتا ہے: آج اس برے انجام کا مزہ چکھ، جس سے تجھے زندگی میں متنبہ کیا جاتا رہا تھا۔ یہ مردہ اس سے پوچھتا ہے: تُو کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میں تیرا برا عمل ہوں۔ مردہ گھبرا کر خدا سے فریاد کرتا ہے: پروردگار! قیامت برپا نہ کیجیو (کہ مجھے اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنی پڑے)۔

مومن کی روح کس طرح قبض کی جاتی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مومن کی موت کا وقت قریب آتا ہے، فرشتے ایک ریشمی کپڑا لے کر آتے ہیں، جس میں مشک اور خوشبودار پھولوں کی پتیاں ہوتی ہیں۔ اس کی روح کو اتنے آرام سے نکالتے ہیں جیسے

گوندھے ہوئے آٹے سے بال کو نکال لیا جاتا ہے۔ روح کو نکال کر خوشبودار پھولوں اور مشک میں رکھ کر ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر اس سے کہتے ہیں: ''اے خوش نصیب اور مطمئن روح (خوش ہوکر) اپنے رب کی طرف لوٹ چل۔ تو اس سے خوش ہے (اور) وہ تجھ سے خوش ہے۔ اس کی رحمت اور بخشش تیری منتظر ہے۔'' اور مومن کی اس روح کو ''عِلّیین'' (جنتیوں کا مقام) میں بھیجدیا جاتا ہے۔

کافر کی روح کس طرح نکالی جاتی ہے

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''(اور) جب کافر کی موت کا وقت قریب ہوتا ہے، فرشتے موٹے بالوں سے بنا ہوا ایک ٹاٹ کا ٹکڑا لے کر آتے ہیں، جس میں کنکر، پتھر کے ٹکڑے بھرے ہوتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے کہ ''اے خبیث وملعون روح نکل اور اپنے رب کے غصے اور عذاب کو جھیلنے کے لیے چل۔'' روح کو زور سے کھینچ کر ان کنکریوں پر ڈال کر ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں (اس روح سے ایسی آوازیں آتی ہیں، جیسی کہ آگ پر رکھی ہوئی کھولتی ہنڈیا سے آتی ہیں)۔ اسے ''سِجّین'' (دوزخیوں کا مقام) کی طرف بھیجدیا جاتا ہے۔

مومن اور کافر کی قبریں: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہتے ہیں: مومن کو جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے، قبر ستر ہاتھ وسیع (فراخ) ہوجاتی ہے۔ اس میں خوشبودار پھولوں کا فرش کیا جاتا ہے، اور مردے کو اس پر لٹا کر ریشمی چادر اڑھا دی جاتی ہے۔ اگر اس کے اعمال میں قرآن کی تلاوت شامل ہوتی ہے تو اس کی روشنی قبر کو منور کردیتی ہے۔ اگر یہ چیز نہیں ہوتی تو اس کی قبر میں روشنی کا ایسا انتظام کردیا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دن نکلا ہوا ہے۔ وہ اس طرح آرام سے سوجاتا ہے، جیسے کوئی دلہن سوتی ہے، کہ اس کا محبوب ہی آکر اسے اٹھا سکتا ہے، کوئی دوسرا اس کی نیند میں خلل انداز نہیں ہوسکتا۔

اور کافر کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے، وہ اس طرح تنگ ہوکر اسے دباتی ہے کہ ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف نکل جاتی ہیں۔ پھر بڑے بڑے اژدہے (سانپ) اس پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں، جو اس کے جسم کا تمام گوشت نوچ نوچ کر کھا جاتے ہیں۔ اس کے بعد گونگے، بہرے اور اندھے فرشتے لوہے کے بڑے بڑے گرز لے کر آتے ہیں اور اس کے جسم پر مارنا شروع کردیتے ہیں۔ مردہ تکلیف سے چیختا ہے، تڑپتا ہے، مگر فرشتے بہرہ

ہونے کی وجہ سے اس کی آواز نہیں سنتے کہ رحم کریں۔ اندھے ہونے کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتے کہ ترس کھائیں۔ اور صبح وشام اسے دوزخ دکھائی جاتی ہے۔

پس جو آدمی قبر کے عذاب (تکالیف) سے بچنا چاہتا ہے، وہ ان چار چیزوں پر خصوصی توجہ دے۔ (۱) نماز پابندی سے وقت پر ادا کرے (۲) حسب توفیق صدقہ دیتا رہے (۳) قرآن کی تلاوت کرتا رہے، (۴) کثرت سے سبحان اللہ پڑھتا رہے۔ ان اعمال کے کرنے والے کی قبر روشن رہتی ہے اور تنگ نہیں ہوتی۔

اور ان چار باتوں سے پرہیز کرے: (۱) جھوٹ (۲) خیانت (بے ایمانی، بددیانتی، دھوکا دہی) (۳) چغلخوری، اور (۴) پیشاب کی چھینٹیں (قطرہ کا خیال نہ کرنا، طہارت نہ کرنا، جا وبیجا پیشاب کرنا اور پھر اسی طرح اٹھ جانا)۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''پیشاب کرتے وقت احتیاط کرو، کیونکہ زیادہ تر لوگوں کو پیشاب کرتے وقت غیر محتاط رہنے کی وجہ سے قبر کا عذاب ہوگا۔''

وہ باتیں جو اللہ کو ناپسند ہیں

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کو تمہاری چار باتیں ناپسند ہیں:۔

(۱) نماز میں کھیلنا (کبھی کپڑے کی سلوٹیں سیدھی کرنے لگے، کبھی قمیض کے دامن یا کالر سے کھیلنے لگے۔

(۲) قرآن کی تلاوت (خواہ خود پڑھ رہا ہو یا کوئی دوسرا شخص پڑھ رہا ہو) کے دوران بے توجہی برتنا اور فضول یا دنیا کی دوسری باتیں کرنا۔

(۳) روزہ کی حالت میں گناہ کرنا (اس میں ہر گناہ، غیبت، خیانت، بے ایمانی وغیرہ شامل ہے)۔ اور

(۴) قبرستان (یا کسی بھی قبر کے پاس کھڑے ہوکر) ہنسنا۔

حضرت محمد ابن سماکؒ نے ایک مرتبہ ایک قبرستان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: ''ان قبرستان والوں (مردوں) کی خاموشی اور یکسانیت کو دیکھ کر دھوکا نہ کھاؤ، پتہ نہیں ان میں سے کتنے بدنصیب قبر کے عذاب کی سختیاں جھیل رہے ہوں گے اور کتنے اللہ کے نیک بندے آرام کی نیند سو رہے ہوں گے۔''

ایک ہوشیار و عقلمند انسان کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ قبر کو نہ بھولے اور اللہ کے احکام پر عمل کرتا رہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں: جو شخص قبر کو یاد رکھتا ہے، وہ اس کو جنت کے ایک باغ کی طرح پائے گا، اور اس سے غفلت برتنے والے کے لیے وہ جہنم کا ایک گڑھا ہوگی۔

حضرت علی ؓ اکثر اپنے خطبات جمعہ میں فرمایا کرتے تھے: لوگو! موت کا دھیان رکھو۔ وہ تم سے غافل نہیں ہے۔ تم اس کے سامنے کھڑے رہو، تب بھی وہ تمہیں پکڑ لے گی۔ اس سے بھاگے، تب بھی وہ تمہیں دبوچ لے گی۔ موت تمہاری پیشانی (ماتھے) پر لکھی ہوئی ہے۔ اس کی سختیوں سے بچو۔ جلدی کرو، کچھ بچاؤ کی صورت پیدا کرلو۔ موت کے بعد ایک بھوکا گڑھا (قبر) تمہارا منتظر ہے۔ اس کی آواز سنو۔ وہ روزانہ تین مرتبہ پکار پکار کر کہتا ہے: میں ایک اندھیرا گھر ہوں، میں ایک خوفناک گھر ہوں۔ میں خوفناک کیڑے مکوڑوں کا ٹھکانہ ہوں۔ پھر اس موت کے دن کے بعد بھی ایک سخت دن (قیامت کا دن) آنے والا ہے۔ جس کی ہیبت سے بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور بوڑھے اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں گے۔ دودھ پلانے والی مائیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔ ایسے معلوم ہوگا جیسے سب لوگ نشے میں ہیں۔ وہ نشے میں نہیں بلکہ اس (قیامت کے) دن اللہ کے سخت عذاب کی دہشت ان پر چھائی ہوئی ہوگی۔ پھر اس دن کے حساب کتاب کے بعد سخت گرم آگ کے گڑھے (جہنم اور پل صراط) سے گزرنا ہے۔ یہ گڑھا بہت گہرا ہے۔ اس میں داخل ہونے والوں کے لیے لوہے کی بیڑیاں تیار ہیں۔ اس میں پیاسوں کے لیے کھولتا ہوا پانی ہے۔ اس میں گرنے والوں پر اللہ کو کچھ رحم نہیں آئے گا۔

راوی کہتا ہے: یہ سن کر سامعین (سننے والے) چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ اس کے بعد حضرت علی ؓ نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اس جہنم کے گڑھے اور پل صراط سے آگے جنت ہے، جو زمین و آسمان کے برابر وسیع وعریض (لمبی، چوڑی، کشادہ) ہے اور نیک بندوں کے واسطے تیار کی گئی ہے۔ اللہ ہم سب کو جہنم کے خوفناک عذاب سے نجات دے اور جنت کے پُرنعمت باغوں میں داخل فرمائے۔ آمین۔

حضرت اسید ابن عبدالرحمٰن کہتے ہیں: مومن کی جب موت ہوتی ہے، اور اس کا جنازہ اٹھایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: ”مجھے جلدی لے چلو۔“ اور جس وقت اسے قبر میں رکھا جاتا ہے،

زمین اس سے کہتی ہے: ”جب تو میرے اوپر پھرا کرتا تھا، میں اس وقت بھی تجھے پسند کرتی تھی اور جبکہ تو میرے اندر آگیا ہے، مجھے تجھ سے اور زیادہ محبت ہوگئی ہے۔“

اور جب کافر مرتا ہے، لوگ اس کا جنازہ اٹھا کر چلتے ہیں، تو وہ کہتا ہے: ”مجھے کہاں لے جاتے ہو، واپس لے چلو۔“ جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے، زمین اس سے کہتی ہے: ”تو مجھے پہلے بھی (زندگی میں) ناپسند تھا، اور آج مجھے تجھ سے اور زیادہ نفرت ہوگئی ہے۔“

حضرت عثمان ؓ ابن عفان سے ایک روایت منقول ہے: وہ ایک قبر کے پاس کھڑے ہوکر رونے لگے۔ ایک شخص نے ان سے کہا: آپ کے سامنے جنت اور دوزخ کا ذکر ہوتا ہے، اس وقت آپ کو رونا نہیں آتا اور یہاں ایک قبر کو دیکھ کر رو رہے ہیں؟

حضرت عثمان ؓ نے جواب دیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ”قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، اگر یہاں سے نجات مل گئی تو اس کے بعد کی منزلیں آسان ہیں، اور اگر یہاں پھنس گئے تو آگے کی منزلیں زیادہ مشکل ہوجائیں گی۔“

کاروباری خیانت پر قبر میں عذاب

حضرت عبدالحمید ابن محمود (تابعی) بیان کرتے ہیں: میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ لوگ آکر کہنے لگے: ہم حج کرنے آئے تھے۔ ایک بستی (ذات الصفاح) میں پہنچے تو ہمارا ایک ساتھی فوت ہوگیا۔ ہم اس کی میت کو غسل دے کر اور کفنا کر دفن کرنے لے گئے۔ قبر کھودی۔ جب لحد تیار ہوئی، دیکھا کہ ایک بہت بڑا اژدہا (بڑا سانپ) بیٹھا ہوا ہے۔ ہم نے وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ قبر کھودی، مگر وہاں جب لحد تیار ہوئی تو وہاں بھی اژدہا بیٹھا نظر آیا۔ ہم تین جگہ قبر کھود چکے ہیں، قبر تیار ہونے پر ہر جگہ اس میں سانپ بیٹھا ملتا ہے۔ اب ہم آپ کے پاس آئے ہیں، یہ معلوم کرنے کہ اس کو کہاں دفن کریں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: یہ اس کا عمل ہے، جو زندگی میں کرتا رہا ہے۔ جاؤ ان میں سے کسی بھی قبر میں اسے دفن کردو۔ بخدا! تم جہاں بھی اس کے لیے قبر کھودوگے، یہ سانپ ہر جگہ موجود ہوگا۔ راوی کہتے ہیں: ہم نے اسے انھیں تین قبروں میں سے ایک میں دفن کردیا۔ جب اپنی بستی میں واپس پہنچے، ہم نے مرنے والے کا وہ سامان جو

ہمارے پاس تھا، اس کے گھر والوں تک پہنچایا اور اس کی بیوی سے پوچھا: وہ کیا کام کرتا تھا؟ اس نے بتایا: وہ غلّہ (گندم وغیرہ) فروخت کرتا تھا، لیکن ایک بری حرکت یہ کرتا تھا کہ اس غلہ میں سے اپنے گھر کے خرچہ کے مطابق غلہ نکال کر اتنا ہی کوڑا کرکٹ (لکڑی، تنکے وغیرہ) اس میں ملا دیا کرتا اور دوسرے دن اسی طرح اسے بیچ دیتا تھا۔

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ قبر کے عذاب کا ایک سبب تجارتی اور کاروباری خیانت بھی ہے۔ اس میں لوگوں کے لیے ایک درسِ عبرت ہے۔ انھیں چاہیے، کاروبار میں خیانت (جھوٹ، فریب اور دھوکا دہی) سے باز رہیں۔

زمین روزانہ پانچ مرتبہ انسان کو اس طرح آواز دیتی ہے

(۱) اے انسان! تو جو میرے اوپر پھر رہا ہے، ایک دن تجھے میرے اندر آنا ہے۔
(۲) اے انسان! تو آج طرح طرح کی نعمتیں کھاتا پھر رہا ہے، کل (موت کے بعد) جب تو میرے اندر آئے گا، تیرے جسم کو کیڑے کھائیں گے۔
(۳) اے انسان! آج تو میرے اوپر قہقہے لگاتا پھر رہا ہے، کل تو میرے اندر آکر روئے گا۔
(۴) اے انسان! آج تو میرے اوپر خوشیاں منالے، کل میرے اندر آکر تجھے غم جھیلنے ہیں۔
(۵) اے انسان! آج تو میرے اوپر جتنے چاہے گناہ کرلے، کل میرے اندر آکر تو ان کی سزا بھگتے گا۔

دوسروں کی باتیں چھپ کر سننا اور پھر انھیں لوگوں کے سامنے نقل کرنا بھی قبر کے عذاب کا سبب ہے

حضرت عمرو ابن دینار روایت کرتے ہیں: مدینہ کے ایک شخص کی بہن ایک قریبی دیہات میں رہتی تھی۔ وہ بیمار ہوئی، اس کا بھائی روزانہ اپنی بہن کی عیادت (بیمار پرسی) کے لیے جاتا۔ وہ فوت ہوگئی۔ اس کے جنازے کو تیار کرکے قبرستان لے گئے۔ دفن کرتے وقت اس شخص کا بٹوہ گرا اور قبر کی مٹی میں دب گیا۔ گھر جاکر اسے پتہ چلا کہ بٹوہ گر گیا ہے۔ وہ اپنے ایک دوست کو لے کر قبر پر گیا۔ قبر کی مٹی ہٹائی، بٹوہ مل گیا۔ اس وقت اسے خیال آیا دیکھوں تو سہی، قبر میں میری بہن کا کیا حال ہے؟ اس نے لحد کا تھوڑا سا حصہ کھول کر اندر

جھانکا۔ دیکھتا ہے کہ قبر میں آگ کے شعلے دہک رہے ہیں۔ اس نے فوراً لحد کو بند کیا اور قبر کی مٹی برابر کرکے فوراً گھر آیا اور اپنی ماں سے پوچھا: میری بہن کیا کیا کرتی تھی؟ ماں نے اس سے کہا: اب جبکہ تیری بہن فوت ہوچکی ہے، تو اس کے بارے میں یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہا ہے؟ اس نے ماں سے اصرار کیا: کچھ بتائیں تو سہی۔ ماں نے بتایا: وہ نماز دیر سے پڑھتی اور طہارت و وضو بھی پوری طرح نہیں کرتی تھی۔ اور اس کے علاوہ رات کو جب لوگ سونے لگتے اور اپنے دروازے بند کرلیتے، وہ پڑوسیوں کے دروازے سے کان لگا کر ان کی باتیں سنتی تھی، اور پھر یہ باتیں دوسروں کو سناتی تھی۔ بس یہی باتیں تھیں جن کی وجہ سے اسے قبر میں عذاب ہو رہا تھا۔ لہٰذا جو شخص قبر کے عذاب سے بچنا چاہتا ہے، اسے غیبت اور چغلخوری جیسی بری باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔

مومن کی ثابت قدمی: اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ

(ابراھیم: ۲۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مومنوں کو دنیا و آخرت میں صحیح بات پر ثابت قدم رکھتا ہے۔

اس ثابت قدمی کا اظہار مختلف مقامات پر ہوتا ہے۔ مثلاً دنیا میں جب اس نے ایک دفعہ کلمۂ طیبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرلیا اور اس کے رسول محمد ﷺ کو برحق اور آخری رسول مان لیا تو دنیا کا بڑے سے بڑا لالچ اور بڑی سے بڑی طاقت اسے اس سے منحرف ہونے پر مجبور نہیں کرسکتی۔ وہ ہر موقع اور ہر مجلس میں اپنے عقیدہ کا اظہار کردیتا ہے اور دوسری زندگی آخرت میں بھی کسی منزل پر اس کے قدموں میں لغزش نہیں آتی۔

اس دنیاوی زندگی کے بعد اس ثابت قدمی کا اظہار ان تین مواقع پر ہوتا ہے:۔

(۱) جب ملک الموت (موت کا فرشتہ) سامنے آتا ہے تو اسے دیکھ کر وہ گھبراتا نہیں۔
(۲) قبر میں منکر نکیر (قبر میں سوال کرنے والے دو فرشتے) کے سوالوں کا درست اور ٹھیک ٹھیک جواب دیتا ہے۔
(۳) اور قیامت کے حساب کے وقت بھی وہ ہر سوال کا تسلی اور اطمینان سے جواب دے گا۔

مومن سے قبر میں سوالات اور ثابت قدمی سے اس کی طرف سے صحیح جوابات

حضرت سعید ابن مسیب، حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں: وہ (عمرؓ) کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مومن کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے، دو فرشتے اس کے پاس آتے ہیں، اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں۔ وہ دفن کر کے واپس جانے والوں کے جوتوں کی آوازیں سن رہا ہوتا ہے۔ فرشتے اس سے پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں: اللہ نے اپنے وعدہ کے مطابق تجھے ان سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رکھا ہے اور تو نے ٹھیک ٹھیک جواب دیئے ہیں، اب آرام سے سوتا رہ۔

کافر سے قبر میں سوال اور اس کا جواب

اور جب کسی کافر یا منافق کو دفن کر دیا جاتا ہے، دو فرشتے اس سے آ کر پوچھتے ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ وہ ہر ایک کے جواب میں کہتا ہے: مجھے معلوم نہیں۔ فرشتے اس سے کہتے ہیں: اچھا! تجھے معلوم نہیں۔ پھر لوہے کا ہتھوڑہ اتنی زور سے اس کے سر پر مارتے ہیں، جس کی آواز انسان اور جنات کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔

مومن کی ثابت قدمی: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا: عمر! اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب قبر میں منکر نکیر تمہارے پاس آئیں گے۔ جن کے جسم کا رنگ سیاہی مائل نیلا ہوگا۔ جن کے بڑے بڑے دانت منہ سے باہر نکلے ہوں گے۔ سیاہ بال زمین تک بکھرے ہوں گے۔ ان کی آواز بادل کی گرج کی طرح خوفناک اور ڈراؤنی ہوگی۔ آنکھوں میں چمکنے والی بجلی کی سی تیز روشنی ہوگی۔

حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: کیا اس وقت میری حالت یہی ہوگی جو آج ہے اور میری موجودہ عقل (ہوش و حواس) بھی اسی طرح ہوگی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں" (یعنی ہر چیز بہ حالتِ موجودہ قائم ہوگی)۔

حضرت عمرؓ نے جواب میں کہا: "پھر میں آپ کی دعا سے انشاء اللہ ان سے نبٹ لوں گا۔"

اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "عمر کو اللہ کی توفیق (وحمایت) حاصل ہوگئی ہے۔"

مومن کے اچھے عمل: حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "انسان کے منہ سے موت کے وقت ایسی خوفناک آواز نکلتی ہے کہ اگر کوئی انسان اسے سن لے تو بے ہوش ہو جائے (انسان کے علاوہ ہر مخلوق اسے سنتی ہے)۔ اور جب اسے قبر کی طرف لے جایا جاتا ہے، اس وقت نیک انسان کہتا ہے: مجھے جلدی لے چلو، کاش! تمہیں معلوم ہوتا، مجھے کتنی اچھی جگہ لے کر جا رہے ہو، پھر تم اتنی دیر نہ کرتے۔

اور اگر مرنے والا فاسق و فاجر یا بدعمل انسان ہے تو وہ کہتا ہے: تم کیوں اتنی جلدی مجھے وہاں لیے جا رہے ہو، کاش! تمہیں معلوم ہوتا، تم مجھے کس ہلاکت کے گڑھے میں پھینکنے جا رہے ہو اور اتنی جلدی نہ کرتے۔

جب اچھے اعمال والے انسان کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے، سیاہی مائل نیلی رنگت والے دو فرشتے (منکر نکیر) میت کے سرہانے کی طرف سے آتے ہیں، نماز ان کے سامنے آڑ بن کر کھڑی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے: تم ادھر سے اس کے پاس نہیں جا سکتے۔ اسی قبر کے ڈر سے یہ شخص رات رات بھر نماز میں گزار دیتا تھا۔ پھر وہ اس کے قدموں کی طرف سے آئیں گے۔ وہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی فرمانبرداری راستہ روک کر کھڑی ہو جائے گی۔ پھر دائیں جانب سے آئیں گے تو صدقہ ان کا راستہ روک لے گا۔ بائیں طرف سے آئیں گے تو روزہ فرشتوں کو آگے نہ بڑھنے دے گا اور کہے گا: یہ یہاں آرام سے سونے کے لیے ہی تو گرمیوں کی شدت میں روزہ رکھ کر بھوک پیاس برداشت کرتا تھا۔

آخر اسے نرمی سے اس طرح بیدار کیا جائے گا، جیسے کسی سونے والے کو نیند سے جگایا جاتا ہے، اور فرشتے اس سے صرف یہ پوچھیں گے: تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے، جس نے اس (موت کے بعد کی حالت) کے متعلق بہت کچھ بتا دیا ہے۔ وہ پوچھے گا: کون؟ فرشتے کہیں گے: وہ محمد ﷺ ہیں۔ اس کے جواب میں وہ کہے گا: "اَشْهَدُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ." (میں گواہی دیتا ہوں، وہ اللہ کے رسول ہیں)۔ فرشتے اس سے کہیں گے: تو نے ایمان کی حالت میں زندگی گزاری اور ایمان کی حالت میں تجھے موت آئی۔ پھر اس کی قبر وسیع کر دی جاتی

ہے، اور اللہ اپنی منشاء کے مطابق اس پر مہربانیاں اور نوازشیں کرتا ہے۔

ہم بھی اللہ سے دعا کرتے ہیں، وہ ہمیں گناہوں سے بچائے اور اچھے اعمال کی توفیق دے۔ ہمیں قبر کے عذاب سے بچائے۔ حضور اکرم ﷺ بھی قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب فرمایا کرتے تھے۔

قبر کا عذاب ایک حقیقت ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: مجھے پہلے قبر کے عذاب کے بارے میں معلوم نہ تھا۔ ایک دن ایک سائل یہودی عورت میرے پاس آئی۔ میں نے اس کا سوال پورا کر دیا۔ اس نے مجھے دعا دی: ''اللہ تم کو قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے۔'' میں نے سوچا، یہ بھی شاید یہودیوں کی گھڑی ہوئی کوئی بات ہے، جو انھوں نے مذہبی عقیدے کے طور پر مشہور کر رکھی ہے۔ چنانچہ جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے، میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔

آپ ﷺ نے مجھے سمجھایا: ''قبر کا عذاب ایک حقیقت ہے۔'' لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے، وہ قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرتا رہے، اور اچھے عمل کرے، تاکہ قبر کے عذاب سے بچا رہے۔ اور اس سے بچنے کے لیے عمل کرنا اس زندگی ہی میں ممکن ہے، اس سے پہلے پہلے کہ وہ قبر میں پہنچ جائے، کیونکہ اس وقت نہ کسی عمل کی مہلت ملے گی نہ کوئی دعا کام دے گی۔ زندگی میں اس سے بچاؤ کی تدبیر نہ کرنے والوں کو وہاں حسرت و افسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

ایک عقلمند انسان کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ موت اور اس کے بعد پیش آنے والے حالات کے متعلق اسی زندگی میں غور و فکر کر کے ان مشکلات سے بچنے کے لیے عملی تدابیر کر لے، کیونکہ وہاں تو مرنے والا آرزو کرے گا، کاش! اسے کوئی ایک ہی نیک عمل کرنے کی اجازت مل جائے۔ اسے دو رکعت نماز پڑھ لینے دی جائے۔ ایک مرتبہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کہہ لینے دیا جائے، یا ایک مرتبہ ''سبحان اللہ'' ہی کہہ لینے دیا جائے۔ مگر ان میں سے کسی بات کی اجازت نہیں ملے گی۔ ان حالات کو دیکھ کر وہ (مرنے والے) ان لوگوں کی غفلت و بے حسی پر تعجب کریں گے، جو اپنی زندگی فضول باتوں میں ضائع کر رہے ہیں۔

میرے بھائی! ان اوقات کو ضائع نہ کر۔ یہ تیری اصل دولت ہے۔ جب تک یہ دولت تیرے ہاتھوں میں ہے، تُو اس سے نفع کما سکتا ہے۔ آج تمھیں آخرت کے نیک اعمال کی

پونجی بے فائدہ اور کھوٹی معلوم ہو رہی ہے، کوشش کر کے آج اس ''کھوٹی'' پونجی کو جمع کر لو۔ کل موت کے بعد یہی آج کی ''کھوٹی'' پونجی تمھارے کام آئے گی اور اس وقت تمھیں اس کی اہمیت اور قیمت کا صحیح اندازہ ہوگا۔ آج تمھیں یہ نیک اعمال بے فائدہ اور کھوٹی پونجی معلوم ہوتے ہیں، لیکن کل قیامت کے دن اسی ''کھوٹی'' پونجی اور آج کی بظاہر بے فائدہ دولت کی زیادہ قدر اور پوچھ ہوگی۔ لوگ ایک ایک نیکی کی طلب میں مارے مارے پھریں گے، مگر انھیں کوئی ایک نیکی نہ دے گا۔

آئیں! اللہ سے دعا کریں: وہ ہمیں کل محتاجی کے دن کی مشکلات سے بچنے کے لیے آج کچھ تدبیر اور تیاری اور نیک عمل کرنے کی توفیق دے۔ ہمیں ان مایوس اور ندامت کا اظہار کرنے والے لوگوں میں شامل نہ کرے، جو وہاں کی مشکلات سے گھبرا کر رب کریم سے درخواست کریں گے کہ ''ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے، اب ہم اچھے عمل کریں گے۔'' مگر ان کی یہ درخواست منظور نہ ہوگی۔ اللہ ہم پر اور تمام مسلمانوں پر موت کی شدت، قبر کی مشکلات اور قیامت کے دن کی پریشانیوں کو آسان فرمائے۔ آمین۔ یا رب العالمین، برحمتک یا ارحم الراحمین.

قیامت کا خوفناک منظر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ تو بتایئے، کیا قیامت کے دن ایک دوست کو اپنا دوست یاد رہے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہ رکھ سکے گا:۔

(۱) ایک وقت وہ ہوگا کہ میزان (ترازو) میں لوگوں کے عمل تولے جا رہے ہوں گے۔ ہر شخص کو یہ فکر ہوگی کہ دیکھوں، میرے اعمال کا پلڑا بھاری رہتا ہے یا ہلکا۔

(۲) دوسرا وہ وقت ہوگا، جب اعمال نامے دیئے جائیں گے۔ ہر ایک اس سوچ میں ڈوبا ہوگا کہ اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے یا بائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے۔

(۳) تیسرا وقت وہ ہوگا، جب تمام انسان ایک میدان میں جمع ہوں گے اور جہنم سے ایک گردن یہ کہتی ہوئی نکلے گی: مجھے تین قسم کے آدمیوں کو گرفت میں لینے کا حکم ملا ہے، ایک مشرک، دوسرے غرور و تکبر کرنے والے، تیسرے وہ جو قیامت کے دن اعمال کے حساب کا انکار کرتے تھے۔ اور پھر ایسے لوگوں کو اُٹھا اُٹھا کر جہنم میں پھینکنا شروع کردے گی۔ جہنم کے اوپر سے گزرنے کے لیے ایک پل (پل صراط) بنا ہوگا، جو بال سے زیادہ باریک ہوگا۔ اس کے اوپر لوہے کے بڑے بڑے ہک لٹک رہے ہوں گے، جن کی شکل باز کے پنجوں کی طرح ہوگی۔ جس طرح باز اپنے شکار (پرندے) کو اپنے پنجوں سے پکڑ کر اُٹھا لیتا ہے، اسی طرح وہ ہک جہنمیوں کو اٹھا کر دوزخ میں پھینک رہے ہوں گے۔

لوگ پل صراط سے جب گزریں گے تو کوئی چمکتی ہوئی بجلی کی طرح گزر جائے گا، کوئی تیز ہوا کی طرح اور کچھ لوگ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے۔ مومن اس سے گزر جائیں گے، جبکہ کافر و منافق اور دوسرے بڑے بڑے گناہگار منہ کے بل جہنم کی آگ میں گرتے جائیں گے۔

قیامت کے روز پھونکے جانے والے
دو صوروں کے درمیان وقفہ

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”دو صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے انسان کی منی کی طرح گاڑھا پانی برسائے گا، جس کے بعد زمین سے مخلوق اس طرح اگنا (پیدا ہونا) شروع ہوگی، جیسے سبزی پیدا ہوتی ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اللہ نے زمین و آسمان پیدا کرنے کے بعد صور پیدا کیا اور اسرافیل (فرشتہ) کو دے دیا، وہ اسے منہ سے لگائے عرش کی طرف دیکھ رہے ہیں، اور اس انتظار میں ہیں کہ اس میں پھونک مارنے کا کب حکم ہوتا ہے۔“

راوی (ابو ہریرہ ؓ) کہتے ہیں: میں نے حضور ﷺ سے دریافت کیا: یہ صور کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ نور سے بنا ہوا ایک سینگ ہے۔“

پھر میں نے پوچھا: وہ کس طرح کا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ بہت بڑا ہے۔ بخدا! اس کا پھیلاؤ (دائرہ) زمین و آسمان کے پھیلاؤ کے برابر ہے۔ اس میں تین پھونکیں ماری جائیں گی۔ پہلی پھونک سن کر تمام جاندار ہلاک ہو جائیں گے، اور دوسری پھونک سن کر تمام مخلوق زندہ ہو جائے گی۔“ حضرت کعب ؓ کی روایت میں دو دفعہ پھونک مارے جانے کا ذکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت میں تین پھونکیں مارے جانے کا ذکر اس طرح ہے: پہلی بار صور میں پھونک مارے جانے کی آواز سن کر ساری مخلوق خوف زدہ اور پریشان ہو جائے گی۔ دوسری بار کی آواز سے ہر جاندار ہلاک ہو جائے گا۔ اور تیسری آواز سے تمام مخلوق دوبارہ زندہ ہو جائے گی۔

پہلا صور پھونکے جانے پر مخلوق کی پریشانی

پہلی بار صور پھونکے جانے کا جو اثر مخلوقات پر ہوگا، اس کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ.

(النمل: ۸۷)

ترجمہ: جس روز صور پھونکا جائے گا، (اسے سن کر) زمین و آسمان کی تمام مخلوق پریشان اور خوف زدہ ہو جائے گی، مگر جسے اللہ (اس خوف و پریشانی سے) محفوظ رکھنا چاہے گا، وہ محفوظ رہے گا۔

زمین میں زلزلہ آ جائے گا۔ دودھ پلانے والی عورت اپنے بچے کو بھول جائے گی۔ حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔ محسوس یہ ہوگا، جیسے سب لوگوں پر نشہ طاری ہے، لیکن وہ در حقیقت نشہ نہیں ہوگا، بلکہ اللہ کے عذاب کی دہشت سے لوگ اپنے ہوش کھو بیٹھیں گے۔ بچوں پر بڑھاپا چھا جائے گا، اور شیطان بھاگتے اور اُڑتے پھریں گے۔

اس خوف اور پریشانی سے اہل ایمان (مسلمانوں) کو خبردار کیا جا رہا ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ. (الحج. ۱.۲)

ترجمہ: اے اہل ایمان! (مسلمانو) اپنے رب (کے قہر) سے ڈرو۔ قیامت کا زلزلہ بہت بڑی (خوفناک) چیز ہے۔ اس روز تم دیکھو گے، دودھ پلانے والیاں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی۔ حمل والیوں کے حمل ضائع ہو جائیں گے (گر جائیں گے)۔ لوگ اپنے ہوش کھو بیٹھیں گے۔ تم سمجھو گے، یہ نشہ میں ہیں۔ یہ کیفیت کسی نشہ کی وجہ سے نہیں، بلکہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔ (اس دہشت اور خوف کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہے)۔

یہ حالت کتنے دن رہے گی، اس کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

دوسری مرتبہ صور کا پھونکا جانا

پھر جب دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے صور پھونکا جائے گا تو اس کی آواز سے زمین و آسمان کی تمام مخلوقات ہلاک ہو جائیں گی، مگر جسے اللہ تعالیٰ بچانا چاہے گا، وہ بچ جائے گا۔ اس کیفیت کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:-

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ (الزمر. ۶۸)

اور جب (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا، آسمان و زمین کی تمام مخلوق ہلاک ہو جائے گی، مگر جسے اللہ بچانا چاہے، وہ بچ جائے گا۔

یہ بچ جانے والے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت عزرائیل اور عرش کو اٹھانے والے فرشتے ہوں گے۔ (علیہم السلام)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ملک الموت (عزرائیل علیہ السلام) سے پوچھے گا: کون کون زندہ رہ گئے ہیں؟ وہ بتائے گا: جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عرش کو اٹھانے والے فرشتے زندہ رہ گئے ہیں۔ اللہ ملک الموت (موت کا فرشتہ) کو حکم دے گا: ان سب کی روحیں بھی قبض کر لو۔

ملک الموت ان تمام فرشتوں کی روح قبض کر لے گا۔

اللہ تعالیٰ پھر ملک الموت سے پوچھے گا: اب کون زندہ رہ گیا ہے؟

وہ جواب دے گا: یہ تیرا کمزور بندہ ملک الموت (عزرائیل) زندہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کہے گا: میرے فیصلے کے مطابق مخلوق کا ہر فرد موت کا مزہ چکھے گا۔ تُو بھی مخلوق ہے، جا اپنی روح قبض کر لے۔

ملک الموت جنت و دوزخ کے درمیانی میدان میں جا کر اپنی روح قبض کرتے ہوئے اتنی زور سے چیخے گا کہ اگر مخلوق زندہ ہوتی تو اس کی چیخ سن کر دہشت سے مر جاتی اور اس وقت وہ کہے گا: اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ روح قبض کرتے وقت اتنی سخت تکلیف ہوتی ہے تو میں مومن (مسلمان) کی روح قبض کرتے وقت اس کے ساتھ کچھ زیادہ ہی مہربانی اور شفقت کا سلوک کرتا۔ ملک الموت (موت کے فرشتے) کی موت کے بعد کوئی مخلوق زندہ نہیں رہی۔

اس وقت اللہ تعالیٰ اس ذلیل دنیا سے خطاب کرتے ہوئے فرمائے گا: "لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ" آج کس کی حکومت ہے؟ کسی طرف سے کوئی جواب نہ آئے گا۔ پھر خود اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" آج صرف اس خدائے واحد کی حکومت ہے جو سب سے طاقتور اور سب پر غالب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسانے کا حکم دے گا۔ چنانچہ چالیس روز تک ایسے گاڑھے پانی کی بارش ہوتی رہے گی، جتنی گاڑھی انسان کی منی ہوتی ہے، اور اتنی بارش ہوگی کہ ہر طرف بارہ بارہ فٹ پانی کھڑا ہو جائے گا۔ اس پانی سے سیراب ہو کر مخلوق اس طرح اُگے (پیدا ہو) گی، جیسے سبزیاں اگتی ہیں۔ پھر بڑھتے بڑھتے ان کے جسم اتنے ہی بڑے

ہو جائیں گے، جیسے پہلے تھے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام (صور پھونکنے والا فرشتہ) اور عرش الٰہی اٹھانے والے فرشتوں کو زندہ کرے گا، اور اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا، صور اٹھا کر منہ سے لگالو۔ پھر اللہ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام زندہ ہوں گے۔ اس کے بعد تمام روحوں کو صور میں رکھ دیا جائے گا اور اسرافیل کو حکم ہوگا: صور میں پھونک مارو۔ وہ پھونک مارے گا تو تمام روحیں اس طرح صور سے نکلیں گی، جیسے شہد کی مکھیاں نکلتی ہیں۔ یہ روحیں زمین کی طرف آئیں گی اور اپنے اپنے جسم میں داخل ہو جائیں گی۔ پھر زمین میں شگاف (دراڑیں) پڑ جائیں گے، اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے نکلنے لگیں گے۔

اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی (پھٹے گی)۔ ایک دوسری روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل (فرشتوں) کو براق (جنت کی سواری جو معراج کے موقع پر آپ ﷺ کے لیے لائی گئی تھی) اور جنت کے کچھ تحفے دے کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجے گا۔ نبی کریم ﷺ جبرائیل سے دریافت فرمائیں گے: آج کون سا دن ہے؟ جبرائیل علیہ السلام بتائیں گے: آج قیامت کا دن ہے۔ پھر آپ جبرائیل سے پوچھیں گے: اللہ نے میری امت کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟ جبرائیل جواب میں کہیں گے: آپ خوش نصیب ہیں کہ سب سے پہلے آپ ہی اپنی قبر سے نکلے ہیں (یعنی ابھی آپ کی امت اپنی قبروں سے بھی نہیں نکلی)۔

پھر اللہ اسرافیل کو حکم دے گا کہ صور پھونکو۔ لوگ اس کی آواز سن کر قبروں سے اٹھ اٹھ کر نکلنے لگیں گے۔ قبروں سے نکلیں گے تو ان کے جسم پر کوئی کپڑا نہ ہوگا، مادر زاد ننگے ہوں گے۔ قبروں سے نکل کر تمام انسان ایک بہت بڑے میدان میں جمع ہو جائیں گے، جہاں وہ ستر سال تک کھڑے رہیں گے۔ اللہ ان کی طرف دیکھے گا نہ ان کا کوئی فیصلہ کرے گا۔ آخر تنگ آجائیں گے تو کھڑے کھڑے رونا شروع کر دیں گے۔ حتیٰ کہ ان کی آنکھوں سے خون کے آنسو بہنے لگیں گے۔ گرمی کی شدت سے انھیں پسینہ آئے گا۔ یہ پسینہ بعض لوگوں کے منہ تک پہنچ جائے گا، اور ایسا معلوم ہوگا، جیسے ان کے منہ میں لگام ڈال دی گئی ہو۔ اور بعض کی ٹھوڑی تک پہنچا ہوگا، یعنی گردن تک پسینہ میں ڈوبے ہوں گے۔

پھر انھیں میدان محشر کی طرف بلایا جائے گا۔ جب سب جن وانس میدان محشر میں جمع

ہو جائیں گے تو اچانک آسمان کی طرف سے ایک شور سنائی دے گا۔ آسمان اس طرح پھٹ جائے گا، جیسے بادل پھٹتا ہے اور پہلے آسمان کے فرشتے اتر کر زمین پر آجائیں گے، اور اس زمین کی مخلوق کے گرد گھیرا ڈال کر کھڑے ہو جائیں گے۔ انسان ان سے پوچھیں گے: کیا ہمارے لیے اللہ کا کوئی حکم لے کر آئے ہو؟ فرشتے جواب دیں گے: ہم تو کوئی پیغام یا حکم نہیں لائے، البتہ وہ خود ہی حساب لینے کے لیے آنے والا ہے۔ پھر دوسرے آسمان کے فرشتے اتر کر پہلے آنے والے فرشتوں کے پیچھے گھیرا ڈال کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اس طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتے اتریں گے اور اپنے سے پہلے آنے والوں کے پیچھے حلقہ بنا کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اس طرح زمینی مخلوق (انسان، جن اور دیگر تمام مخلوقات) کو سات آسمانوں کے فرشتوں کی سات قطاریں اپنے گھیرے میں لیے ہوں گی۔ اہل زمین میں سے کوئی کسی طرف نکلنا چاہے گا تو اسے باہر جانے کا راستہ نہیں ملے گا۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا:۔

يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا ۚ لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ (الرحمٰن۔ ٣٣)

اے جنوں اور انسانوں کے گروہ! اگر تم یہ طاقت رکھتے ہو کہ آسمان اور زمین کی حدود سے باہر نکل جاؤ، تو نکلو۔ تم ہرگز نہیں نکل سکتے (جب تک کہ) (اللہ کی) مدد تمہیں حاصل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا اہل محشر سے خطاب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرمائے گا: "اے جنو اور انسانو! میں نے تمہارے ساتھ پوری ہمدردی اور انصاف سے کام لیا ہے۔ تمہاری زندگی کے تمام کارنامے (اعمال) تمہارے ان اعمال ناموں میں لکھے ہوئے ہیں، انھیں پڑھ لو۔ اگر کسی کے نیک عمل ہیں تو "الحمد للہ" کہتے ہوئے ہمارا شکر ادا کرے۔ اور اگر کسی کے اعمال برے ہیں تو اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ تم اپنی ذات کو ہی برا بھلا کہہ سکتے ہو۔"

پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہنم کے اندر سے ایک کالی رنگت والی گردن نکلے گی اور اللہ انسانوں سے فرمائے گا: "اے آدم کی اولاد! (انسان) کیا ہم نے تم سے یہ وعدہ نہیں لے لیا تھا کہ تم شیطان کی پوجا (عبادت) نہیں کرو گے، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور صرف میری ہی

عبادت کرتے رہنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔ لیکن اس (شیطان) نے تم میں سے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔ کیا تمہیں سمجھ نہیں تھی؟ اب یہ جہنم ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ آج اپنی گمراہی اور حقیقت سے انکار کے نتیجہ میں اس میں داخل ہو جاؤ۔"

لوگ اس فیصلہ کو سن کر اللہ تعالیٰ کے حضور نیاز مندی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے "رکوع" کی حالت میں جھک جائیں گے۔ یہی مطلب ہے قرآن کریم کی اس آیت کا:۔

وَ تَرٰی کُلَّ اُمَّۃٍ جَاثِیَۃً تُدْعٰٓی اِلٰی کِتٰبِہَا (جاثیہ: ۲۸)

آپ دیکھیں گے کہ جب (قیامت کے دن) لوگوں کو ان کے اعمال نامے دینے کے لیے بلایا جائے گا تو وہ رکوع کی حالت میں جھک جائیں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات (انسانوں) کے معاملات کا فیصلہ کرے گا۔ اس وقت دیگر مخلوقات (حیوانات وغیرہ) کے جھگڑوں کا فیصلہ بھی ہوگا۔ چنانچہ ایک بغیر سینگ والی بھیڑ کا انتقام (بدلہ) سینگوں والے جانور سے لیا جائے گا۔ اور پھر انھیں (حیوانات سے) کہا جائے گا: "مٹی ہو جاؤ۔" اس فرمان کو سن کر کافر کہے گا: "کاش میں بھی مٹی ہو جاتا۔"

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن لوگ اس طرح ننگے اٹھائے جائیں گے، جس طرح ان کی ماؤں نے ان کو جنم دیا تھا۔" یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (تعجب سے) کہنے لگیں: کیا مرد، عورت اکٹھے اٹھائے جائیں گے (اور ایک ساتھ قبروں سے نکلیں گے)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں" اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اور وہ ایک دوسرے کی شرمگاہ کو بھی دیکھ رہے ہوں گے؟ آپ ﷺ نے ان (حضرت عائشہ) کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمایا: "اے ابوبکر کی بیٹی! اس روز اتنا ہوش کسے ہوگا؟ سب کی آنکھیں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ہوں گی۔ اور اسی حال میں کھڑے کھڑے بغیر کچھ کھائے پیے انھیں چالیس سال گزر جائیں گے۔ گرمی کی شدت سے کوئی قدموں، کوئی پنڈلی، کوئی کمر تک پسینہ میں تر ہوگا اور کسی کا پسینہ اس کے ہونٹوں تک پہنچ کر منہ کی لگام بن گیا ہوگا۔ کچھ خاص فرشتے اللہ کے عرش کے اردگرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو جائیں گے۔

اللہ ایک منادی (عدالت میں آواز دے کر بلانے والا) کو حکم دے گا: "فلاں کو بلاؤ" منادی اس شخص کا نام لے کر آواز لگائے گا۔ لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر اسے دیکھیں گے۔ آواز لگانے کے بعد منادی پھر اللہ کے عرش کے سامنے آ کر کھڑا ہو جائے گا۔ اللہ اسے حکم دے گا:

"فلاں ظالم کو بلاؤ" وہ جب پیش ہوگا، اس کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی اور مظلوم کے گناہ اس کے حساب میں ڈال دیئے جائیں گے۔ اس طرح اس کی تمام نیکیاں مظلوموں کو دی جاتی رہیں گی اور ان کے گناہ اس کے کھاتے میں درج ہوتے رہیں گے، حتیٰ کہ اس کے پاس ایک نیکی بھی نہیں بچے گی۔ کیونکہ وہاں معاوضہ میں دینے کے لیے روپے پیسے نہیں ہوں گے، صرف نیکیوں سے بدلہ چکایا جائے گا۔ جب ظالم کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی، اسے حکم دیا جائے گا: "اب ہاویہ (جہنم) میں چلے جاؤ"

اس روز کسی سے ناانصافی نہ ہوگی اور اللہ جلد سے جلد سب کے حساب چکا دے گا، اور کوئی نبی یا کوئی شہید بھی اللہ کے بے لاگ حساب کو دیکھ کر اپنے بارے میں یہ گمان نہ کر سکے گا کہ وہ اللہ کے فضل و کرم کے بغیر نجات پا سکتا ہے۔

حساب کی سختی: حضرت معاذ ابن جبلؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کوئی شخص اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہل سکے گا، جب تک کہ ان چار سوالوں کا جواب نہ دے دے گا: (۱) تُو نے عمر کس طرح گزاری؟ (۲) جسم کی تندرستی (طاقت) سے کیا کام لیا؟ (۳) علم پر کہاں تک عمل کیا؟ (۴) مال کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا؟

قیامت کے دن کوئی کسی کے کام نہ آئے گا

حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں: قیامت کے دن ایک شخص اپنے بیٹے سے کہے گا: بیٹے! میں تیرا باپ ہوں۔ دنیا میں بڑی محبت سے میں نے تجھے پرورش کیا تھا۔ تُو بہت شریف بچہ تھا۔ غرض کہ اس کی بہت تعریف کرے گا، اور پھر اس سے ایک نیکی مانگے گا، کیونکہ اپنی نجات کے لیے اسے ایک نیکی کی ضرورت ہوگی۔ مگر بیٹا ایک نیکی دینے سے صاف انکار کر دے گا۔ پھر وہ اپنی بیوی کے پاس جائے گا اور دنیا میں اس سے اپنا تعلق جتلا کر ایک نیکی مانگے گا، مگر وہ بھی ایک نیکی دینے کے لیے تیار نہ ہوگی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اسے تنبیہ فرماتے ہوئے قرآن کریم کی یہ آیت یاد دلائے گا:۔

وَ اِنْ تَدْعُ مُثْقَلَۃٌ اِلٰی حِمْلِہَا لَا یُحْمَلْ مِنْہُ شَیْءٌ وَّ لَوْ کَانَ ذَا قُرْبٰی۔

(الفاطر۔ ۱۸)

ترجمہ: اگر کوئی بھاری بوجھ کے نیچے دبا ہوا شخص اپنے کسی رشتہ دار کو بھی بلائے گا

کہ اس کا کچھ بوجھ اٹھالے، وہ بھی اس کا بوجھ ہلکا کرنے سے انکار کردے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس طویل (لمبے) دن کی گرمی سے گھبرا کر جس میں بعض لوگوں کا پسینہ منہ تک پہنچ کر اس کے منہ کی لگام بن گیا ہوگا، کافر کہے گا: پروردگار! مجھ پر رحم کر اور اس گرمی سے نکال، خواہ یہاں سے نکال کر جہنم میں ہی بھیج دے۔

قیامت کے دن لوگوں کی پریشانی اور شفاعت کرنے والے کی تلاش

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک قبول ہونے والی دعا عطا فرمائی تھی۔ سب نبیوں نے اپنی اپنی دعا اس دنیا میں کی، جو بارگاہِ خداوندی میں قبول ہوئی۔ میں نے اپنی وہ دعا قیامت کے دن کے لیے بچا کر رکھی ہوئی ہے، تاکہ اس کے ذریعہ اپنی امت کی شفاعت کروں۔ میں آدم کی اولاد (انسانوں) کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر کی بات نہیں (صرف ایک حقیقت کا اظہار ہے)۔ سب سے پہلے میں ہی اپنی قبر سے اٹھوں گا، اس میں بھی کوئی فخر نہیں، حقیقت کا اظہار ہے۔ قیامت کے دن میرے ہی ہاتھوں میں لوائے حمد (حمد کا جھنڈا) ہوگا (یہ بھی ایک حقیقت کا بیان ہے، فخر نہیں ہے)۔ آدم علیہ السلام اور ان کی ساری اولاد (انسان) اس جھنڈے کے سایہ میں ہوگی۔"

قیامت کے دن اتنی سخت گرمی ہوگی کہ لوگ گھبرا کر حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آکر کہیں گے: آپ اللہ سے سفارش کریں کہ وہ جلد از جلد فیصلہ سنادے اور ہمیں اس گرمی اور پریشانی سے نجات دے۔ وہ جواب دیں گے: میں اپنی اس غلطی کی وجہ سے جس پر جنت سے نکالا گیا، اس قابل نہیں کہ سفارش کرسکوں، آج تو مجھے صرف اپنی فکر ہے کہ کسی طرح نجات ہو جائے۔ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی اسی طرح کا عذر کرکے کہیں گے: ابراہیم خلیل اللہ کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے گزارش کریں گے: آپ اللہ سے سفارش کریں، وہ ہمارے فیصلے کردے اور اس پریشانی سے رہائی دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جواب دیں گے: "میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتا، کیونکہ میں

نے زندگی میں تین مرتبہ ایسی باتیں کی تھیں، جن کو جھوٹ شمار کیا جاسکتا ہے۔ مجھے آج صرف اپنی فکر ہے، کسی طرح نجات پاجاؤں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ مصلحت آمیز جھوٹ انھوں نے اسلام کی خاطر بولے تھے:

(۱) ایک بار جب ان کی قوم کوئی تہوار منانے جا رہی تھی تو وہ بیماری کا بہانہ کرکے رک گئے۔ اس کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ٥ لا فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ (الصافات ۸۸،۸۹)

ابراہیم نے ایک نظر ستاروں کو دیکھا اور کہا: میں بیمار ہوں۔

(۲) دوسری بار اس وقت جب ان کی قوم نے دیکھا کہ ان کے سارے بت ٹوٹے ہوئے ہیں، انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا:۔

بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا (انبیاء: ۶۳) ...... اس بڑے بت نے ان (چھوٹے) بتوں کو توڑا ہے۔

(۳) جب ایک ظالم بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لیے اپنی بیوی کے بارے میں کہدیا تھا: یہ میری بہن ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ وہ یہ کہہ کر اپنا دامن بچالیں گے: "میں نے ایک بے گناہ آدمی کو قتل کردیا تھا، اس لیے مجھے اپنی فکر دامن گیر ہے۔" پھر لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے درخواست کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہ عذر پیش کردیں گے کہ کچھ گمراہ لوگوں نے اللہ کے ساتھ ساتھ مجھے اور میری ماں کو بھی معبود بنالیا تھا۔ تم خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں: لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں ان سے کہوں گا: "ہاں میں تمہاری سفارش کرنے کو تیار ہوں، مگر اس وقت تک انتظار کرو، جب تک کہ اللہ خوش ہوکر خود سفارش کی اجازت دے۔" پھر کچھ عرصہ اسی حالت میں گزر جائے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ اس بات کا ارادہ کرلے گا کہ اب مخلوقات کا فیصلہ کردیا جائے۔ چنانچہ ایک منادی (آواز لگانے والا فرشتہ) آواز دے گا: "محمد اپنی امت کے ہمراہ تشریف لائیں۔" ہم اگرچہ آخری امت ہیں مگر اللہ کے روبرو سب سے پہلے ہمیں بلایا جائے گا۔ میں اپنی امت کو لے کر آگے بڑھوں گا۔ تمام مخلوق ہمارے لیے راستہ چھوڑ دے گی۔ ہمارے چمکتے ہوئے اعضائے وضو کو دیکھ کر لوگ

کہیں گے: یہ گروہ تو سارا نبیوں کا گروہ معلوم ہوتا ہے۔ میں جنت کا دروازہ کھلواؤں گا اور اندر جا کر اپنے رب کے حضور سجدے میں گر جاؤں گا، اور اس طرح اللہ کی تعریف و توصیف کروں گا، جس طرح نہ مجھ سے پہلے کسی نے کی ہوگی، نہ میرے بعد کوئی اس طرح اللہ کی تعریف و توصیف کر سکے گا۔

اللہ کی طرف سے حکم ہوگا: سجدے سے اٹھو اور کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ آج تمہاری ہر بات سنی جائے گی۔ جو مانگو گے دیا جائے گا۔ جس کی سفارش (شفاعت) کرو گے، منظور کی جائے گی۔ میں سر اٹھاؤں گا اور ہر اس شخص کی سفارش (شفاعت) کروں گا، جس کے دل میں جو کے دانے جتنا یا ذرہ کے برابر بھی ایمان ہوگا۔ یعنی جس نے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" دل سے پڑھا ہوگا۔

قیامت کے دن ہر شخص اپنی نجات کی فکر میں ہوگا

حضرت عمرؓ کی ایک روایت ہے: ایک مرتبہ جب مسجد میں پہنچے تو وہاں کعب ابن احبارؓ درسِ حدیث دے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے گزارش کی: کچھ قیامت کے متعلق بتائیے۔ حضرت کعبؓ نے بیان کیا: بخدا! اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں کہ جب سے انھیں پیدا کیا گیا ہے، اسی روز سے وہ اللہ کے سامنے ہاتھ باندھے (جیسے ہم نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں) کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کی کمر کبھی نہیں جھکی۔ کچھ فرشتے سجدے میں پڑے ہیں، انھوں نے کبھی سر نہیں اٹھایا۔ جب صور پھونکا جائے گا، وہ یہ کہتے ہوئے سر اٹھائیں گے: اے اللہ! تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور تو ہی ہر طرح کی تعریف کے لائق ہے۔ ہم تیری عبادت و بندگی کا حق ادا نہ کر سکے۔ اور سچی بات یہ ہے کہ تیری عبادت اور بندگی کا حق کوئی بھی ادا نہیں کر سکتا۔ بخدا! اس روز جہنم سے ایسی خوفناک آواز (چنگھاڑ) نکلے گی، جسے سن کر نبی اور شہید بھی اپنے گھٹنوں پر رکوع کی حالت میں جھک جائیں گے۔ اور ہر نبی، ہر صدیق اور ہر شہید یہ دعا کرے گا: اے پروردگار! میں تجھ سے صرف اپنی نجات کی بھیک مانگتا ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اس روز اپنی اولاد اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ کو بھول جائیں گے، اور صرف یہ کہتے ہوئے اپنی بخشش کی درخواست کریں گے: "پروردگار! میں تیرا خلیل (دوست) ابراہیم ہوں، مجھے بخش دے۔"

اس کے بعد حضرت کعبؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: "اے خطاب کے بیٹے! اس روز کسی کے پاس ستر نبیوں کے برابر بھی نیک عمل ہوں گے، تب بھی اسے یہ امید نہ ہوگی کہ نجات پا جائے گا۔" یہ سن کر تمام حاضرین دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ آخر حضرت عمرؓ نے حضرت کعبؓ سے گزارش کی: کچھ اللہ کے رحم و کرم کی باتیں بھی بتا دیجیے۔

حضرت کعبؓ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بیان فرمایا: "دنیا میں تین سو تیرہ امتیں ہو گزری ہیں۔ اگر کسی انسان نے ان میں سے کسی ایک پر بھی نیک نیتی اور خلوص سے عمل کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرما کر اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ بخدا! اگر تمہیں اللہ کی رحمت کا اندازہ ہو جائے، تم عبادات میں سستی برتنے لگو گے۔"

دوستو! اس ہولناک دن کی ہلاکتوں سے بچاؤ کے لیے نیک اعمال کرتے رہو اور اللہ کی نافرمانی اور گناہ کی باتوں سے بچتے رہو، کیونکہ قیامت ایک دن ضرور قائم ہوگی۔ اگر آج ہم نے اس کے لیے تیاری نہ کی تو ہمیں اپنی زندگی کے ضائع ہونے پر رنج و افسوس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

جس کی موت آ گئی، اس کے لیے قیامت شروع ہوگئی

اے انسان! تجھے جس دن موت آ گئی، تیرے لیے اسی دن قیامت آ جائے گی۔

حضرت مغیرہؓ ابن شعبہ کہتے ہیں: "تم لوگ قیامت قیامت کی رٹ لگائے رکھتے ہو، تمھیں معلوم ہونا چاہیے، ہر شخص کی موت پر اس کی قیامت بھی سامنے آ جاتی ہے۔" اسی طرح حضرت علقمہؒ بن قیس کی ایک روایت ہے۔ ایک مرتبہ وہ ایک جنازہ میں شریک تھے۔ میت کو دفن کیا جانے لگا۔ انھوں نے اس قبر کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا: "اس (مردے) کی قیامت تو آج آ گئی۔" یہ انھوں نے اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا کہ جب انسان فوت ہو جاتا ہے، قیامت کی باتیں اس کے سامنے آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ وہ فرشتے، دوزخ اور جنت سب کچھ دیکھ لیتا ہے۔ اب کوئی نیک عمل وہ نہیں کر سکتا۔ گویا جو کچھ عمل وہ زندگی میں کر آیا، اسی پر اس کی نجات و گرفت اور جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جن کو نیک اعمال کرتے ہوئے موت آئے۔

خوش نصیبیاں تین ہیں، جسے حاصل ہو جائیں، وہ خوش نصیب ہے

حضرت ابو بکر واسطیؒ فرماتے ہیں: خوش نصیبیاں تین ہیں، جسے یہ حاصل ہوں، وہ خوش نصیب ہے۔ (۱) وہ زندگی جو اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری میں گزرے۔ (۲) موت آئے تو کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" زبان پر ہو۔ (۳) تیسری اور سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب قبر سے اٹھے، اسے فرشتے کی زبانی جنت کی خوشخبری مل جائے۔

قیامت کے روز نیک لوگوں کی عزت اور برے لوگوں کی ذلت ورسوائی

حضرت یحیٰ ابن معاذ رازیؒ نے ایک روز اپنی مجلس میں یہ آیت تلاوت فرمائی:-

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ لا وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا. (مریم۔۸۵،۸۶)

ترجمہ: جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔

اور اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! صبر کرو، کل قیامت کے دن تمہیں حشر کے میدان میں ٹولیوں اور جتھوں کی صورت میں لا کر جمع کیا جائے گا، اور اللہ کے سامنے ایک ایک کر کے پیش کیا جائے گا، اور تمہارے ہر قول وفعل کا تم سے حساب لیا جائے گا، اور اس کی بنیاد پر تمہارے واسطے جنت یا دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔ یہ اس روز (قیامت کے دن) ہوگا، جس دن زمین کی سطح برابر کر دی جائے گی اور تمہارا پروردگار اس شان سے آئے گا کہ فرشتے اس کے استقبال کے لیے قطار بنائے کھڑے ہوں گے۔

دوستو! اس خوفناک دن کے بارے میں سوچو، جو پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ یہ سخت مشکلات کا دن ہوگا۔ سب لوگ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ اس روز ہر شخص سے اس کی زندگی اور اس میں کیے عملوں کا حساب لیا جائے گا۔

حضرت مقاتل ابن سلیمان کہتے ہیں: لوگ قیامت کے دن کی شدید گرمی میں سو سال تک اس حال میں کھڑے رہیں گے کہ ان کا پسینہ بہہ کر ان کے منہ تک پہنچ جائے گا اور یہ معلوم ہوگا جیسے ان کے منہ میں کسی نے لگام ڈال دی ہے۔ پھر سو سال تک اندھیرے میں کھڑے حیران وپریشان ہوتے رہیں گے۔ پھر ایک سو سال تک اپنے رب کے سامنے ایک دوسرے سے جھگڑتے اور الجھتے رہیں گے۔ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، مگر مومن ومتقی لوگوں پر وہ اس طرح گزر جائے گا، جیسے صرف ایک گھنٹے کا وقت گزرتا ہے۔ پس اے ہوشمند (عقلمند) انسان! دنیا کے مصائب ومشکلات کی گھڑیوں پر صبر کر، تاکہ قیامت کے دن کی مشکلیں تیرے لیے آسان ہو جائیں۔

دوزخ

حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ کی آگ کو ایک ہزار سال تک دہکایا جاتا رہا، حتیٰ کہ وہ سرخ ہوگئی۔ اس کے بعد ہزار سال تک دہکایا جاتا رہا تو وہ سفید ہوگئی۔ پھر ہزار سال تک دہکایا گیا تو سیاہ ہوگئی اور اب وہ اندھیری رات کی طرح تاریک ہے۔

حضرت یزید ابن مرثد کے متعلق مشہور ہے کہ وہ ہمیشہ روتے رہتے اور ان کے آنسو کبھی نہ تھمتے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ روتے رہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: اگر اللہ مجھ سے یہ کہتا: ''تو نے اگر کوئی گناہ کیا، تجھے ہمیشہ کے لیے ایک حمام (بند کوٹھڑی) میں قید کر دیا جائے گا۔'' تب بھی وہ حق بجانب تھا، اور میرے آنسو نہ رکتے۔ اب جبکہ گناہ کرنے پر اس نے مجھے جہنم کی آگ میں جھونک دینے کی دھمکی دے رکھی ہے، جسے تین ہزار سال تک دہکایا جاتا رہا ہے، تو میں کیوں نہ روتا رہوں؟

جہنم کے خوفناک سانپ اور بچھو

حضرت مجاہد ؓ کہتے ہیں: جہنم کے اندر اتنے بڑے بڑے سانپ ہوں گے، جیسے اونٹ کی گردن ہوتی ہے۔ اور بچھو اتنے بڑے بڑے ہوں گے، جتنا بڑا سیاہ خچر ہوتا ہے۔ جہنمی لوگ جب جہنم سے بھاگنے کی کوشش کریں گے، یہ سانپ اور بچھو انھیں پکڑ لیں گے اور سر سے پاؤں تک ان کی کھال اتار ڈالیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن جبیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جہنم کے اندر اونٹ کی طرح لمبی لمبی گردنوں والے بچھو ہوں گے۔ وہ جسے ایک دفعہ ڈس لیں گے، اسے چالیس سال تک اس زہر کی تکلیف محسوس ہوتی رہے گی۔''

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہا کہتے ہیں: دنیا کی آگ کی گرمی جہنم کی آگ سے ستر درجے کم ہے۔ جہنم کی آگ کی ایک چنگاری کو دو مرتبہ سمندر کے پانی میں بجھا کر بھی تم اسے اپنے استعمال میں نہیں لا سکتے (یعنی وہ پھر بھی اتنی گرم ہوگی کہ انسان اسے برداشت نہیں کر سکتا)۔ حضرت مجاہد ؓ کہتے ہیں: ''تمہاری دنیا کی آگ جہنم کی آگ سے پناہ مانگتی ہے۔''

دوزخ کا سب سے کم درجہ کا عذاب

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جہنمیوں میں سے جس کو سب سے کم عذاب دیا جائے گا، اسے آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے، جن کی گرمی سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا، جیسے چولہے پر رکھی ہوئی ہنڈیا (پتیلی) کھولتی ہے۔ گرمی کی شدت سے اس کی داڑھیں چنگاری بن جائیں گی، اور کان تپنے لگیں گے، اور اس کی پلکوں سے آگ کے شعلے نکلیں گے، اور پیٹ کی انتڑیاں اس کے دونوں قدموں کے درمیان سے نکل کر نیچے گر جائیں گی۔ یہ سب سے کم تر درجہ کا عذاب ہے جو ایک جہنمی کو ہوگا۔''

دوزخیوں کی چیخ و پکار: حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص ؓ کہتے ہیں: لوگ عذاب سے گھبرا کر دوزخ کے داروغہ کو پکاریں گے۔ وہ چالیس سال تک ان کی طرف توجہ ہی نہ دے گا۔ چالیس سال بعد صرف اتنی بات کہہ کر خاموش ہو جائے گا: ''تمہیں یہیں رہنا ہے۔'' پھر وہ اللہ تعالیٰ کو پکاریں گے، اور کہیں گے:-

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ. (المومنون.۱۰۷)

ترجمہ: پروردگار! ہمیں اس (جہنم) سے نکال۔ اگر ہم دوبارہ ایسے گناہ کریں تو ہم واقعی مجرم ہیں۔

اللہ تعالیٰ اتنے عرصہ تک ان کی طرف توجہ نہیں فرمائے گا، جتنا ہماری اس دنیا کا دو مرتبہ پیدا ہونے اور ختم ہونے کا عرصہ بنتا ہے۔ اتنے عرصہ کے بعد اللہ کی طرف سے ان کو یہ جواب ملے گا:-

اِخْسَئُوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ. (المومنون.۱۰۸)

ترجمہ: ذلیلو! اس میں پڑے رہو اور مجھ سے کوئی بات نہ کرو۔

(راوی) کہتے ہیں: اس کے بعد وہ جہنمی خاموش ہو جائیں گے، صرف اس طرح کا شور جہنم سے سنائی دیتا رہے گا، جیسے گدھے کی آواز ہوتی ہے کہ پہلے بلند (تیز) ہوتی ہے اور آخر میں دھیمی پڑ جاتی ہے۔

حضرت قتادہ ؓ کہتے ہیں: ''لوگو! کیا تمہارے پاس اس مصیبت (جہنم) کا کوئی علاج ہے یا تم اس کو برداشت کر سکتے ہو؟ بہتر ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو، یہی آسان ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ دوزخ والے ہزار سال تک چیخ و پکار کرتے رہیں گے، مگر ان کی آواز سننے والا کوئی نہ ہوگا۔ آخر خود ہی ایک دوسرے سے کہیں گے: ہم دنیا میں صبر کیا کرتے تھے تو مشکل آسان ہو جاتی تھی۔ پھر وہ یہ کہتے ہوئے:۔

سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ. (سورۂ ابراھیم۔ ۲۱)

برابر ہے ہم روئیں دھوئیں یا صبر کرلیں۔ ہمارا چھٹکارہ نہیں ہو سکتا۔

ایک ہزار سال تک خاموش رہیں گے۔ مگر جب گرمی کی شدت اور پیاس زیادہ ستائے گی تو پھر ہزار سال تک اللہ سے بارش کرنے کی دعا کریں گے۔ اب اللہ تعالیٰ جبرائیل سے پوچھے گا: یہ کیا چاہتے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام جواب دیں گے: ”تو ان کی حالت مجھ سے بہتر جانتا ہے، یہ بارش مانگ رہے ہیں۔“ اس کے بعد ایک سرخ بادل ان پر چھا جائے گا۔ وہ سمجھیں گے، اب پانی برسے گا۔ لیکن بادل سے اتنے بڑے بڑے بچھو گریں گے، جتنا بڑا خچر ہوتا ہے۔ وہ انھیں ڈنک ماریں گے تو ہزار سال تک اس کی تکلیف کم نہ ہوگی۔ پھر وہ اللہ سے بارش کی دعا کریں گے تو کالا بادل ان پر چھا جائے گا۔ وہ سمجھیں گے، اس میں سے ضرور بارش ہوگی۔ لیکن بادل سے اونٹ کی گردن کی طرح لمبے لمبے سانپ برسنے لگیں گے۔ وہ جہنمیوں کو ڈسیں گے، اور ان کے ڈسنے سے جو تکلیف ہوگی، وہ ہزار سال سے پہلے ختم نہ ہوگی۔ یہی مطلب ہے قرآن کریم کی اس آیت کا:۔

زِدْنَا هُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ. (النحل۔ ۸۸)

ہم ان کے فساد اور سرکشی کے مطابق ان کا عذاب بڑھاتے جائیں گے۔

لہٰذا جو لوگ چاہتے ہیں کہ جہنم کے عذاب سے محفوظ رہیں اور اللہ کی بخشش اور عنایت انھیں نصیب ہو، انھیں چاہیے، اللہ کی فرماں برداری کریں، دنیا کی مشکلات اور پریشانیوں پر صبر کریں، گناہوں سے بچتے رہیں، دنیا طلبی میں جائز و ناجائز کا خیال رکھیں، جائز طریقہ سے کمائیں، ناجائز طریقوں سے دور رہیں۔ یہاں کی مشکلات اور پریشانیاں برداشت کرنے کا ثمر (پھل) جنت ہے۔ اور شہوات و مرغوبات کی طلب میں ناجائز طریقے اختیار کرنے کا نتیجہ جہنم ہے۔

ذیل کے چند اشعار (کا ترجمہ) ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) بڑھاپے کے آثار جب انسان کے چہرے سے ظاہر ہونے لگتے ہیں، وہ بچپن اور

جوانی کی بے اعتدالیوں کو چھوڑنے لگتا ہے۔

(۲) میں دیکھتا ہوں، بعض لوگ اس وقت بھی عیش و عشرت میں مصروف رہتے ہیں، جب کہ ان کے جسم کا حسن ختم ہو چکا ہوتا ہے، جسم کی رگیں اور پٹھے کمزور پڑ جاتے ہیں، مگر زبان سے یہ کہتے نظر آتے ہیں ع رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

(۳) برے دوست سے دور رہنے کی کوشش کر اور جتنی جلدی ہو سکے، اس سے اپنا تعلق ختم کر دے۔

(۴) نیک اور پر خلوص آدمی کو دوست بنا، اس سے تجھے سچی محبت ملے گی۔

(۵) شریف اور باعزت لوگوں کے پڑوس میں رہ۔ اس سے تیری عزت میں اضافہ ہوگا۔

(۶) بدخصلت آدمی پر احسان کرنا، اچھے لوگوں کو احسان سے محروم کرنا ہے۔ شیخ سعدی شیرازی بھی یہی کہتے ہیں۔

نکوئی با بداں کردن چناں است
کہ بد کردن بہ جائے نیک مرداں

(۷) اللہ کی جنت بہت وسیع ہے۔ یعنی اتنی بڑی جتنی زمین اور آسمان کی وسعت ہے۔ مگر اس تک پہنچنے کے لیے مشکلات برداشت کرنا پڑتی ہیں۔

جنت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا: جاؤ جنت کا معائنہ کر کے آؤ، اس میں اہل جنت کی مہمانداری اور عیش و آرام کے لیے کیا کیا تیاریاں کی گئی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام جنت کو دیکھ کر آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں: تیری عزت و جلال کی قسم! جو بھی اس کے بارے میں سنے گا، وہ ضرور اس میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ اللہ کے حکم سے جنت کے گرد (چاروں طرف) مشکلات اور پریشانیوں کی باڑھ لگا کر اسے عام نگاہوں سے چھپا دیا جاتا ہے، اور پھر جبرائیل کو حکم دیا جاتا ہے: جاؤ! دوبارہ دیکھ کر آؤ۔ جبرائیل دوبارہ جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ جنت کے چاروں طرف مشکلات اور مصیبتوں کے پہاڑ کھڑے ہوئے ہیں۔ واپس آ کر عرض کرتے ہیں: میرا خیال ہے، اب کوئی مشکل پسند ہی اس کی طرف آنے کی کوشش کرے گا۔

دوزخ: اس کے بعد حضرت جبرائیل کو حکم دیا جاتا ہے: جاؤ! جہنم کو دیکھ کر آؤ، اس میں جہنمیوں کی سزا کے واسطے کیا کچھ سامان رکھا گیا ہے۔ جبرائیل واپس آ کر عرض کرتے ہیں: تیری عزت وشان کی قسم! جو شخص بھی اس کے بارے میں سنے گا، وہ کبھی اس کی طرف جانے کا خیال بھی دل میں نہ لائے گا۔ اس کے بعد اللہ کے حکم سے دوزخ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ایسی چیزیں پھیلادی جاتی ہیں، جن کی طرف ہر آدمی للچائی نظروں سے دیکھتا ہے، اور ایک خداشناس انسان ہر چیز سے بے پروا ہو کر ان کی طرف بڑھتا اور ان سے لطف اندوز ہونے کی کوشش کرتا ہے، اور کہتا ہے ؎

ع بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ان تمام انتظامات کے بعد جبرائیل کو حکم ہوتا ہے: ''جاؤ! اب دوبارہ جہنم کو دیکھ کر آؤ'' جبرائیل علیہ السلام دوبارہ گئے اور دوزخ کے چاروں طرف عیش وعشرت کا یہ سامان دیکھا تو واپس آ کر عرض کیا: ''اے اللہ تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم! اب تو ہر شخص اس میں گھسنے کی کوشش کرے گا۔''

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''جہنم کی جس سزا کے متعلق بھی تم سوچو گے، دوسری اس سے بڑھ کر ہوگی۔''

حضرت میمون ابن مہران روایت کرتے ہیں: جب یہ آیت:-

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ. (الحجر ۴۳) ''اور جہنم ان سب کی قرارگاہ (وعدہ کے مطابق ملنے کی جگہ) ہے۔'' نازل ہوئی تو حضرت سلمان فارسی (وقتی طور پر) اپنے ہوش وحواس پر قابو نہ رکھ سکے اور سر پر ہاتھ رکھ کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ تین دن کی کوششوں کے بعد مشکل سے انھیں واپس لایا جاسکا۔

جہنم کے درجات: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے معمول کے خلاف ایسے وقت حضور ﷺ کے پاس آئے، جو ان کے آنے کا وقت نہ تھا اور ان کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ان کی یہ حالت دیکھ کر اس طرح بے وقت آنے کی وجہ دریافت فرمائی۔ انھوں نے جواب میں بتایا: ''میں اس وقت اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کو مطلع کردوں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو دہکانے کا

حکم صادر فرمایا ہے، اور ہر شخص کو معلوم ہونا چاہیے کہ جہنم اور جہنم کی آگ ایک حقیقت ہے اور قبر کا عذاب بھی حقیقت ہے اور اللہ کا عذاب بہت بڑا عذاب ہے، کوئی اس سے غافل و بے پرواہ نہ رہے۔

نبی کریم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: جہنم کے بارے میں کچھ تفصیل تو بتاؤ، وہ کس طرح کی ہے؟

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: ''ہاں (سنیے) اللہ نے جب جہنم کو پیدا کیا، اس کی آگ کو ایک ہزار سال تک دہکایا جاتا رہا، یہاں تک کہ اس کا رنگ سرخ ہوگیا۔ اس کے بعد پھر ایک ہزار سال تک دہکایا گیا تو اس کا رنگ سفید ہوگیا۔ پھر تیسری مرتبہ ایک ہزار سال تک دہکایا گیا تو اس کا رنگ سیاہ (کالا) ہوگیا۔ اب اس کا وہی سیاہ رنگ ہے۔ اس کے شعلے کبھی دھیمے نہیں پڑتے، نہ اس کے انگارے بجھتے ہیں۔ اس خدائے واحد کی قسم، جس نے آپ کو حق کا علم بردار نبی بنا کر بھیجا ہے، اگر جہنمیوں کے لباس کا کوئی ایک کپڑا آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا دیا جائے تو اس کی بدبو اور تیز گرمی کی وجہ سے زمین پر کوئی جاندار زندہ نہ بچے گا۔ اور قسم ہے اس خدائے واحد کی، جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے، اگر جہنم کی اس زنجیر کا (جس کا ذکر اللہ نے اپنی کتاب قرآن میں کیا ہے) ایک فٹ کا ٹکڑا پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو پہاڑ اس کی گرمی سے پگھل جائے گا اور زنجیر کا وہ ٹکڑا پہاڑ اور پھر زمین کو پھاڑتا ہوا ساتویں زمین تک پہنچ جائے گا۔

اور قسم اس خدائے وحدہ لاشریک کی، جس نے آپ کو نبیٔ برحق بنا کر بھیجا ہے، اگر کسی جہنمی کو مغرب میں عذاب دیا جائے تو اس کی تپش سے مشرق والے مرجائیں گے۔ اس میں سخت گرمی ہے۔ اس کے گڑھے بہت گہرے ہیں۔ اس میں رہنے والوں کا زیور لوہے کی بیڑیاں (زنجیریں)۔ پینے کے لیے گرم کھولتا ہوا پانی اور انسانی جسم سے بہنے والا خون اور پیپ سے ملا ہوا مواد ہے۔ اور وہاں کے لوگوں کا لباس آگ کے ٹکڑے ہیں۔ اور جیسا کہ قرآن کریم میں بتایا گیا ہے، اس کے سات دروازے (درجے) ہیں۔

جہنم کے سات دروازے ہیں

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ. (الحجر: ۴۴)

ترجمہ: اس کے سات دروازے (درجے) ہیں۔ (ان انسانوں میں سے) ہر

دروازے (درجے) کا حصہ مقرر کر دیا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا اس کے دروازے ایسے ہی ہیں، جیسے ہمارے گھروں کے دروازے ہوتے ہیں؟'' جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: نہیں! وہ نیچے اوپر تہہ خانوں کی طرح ہیں (برابر برابر نہیں)۔ سب درجوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ ہر دروازے کا فاصلہ ستر سال کے سفر کے برابر ہے، اور ہر درجہ اپنے اوپر والے درجے سے ستر گنا زیادہ گرم ہے۔ کافروں کو جانوروں کی طرح ہانک کر لایا جائے گا۔ جب وہ جہنم کے دروازے پر پہنچیں گے، جہنم کے دربان تپتی ہوئی لوہے کی زنجیریں اور طوق لے کر ان کے سامنے آجائیں گے۔ بعض لوگوں کے منہ کے راستہ پیٹ میں زنجیر ڈالی جائے گی۔ جس کے منہ میں زنجیر ڈالی جائے گی، وہ اس کے پیروں کے راستے سے نیچے نکل جائے گی۔ اس کا بایاں ہاتھ گردن میں لپیٹ دیا جائے گا اور دایاں ہاتھ سینے میں دھنسا کر دل تک پہنچا دیا جائے گا اور دونوں کندھوں کو (زنجیروں سے) جکڑ دیا جائے گا۔ ہر انسان کے ساتھ اس کا ساتھی شیطان بھی بندھا ہوا ہوگا۔ انھیں منہ کے بل گھسیٹا جائے گا۔ جبکہ فرشتے ان کی کمر پر لوہے کے گرز برسا رہے ہوں گے۔

كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا. (الحج: ۲۲)

وہ جب اس (عذاب) سے گھبرا کر وہاں سے نکلنا چاہیں گے تو پھر واپس اسی میں دھکیل دیے جائیں گے۔

نبی کریم ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: یہ بتاؤ! کس دروازے (درجے) میں کون لوگ ہوں گے؟ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: سب سے نیچے والے درجے میں منافق، اور جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت پر آسمان سے اترنے والے دسترخوان پر ناشکری کی تھی۔ ان کے ساتھ ہی فرعون اور اس کی قوم ہوگی۔ اس درجے کا نام ''ھَاوِیَۃ'' ہے۔ اس سے اوپر والے درجہ میں مشرک لوگ ہوں گے، اس کا نام ''جحیم'' ہے۔ اس سے اوپر والے درجے میں مذہب کو نہ ماننے والے اور اللہ کے منکر ہوں گے، اس کا نام ''سَقَر'' ہے۔ اس سے اوپر والے درجہ میں ابلیس (شیطانوں کا سردار)، اس کے پیروکار اور آتش پرست (مجوسی)، اس کا نام ''لَظٰی'' ہے۔ اس سے اوپر والے درجے میں یہودی، اس کا نام ''حُطَمَۃ'' ہے۔ اس سے اوپر والے درجے میں نصرانی (عیسائی)، اس کا نام ''سعیر'' ہے۔'' اتنا بتا کر

جبرائیل علیہ السلام خاموش ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرائیل سے فرمایا: کیا سب سے اوپر والے درجے کے بارے میں نہیں بتاؤ گے، اس میں کون ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: اس میں آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں، جنھوں نے بڑے بڑے (کبیرہ گناہ) کیے اور مرتے دم تک توبہ نہ کی۔

یہ سن کر آپ ﷺ بے ہوش ہو کر گر گئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آپ کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ جب تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا، آپ نے فرمایا: جبرائیل! میرے لیے تو یہ بڑی پریشانی کی خبر ہے، اس نے تو مجھے بہت غمگین اور فکر مند کر دیا ہے۔ کیا واقعی میری امت کے لوگ بھی ایسے گناہ کریں گے، جن کی وجہ سے وہ جہنم میں جائیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: ہاں! آپ کی امت میں بھی ایسے بڑے بڑے گناہ کرنے والے موجود ہوں گے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ روئے اور جبرائیل بھی رونے لگے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے میں چلے گئے، اور لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا۔ صرف نماز کے اوقات میں حجرے سے نکلتے، نماز پڑھا کر اور کسی سے کوئی بات کیے بغیر واپس حجرے میں چلے جاتے۔ نماز میں بھی آپ روتے اور اللہ کے سامنے گریہ وزاری کرتے رہتے۔

جب تین دن اسی طرح گزر گئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے آئے اور دروازے پر آ کر کہا: اے رحمت و برکت والے گھر کے رہنے والو! السلام علیکم۔ کیا رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہو سکتی ہے؟ اندر سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ سر جھکائے ایک طرف بیٹھ کر رونے لگے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ انھوں نے اسی طرح سلام کیا اور ملاقات کی اجازت طلب کی۔ انھیں بھی کوئی جواب نہ ملا تو وہ بھی سر جھکائے ایک طرف بیٹھ کر رونے لگے۔ ان کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ آئے۔ انھوں نے بھی اسی طرح سلام کیا اور ملاقات کی اجازت مانگی، مگر کوئی جواب نہ ملا۔ وہ روتے ہوئے کبھی کھڑے ہوتے، کبھی بیٹھ جاتے۔ آخر وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے گھر سے اپنے ساتھ لے کر آئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے آپ ﷺ نے دروازہ کھلوا دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ ﷺ کی حالت دیکھی، انھیں بھی رونا آ گیا۔ آخر انھوں نے خود پر قابو پاتے ہوئے آپ ﷺ سے پوچھا: آپ پر اللہ کی طرف سے کیا کوئی اہم حکم نازل ہوا ہے؟

فرمایا: میرے پاس جبرائیل آئے تھے اور مجھے جہنم کا تفصیلی حال بتا کر گئے ہیں، اور یہ

بھی بتایا ہے کہ جہنم کے سب سے اوپر والے ساتویں درجہ میں میری امت کے بڑے بڑے
گناہ کرنے والے لوگ ہوں گے۔ بس اس بات کے غم نے مجھے نڈھال کر دیا ہے۔ حضرت
فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ان لوگوں کو جہنم میں کس طرح ڈالا جائے گا؟ فرمایا: ان میں
اور دوسرے جہنمیوں میں البتہ اتنا امتیاز (فرق) رکھا جائے گا کہ ان کے چہرے سیاہ نہیں کئے
جائیں گے، نہ ان کی آنکھوں پر نیلا رنگ کیا جائے گا۔ ان کے منہ مہر لگا کر بند نہیں کئے
جائیں گے۔ ان کو زنجیروں میں نہیں جکڑا جائے گا، نہ ان کے ساتھ ان کے شیطانوں کو
باندھا جائے گا، جیسے دوسرے جہنمیوں کے ساتھ ان کے شیطان بھی بندھے ہوں گے۔ مزید
فرمایا: مردوں کو فرشتے ان کی داڑھیوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے، اور عورتوں کو ان کی چوٹیوں اور
پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا جائے گا۔

جب میری امت کے جہنمی لوگ جہنم کے داروغہ کے سامنے پیش ہوں گے، وہ تعجب
سے انہیں دیکھتے ہوئے کہے گا: "یہ کیسے مجرم ہیں، نہ ان کے چہروں پر کالک (سیاہی) ملی گئی
نہ آنکھیں نیلی کی گئیں، نہ انہیں بیڑیاں پہنائی گئیں اور نہ ان کے ساتھ ان کے شیطان
بندھے ہیں" تو انہیں جہنم تک لانے والے فرشتے جواب دیں گے: ہمیں ایسا ہی حکم ملا تھا کہ
ان لوگوں کو اسی حالت میں لے جایا جائے۔ جہنم کا داروغہ پھر خود ان سے پوچھے گا: بدبختو! تم
کون ہو؟ یہ لوگ اس سے مرعوب (خوف زدہ) ہو کر سب کچھ بھول جائیں گے اور صرف اتنا
بتا سکیں گے کہ ہم اس امت میں سے ہیں، جس کے لیے قرآن نازل ہوا تھا اور اس پر
روزے فرض ہوئے تھے۔ جہنم کا داروغہ کہے گا: قرآن تو محمد ﷺ کی امت پر نازل ہوا تھا۔
اب انہیں یاد آئے گا اور کہیں گے: ہاں! ہم محمد ﷺ کے امتی ہیں۔ جہنم کا داروغہ ان سے
پوچھے گا: کیا قرآن میں ایسے احکام نہیں تھے، جو تمہیں اللہ کی نافرمانی اور گناہوں سے روکتے اور
تمہیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔ جب وہ آگ کے قریب پہنچیں گے، تو افسوس اور ندامت سے رونا
شروع کر دیں گے۔ جہنم کا داروغہ ان سے کہے گا: اگر تم اللہ کے عذاب کے خوف سے دنیا میں یہ
آنسو بہا لیتے تو کتنا اچھا تھا کہ گناہوں سے بچ جاتے اور یہاں تک پہنچنے کی نوبت ہی نہ آتی۔

آخر انہیں آگ کے سامنے ڈال دیا جائے گا۔ یہ لوگ کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ...... پڑھنا
شروع کر دیں گے تو ان کی طرف بڑھتے ہوئے آگ کے شعلے پیچھے ہٹ جائیں گے۔ آخر
جہنم کا داروغہ آگ سے پوچھے گا: تو انہیں جلاتی کیوں نہیں؟ آگ جواب دے گی: کیسے

جلاؤں! یہ لوگ کلمۂ طیبہ پڑھ رہے ہیں۔ آخر جب وہ بار بار حکم دے گا اور ہر بار یہی
جواب ملے گا تو کہے گا: تو جلا انہیں، کیونکہ اللہ کا یہی حکم ہے۔ یہ سن کر آگ ان کی طرف
بڑھے گی۔ کسی کے صرف قدموں کو جلائے گی۔ کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو کمر تک اور کسی کے
حلق (گردن) تک کے حصہ کو جلا ڈالے گی۔ جب چہرے کی طرف بڑھے گی تو جہنم کا
داروغہ آگ کو حکم دے گا: ان کے چہرے اور دل کو مت جلا، کیونکہ یہ اکثر رحمٰن کو سجدہ کیا
کرتے تھے، اور دل کو اس لیے بچا دے کہ یہ رمضان کے روزوں میں پیاسے رہتے تھے۔

یہ لوگ اسی طرح اس وقت تک جہنم میں رہیں گے، جب تک اللہ انہیں وہاں رکھنا
چاہے گا۔ اور جب اللہ کے حکم کی تعمیل ہو چکے گی، اللہ جبرائیل سے دریافت کرے گا: محمد کی
امت کے گناہگاروں کا کیا حال ہے؟ جبرائیل علیہ السلام جواب دیں گے: اے اللہ! تجھ سے
زیادہ ان کے بارے میں کون جانتا ہے۔ اللہ جبرائیل کو حکم دے گا: جاؤ دیکھو! ان کا کیا حال
ہے؟ جبرائیل علیہ السلام جہنم کے داروغہ کے پاس جائیں گے، جو جہنم کے بالکل درمیان میں
ایک آگ کی کرسی پر بیٹھا ہوگا۔ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھ کر احتراماً کھڑا ہو جائے گا اور پوچھے گا:
آپ کس سلسلے میں یہاں تشریف لائے ہیں؟ جبرائیل اس سے پوچھیں گے: محمد ﷺ کی امت
کے گناہگاروں کا کیا حال ہے؟ وہ جواب دے گا: بہت برا حال ہے اور سب ایک تنگ سی
جگہ میں بند ہیں۔ ان کے جسم کا سارا گوشت آگ نے جلا ڈالا ہے۔ صرف چہرہ اور دل
سلامت ہے، کیونکہ ان سے ایمان کا نور جھلک رہا ہے۔ جبرائیل اس سے کہیں گے: میں خود
ان کی حالت دیکھنا چاہتا ہوں۔ جہنم کا داروغہ اس سب سے اوپر والے درجہ کا دروازہ کھول
دے گا۔ یہ عذاب میں گرفتار لوگ جب حضرت جبرائیل کو دیکھ کر یقین کر لیں گے کہ ان کا
تعلق عذاب والے فرشتوں سے نہیں ہے، وہ پوچھیں گے: یہ نیک سیرت شخص کون ہیں، ان
کو ہم نے یہاں پہلے تو کبھی نہیں دیکھا۔ جہنم کا داروغہ انہیں بتائے گا: یہ اللہ کے سب سے
مقرب فرشتے جبرائیل ہیں، جو حضرت محمد ﷺ کے پاس اللہ کے احکامات (وحی) لے کر جایا
کرتے تھے۔ جب وہ لوگ حضور ﷺ کا نام سنیں گے تو سب بیک آواز چیخ کر کہیں گے:
اے جبرائیل! حضرت محمد ﷺ کو ہمارا سلام کہنا اور ہماری حالت انہیں بتا دینا۔

جبرائیل واپس آ جائیں گے اور اللہ کے حضور پیش ہو کر عرض کریں گے:
پروردگار! ان کا بہت برا حال ہے اور سب ایک تنگ سی جگہ میں قید ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا: انھوں نے کچھ اور بھی تم سے کہا ہے؟

جبرائیل کہیں گے: انھوں نے کہا ہے: حضرت محمد ﷺ کو ہمارا اسلام کہنا اور انھیں ہماری حالت بتادینا۔

اللہ حکم دے گا: جاؤ! جو کچھ کہا ہے وہ ان تک پہنچادو۔

جبرائیل حضور ﷺ کے پاس آئیں گے۔ آپ جنت کی ایک خیمہ نما عمارت میں مقیم ہوں گے، جو سفید موتیوں سے تعمیر ہوئی ہوگی۔ اس عمارت کے چار ہزار دروازے ہوں گے اور ہر دروازے کے کواڑ سونے کے ہوں گے۔ جبرائیل حضور ﷺ سے عرض کریں گے: آپ کی امت کے گناہگار لوگوں سے مل کر آرہا ہوں۔ انھوں نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ میں آپ کو ان کی پریشان حالی سے آگاہ کردوں۔

حضور نبی کریم ﷺ اسی وقت آکر اللہ کے عرش کے سامنے سجدے میں گر جائیں گے اور اللہ کی حمد وثنا اس انداز سے کریں گے، جس انداز سے آج تک کسی نے ثنا نہ کی ہوگی۔

اللہ آپ سے کہے گا: سر اٹھالو۔ جو مانگو گے دیا جائے گا۔ جس کی سفارش کروگے، منظور کی جائے گی۔ آپ عرض کریں گے: پروردگار! میری امت کے کچھ گناہگاروں کے واسطے تیرا یہ حکم ہوا تھا کہ انھیں جہنم میں ڈال کر عذاب دیا جائے۔ تیرے اس حکم کی تعمیل ہو چکی ہے۔ انھوں نے سزا بھگت لی ہے۔ میں ان کی رہائی کے لیے سفارش کرنے آیا ہوں۔ حکم ہو تو میں سفارش کروں؟ اللہ کہے گا: ہم نے تمہاری سفارش منظور کی۔ جاؤ! ہر اس شخص کو جہنم سے نکال کر لے آؤ، جس نے ''لا الہ الا اللہ'' کہا ہو۔

حضور ﷺ دوزخ کے داروغہ کے پاس تشریف لے جائیں گے۔ وہ آپ کو دیکھ کر احتراماً کھڑا ہو جائے گا۔ آپ اس سے دریافت کریں گے: میری امت کے ان بدنصیبوں کا کیا حال ہے؟ وہ بتائے گا: برا حال ہے اور سب ایک تنگ سی جگہ میں قید ہیں۔ آپ اسے حکم دیں گے: ان کے درجے کا دروازہ کھول دو اور پردے ہٹادو۔ عذاب میں گرفتار لوگ آپ کو دیکھ کر چیختے ہوئے کہیں گے: حضور! آگ نے ہمارے جسم جلادیے اور ہمارے کلیجے جھلسا دیے ہیں۔ آپ ﷺ ان سب کو وہاں سے نکالیں گے۔ ان کے جسم جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ ان کو جنت کے دروازے کے سامنے بہنے والی اس نہر پر لے جائیں گے، جس کا نام ''حیوان'' (آب حیات کی نہر) ہے۔ ان لوگوں کو اس میں نہلایا جائے گا، اور جب نہا کر

اس سے نکلیں گے تو بہت ہی حسین اور خوبصورت نوجوان ہوں گے، جن کی آنکھیں سرگیں ہوں گی اور چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ ان کی پیشانیوں (ماتھے) پر لکھا ہوگا، ''اللہ کے حکم پر جہنم سے رہائی پانے والے''۔ اور پھر یہ لوگ جنت میں چلے جائیں گے۔

دوسرے جہنمی ان کو اس طرح جنت میں جاتے ہوئے دیکھ کر کہیں گے: کاش ہم بھی مسلمان ہوتے، اور ان کی طرح ہم بھی اس عذاب (جہنم) سے چھوٹ جاتے۔ یہی مطلب ہے قرآن کریم کی اس آیت کا:۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ. (الحجر۔ ۲)

ایک وقت آئے گا جب وہ لوگ جو کفر کرتے رہے، حسرت سے کہیں گے: کاش! وہ بھی مسلمان ہوتے۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (قیامت کے فیصلے کے بعد) موت کو ایک سیاہ سفید (خاکستری) رنگ کے مینڈھے کی شکل میں لاکر جنتیوں اور دوزخیوں کو دکھایا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا: دیکھو یہ موت ہے، اچھی طرح پہچان لو۔ اس کے بعد اسے جنت اور دوزخ کے درمیانی میدان میں ذبح کردیا جائے گا، اور اعلان کردیا جائے گا: جنتیو! اب تم ہمیشہ اسی عیش وآرام میں رہوگے اور تمہیں کبھی موت نہ آئے گی۔

اور اے جہنمیو! اب تم ہمیشہ اسی طرح جہنم کی آگ میں جلتے رہوگے، موت کی تمنا بھی کروگے تو موت نہیں آئے گی۔

وہی وقت ہے، جس کو قرآن کریم میں اس آیت میں بیان کیا گیا ہے:۔

وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ. (مریم۔۳۹)

آپ ان (کافروں، نافرمانوں) کو اس دن سے ڈرائیں جب آخری فیصلہ کر دیا جائے گا اور یہ لوگ حسرت اور افسوس کرتے رہ جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں: ''کوئی شخص نعمت پاکر مغرور نہ ہو، ایک تیز نگاہ اسے دیکھ رہی ہے، یعنی جہنم، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ سَعِيرًا. (بنی اسرائیل: ۹۷)

ترجمہ: جب بھی اس کے شعلے ٹھنڈے پڑے، ہم نے انھیں زیادہ بھڑکا دیا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! جس نے محمد ﷺ پر قرآن نازل کیا، اہل جنت کے حسن و جمال میں روز بروز اس طرح اضافہ ہوتا رہے گا، جس طرح دنیا کی زندگی میں انسان پر بڑھاپا چھاتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا دیدار: حضرت صہیب ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے، ایک اعلان کیا جائے گا: اے جنت والو! اللہ نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا، اب وہ وعدہ پورا کیا جائے گا۔ اہل جنت پوچھیں گے: کیا؟ کونسا وعدہ؟ کیا ہمارے اعمال کا پلڑا جھک نہیں گیا تھا؟ ہمیں خوش نہیں کر دیا گیا تھا؟ کیا ہمیں جنت میں داخلہ نہیں دے دیا گیا، اور کیا گنہگاروں کو (سزا دے کر) جہنم سے نکال کر نہیں لایا گیا؟ (اہل جنت یہی سوچ رہے ہوں گے کہ) روئے انور سے پردہ اٹھے گا اور اہل جنت مسرت آمیز حیرت سے اس کی طرف تکتے رہ جائیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے، اس وقت اہل جنت کے لیے اس (دیدار) سے بڑھ کر کوئی چیز پسندیدہ اور محبوب نہ ہوگی۔''

جلوۂ خداوندی: حضرت انس بن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک صاف شفاف آئینہ (شیشہ) لے کر آئے اور حضور ﷺ کو پیش کیا۔ اس آئینہ کے درمیان ایک سیاہ نشان تھا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: اس آئینہ کے بارے میں اور اس کے درمیان جو سیاہ نشان ہے، اس کے متعلق کچھ بتائیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آئینہ جمعہ کا دن اور اس کے درمیان سیاہ نشان دعا کے قبول ہونے کی گھڑی ہے۔ یہ بخشش و برکت پہلی کسی امت کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہ فضیلت آپ کو اور آپ کے طفیل آپ کی امت کو عطا ہوئی ہے۔ جمعہ کے روز اس گھڑی میں مومن جو بھی دعا کرے گا، وہ قبول ہوگی۔ اور یہی ''یَوْمُ الْمَزِیْدِ'' (زیادہ بخششوں اور عنایتوں کا دن) بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یَوْمُ الْمَزِیْدِ'' کی پوری تفصیل بتائیں۔

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: جنت الفردوس میں ایک وسیع میدان ہے، جس میں ایک مشک (کستوری) کا ٹیلہ (ڈھیر) ہے۔ جمعہ کے دن اس میدان میں نور سے بنی ہوئی کرسیاں لگادی جائیں گی، جن پر انبیاء کرام علیہم السلام تشریف فرما ہوں گے۔ ان کے پیچھے سونے سے بنی

کرسیاں ہوں گی، جن میں یاقوت اور زبرجد جیسے قیمتی جواہرات جڑے ہوں گے۔ ان پر صدیق، شہید اور صالحین (نیک بندے) بیٹھیں گے۔ اور دوسرے جنتی لوگ اپنے اپنے کمروں سے نکل کر اس مشک کے ٹیلہ (ڈھیر) پر بیٹھ جائیں گے، اور سب مل کر اللہ کی حمد و ثنا کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ''مانگو مجھ سے جو مانگنا ہو۔'' وہ لوگ کہیں گے: ''ہمیں تیری رضا (خوشنودی) چاہیے۔''

اللہ فرمائے گا: ''میں تم سے خوش ہوں، تمہیں اپنے گھر (جنت) میں ٹھہرایا ہے۔ اس کے علاوہ اور مزید تم پر عنایتیں اور مہربانیاں کروں گا۔'' پھر انھیں اپنی ایک جھلک (جلوہ) دکھائے گا۔ لوگ اللہ کے حسن کی ایک جھلک دیکھ کر اتنے خوش ہوں گے کہ یہ جمعہ کا دن ان کا محبوب ترین (سب سے زیادہ پسندیدہ) دن بن جائے گا، کیونکہ اس دن ان پر اللہ کی خاص عنایت اور بخشش ہوتی ہے۔

اللہ کا دیدار: ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دے گا: ''میرے دوستوں کو کچھ کھلاؤ۔'' ان کے سامنے جو کھانے آئیں گے اور یہ لوگ کھائیں گے تو ہر لقمہ کا مزہ پہلے لقمہ سے مختلف اور زیادہ بہتر ہوگا۔ کھانے کے بعد اللہ فرشتوں کو حکم دے گا: ''انھیں کچھ پلاؤ۔'' تو پینے کے لیے جو مشروبات دیئے جائیں گے، ان کے ہر گھونٹ کا مزہ پہلے گھونٹ سے مختلف اور زیادہ عمدہ ہوگا۔ جب کھانے پینے سے یہ لوگ فارغ ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں تمہارا ''رب'' ہوں۔ میں نے تم سے کیا ہوا ہر وعدہ پورا کیا ہے۔ اب کچھ مانگو، میں تمہیں دوں گا۔'' لوگ (دو یا تین مرتبہ) کہیں گے: ''ہم تیری رضا (خوشی) چاہتے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں تم سے خوش ہوں اور میرے پاس تمہیں دینے کے لیے اور بھی، بہت کچھ ہے۔'' اس کے بعد اللہ اپنا دیدار کرائے گا۔ لوگ سجدے میں گر جائیں گے۔ کچھ دیر بعد اللہ حکم دے گا: ''اپنے سر اٹھا لو، یہ عبادت کا موقع نہیں ہے۔'' اللہ کے دیدار کی نعمت پا کر لوگ پچھلی ہر نعمت کو بھول جائیں گے۔ یہ دیدار کی دولت ان کے لیے سب سے بڑی اور پسندیدہ نعمت ہوگی۔

جب یہ لوگ وہاں سے روانہ ہوں گے تو عرش کے نیچے سے ہوا کا ایک لطیف جھونکا آئے گا اور اس سفید مشک کے ڈھیر کو فضا میں اڑا دے گا، جو ان کے سروں اور ان کی سواریوں

کے ماتھے پر جم جائے گی۔ جب یہ لوگ اپنے اہل وعیال میں پہنچیں گے تو ان کے اہل خانہ ان سے کہیں گے: "تم تو پہلے سے بھی زیادہ حسین اور خوبصورت دکھائی دے رہے ہو۔"

اہل جنت کی عمر اور ان کا قد: حضرت عکرمہ ؓ کہتے ہیں: اہل جنت مرد ہوں خواہ عورت، ایسے ہوں گے جیسے تینتیس ۳۳ سال کے جوان مرد وعورت (دنیا میں) ہوتے ہیں، اور ان کے قد حضرت آدم ؑ کے قد کے مطابق ساٹھ ۶۰ فٹ کے ہوں گے۔ وہ ہمیشہ جوان اور خوبصورت رہیں گے۔ ان کے پاس لباس کے ستر ستر جوڑے ہوں گے اور ہر جوڑے کا رنگ مختلف ہوگا، اور ہر جوڑا ایک گھنٹے میں ستر رنگ بدلے گا۔ میاں بیوی کے چہرے اتنے روشن ہوں گے کہ ایک دوسرے کے چہرے میں اپنا عکس (اپنی شکل) دیکھ لے گا۔ وہ جنت کی ہر نعمت کھائیں گے، مگر انھیں عام انسانی ضروریات پیش نہ آئیں گی، نہ ان کے منہ میں کسی طرح رطوبت یا تھوک پیدا ہوگا۔

حضرت زید ابن ارقم ؓ کہتے ہیں: ایک یہودی نے نبی کریم ﷺ سے کہا: آپ کہتے ہیں کہ جنتی لوگ کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی، جبکہ کھانے پینے سے فضلہ (گندگی) بھی پیدا ہوتا ہے، اور جنت میں گندگی کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے جواب دیا: "ہاں میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں (جس کے قبضہ میں میری روح ہے) جنت میں ایک مرد کی قوتِ ہاضمہ اتنی زیادہ ہوگی کہ وہ سو آدمیوں کے برابر خوراک کھا کر اسے ہضم کرلے گا، اور مردی قوت بھی سو مردوں کے برابر ہوگی۔ مگر اسے عام بشری حاجات پیش نہیں آئیں گی، کیونکہ اس کی ضرورت اس طرح پوری ہو جائے گی کہ فضلہ پسینہ کی شکل میں جسم سے نکل جائے گا، اور وہ پسینہ بھی مشک (کستوری) کی طرح خوشبودار ہوگا۔"

حضرت مغیث ابن سمی آیت "طُوبیٰ لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ" (الرعد-۲۹) (طوبیٰ ان کے لیے ہے اور کتنی اچھی قرارگاہ ہے) کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: طوبیٰ جنت میں ایک درخت ہے، جس کی شاخیں جنت کی ہر رہائش گاہ (مکان) پر سایہ کئے ہوئے ہیں اور شاخوں میں مختلف لذتیں رکھنے والے پھل لگے ہیں۔ اس پر بڑے بڑے پرندے بیٹھے ہیں۔ جب بھی کسی جنتی کا دل پرندے کا گوشت کھانے کے لیے چاہتا ہے، وہ مطلوبہ پرندے کو آواز

دیتا ہے اور پرندہ اس کے دسترخوان پر آجاتا ہے۔ اس کی ایک طرف کے گوشت کا مزہ خشک (بھنے ہوئے) گوشت کی طرح ہوتا ہے اور دوسری طرف کے گوشت کا مزہ شوربے دار گوشت جیسا ہوتا ہے۔ جنتی آدمی اپنی طبیعت کے مطابق اس میں سے گوشت لے کر کھائے گا اور پرندہ دوبارہ اپنی اصل حالت میں آکر اڑ جائے گا۔

جنت میں داخل ہونے والے: حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میری امت کا جو پہلا گروہ (جماعت) جنت میں داخل ہوگا، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ ان کے بعد آنے والوں کے چہروں کی چمک آسمان پر سب سے زیادہ چمکدار ستارے کی طرح ہوگی۔ اسی طرح درجہ بدرجہ سب لوگ داخل ہوتے جائیں گے، اور اپنی اپنی منزل (قیام گاہ) پر پہنچ جائیں گے۔ انھیں نہ پیشاب کی حاجت ہوگی نہ کوئی دوسری ضرورت پیش آئے گی۔ نہ وہ تھوکیں گے نہ انھیں ناک صاف کرنی پڑے گی۔ ان کے استعمال کی کنگھیاں سونے، اور عطردان موتیوں کے بنے ہوئے ہوں گے۔ ان کے جسم کا پسینہ مشک (کستوری) کی طرح خوشبودار ہوگا۔ ان سب کی عادات اور اخلاق ایک جیسے ہوں گے۔ ان کا قد اپنے باپ آدم ؑ کی طرح ساٹھ فٹ ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اہل جنت خوبصورت نوجوانوں کی طرح ہوں گے۔ سوائے سر بھنوؤں اور پلکوں کے ان کے جسم پر کہیں بال نہیں ہوں گے۔ یعنی نہ ان کی ٹھوڑی پر بال (داڑھی) ہوں گے نہ بغلوں میں۔ ان کا قد حضرت آدم ؑ کی طرح ساٹھ فٹ ہوگا۔ ان کی عمر حضرت عیسیٰ ؑ کی طرح تینتیس ۳۳ سال ہوگی۔ جسم کی رنگت سفید ہوگی اور لباس سبز ہوگا۔

اس کے سامنے کھانے کے وقت دسترخوان بچھایا جائے گا تو ایک پرندہ آئے گا اور اس سے کہے گا: اے اللہ کے ولی (محبوب بندے)! دیکھ! میں نے جنت کی نہر سَلْسَبِیْل کا پانی پیا ہے۔ عرش کے نیچے ریاض الجنۃ (جنت کے ایک باغ کا نام) میں چہکتا رہا ہوں۔ میں نے فلاں فلاں پھل کھائے ہیں۔ میری ایک طرف کے گوشت میں بھنے گوشت کا مزہ ہے اور دوسری طرف کے گوشت میں ہنڈیا میں پکے گوشت کا۔ وہ شخص اپنی خواہش کے مطابق

پرندے کے جسم سے گوشت لے لے گا۔

اس ولی کے پاس لباس کے سو جوڑے ہوں گے۔ ہر جوڑے کا رنگ مختلف ہوگا۔ ہاتھ کی انگلیوں میں دس انگوٹھیاں ہوں گی۔ ہر انگوٹھی پر لکھا ہوگا:۔

(۱) سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ. (الرعد:۲۷)

ترجمہ: تم نے زندگی صبر و شکر سے گزاری، اب یہاں سکون و آرام سے رہو۔

(۲) اُدْخُلُوْهَا بِسَلَامٍ اٰمِنِيْنَ.

ترجمہ: اس (جنت) میں بے فکر ہو کر داخل ہو جاؤ۔

(۳) تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (زخرف ۷۲)

ترجمہ: اپنے اعمال کی جزا (بدلے) میں تم اس (جنت) کے مالک بنا دیئے گئے ہو۔

(۴) رُفِعَتْ عَنْكُمُ الْاَحْزَانُ وَالْهُمُوْمُ

ترجمہ: تمہیں ہر طرح کے رنج و غم سے آزاد کر دیا گیا ہے۔

(۵) اَلْبَسْنَاكُمُ الْحُلِيَ وَ الْحُلَلَ.

ترجمہ: ہم نے تمہیں عمدہ لباس اور زیورات پہنا دیئے ہیں۔

(۶) وَ زَوَّجْنَاهُمُ الْحُوْرَ الْعِيْنَ عِيْنٍ. (الدخان: ۵۴)

ہم نے ایک خوبصورت آنکھوں والی حور کو تمہارا ساتھی بنا دیا ہے۔

(۷) وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِي الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ.

(حم سجدہ: ۳۱)

اس (جنت) میں ہر وہ چیز موجود ہے، جس کے لیے (یہاں کے رہنے والوں کا) دل چاہے، اور جسے (ان کی) آنکھیں دیکھنا پسند کریں۔

(۸) رَافَقْتُمُ النَّبِيِّيْنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ. (النساء. ۶۹)

ترجمہ: تم نبیوں اور صدیقوں کے ساتھ رہو گے۔

(۹) صِرتُم شبَابًا و لا تهرمون.

ترجمہ: تم جوان بن کر رہو، اب تم پر بڑھاپا نہیں آئے گا۔

(۱۰) سَكَنْتُمْ فِيْ جِوَارِ مَنْ لَا يُؤْذِيْ الْجِيرَانَ

ترجمہ: تم ایسے لوگوں کے پڑوس میں رہو گے، جو اپنے پڑوسی کو پریشان نہیں کرتے۔

جنت کے انعامات سے فیض یاب ہونے کے پانچ طریقے

لہٰذا جو شخص اللہ تعالیٰ کے ان انعامات سے فیض یاب ہونا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ ہر طرح کے گناہ سے پرہیز کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:۔

(۱) وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى.

(النازعات. ۴۰: ۴۱)

جس نے خود کو خواہشات سے بچائے رکھا، اس کی منزل جنت ہے۔

(۲) دنیا میں جتنا اپنی محنت اور جائز کوشش سے حاصل ہو جائے، اس پر صبر کرے اور دوسروں کے مال و دولت پر حرص اور لالچ سے نظر نہ ڈالے۔ حدیث میں آیا ہے:
"جنت کی قیمت دنیا (کے لالچ) سے پرہیز ہے۔"

(۳) اپنے دنیاوی معاملات میں جائز طریقے اختیار کرے اور اللہ کی عبادت کرتا رہے۔ ممکن ہے یہ چیزیں نجات اور حصولِ جنت کا ذریعہ بن جائیں، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (زخرف. ۷۲)

یہ جنت ہے، جس کے تم اپنے اعمال کے صلہ میں وارث (مالک) بنائے گئے ہو۔

جَزَاءً م بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. (السجدہ. ۱۷)

یہ بدلہ ہے ان کے عملوں کا۔

(۴) نیک لوگوں سے تعلق پیدا کرے۔ ان کی نصیحت آمیز باتیں سنے اور ان سے محبت کا رویہ رکھے، کیونکہ قیامت کے دن ان کی بخشش ہوگی تو وہ اپنے دوست احباب کی سفارش کریں گے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:۔

اَكْثِرُ الْاَخْوَانَ فَاِنَّ لِكُلِّ اَخٍ شَفَاعَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (حدیث)

اچھے لوگوں کو کثرت سے بھائی بناؤ، قیامت کے دن ہر بھائی اپنے بھائی کی سفارش کرے گا۔

(۵) کثرت سے اللہ سے دعا کرے کہ اللہ اسے جنت نصیب فرمائے اور ایمان پر موت آئے۔

عقلمندوں کا کہنا ہے: آخرت کے ثواب کا یقین ہوتے ہوئے دنیا کی رغبت بڑی نادانی ہے۔ آخرت میں اعمال کی جزا کا علم ہوتے ہوئے عمل نہ کرنا بہت بڑی محرومی (بدنصیبی) ہے۔

جنت میں آرام وسکون ہے، مگر اسی کے لیے جو دنیا میں اس کے حاصل کرنے کے لیے محنت کرلے۔ جنت کی دولت اور بے فکری اسے میسر آئے گی، جو دنیا میں مشقت اور تکلیف اٹھائے گا۔

ایک درویش کے بارے میں مشہور ہے کہ کچی سبزی صرف نمک لگا کر بغیر روٹی کے کھالیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے ان سے کہا: تم نے صرف سبزی کو اپنی خوراک بنا رکھا ہے، اور کچھ کیوں نہیں کھاتے؟ انھوں نے جواب دیا: میں دنیا کو جنت تک پہنچنے کا ذریعہ بنانا چاہتا ہوں، جبکہ تم لوگ دنیا کو صرف پیٹ بھر کر کھانے کی جگہ سمجھے ہوئے ہو۔ یعنی میں ضرورت کے مطابق اتنا ہی کھاتا ہوں کہ زندگی قائم رہے اور اللہ کی عبادت کرسکوں۔ شاید اس طرح اللہ میری مغفرت فرما کر مجھے جنت میں داخل کردے۔

حضرت ابراہیم ابن ادھمؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک دن وہ نہانے (غسل) کے ارادے سے ایک حمام پر گئے، مگر حمام والے نے انھیں اجرت نہ ملنے کے خیال سے حمام میں غسل کرنے سے منع کردیا۔ انھوں نے روتے ہوئے کہا: پروردگار! یہاں تو مجھے فاسق وفاجر لوگوں کی جگہ بھی مفت میں نہیں جانے دیا جاتا۔ تیری جنت میں مجھے مفت میں کیسے داخل ہونے دیا جائے گا، جو انبیاء اور صدیقین کی جگہ ہے۔

سابق انبیاء میں سے ایک نبی کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی، جس میں فرمایا: ’’اے انسان! تو بڑی سے بڑی قیمت دے کر دوزخ خرید لیتا ہے، مگر جنت کو کم قیمت ہونے کے باوجود نہیں خریدتا۔‘‘

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فاسق وفاجر آدمی اپنے دوستوں کی دعوت پر ہزاروں روپے خرچ کردیتا ہے (جو جہنم (دوزخ) خریدنے کے مترادف ہے)، لیکن ایک ضرورت مند یا محتاج کو ایک روپیہ دینا بھی اسے گراں گزرتا ہے، جس سے جنت خریدی جاسکتی ہے۔

حضرت ابو حازمؒ کہتے ہیں: اگر دنیا کی تمام پسندیدہ چیزیں چھوڑ دینے پر ہی جنت مل جاتی، اور یہاں کے تمام مصائب اور مشکلات جھیل کر دوزخ سے نجات پاجاتے تو بہت ہی سستا سودا تھا، مگر اللہ کا کرم دیکھیے، وہ کہتا ہے: ’’اگر تم اپنی مرغوبات (پسند کی چیزوں) کا ہزارواں حصہ بھی ترک کردو تو جنت میں داخل ہوسکتے ہو۔ اور مصائب کا ہزارواں حصہ بھی برداشت کرلو تو دوزخ سے رہائی مل سکتی ہے۔‘‘

حضرت یحییٰ ابن معاذ رازیؒ کہتے ہیں: ’’دنیا سے منہ موڑ لینا واقعی مشکل ہے، مگر اس کے لیے جنت سے منہ پھیر لینا بہت ہی مہنگا سودا ہے۔‘‘

تین مرتبہ جنت کی دعا اور تین مرتبہ دوزخ سے نجات کی دعا

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’جو شخص (دن میں) تین مرتبہ اللہ سے جنت مانگتا ہے، جنت (اس کے لئے) اللہ سے کہتی ہے: اے اللہ اسے جنت میں داخل کردے۔ اور جو شخص (دن میں) تین دفعہ دوزخ سے بچنے کی دعا کرتا ہے، دوزخ (اس کے لئے) کہتی ہے: اے اللہ! اسے دوزخ کی آگ سے دور رکھ۔

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں، وہ ہمیں دوزخ کی آگ سے دور رکھے اور جنت میں داخل فرمائے۔ (آمین)۔ جنت میں اگر اتنی بات ہی ہوتی کہ دوست احباب کی ملاقات ہی ہوجاتی تو یہ بھی اللہ کا بہت بڑا احسان تھا۔ مگر وہاں تو اہل جنت کے لیے آرام وآسائش کا ہر سامان مہیا کردیا گیا ہے۔

جنت کے بازار: حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’جنت میں بازار بھی ہیں، مگر وہاں لین دین یا خرید وفروخت نہیں ہوتی۔ وہاں لوگ جتھوں اور حلقوں کی شکل میں جمع ہوتے ہیں اور آپس میں اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، دنیا کیسی تھی۔ وہاں کس طرح لوگ اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ وہاں غریب کس طرح زندگی گزارتے اور مالدار لوگ کس طرح رہتے تھے۔ موت کے وقت کیا دشواریاں پیش آئیں اور ہم کن مشکلات سے گزر کر جنت تک پہنچے۔‘‘

پل صراط سے گزر کر جنت میں داخل ہونے والا آخری آدمی

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں: سب لوگ پل صراط پر سے گزرنے کے لیے دوزخ کے پاس کھڑے ہوں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کے مطابق پل صراط کو پار کرے گا۔ کوئی بجلی کی چمک کی طرح تیزی سے گزر جائے گا۔ کوئی ہوا کی طرح، کوئی اس طرح جیسے پرندہ اڑ جاتا ہے۔ بعض لوگ اس طرح گزریں گے، جیسے تیز رفتار گھوڑا سوار گزرتا ہے۔ کوئی اونٹ کی

رفتار سے، کوئی اس طرح جیسے انسان دوڑتا ہے۔ آخری انسان اس پر سے اس طرح گزرے گا کہ پل صراط پر مشکل سے اپنے دونوں پیروں کے انگوٹھے رکھ سکے گا۔ پل ٹیڑھا ہو چکا ہوگا اور اس کے تیز دندانے کانٹوں کی اوپر کی طرف ابھر آئے ہوں گے اور خود پل صراط کا کنارہ تلوار کی دھار سے تیز ہوگا۔ اس کے دونوں طرف فرشتے لوہے کے کانٹے لیے کھڑے ہوں گے، جو دوزخیوں کو ان کانٹوں میں مچھلی کی طرح پھنسا کر دوزخ میں پھینک رہے ہوں گے۔ اس طرح گنہگار دوزخ میں گرتے جائیں گے اور جنتی پل سے پار اتر کر جنت میں پہنچ جائیں گے۔

جب یہ آخری آدمی پل سے گزرے گا تو دونوں طرف کھڑے ہوئے فرشتے دعا کریں گے: پروردگار! اسے بچائیو۔ آخر وہ آدمی گزر جائے گا اور جنت میں داخل ہونے والا یہ آخری آدمی ہوگا۔ جب یہ آدمی پل صراط سے پار اتر جائے گا، جنت کی چار دیواری کا پھاٹک کھل جائے گا، وہ دیکھے گا، جنت میں اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا: پروردگارا! مجھے یہیں (دروازے پر) رہنے کی اجازت دے دے۔ اللہ فرمائے گا: اگر تجھے یہاں رہنے کی اجازت دے دوں تو کچھ اور مانگے گا؟ وہ کہے گا: تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم! پھر کچھ نہ مانگوں گا۔ اسے اجازت مل جائے گی۔ لیکن جب وہ جنت کی عمارات اور باغات کو دیکھے گا تو اسے اس طرح دروازہ پر پڑا رہنا کچھ اچھا نہیں لگے گا۔ وہ پھر اللہ سے عرض کرے گا: پروردگارا! مجھے وہاں تک پہنچا دے۔ اللہ فرمائے گا: تجھے وہاں پہنچا دیا تو پھر اور مانگے گا؟ وہ کہے گا: تیری عزت کی قسم کچھ نہ مانگوں گا۔ چار مرتبہ وہ اسی طرح کہے گا اور اللہ ہر بار اس کی درخواست قبول کرے گا۔ جب چوتھی مرتبہ اسے اس کی مطلوبہ جگہ پر پہنچا دیا جائے گا تو گو کہ جنت کی نت نئی نعمتوں کو دیکھ کر اس کو یہ جگہ بھی حقیر اور معمولی لگنے لگے گی، مگر وہ خاموش رہے گا۔ آخر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا: اب کچھ نہیں مانگے گا؟

وہ کہے گا: اب مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جا تجھے دنیا کی ساری دولت اور اس سے مزید دس گنا دولت عطا کرتا ہوں۔'' یہ اہل جنت میں سب سے کم درجہ کا آدمی ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ (راوی حدیث) کہتے ہیں: جب نبی کریم ﷺ یہ حدیث بیان فرماتے تو اتنا ہنستے کہ آپ کا پورا منہ کھل جاتا اور داڑھیں تک نظر آنے لگتیں۔

اور حدیث شریف میں یہ بھی آیا ہے: ''جنت میں داخل ہونے والی عورتیں اپنے اعمال کی بدولت حوروں سے افضل درجہ پائیں گی۔''

اللہ سے رحم کی امید

اللہ کی رحمت: حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ نے رحمت کو سو ۱۰۰ حصوں میں تقسیم کیا۔ ننانوے ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین کی تمام مخلوقات میں بانٹ دیا۔ یہ اسی کا اثر ہے، جس سے مخلوقات میں رحم کا جذبہ ابھرتا ہے۔ حتیٰ کہ گھوڑا (اور دیگر حیوانات) بھی اپنا پیر اپنے بچے سے بچا کر رکھتا ہے، اس ڈر سے کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔

حضرت حسن ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی سو ۱۰۰ رحمتیں ہیں۔ ان میں سے ایک اس نے زمین پر نازل کی اور زمین کی تمام مخلوق پر تقسیم کر دی، جسے قیامت کے دن واپس لے کر ننانوے ۹۹ رحمتوں میں شامل کر کے پوری سو ۱۰۰ کر لے گا اور ان سو رحمتوں کو اپنے فرمانبردار اور عبادت گزار بندوں کے لیے مخصوص کر دے گا۔

مصنفؒ (سمرقندی) کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اہل ایمان کے سامنے رحمت کا بیان اس لیے فرمایا کہ وہ اللہ کی حمد و ثنا کرتے رہیں اور اس کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر بجا لائیں اور نیک عمل کریں، کیونکہ نیک عمل سے لوگوں پر اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔ جیسے وہ خود فرماتا ہے:

إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ. (الاعراف: ۵۶)

ترجمہ: اللہ کی رحمت نیک لوگوں کے قریب ہی ہے۔

فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا. (الکہف: ۱۱۰)

ترجمہ: جو لوگ اللہ کی ملاقات (اللہ کے قرب) کے طالب ہیں، انھیں چاہیے کہ اچھے عمل (اچھے کام) کریں۔

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ. (الاعراف: ۱۵۶)

ترجمہ: میری رحمت ہر شئے پر چھائی ہوئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جب یہ آیت نازل ہوئی، ابلیس ملعون کو بھی اپنی بخشش کی امید پیدا ہوگئی، کیونکہ شئے میں وہ بھی شامل تھا۔ اور جب اس آیت کا اگلا

حصہ: فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ. (الاعراف ۔ ۱۵۶) ”میں اس (رحمت) کو ان لوگوں کے لیے (مخصوص کرکے) لکھ دوں گا، جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری آیات پر کامل یقین رکھتے ہیں۔“ نازل ہوا، ابلیس مایوس ہوگیا، لیکن یہودی و نصرانی (عیسائی) کہنے لگے: ہم بھی اللہ سے ڈرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور اس کی آیات پر ایمان بھی رکھتے ہیں، اس لیے ہم پر بھی اللہ کی رحمت ہوگی۔ لیکن اس سے اگلی آیت: اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ. (الاعراف ۔ ۱۵۷) ”جو اس نبی امی کی پیروی کرتے ہیں، جس کا ذکر ان کی کتابوں توراۃ اور انجیل میں بھی ہے۔“ تو یہودی اور نصرانی بھی اللہ کی رحمت سے مایوس ہوگئے (کیونکہ وہ نبی امی کی پیروی نہیں کرتے)۔ اس طرح اللہ کی رحمت مومنین (مسلمانوں) کے لیے مخصوص ہوگئی۔ لہٰذا اب ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرے، اس کی حمد و ثنا کرے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت عطا کی، جس کی وجہ سے اس کی رحمت بھی ہمارے لیے مخصوص ہوگئی، اور ساتھ ہی اللہ سے یہ دعا بھی کرتا رہے کہ وہ ہماری لغزشوں اور کوتاہیوں (خطاؤں) کو معاف فرمائے۔

جنت کے حقدار صرف مسلمان ہیں

ایک مومن کے دلائل

یحییٰ ابن معاذ رازیؒ کہتے ہیں: الٰہی! تو نے ہم پر اپنی ایک رحمت اسلام کی شکل میں نازل فرمائی، اور قیامت کے روز اپنی سو رحمتیں ہمارے لیے مخصوص فرما دے گا، تو ہم تجھ سے اپنی بخشش اور مغفرت کی امید کیوں نہ رکھیں۔ پروردگار! نیک اور فرمانبردار لوگوں کو تُو ثواب عطا فرمائے گا۔ گناہگاروں پر تیری رحمت ہوگی۔ میں اگرچہ تیرا فرمانبردار نہیں، مگر امید رکھتا ہوں، تُو مجھے بھی ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ گنہگار ہوں، مگر تیری رحمت کا امیدوار۔ پروردگار! تو نے جو جنت بنائی ہے، کافر پہلے ہی اس سے مایوس ہیں۔ فرشتوں کو اس کی ضرورت نہیں۔ نہ خود تجھے اس سے کوئی غرض ہے۔ تو پھر وہ جنت تُو ہمیں نہ دے گا تو کسے دے گا؟

اللہ کا خوف: حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ایک ایسا شخص بھی جنت میں داخل ہو جائے گا، جس نے کبھی کوئی نیک عمل نہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ اللہ کا خوف ہے۔ اس کی موت کا وقت جب قریب آیا، اس نے اپنے وارثوں (گھر والوں) کو وصیت کی: میں جب مر جاؤں، مجھے آگ میں جلا دینا اور ہڈیوں کا جو ڈھانچہ رہ جائے، اسے باریک پیس کر آدھا ہوا میں اڑا دینا اور آدھا سمندر میں بہا دینا۔ چنانچہ اس کے وارثوں نے ایسا ہی کیا۔ اللہ نے سمندر اور ہوا کو حکم دیا: اس کے ذرات جمع کرکے لاؤ۔ دونوں نے جمع کرکے پیش کر دیئے۔ اللہ نے اس سے پوچھا: تو نے ایسا کیوں کیا تھا؟ اس نے جواب دیا: پروردگار! یہ سب کچھ میں نے تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے کیا تھا (کہ میرے پاس کوئی نیک عمل نہیں، تیرے سامنے پیش ہوں گا تو نہ جانے تو مجھے کتنی سخت سزا دے)۔ اللہ نے اس پر اس کی مغفرت فرما کر اسے جنت میں بھیج دیا۔

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں

حضرت عطاءؒ ایک صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں: وہ (صحابیؓ) کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم چند آدمی ایک جگہ بیٹھے ہنسی مذاق میں مصروف تھے کہ نبی کریم ﷺ کا اس طرف سے گزر ہوا۔ ہمیں ہنستے ہوئے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم لوگ بے فکری سے ہنس رہے ہو، جبکہ دوزخ تمہاری تاک میں ہے۔“ یہ سن کر ہم پر ایسی شرمندگی اور مایوسی طاری ہوئی کہ ہم سر نہ اٹھا سکے۔ کچھ دور جا کر آپ ﷺ واپس آئے اور فرمایا: جبرائیل اللہ کا یہ فرمان لے کر آئے ہیں: ”میرے بندوں کو کیوں مایوس کرتے ہو۔“ اور ساتھ ہی یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

میرے بندوں کو بتا دو میں بہت معاف کرنے والا (اور) مہربان ہوں۔ اور یہ بھی انہیں سمجھا دو) میری گرفت (سزا) بھی بہت سخت ہے۔

سو آدمیوں کے قاتل کی توبہ

حضرت عبداللہؓ ابن یزید ابن عمرو ابن العاصؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کے سامنے کوئی گناہ اتنا بڑا نہیں، جسے وہ معاف نہ کر سکے۔ تم سے پہلی امت میں ایک شخص ننانوے ۹۹ قتل کرکے ایک راہب (عیسائیوں کا مذہبی پیشوا۔ پادری) کے پاس

پہنچا اور اس سے پوچھا: میں ننانوے قتل کر چکا ہوں اور اب توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس راہب (پادری) نے جواب دیا: تم جیسے قاتل کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی۔ اس نے اس (پادری) کو بھی قتل کر دیا۔ اب وہ سو قتل کا مجرم تھا۔ دوسرے راہب (پادری) سے جا کر پوچھا: سو قتل کر چکا ہو، میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ اس راہب (پادری) نے جواب دیا: گناہ تو بہت بڑا ہے، مگر بہر حال ناامید نہ ہو۔ یہاں قریب ہی دو بستیاں ہیں۔ ایک کا نام "بصریٰ" (اہل بصیرت اور نیک لوگوں کی آبادی) ہے اور دوسری بستی کا نام "کفرہ" (کافروں کی آبادی) ہے۔ بصریٰ کے باشندے نیک لوگ ہیں۔ اچھے کام کرتے ہیں۔ وہاں کوئی برا کام کرنے والا نہیں رہ سکتا۔ اور کفرہ والے نافرمان اور بدعمل لوگ ہیں۔ وہاں کوئی نیک آدمی نہیں رہ سکتا۔ تم اگر بصریٰ چلے جاؤ اور وہاں رہ کر نیک عمل کرو تو ممکن ہے تمہاری توبہ قبول ہو جائے۔

وہ شخص وہاں (بصریٰ) جانے کے ارادے سے چلا، مگر وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں اس کی موت ہو گئی۔ اس پر رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں بحث شروع ہو گئی کہ اسے کون لے کر جائے۔ آخر فرشتوں نے اللہ سے پوچھا۔ اللہ نے فرمایا: زمین کی پیائش کرلو۔ جدھر کا فاصلہ کم ہو، اس میں شامل کر دو۔ فرشتوں نے دونوں طرف کا فاصلہ ناپا۔ بصریٰ کا فاصلہ دوسری طرف سے ایک انچ کم تھا، اسے وہیں کے باشندوں میں شمار کر لیا گیا۔"

چار اہم باتیں: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تین باتوں کی سچائی پر میں قسم کھا سکتا ہوں اور چوتھی پر قسم کھا کر بھی میں سچا ہی رہوں گا:-

(۱) اللہ جسے دنیا میں اپنا دوست بنالے، قیامت کے دن بھی وہ اس کا دوست ہی رہے گا۔

(۲) اللہ کافر کو مسلمان کا ہم پلہ (برابر) نہیں کرے گا۔

(۳) دنیا میں جو شخص جن لوگوں (قوم) کو پسند کرتا ہے، قیامت کے دن انھیں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(۴) اللہ نے دنیا میں جس کے عیبوں پر پردہ ڈال دیا، قیامت کے روز بھی انھیں چھپائے رکھے گا۔

قرآن کریم کی چار آیتیں ایک مسلمان کے لیے کتنی قیمتی ہیں

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مسلمان کے لیے سورۂ نساء کی یہ چار آیتیں دنیا کی ساری دولت سے قیمتی ہیں:-

(۱) إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا. (النساء۔۴۸)

ترجمہ: اللہ اس بات کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کا شریک بنایا جائے۔ اس کے علاوہ وہ جس گناہ کو چاہے، معاف کر دے گا۔ جس نے اللہ کا شریک بنایا، اس نے بہت بڑا بہتان (جھوٹا الزام) باندھا ہے اور بڑا گناہ کیا ہے۔

(۲) وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا. (النساء۔۶۴)

ترجمہ: اگر یہ لوگ اس وقت جب ان سے گناہ سرزد ہوا تھا، آپ کے پاس آ جاتے اور اللہ سے (اپنے کیے پر) معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے تو یقیناً اللہ کو توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔

(۳) إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا. (النساء۔۳۱)

ترجمہ: اگر تم ان بڑے گناہوں (کبیرہ گناہوں) سے بچے رہے، جن سے تمہیں روکا (منع کیا) گیا ہے، ہم (اللہ) تمہارے چھوٹے گناہ معاف کر دیں گے، اور تمہیں باعزت مقام (جنت) تک پہنچا دیں گے۔

(۴) وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا.

ترجمہ: اور جو شخص کوئی برائی کر گزرے یا اپنی ذات پر ظلم کر بیٹھے (اس سے کوئی گناہ ہو جائے) پھر اللہ سے معافی کا خواستگار ہو (معافی چاہے)، وہ اللہ کو معاف کرنے والا (اور) مہربان ہی پائے گا۔

حضور ﷺ کبیرہ گناہوں کی معافی کی سفارش کریں گے

چھوٹے گناہ اللہ ویسے معاف کر دے گا

حضرت جابر ابن عبداللہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری سفارش ان امتیوں کے لیے ہوگی، جنھوں نے بڑے گناہ (کبیرہ گناہ) کیے ہوں گے اور جو میری اس شفاعت کا انکار کرتا ہے، میں اس کے لیے سفارش نہیں کروں گا۔''

حضرت جابر کہتے ہیں: جن لوگوں کے بڑے گناہ نہ ہوں گے، ان کے لیے سفارش کی ضرورت نہیں ہوگی (ان کے چھوٹے گناہ بغیر سفارش کے ہی معاف کر دیے جائیں گے)۔

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری شفاعت میری امت کے بڑے گناہگاروں کے لیے ہوگی۔ جس نے اس کا انکار کیا، اسے یہ نصیب نہ ہوگی۔''

جنت صرف اللہ کی رحمت سے مل سکتی ہے

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور ہم سے فرمایا: ابھی ابھی میرے پاس سے میرے دوست جبرائیل واپس گئے ہیں۔ انھوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے محمدؐ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے، اللہ کے ایک بندے نے ایک پہاڑ پر پانچ سو ۵۰۰ سال تک اللہ کی عبادت کی۔ اس پہاڑ کی کل لمبائی چوڑائی تیس ۳۰ فٹ تھی۔ اس پہاڑ کے چاروں طرف ہزاروں کلومیٹر تک سمندر ہی سمندر تھا۔ اس پہاڑ میں سے اللہ نے اس بندے کے لیے میٹھے پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا اور ایک انار کا درخت لگا دیا۔ اس میں روزانہ ایک عدد انار لگتا۔ یہ نیک آدمی روزانہ شام کو اس چشمہ پر جاتا، وضو کرتا اور انار توڑ کر کھا لیتا اور پھر نماز میں مصروف ہو جاتا۔ اس نے اللہ سے دعا کی: پروردگار! مجھے موت آئے تو سجدے کی حالت میں آئے۔ میرے جسم کو زمین کی مٹی یا کوئی دوسری چیز نہ کھائے اور قیامت کے دن مجھے اسی طرح سجدے کی حالت میں اٹھایا جائے۔ اللہ نے اس کی یہ دعا منظور کر لی۔ اور اب ہم جب آسمان سے اترتے یا واپس اوپر چڑھتے ہیں، اسے اسی طرح

سجدے کی حالت میں دیکھتے ہیں۔

ہمیں علمی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ قیامت کے دن جب اسے اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا، اللہ حکم دے گا: اسے میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو۔ وہ کہے گا: نہیں! بلکہ میری عبادت اور عمل کے صلے میں۔ اللہ فرشتوں کو حکم دے گا: میرے اس بندے سے میری نعمتوں کا حساب لو۔ حساب لیا جائے گا تو صرف آنکھوں کی بینائی (روشنی) کے حساب میں ہی اس کی پانچ سو سال کی ساری عبادت ختم ہو جائے گی، جبکہ ابھی سارے جسم کا حساب باقی ہوگا۔ اللہ حکم دے گا: اسے جہنم میں پھینک دو۔ فرشتے جہنم کی طرف لے کر چلیں گے تو وہ پکار کر کہے گا: پروردگار! مجھے اپنی رحمت سے جنت میں بھیج دے۔ اللہ حکم دے گا: اسے واپس لے آؤ۔ اور اسے اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا: میرے بندے! یہ تو بتا کہ جب تیرا کوئی وجود نہ تھا، تجھے کس نے پیدا کیا؟ وہ کہے گا: پروردگار! تو نے۔ پھر اللہ پوچھے گا: یہ تیرے کسی عمل کے صلے میں تھا یا میری رحمت سے؟ وہ کہے گا: پروردگار! تیری رحمت سے۔ پھر اللہ پوچھے گا: یہ طاقت کس نے تیرے جسم میں پیدا کی کہ تو پانچ سو سال تک عبادت کرتا رہا؟ وہ کہے گا: پروردگار! تو نے۔ اللہ پوچھے گا: اس پہاڑ پر تجھے کس نے پہنچایا، جسے چاروں طرف سے ہزاروں کلومیٹر تک سمندر نے گھیرا ہوا تھا۔ اس کھارے سمندر کے درمیان پہاڑ سے تیرے لیے میٹھے پانی کا چشمہ جاری کیا۔ تیری خوراک کے لیے ہر شام ایک انار مہیا ہوتا رہا۔ تو نے مجھ سے یہ درخواست کی کہ تیری روح سجدہ کی حالت میں قبض کراؤں۔ میں نے یہ بھی منظور کر لیا۔ تیرے لیے یہ سب کچھ کس نے کیا؟ وہ جواب دے گا: پروردگار! تو نے۔ اللہ آخر میں فرمائے گا: جب یہ سب کچھ میری رحمت سے ہوا تو آج بھی میں تجھے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرتا ہوں...... جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔

یہ داستان یہاں ختم ہوئی۔ (سمجھ لو) ہر چیز کا وجود اللہ کی رحمت سے وابستہ ہے۔

موت کے وقت مومن جو امید کرتا ہے

اللہ اسے عطا کر دیتا ہے

حضرت حسن ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''موت کے وقت مومن کے دل میں امید اور خوف، دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ اسے جس چیز کی امید ہوتی ہے، اللہ اسے

عطا کر دیتا ہے، اور جس چیز سے وہ خوف کھاتا ہے، اس سے اسے بچا لیتا ہے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کوئی شخص صرف اپنے عمل کی بنا پر نجات نہ پا سکے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: حضور! آپ بھی نہیں؟ فرمایا: "ہاں! میں بھی نہیں، مگر یہ کہ مجھ پر اللہ کی رحمت ہو جائے۔ آپس میں اتفاق رکھو۔ اپنی اجتماعی قوت کو قائم رکھو۔ صبح شام اور کچھ وقت رات کی تاریکی میں عبادت کے بعد دعا کرتے ہوئے اپنے مقصد کے لیے کوشش کرتے رہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔"

حضرت انس ابن مالکؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لوگوں کے سامنے دین کو آسان کر کے پیش کرو۔ انھیں سختی اور مشکل (باتوں) میں نہ پھنساؤ۔ انھیں خوشخبری سناؤ، نفرت نہ دلاؤ۔"

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں: قیامت کے روز اللہ کی طرف لوگوں پر اس قدر رحمت ہوگی اور اس کثرت سے نیک لوگ اپنے دوست احباب کی سفارش کریں گے کہ ابلیس ملعون بھی سر اٹھا کر دیکھے گا کہ شاید میری بھی بخشش ہو جائے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن عرش کی جانب سے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: اے امت محمدؐ اللہ تعالیٰ کے جو حقوق تمہارے ذمے تھے، وہ اس نے معاف کر دیے ہیں۔ اب تمہارے آپس میں ایک دوسرے پر جو حقوق ہیں، انھیں معاف کر دو یا معاف کرا لو اور میری رحمت سے جنت میں چلے جاؤ۔

حضرت فضیل ابن عیاضؒ کہتے ہیں: تندرست آدمی کے لیے اللہ کا خوف بہتر ہے اور جب وہ مرض موت میں مبتلا ہو جائے اور جسم میں کمزوری پیدا ہو جائے، اس وقت اس کے لیے اللہ سے رحمت کی امید لگانا مناسب اور افضل ہے، کیونکہ تندرستی میں وہ خوف خدا کی وجہ سے عبادت کر سکتا ہے، اور مرض کی حالت میں چونکہ کمزوری پیدا ہو جاتی ہے، عبادت نہیں کر سکتا، اس لیے اس وقت امید افضل ہے۔

حضرت ابو رواّدؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: وہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ حکم دیا: گناہگاروں کو خوشخبری سناؤ اور صدیقین (نبی پر بلا چون و چرا ایمان لانے والے) کو ڈراؤ۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا: گناہگاروں کو کس طرح خوشخبری

سناؤں اور صدیقین کو کیسے ڈراؤں؟ فرمایا: "گناہگاروں کو بتاؤ: میری بخشش کے سامنے کوئی گناہ بڑا نہیں (ہر گناہ معاف کر سکتا ہوں) اور صدیقین کو سمجھاؤ: اپنے عمل پر غرور اور گھمنڈ نہ کریں۔ میں اگرچہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں کروں گا، لیکن حساب لیا تو میرا حساب بڑا سخت ہے۔"

وہی (ابو رواد) ایک دوسری روایت بیان کرتے ہیں: اہل کتاب کے ایک عالم نے کہا: اللہ فرماتا ہے: "میں تمام حکمرانوں کا حکمران ہوں۔ ان کے دل میرے قبضے میں ہیں۔ جب میں کسی قوم سے خوش ہوتا ہوں، اس قوم کے حکمرانوں کے دلوں کو نرم کر دیتا ہوں، وہ اپنی رعایا کے ساتھ نرمی اور رحم کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اور جب میں کسی قوم سے ناخوش ہوتا ہوں، اس کے حکمرانوں کے دلوں کو سخت کر دیتا ہوں، وہ رعایا پر ظلم و تشدد کرتے ہیں۔ ایسے وقت پر حکمرانوں کو گالیاں نہ دو، بلکہ اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور مجھ سے دعا کرو۔ میں ان کے دلوں کو نرم کر دوں گا۔ وہ تم پر مہربان ہو جائیں گے۔"

اللہ کی گرفت اور اس کی رحمت

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اگر مومنوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کی گرفت (پکڑ) کتنی سخت ہے تو وہ جنت میں جانے کی امید چھوڑ بیٹھیں۔ اور کافروں کو اس کی رحمت کا اندازہ ہو جائے تو وہ اپنی بخشش سے مایوس نہ ہوں۔"

حضرت احمد ابن سہلؒ کہتے ہیں: میں نے یحییٰ ابن اکثم کو ان کی موت کے بعد خواب میں دیکھا۔ پوچھا: اللہ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انھوں نے بتایا: اللہ نے مجھے اپنے روبرو بلا کر کہا: بدبخت بوڑھے! دنیا میں کیا کر کے آیا ہے؟ میں نے عرض کیا: مجھے تیری طرف سے یہ تو نہیں بتایا گیا تھا۔ اللہ نے مجھ سے دریافت فرمایا: کیا بتایا گیا تھا تجھے میری طرف سے؟ میں نے عرض کیا: مجھے عبد الرزاق، انھیں معمر، انھیں زہری، انھیں حضرت عروہ اور انھیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انھیں نبی کریم ﷺ نے اور آپ ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا تھا کہ تو نے (اللہ) کہا ہے: "ایک مسلمان اگر اسلام کی حالت میں بوڑھا ہو جائے، میں اسے کسی گناہ پر سزا دینا چاہتا ہوں، لیکن پھر مجھے (اس کا بڑھاپا دیکھ کر) شرم آ جاتی ہے کہ اسے کیا سزا دوں۔" (یعنی شرم کی وجہ سے اسے سزا نہیں دیتا)۔ میں بھی ایک بوڑھا آدمی ہوں۔ اللہ نے فرمایا: "عبد الرزاق، معمر، زہری، عروہ، عائشہ رضی اللہ عنہا،

نبی ﷺ اور جبرائیل علیہ السلام سب نے سچ کہا ہے اور میں نے بھی سچ کہا تھا۔ یحییٰ ابن اکثم کہتے ہیں: پھر مجھے میرے دائیں طرف کھڑے ہوئے فرشتے کے ساتھ جنت میں بھیج دیا گیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے لیے گیا تو آپ کو روتے ہوئے پایا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: "جبرائیل آئے تھے اور یہ بتا کر گئے ہیں: اللہ ایسے مسلمان کو سزا دیتے ہوئے شرماتا ہے جو حالتِ اسلام میں بوڑھا ہو گیا ہو۔ (میں اس بات پر افسوس کرتے ہوئے رو رہا ہوں) پھر یہ بوڑھے مسلمان گناہ کرتے ہوئے کیوں نہیں شرماتے۔"

لہٰذا ضروری ہے خصوصاً بوڑھے آدمی کے لیے کہ وہ اللہ کی طرف سے اس عزت افزائی پر اس کا شکر ادا کرے، اللہ سے اور کراماً کاتبین (ہر انسان کے ساتھ دو فرشتے جو اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں) سے شرمائے۔ اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور اس کی طاعت و عبادت میں مصروف رہے، کیونکہ اس کا آخری وقت قریب آچکا ہوتا ہے۔ جس طرح کھیتی پک جانے پر کاٹ لی جاتی ہے اور تاخیر نہیں کی جاتی، اسی طرح کچھ پتہ نہیں کہ موت کا فرشتہ کب اس کی روح قبض کرنے آجائے۔ بوڑھا آدمی اللہ کی عبادت کرتے ہوئے اس دنیا سے جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا، جبکہ کہیں سایہ نہ ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جب اس کے عرش کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا، ان سات ۷ آدمیوں کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا:-

(۱) انصاف پسند حکمران۔ (۲) وہ نوجوان جس نے اللہ کی عبادت میں اپنی جوانی بتائی (صرف کی)۔ (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے (ایک وقت کی نماز جماعت سے پڑھ کر آئے تو دوسرے وقت کی نماز با جماعت کا انتظار رہے)۔ (۴) وہ دو دوست جن کی باہمی محبت صرف اللہ کے لیے ہو (اور کوئی دنیاوی غرض نہ ہو)۔ (۵) وہ آدمی جسے تنہائی میں اللہ کی یاد آئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ (۶) وہ شخص جس نے اتنی خاموشی اور رازداری سے صدقہ دیا کہ اس کے اپنے بائیں ہاتھ کو یہ معلوم نہ ہوا کہ دائیں ہاتھ نے کیا کچھ خرچ کیا ہے۔ (۷) وہ نوجوان جسے کوئی حسین و جمیل عورت دعوتِ گناہ دے اور وہ صرف اللہ کے خوف سے اس فعل سے انکار کر دے۔

بھلائی کے لیے کہتے رہو اور برائی سے روکتے رہو

حضرت اسماعیل ابن ابی حکیمؒ روایت کرتے ہیں: حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ نے فرمایا: اللہ بڑے لوگوں کے جرائم (گناہوں) کی وجہ سے عام لوگوں پر عذاب نہیں بھیجتا، مگر جب برائی عام ہو جائے اور گناہ سے روکنے کا کسی کو خیال نہ آئے اور لوگ گناہ کو گناہ سمجھنا چھوڑ دیں (جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے) تو پوری قوم پر اللہ کا قہر (عذاب) نازل ہوتا ہے۔" اس کے بعد انھوں نے بیان کیا: اللہ تعالیٰ نے یوشع ابن نون علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ اطلاع دی کہ میں تیری قوم کے چالیس ہزار نیک لوگوں اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کر دوں گا۔ حضرت یوشع علیہ السلام نے عرض کیا: بدکاروں کو ہلاک کر دینا تو ٹھیک، مگر نیک لوگوں کو کیوں ہلاک کیا جائے؟ اللہ نے فرمایا: اس لیے کہ ان لوگوں نے برے لوگوں کو برائی سے نہیں روکا، نہ انھیں میرا خوف دلایا، بلکہ ان کے ساتھ عام معاشرتی تعلقات قائم رکھے اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں بھی شریک رہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بھلائی کے کام کرنے کے لیے کہتے رہو، خواہ تم خود بھلائی کا کام نہ بھی کرتے ہو۔ اور برائیوں سے روکتے رہو، خواہ تم خود اس سے نہ رک سکتے ہو۔"

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ لوگ بھلائی کی چابی ہوتے ہیں۔ وہ بھلائی کے دروازوں کو کھولتے ہیں اور برائی کے دروازوں کو بند کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ برائی کی چابی ہوتے ہیں، جن کے ہاتھوں میں برائی کے دروازوں کو کھولنے اور بھلائی کے دروازوں کو بند کرنے کی چابیاں ہوتی ہیں۔ مبارک ہیں وہ جن کے ہاتھوں میں اللہ نے بھلائی کے دروازوں کو کھولنے اور برائی کے دروازے بند کرنے کی چابیاں دی ہیں۔ اور برباد ہو گئے وہ لوگ جن کو اللہ نے برائی کے دروازے کھولنے اور بھلائی کے دروازے بند کرنے کی کنجیاں (چابیاں) تھما دیں۔

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ بھلائی پر آمادہ کرتے رہتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں، وہ بھلائی کے دروازوں کو کھولنے اور برائی کے دروازوں کو بند کرنے کی کنجیاں (چابیاں) ہیں۔ وہ مومن ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ . (التوبہ: ۷۱)

ترجمہ: مومن (مسلمان) ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ (یہ) اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔

اور جو لوگ دوسرے لوگوں کو برائی پر آمادہ کرتے ہیں اور بھلائی کے کاموں سے روکتے ہیں، وہ منافق ہیں، اور قرآن کریم میں منافقوں کا اس طرح تعارف کرایا گیا ہے:۔

وَ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ. (التوبة: ۶۷)

ترجمہ: منافق مردوں اور منافق عورتوں کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے۔ وہ لوگوں کو برائی پر آمادہ کرتے ہیں اور بھلائی کے کاموں سے روکتے ہیں۔

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: بہتر عمل بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے، اور یہی بات ایک منافق کو ناگوار گزرتی ہے۔ جو شخص بھلائی کے لیے کہتا ہے، وہ مومن کی مدد کرتا ہے۔ اور جو برائی سے روکتا ہے، وہ منافق کو رسوا اور ذلیل کرتا ہے۔

سب سے اچھا عمل:

حضرت قتادہ ؓ بیان کرتے ہیں: (اس وقت کہ ابھی نبی اکرم ﷺ نے ہجرت نہیں فرمائی تھی اور مکہ ہی میں تھے) ایک شخص نے آ کر آپ ﷺ سے پوچھا: کیا آپ ہی اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا: "ہاں" اس نے پوچھا: کون سا عمل سب سے اچھا ہے؟ فرمایا: "اللہ پر (یقین کامل کے ساتھ) ایمان لانا۔" اس نے دوسرا سوال کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: "صلہ رحمی" (رشتوں کا لحاظ رکھنا)۔ اس کا تیسرا سوال تھا: اس کے بعد؟ فرمایا: "لوگوں کو اچھے کاموں کی ترغیب دینا اور برے کاموں سے روکنا۔"

اس کے بعد اس شخص نے پوچھا: کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے؟

فرمایا: "شرک" اس نے پوچھا: اس کے بعد؟ فرمایا: "قطع رحمی" (رشتوں کا لحاظ نہ رکھنا)۔ اس نے تیسرا سوال کیا: اس کے بعد؟ فرمایا: "لوگوں کو بھلائی کرنے پر آمادہ کرنا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ دینا۔"

بُروں میں اچھا کہلانا:

حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں: جب دیکھو، کسی عالم کی اس کے ہمسائے تعریف کرتے ہیں، سمجھ لو، وہ (عالم) انھیں غلط کاریوں سے نہیں روکتا اور ان کے گناہوں سے چشم پوشی کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن جریر ؓ اپنے والد کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس قوم میں کوئی شخص کھلے عام اللہ کی نافرمانی کرتا ہو اور لوگ منع کرنے کی طاقت رکھنے کے باوجود اسے منع نہ کریں، اللہ اس پوری قوم کو دنیا ہی میں عذاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔"

حدیث میں قدرت (طاقت) کی شرط ہے، لہٰذا جہاں اچھے لوگوں کا غلبہ ہو، وہاں برائی کو طاقت کے ذریعہ روکنا ضروری ہے، کیونکہ "خیر امت" ہونے کی حیثیت سے یہ ان کا فرض ہے۔ اس حدیث کی تائید قرآن کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ. (ال عمران: ۱۱۰)

تم (وہ) بہترین امت ہو، جو انسانوں کی بھلائی کے لیے پیدا کی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

آیت میں "معروف" اور "منکر" دو لفظ ہیں، جن کی تشریح یہ ہے:۔

مَعْرُوْف: وہ کام (عمل) جو قرآن و سنت اور عقل کی رو سے اچھا ہو۔

مُنْكَر: وہ کام (فعل) جو قرآن و سنت اور انسانی عقل کے خلاف ہو۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (ال عمران: ۱۰۴)

ترجمہ: تمہاری (مسلمانوں کی) ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہیے جو (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے۔ اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

بعض مفسرین نے اس آیت میں "منکم" کو زائد مانا ہے۔ اب اس کا مطلب یہ ہوگا: پوری مسلمان امت کا جماعتی حیثیت سے یہ فرض ہے کہ وہ دنیا کو برائی سے روکے اور بھلائی کی دعوت دے۔

اللہ نے سابقہ امتوں کی اس بنا پر مذمت کی ہے کہ انھوں نے برائی سے روکنا اور بھلائی کا حکم دینا چھوڑ دیا تھا:

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ. (المائدہ۔۷۹)

ترجمہ: وہ (اپنے اندر کے بدکاروں کو) ان برائیوں سے نہیں روکتے تھے، جو وہ کر رہے تھے۔

اور ایک دوسری آیت ہے:

لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ. (المائدہ۔۶۳)

ترجمہ: ان کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں، ان کے حق میں بہت برا ہے۔

گناہگار کو تنہائی میں سمجھایا جائے

کسی گنہگار کو تنہائی میں خاموشی سے سمجھانا زیادہ مناسب ہے، تاکہ وہ عام لوگوں کے سامنے شرمندگی سے بچ جائے۔

حضرت ابو درداء ؓ کا قول ہے: جس نے اپنے کسی بھائی کو لوگوں کے سامنے نصیحت کی، اس نے اسے رُسوا کردیا، اور جس نے تنہائی میں اسے سمجھایا، اس نے اسے رُسوائی سے بچا لیا۔ اگر وہ باز نہ آئے تو نیک لوگ اسے بلا کر ڈانٹ ڈپٹ کر کے بُری معصیت زندگی چھوڑ دینے پر مجبور کریں۔ اگر انھوں نے ایسا نہ کیا، یہ گناہ عام ہو جائے گا۔ یہ لوگ مجبور ہو جائیں گے اور گناہوں کے بڑھتے سیلاب کو نہ روک سکیں گے۔

سر چشمہ باید گرفتن بہ میل
چو پُر شد نہ شاید گرفتن بہ پیل

(سیلاب کے دہانے کو ابتدا میں معمولی کوشش سے بند کیا جا سکتا ہے۔ اگر بڑھ کر وہ دریا بن گیا تو پھر کوئی بڑی کوشش بھی اسے روکنے میں کامیاب نہ ہوگی)

غلط کار کو روکنا ضروری ہے

حضرت نعمان ابن بشیر ؓ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: "حقوق اللہ میں چشم پوشی کرنے والوں، حقوق کا لحاظ نہ رکھنے والوں اور حقوق کی حفاظت کرنے والوں کی مثال ان تین آدمیوں کی سی ہے، جو ایک سہ ۳ منزلہ کشتی کے اندر سمندر میں سفر کر رہے ہوں۔ تینوں ایک ایک منزل تقسیم کر لیتے ہیں۔ پہلی منزل والا پانی وغیرہ لانے کی تکلیف سے بچنے کے لیے کشتی کے اپنے حصہ (نچلے حصہ) میں سوراخ کرنا چاہتا ہے۔ دوسری منزلوں والے جب اسے یہ کرتے دیکھتے ہیں تو ان میں سے ایک کہتا ہے: دفع کرو، اپنے حصہ میں سوراخ کر رہا ہے، ہمیں کیا۔ مگر دوسرا کہتا ہے: نہیں اسے روکو، اس نے کشتی کی تہہ میں سوراخ کر دیا تو ساری کشتی میں پانی بھر جائے گا اور ہم سب غرق ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں اگر انھوں نے اسے روک دیا تو سب بچ جائیں گے، اور نہ روکا تو سب غرق ہوں گے۔"

حضرت ابو درداء ؓ کہتے ہیں: بھلائی کی طرف بلاتے رہو اور برائی سے روکتے رہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تم پر ظالم حکمرانوں کو مسلط کر دے گا، جو تمہارے بڑوں کی عزت کریں گے نہ تمہارے چھوٹوں پر رحم کھائیں گے۔ پھر تمہارے نیک لوگ بھی دعا کریں گے تو قبول نہ ہوگی۔ مدد مانگو گے، مگر کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا۔ اللہ سے اپنے گناہ معاف کراؤ گے، مگر وہ معاف نہیں کرے گا۔ تمہیں چاہیے کہ برائیوں سے روکتے رہو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اپنا عذاب تم پر نازل کر دے گا۔ اس وقت تم اسے پکارو گے، وہ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔

حضرت علی ؓ روایت کرتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے جو لوگ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈرنے لگیں، ان سے الگ ہو جاؤ۔"

حضرت ابو سعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص کسی برائی کو دیکھے، اسے ہاتھ سے روکے، یہ نہ کر سکے تو زبان سے منع کرے۔ یہ بھی نہ کر سکے تو دل میں اسے برا سمجھے۔ اور یہ سب سے کم درجہ ایمان کی علامت ہے۔"

بعض علماء نے کہا ہے: ہاتھ سے روکنا حکومت کا کام ہے۔ زبان سے منع کرنا علماء کا،

اور دل میں اسے برا سمجھنا عام لوگوں کے لیے ہے۔ مطلب یہ کہ ہر ایک پر درجہ بدرجہ فرض ہے کہ برائی کو مٹانے کی کوشش کرے۔

برائی کی سرکوبی صرف اللہ کی رضا کے لیے ہو

امر بالمعروف (بھلائی کی تبلیغ) کے مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا یہ کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے اور دین کی سربلندی کے لیے ہو، اپنی کوئی ذاتی غرض نہ ہو۔ اگر نیک نیتی سے یہ کام صرف اللہ کے لیے ہوگا تو اللہ اس کی مدد کرے گا اور اس راہ کی مشکلات کو دور کردے گا۔ اور اگر اس کام میں اس کی اپنی ذاتی غرض شامل ہوگی تو اسے رسوائی اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اس سلسلے میں حضرت عکرمہ ؒ کی ایک روایت ہے۔

حضرت عکرمہ ؒ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے دیکھا کہ لوگ ایک درخت کی پوجا کر رہے ہیں۔ وہ اس درخت کو کاٹنے کی غرض سے کلہاڑا اٹھا کر اپنے گدھے پر سوار ہوکر چل دیا۔ راستے میں شیطان اسے انسانی شکل میں ملا۔ اس نے اس سے پوچھا: کدھر کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: اس راستہ میں ایک درخت ہے۔ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اس درخت کی پوجا کرتے ہیں۔ میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اپنے گدھے پر سوار ہوکر جاؤں گا اور کلہاڑے سے اس درخت کو کاٹ کر پھینک دوں گا۔ آج میں اسی ارادے سے نکلا ہوں۔ شیطان نے اس سے کہا: چھوڑ دفع کر، تجھے اس کو کاٹ کر پھینک دینے سے کیا ملے گا؟ ان دونوں میں جھگڑا شروع ہوگیا، حتیٰ کہ مار پیٹ تک نوبت پہنچ گئی۔ اس شخص نے شیطان کو تین مرتبہ اٹھا اٹھا کر زمین پر پٹخا۔ شیطان جب اس پر اس طرح قابو نہ پاسکا تو اس شخص سے کہا: تجھے اس درخت کو کاٹنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اپنے گھر واپس چلا جا، تجھے روزانہ صبح کو تیرے تکیہ کے نیچے سے چار درہم (روپے) مل جایا کریں گے۔ ان سے اپنا گزارہ کرنا۔ اس شخص نے شیطان سے پوچھا: تو اس کی ذمہ داری لیتا ہے؟ شیطان نے جواب دیا: ہاں! میں ذمہ دار ہوں۔ اس شخص نے کلہاڑا کندھے پر رکھا اور گدھے پر سوار ہوکر واپس چلا آیا (گویا اپنے جذبۂ خدا پرستی کو چار درہم کے عوض بیچ آیا)۔

وہ دوسری صبح سو کر اٹھا۔ تکیہ کے نیچے سے اسے چار درہم مل گئے۔ مگر یہ سلسلہ دو یا تین دن تک چلا۔ پھر درہم ملنے بند ہوگئے تو وہ کلہاڑا اٹھا اور گدھے پر سوار ہوکر پھر درخت

کو کاٹ دینے کے ارادہ سے چل دیا۔ پھر راستہ میں شیطان مل گیا۔ پوچھا: کدھر جارہا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس درخت کو کاٹنے، جس کی لوگ پوجا کرتے ہیں۔ شیطان نے کہا: اب تو اسے نہیں کاٹ سکتا۔ پہلی مرتبہ جب تو اسے کاٹنے کی نیت سے چلا تھا، اس وقت تو یہ کام اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کرنا چاہتا تھا۔ اگر تو اس وقت اپنے اسی جذبے پر قائم رہتا تو اسے کاٹ سکتا تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت تجھے اس کام سے نہ روک سکتی تھی۔ مگر اب تو درہم (روپے) نہ ملنے کی وجہ سے اسے کاٹنے چلا ہے۔ جا واپس چلا جا، ورنہ میں تیری گردن اڑا دوں گا (تجھے قتل کردوں گا)۔ یہ سن کر وہ شخص اپنا سا منہ لے کر (شرمندہ ہوکر) واپس چلا آیا، اور اس درخت کو نہ کاٹ سکا، جو گمراہی کا ذریعہ بنا ہوا تھا۔

مبلغ کے لیے پانچ شرطیں:

لہٰذا مبلغ کے لیے پانچ چیزیں ضروری ہیں:۔

(۱) "علم": کیونکہ علم کے بغیر کوئی بھی نیک عمل اپنے ضروری تقاضوں کے مطابق انجام نہیں دیا جاسکتا۔

فان فقیهاً واحداً متورعا اشد علی الشیطان من الف عابد

(ایک متقی عالم دین، شیطان پر ایک ہزار جاہل تہجد گزاروں سے بڑھ کر ہوتا ہے)

(۲) جس نیک کام کو انجام دینے کا ارادہ کرلے، اس میں اس کی کوئی ذاتی غرض شامل نہ ہو، بلکہ یہ عمل اللہ کو خوش کرنے اور دین کی سربلندی کے لیے ہو۔

(۳) جسے سمجھانا اور سیدھے راستہ پر ڈالنا مقصود ہو، اس سے نرمی اور خوش اخلاقی سے بات کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا تھا، انھیں یہی نصیحت فرمائی تھی:۔

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا (طٰہٰ: ۴۴) اس سے نرمی سے بات کرنا۔

(۴) مبلغ کے اندر صبر و تحمل ہو۔ سورۂ لقمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ (لقمان۔۱۲)

ترجمہ: اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے روک۔ (اس راہ میں) جو دشواری (مشکل) پیش آئے تو اس پر صبر کر۔

(۵) جس نیک کام کی طرف دوسروں کو رغبت دلانا مقصود ہو، بہتر ہے وہ کام خود بھی کرتا ہو، تاکہ (کسی کی طرف سے اعتراض کی صورت میں) اسے شرمندہ نہ ہونا پڑے، اور اس کا مصداق نہ بنے، جسے قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ (البقرہ۔۴۴)

لوگوں کو بھلائی کی دعوت دیتے وقت خود کو کیوں بھول جاتے ہو (یعنی خود بھی بھلے کام کرو)

امت محمدی کے بے عمل خطیب

حضرت انس ابن مالک ؓ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: معراج کی شب جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا، میں نے دیکھا (ایک جگہ) کچھ لوگوں کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا: یہ آپ کی امت کے وہ خطیب (مقرر) ہیں، جو دوسروں کو بھلائی اور نیک کام کرنے کے لیے کہا کرتے تھے، لیکن خود ان باتوں پر عمل نہیں کرتے تھے، حالانکہ وہ کتاب (قرآن) کی تلاوت بھی کرتے رہتے تھے۔ کیا ان لوگوں میں عقل نہ تھی، یا یہ قرآن کو سمجھ کر نہیں پڑھتے تھے۔ یعنی وہ قرآن کو پڑھتے تھے، مگر وہ اس کے مفہوم و مطلب سے بے خبر تھے۔

حضرت قتادہ ؓ کہتے ہیں: ہمیں بتایا گیا کہ توراۃ میں یہ لکھا ہے: اے انسان! تو (زبان سے) میرا ذکر کرتا رہتا ہے اور (دل سے) مجھے بھولا ہوا بھی ہے۔ لوگوں کو میری طرف آنے کی دعوت دیتا ہے اور خود مجھ سے پرے بھاگتا ہے۔ تیرے اس بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں (میری گرفت میں ضرور آئے گا)۔

حضرت ابو معاویہ قرازی اپنی سند سے بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "آج تم اللہ کے احکامات پر عمل کررہے ہو۔ بھلائی کی تبلیغ کرتے اور برائی سے روکتے ہو۔ اور اللہ کی راہ میں جہاد بھی کرتے ہو۔ لیکن کچھ عرصہ بعد تم میں تبدیلی آجائے گی۔ تم میں دنیا کی حرص بڑھ جائے گی۔ اس وقت تم بھلے کاموں کی دعوت دینا اور برے کاموں سے روکنا چھوڑ دو گے۔ اور اللہ کے لیے جہاد کو چھوڑ کر دوسرے کاموں میں اپنی محنت و کوشش کو صرف

کرنے لگو گے۔ ایسے وقت میں جو لوگ قرآن و سنت پر صحیح معنوں میں عمل کریں گے، ان کا درجہ ان سب سے پہلے مسلمانوں کے برابر ہوگا، جنھوں نے اسلام کی خاطر ہجرت کی اور اس کی مدد کی تھی۔" (یعنی مہاجرین و انصار کے برابر)۔

اپنے دین کی حفاظت کے لیے ہجرت

حضرت حسن ؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایک علاقہ (وطن) سے دوسرے علاقہ کی طرف ہجرت کی، خواہ وہ اس نیت سے ایک بالشت بھر ہی چلا ہو (اور پھر اسے موت آجائے)، اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ اور جنت میں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے شام کی طرف ہجرت کی تھی، جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح کیا گیا ہے:۔

وَ قَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (العنکبوت۔۲۶)

ترجمہ: اور کہا ابراہیم نے میں اپنے رب کے لیے ہجرت کررہا ہوں جو زبردست دانائی و حکمت والا ہے۔

اور قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں اس کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:۔

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ (الصافات۔۹۹)

میں اپنے رب کی طرف جارہا ہوں۔ وہ مجھے سیدھی راہ پر ڈال دے گا۔
یعنی میں اس کے حکم کی تعمیل میں، اس کی رضا کی خاطر گھر چھوڑ رہا ہوں۔

اور نبی کریم ﷺ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی سرزمین (ملک) سے ہجرت کرتا ہے، جہاں اس کے لیے اللہ کی عبادت کرنا مشکل ہو، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کرتا ہے اور جنت میں ان کے ساتھ ہوگا۔
اور ایسے مہاجر کے متعلق باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا (النساء۔۱۰۰)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول (کے حکم کی بجا آوری) کے لیے ہجرت کرتا

ہے پھر (درمیانِ راہ) اسے موت آ جائے، اللہ پر اس کا ثواب لازم ہو گیا۔ اور اللہ (تو پہلے ہی عطاو) بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

لیکن ایسے ملک سے جہاں اسے اللہ کی عبادت سے نہ روکا جاتا ہو، وہ اگر ہجرت نہ کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر اس کے باشندے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں، لیکن چونکہ اس شخص میں اتنی قوت نہیں کہ انھیں روک سکے تو اپنے دل میں ان کے گناہوں سے نفرت کرتا رہے۔ اس کے لیے اتنا ہی کافی ہے، کیونکہ وہ مجبور ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں: اگر تم میں سے کوئی شخص ایسی حالت یا ایسی جگہ پر ہے، جہاں وہ گناہ کے روکنے پر قادر نہ ہو، وہ گناہ سے اپنے دل میں نفرت کرتا رہے، دلوں کا حال اللہ بہتر جانتا ہے۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ بھی منقول ہے، وہ کہتے ہیں: جو شخص کسی منکر (گناہ) کو دیکھے، مگر اسے روک نہ سکتا ہو، وہ تین مرتبہ یہ کہہ دے: ''اے اللہ! یہ گناہ ہے (اور میں اسے روک نہیں سکتا) تو اس پر میری گرفت نہ کیجو۔'' اگر اس نے یہ کہہ دیا، اسے امر بالمعروف (بھلائی کا حکم دینا) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) کا ثواب مل جائے گا۔

حضرت ثعلبہ خشنی ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ (قرآن) ''اے اہل ایمان! اپنی ذات کی فکر کرو۔'' (اپنا دامن بچاؤ) کا مطلب دریافت کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ثعلبہ! (آپس میں) ایک دوسرے کو بھلائی کی طرف بلاتے رہو اور برائی سے روکتے رہو۔ جب دیکھو کہ دنیا داری کا غلبہ ہے، لوگ لالچ میں پھنس چکے ہیں، اور ہر آدمی کسی دوسرے کی بات سننے کی بجائے صرف اپنی رائے اور اپنے خیال کو ترجیح دیتا ہے، اس وقت اپنی فکر کرو، اپنا دامن بچاؤ۔ تمہارے بعد بڑا کٹھن اور دشوار وقت آنے والا ہے۔ اس وقت جو ان باتوں پر عمل کرے گا، جن پر تم (صحابہ رضی اللہ عنہم) عمل کر رہے ہو، اس کے لیے سو عاملوں کا ثواب ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: اُس دور کے پچاس عاملوں کا ثواب ملے گا یا ہمارے دور کے عاملوں کا؟ فرمایا: ''تمہارے دور کے پچاس عاملوں کے برابر ثواب ملے گا۔''

حضرت ابو حازمؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوبکر ؓ کو یہ کہتے سنا ہے: تم یہ آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ (قرآن) پڑھتے، مگر اس سے غلط مطلب اخذ کرتے ہو:

اے اہل ایمان! (اے مسلمانو!) اپنی فکر کرو۔ جب تمھیں ہدایت مل گئی، کوئی گمراہ (آدمی) تمھیں نقصان نہیں پہنچا سکتا (گمراہ نہیں کر سکتا)۔ تم سب کو لوٹ کر اللہ کے سامنے جانا ہے۔
میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''کسی قوم میں گناہ ہو رہا ہو اور لوگ اسے مٹانے اور ختم کرنے کی کوشش نہ کریں، اللہ ایسی قوم پر عمومی عذاب بھیج دیتا ہے۔''

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا۔ (الفرقان۔۶۸)

اور وہ لوگ جو شرک نہیں کرتے نہ کسی کو ناحق قتل کرتے ہیں اور زنا سے بچتے ہیں۔ اور جو ایسا کرتا ہے، وہ (گناہ میں پھنس گیا) اس کی سزا پائے گا۔
میں یہ تینوں جرم کر چکا ہوں۔ کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟
اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جو حضور ﷺ نے وحشی کو لکھ کر بھیج دی:۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ۔ (الفرقان۔۷۰)

مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور پھر اچھے اعمال کرتا رہا۔ یہ لوگ وہ ہیں، جن کی برائیوں کو اللہ نیکیوں میں تبدیل کر دے گا۔
اس پر وحشی نے لکھ کر بھیجا: اس آیت میں نیک عمل کرنے کی شرط ہے، اب معلوم نہیں میں کوئی نیک عمل کر بھی سکوں گا یا نہیں؟
اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور وحشی کو لکھ کر بھیجی گئی:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ (النساء۔۱۱۶)

یقیناً اللہ اس کو معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے، اس کے علاوہ جس کا چاہے ہر گناہ معاف کر دے گا۔
اس پر وحشی نے لکھا: اس آیت میں لمن یشاء (جسے وہ چاہے) کی قید ہے۔ پتہ نہیں مجھے اللہ بخشنا چاہے گا یا نہیں۔
اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور اسے لکھ کر بھیج دی گئی:۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (الزمر: ۵۳)

(اے پیغمبر! ان سے) کہہ دیں: اے میرے بندو! اگر تم اپنی ذات پر ظلم کر چکے (گناہ کر بیٹھے ہو) اللہ کی رحمت سے مایوس کیوں ہوتے ہو۔ اللہ تمام گناہ معاف کر دے گا۔ وہ بہت معاف کرنے والا (اور) مہربان ہے۔

اس آیت میں کوئی شرط نہ تھی۔ چنانچہ وحشی ؓ مکہ سے مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔

توبہ کب تک قبول ہو سکتی ہے؟

حضرت عبدالرحمن سلمیؒ بیان کرتے ہیں: میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا: میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے: "جس نے اپنی موت سے آدھے دن پہلے توبہ کر لی، اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔" (راوی کہتے ہیں) میں نے اس سے پوچھا: کیا تم نے خود رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ اس نے جواب دیا: "ہاں" اسی وقت ایک دوسرے شخص نے کہا: میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے: "جو شخص اپنی موت سے ایک گھنٹہ پہلے توبہ کر لے، اس کی توبہ اللہ قبول کرے گا۔" پھر اسی مجلس میں ایک تیسرے شخص نے کہا: میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے سنا ہے: "جو شخص سانس اکھڑنے سے پہلے توبہ کر لیتا ہے، اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔"

حضرت محمد ابن مطرفؒ کہتے ہیں: اللہ فرماتا ہے: "انسان پر تعجب ہے، گناہ کرتا ہے اور مجھ سے معاف کرنے کے لیے کہتا ہے۔ میں معاف کر دیتا ہوں۔ وہ پھر گناہ کرتا ہے، میں پھر معاف کر دیتا ہوں۔ حیرت ہے، وہ نہ گناہ چھوڑتا ہے نہ میری رحمت سے مایوس ہوتا ہے۔ میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں، میں نے اسے بخش دیا ہے۔"

حضرت مغیث ابن سمی بیان کرتے ہیں: اسلام سے پہلے ایک امت میں ایک شخص ایک عادی چور تھا۔ ایک مرتبہ جب وہ چوری کے ارادے سے چلا، راستہ میں اپنی گزشتہ زندگی کے بارے میں سوچنے لگا (یعنی کہ اس نے کیسی پُر معصیت زندگی گزاری ہے اور کل اللہ کو کیا جواب دے گا) یہ سوچتے ہوئے اس نے تین مرتبہ کہا: "اللہ معاف کر دے" اور یہ کہتے ہی اس کی موت واقع ہو گئی۔ اللہ نے اسے معاف کر دیا۔

حضرت مکحولؒ بیان کرتے ہیں: میں سنا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آسمان کی سیر کے لیے لے جایا جا رہا تھا، اثنائے راہ انھوں نے ایک آدمی کو زنا کرتے دیکھا۔ اس کے لیے بد دعا کی، وہ مر گیا۔ پھر ایک شخص کو چوری کرتے دیکھا۔ اس کے لیے بد دعا کی۔ وہ بھی ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ابراہیم! میرے ان بندوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ میرے ہر بندے کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) وہ توبہ کر لے، میں اسے معاف کر دوں گا۔ (۲) اس کی نسل میں نیک لوگ پیدا ہو جائیں، جو میرے عبادت گزار ہوں اور یا (۳) اس کی بدبختی اسے جہنم تک پہنچا دے۔"

اللہ کی رحمت سے کافر ہی مایوس ہو سکتا ہے

اوپر بیان کردہ روایت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اللہ کی رحمت سے کسی حالت میں مایوس نہیں ہونا چاہیے، اور قرآن کریم میں اللہ خود فرماتا ہے:-

اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ. (یوسف۔۸۷)

بے شک اللہ کی رحمت سے کافروں کے علاوہ کوئی مایوس نہیں ہوتا۔

قرآن کی ایک دوسری آیت ہے:-

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ. (الشوریٰ۔۲۵)

وہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

لہٰذا بندہ کو چاہیے، وہ اللہ سے توبہ کرتا رہے اور گناہ پر اصرار نہ کرے، کیونکہ توبہ کرنے والا گناہ پر شرمندہ ہوتا ہے۔

حضرت ابو بکر ؓ روایت کرتے ہیں: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص توبہ کرتا ہے، وہ گناہ پر اصرار نہیں کرتا، خواہ وہ گناہ اس سے ستر مرتبہ ہو جائے۔" (وہ ہر دفعہ توبہ کر لے)۔

ایک دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: "بخدا! میں ایک دن میں سو مرتبہ اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔" حضرت علی ؓ کہتے ہیں: جب بھی میں نے حضور ﷺ سے کوئی بات سنی، اس سے مجھے اللہ نے نفع ہی بخشا۔ اگر کوئی دوسرا شخص میرے سامنے حضور ﷺ سے منسوب کر کے کوئی بات کہتا، میں اسے قسم دیتا۔ اگر وہ قسم کھا لیتا، میں اس کی بات کو صحیح مان لیتا تھا۔

حضرت علی ؓ کہتے ہیں: حضرت ابو بکر ؓ نے مجھے یہ حدیث سنائی: رسول اللہ

نے فرمایا: "جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے، پھر وہ صحیح طریقے سے وضو کر کے دو رکعت نماز (نفل) پڑھ کر اللہ سے (اپنے کیے پر نادم ہو کر) معافی مانگ لے، اللہ اس کا گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (النساء۔۱۱۰)

جو شخص کوئی خطا یا گناہ کر بیٹھے، پھر وہ اللہ سے معافی چاہے تو وہ اللہ کو معاف کر دینے والا مہربان ہی پائے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

وَ الَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ (آل عمران۔۱۳۵۔۱۳۶)

ترجمہ: اور وہ لوگ کہ جب وہ کوئی بڑی برائی کی بات کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جان کو (گناہ میں پھنس کر) مصیبت میں ڈال لیتے ہیں، فوراً انھیں اللہ یاد آتا ہے اور وہ (اس سے) اپنے گناہ پر معافی کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اور اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے (بلکہ نادم ہوتے ہیں) کیونکہ انھیں معلوم ہے کہ اللہ کے سوا کون ہے جو ہمارا گناہ معاف کرے۔ یہی لوگ ہیں، جن کے لیے ان کے رب کی طرف سے (گناہوں سے) معافی ہے اور (انعام میں) ایسی جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ لوگ ان جنتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور (دیکھو) کیا اچھا بدلہ (اجر) ہے۔ اچھے عمل کرنے والوں کا۔

حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب ابلیس ملعون کو اللہ نے جنت سے نکالا، اس وقت اس نے کہا: اے اللہ! تیری عظمت اور تیری عزت کی قسم! میں آدم کی اولاد (انسان) کا اس وقت تک پیچھا نہ چھوڑوں گا، جب تک اس کی روح اس کے جسم سے نہ نکل جائے (یعنی مرتے دم تک)، تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: "مجھے بھی اپنی عزت و عظمت کی قسم! میں بھی اپنے بندے پر توبہ کا دروازہ بند نہیں کروں گا، جب تک کہ موت کے وقت اس کی سانس نہ اکھڑنے لگے۔" (یعنی آخری لمحات تک)۔

حضرت امامہ باہلی ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"کراماً کاتبین (انسان کے ساتھ نیکی بدی لکھنے والے دو فرشتے) میں سے دائیں جانب والا فرشتہ بائیں جانب والے فرشتہ کا افسر ہے۔ بندہ جب کوئی نیکی کرتا ہے، دائیں جانب والا فرشتہ ایک کی بجائے دس نیکیاں لکھتا ہے۔ اور جب بندہ کوئی برائی کرتا ہے اور بائیں جانب والا فرشتہ اسے لکھنا چاہتا ہے تو دائیں جانب والا فرشتہ اسے روک دیتا ہے۔ وہ چھ یا سات گھڑی (گھنٹہ) تک اسے نہیں لکھتا۔ اگر بندہ اس عرصہ میں اپنی اس غلطی (برائی) پر اللہ سے معافی مانگ لیتا ہے تو کچھ نہیں لکھا جاتا اور معافی نہ مانگی تو اس بندے کے اعمال نامے میں ایک غلطی لکھ دی جاتی ہے۔"

انسان اگر توبہ کرلے تو ایسا ہو جاتا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ." (حدیث)۔
گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے، جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہ ہو۔

ایک دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: "بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے، وہ اس وقت تک نہیں لکھا جاتا، جب تک وہ کوئی دوسرا گناہ نہ کرلے۔ جب دوسرا گناہ کرتا ہے، وہ بھی نہیں لکھا جاتا۔ پھر تیسرا گناہ بھی نہیں لکھا جاتا۔ یہاں تک کہ پانچ گناہ ہو جاتے ہیں۔ ان پانچ گناہوں کے بعد اگر وہ کوئی نیک عمل کرلیتا ہے تو اس کی دس نیکیوں میں سے پانچ گناہوں کے مقابلہ میں لکھ کر گناہ ختم کر دیے جاتے ہیں اور پانچ نیکیاں اس کے اعمال نامے میں لکھ دی جاتی ہیں۔ اس وقت ابلیس ملعون (شیطان) چیختا ہے: میں انسان پر کیسے قابو پاؤں، میں بڑی محنت و کوشش کے بعد اس سے پانچ گناہ کراتا ہوں، مگر اس کی ایک نیکی اس کے پانچوں گناہوں کو ختم کر دیتی ہے (اور میری ساری محنت پر پانی پھر جاتا ہے)

توبہ کا دروازہ: حضرت صفوان ابن عسال مرادی ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مغرب کی جانب ایک دروازہ ہے، جس کی چوڑائی چالیس یا ستر سال کے سفر کے برابر ہے۔ جس کا نام اللہ نے "توبہ کا دروازہ" رکھا ہے۔ وہ ہر وقت کھلا رہتا ہے اور اس وقت

تک بند نہ ہوگا، جب تک قیامت سے قبل سورج مشرق کی بجائے مغرب سے نہ نکلنے لگے۔"

حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ آیت فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا. (بنی اسرائیل۔۲۵) (بے شک وہ توبہ کرنے والوں کی خطائیں معاف کردینے والا ہے) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو بار بار گناہ کرتے اور بار بار توبہ کرتے ہیں۔

نیک انسان کی پہچان: کسی بزرگ کا قول ہے: اللہ کے نیک بندے کی پہچان یہ چھ باتیں ہیں: (۱) اللہ کا ذکر سن کر اسے خوشی ہوتی ہے۔ (۲) اپنی تعریف کو وہ پسند نہیں کرتا۔ (۳) اللہ کی آیات پر غور وفکر کرتا ہے اور ان سے عبرت پکڑتا ہے۔ (۴) دل میں گناہ کے خیال کو نہیں آنے دیتا۔ (۵) اللہ کی طرف سے معافی کا ذکر سن کر خوش ہوجاتا ہے۔ (۶) اپنے گناہوں پر اللہ سے معافی مانگتا ہے۔

سچی توبہ: حضرت امام زہری بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: عمر! کیوں رو رہے ہو؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ کے دروازے کے باہر ایک نوجوان کو زاروقطار روتے دیکھ کر مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ اس کو روتے دیکھ کر مجھے بھی رونا آ گیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اندر لے آؤ۔ نوجوان اندر آ گیا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیوں رو رہے ہو؟ اس نے جواب میں کہا: حضور! میرے گناہ حد سے بڑھ گئے ہیں اور اب ڈر رہا ہوں کہ اللہ مجھ پر ناراض ہوگا۔

آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: کیا تو نے کوئی شرک کیا ہے؟

اس نے جواب دیا: نہیں۔

آپ ﷺ نے پوچھا: کسی کو قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تیرا گناہ معاف کر دے گا، خواہ وہ ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں سے بھی بڑا ہو۔

اس نوجوان نے عرض کیا: حضور! میرا گناہ سات آسمانوں، سات زمینوں اور اونچے اونچے پہاڑوں سے بھی بڑا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرا گناہ اللہ کی کرسی سے بھی بڑا ہے؟

اس نے کہا: میرا گناہ کرسی سے بھی بڑا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا گناہ بڑا ہے یا اللہ کا عرش؟

اس نے کہا: میرا گناہ عرش سے بھی بڑا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرا گناہ بڑا ہے یا تیرا معبود؟ (اللہ یعنی اللہ کی معافی کی طاقت)

اس نے کہا: اللہ بلند و برتر (بڑا) ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "بڑے گناہ کو رب عظیم ہی معاف بھی کرے گا۔" عظیم سے آپ کا مطلب تھا، وہ "بڑا" جس کی بڑائی سب پر چھائی ہوئی ہو۔

پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: بتا! تیرا گناہ کیا ہے؟

اس (نوجوان) نے عرض کیا: میں ایک کفن چور ہوں۔ سات سال سے میرا یہی پیشہ ہے۔ نئے نئے مرنے والوں کی قبر کھول کر ان کے کفن نکال لیتا ہوں۔ ابھی پچھلے دنوں ایک انصاری کی نوجوان بیٹی فوت ہوئی تھی۔ میں نے اس کی قبر کھول کر کفن کھینچ لیا اور وہاں سے چل دیا۔ پھر مجھ پر شیطان سوار ہوا۔ واپس گیا اور اس مردہ لڑکی سے بدفعلی (زنا) کی۔ فارغ ہوکر تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ وہ لڑکی زندہ ہوکر کھڑی ہوگئی اور مجھے کہا: افسوس ہے نوجوان! تجھے قیامت کے دن فیصلے کرنے والے (اللہ) سے حیا نہ آئی، جو ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے گا۔ تو نے مجھے اس مُردوں کی بھیڑ میں ننگا کر کے چھوڑ دیا ہے اور مجھے گندہ (ناپاک) کر دیا ہے۔ اب میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے اسی حالت میں پیش ہوں گی۔

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ اس نوجوان پر جھپٹے اور اسے گردن سے پکڑ کر یہ کہتے ہوئے باہر نکال دیا: بدکار تجھ سے بڑا جہنمی کون ہوگا، چل دفع ہو یہاں سے۔

وہ نوجوان چلا گیا اور چالیس دن تک رات کی تاریکی میں توبہ واستغفار کرتا رہا۔ چالیس دن کے توبہ واستغفار کے بعد اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یہ دعا کی: اے محمد، آدم اور حوا کے معبود (اللہ)! اگر تو نے میر گناہ معاف کر دیا ہے تو محمد ﷺ اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو اس کی اطلاع پہنچا دے یا پھر آسمان سے آگ بھیج دے جو مجھے جلا کر بھسم کر دے اور مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

راوی کہتے ہیں: جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس آئے، آپ کو سلام کیا اور عرض کیا: آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے۔ آپ نے جواب میں فرمایا: وہ خود سلام ہے، ہر طرح کی سلامتی اسی کی طرف سے ہے اور ہر سلام لوٹ کر اسی کی طرف جاتا ہے۔

اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اللہ آپ سے پوچھتا ہے: کیا مخلوق کو آپ نے پیدا کیا ہے؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: مجھے اور ساری مخلوق کو اسی (اللہ) نے پیدا کیا ہے۔

کیا آپ ان کو روزی پہنچاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: مجھے اور ان سب کو اللہ ہی روزی دیتا ہے۔

کیا آپ ان کی توبہ قبول کرتے ہیں؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: میری اور سب کی توبہ اللہ ہی قبول کرتا ہے۔

اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اللہ کہتا ہے: میں نے اپنے اس بندے کو معاف کر دیا ہے، آپ بھی اسے معاف کر دیں۔

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے اس نوجوان کو بلا کر اسے خوشخبری سنائی کہ اللہ نے اسے معاف کر دیا ہے۔

اس روایت سے ہر صاحب ہوش آدمی کو عبرت حاصل کرنی چاہیے اور اسے معلوم ہونا چاہیے کہ زندہ عورت کے ساتھ زنا کرنا مردہ عورت سے زنا کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اگر کسی سے ایسا گناہ ہو جائے تو اسے فوراً توبہ کر لینی چاہیے اور یہ توبہ سچی اور دل سے ہونی چاہیے، کیونکہ سچی توبہ اللہ قبول کر لیتا ہے۔ اس نوجوان نے سچی توبہ کی اور اللہ نے اسے قبول کر لیا۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد: گناہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم ان گناہوں کی ہے، جن میں حقوق اللہ کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔ ایسے گناہوں کی توبہ یہ ہے کہ ایسا کوئی گناہ ہو جائے تو اللہ کے سامنے زبان سے استغفار کیا جائے، دل میں نادم ہو اور آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا عہد کیا جائے۔ اگر بندے نے اس طرح توبہ کی تو امید ہے اللہ تعالیٰ اس کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اس کا گناہ معاف کر دے گا۔ لیکن اگر بندے نے اللہ کی طرف سے عائد کردہ کوئی فرض چھوڑا ہوا ہے تو اس کی توبہ اس وقت تک قبول نہ ہوگی، جب تک وہ فرض ادا نہ کر دے۔

دوسری قسم ہے، حقوق العباد میں معصیت۔ اگر کسی بندے کا حق مارنے کا گناہ ہے تو اس کی توبہ اس وقت تک قبول نہ ہوگی، جب تک کہ جس بندہ کا حق مارا ہے، اس کا حق ادا نہ کر دیا جائے یا اس سے معاف نہ کرا لیا جائے۔

ایک تابعی بزرگؒ کہتے ہیں: ایک بندہ سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے، پھر وہ مسلسل ندامت و افسوس کے ساتھ توبہ کرتا رہے اور اسی حالت میں اس کی موت ہو جائے اور وہ جنت میں داخل ہو جائے تو شیطان کہتا ہے: بہتر تھا میں اس سے وہ گناہ ہی نہ کراتا۔ یہ تو اس پر افسوس وندامت کے اظہار سے بھی جنت میں چلا گیا۔

تین باتوں میں تاخیر جائز نہیں: حضرت ابوبکر واسطیؒ کہتے ہیں: ہر معاملہ میں سوچ و بچار اور سستی ہو سکتی ہے (جو ایک اچھی عادت ہے)، مگر تین باتوں میں سستی و تاخیر کسی طرح جائز نہیں ہے۔ (۱) نماز کا وقت ہو جانے پر نماز میں۔ (۲) میت کو دفن کرنے میں۔ اور (۳) توبہ کرنے میں۔

توبہ کی قبولیت کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں

ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ توبہ کرنے والے کو ان چار باتوں کو دھیان میں رکھنا چاہیے۔
(۱) اپنی زبان کو فضول باتوں، غیبت اور جھوٹ سے روک لے۔ (۲) اپنے دل میں کسی سے حسد اور عداوت (دشمنی) نہ رکھے۔ (۳) برے لوگوں کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دے اور (۴) اپنے پچھلے گناہوں پر نادم ہو کر اللہ سے مغفرت کی دعا کرتا رہے اور عبادت کرتے ہوئے موت کی تیاری کرے۔

توبہ قبول ہونے کی نشانیاں: ایک بزرگ سے پوچھا گیا: توبہ قبول ہونے کی پہچان کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: کسی توبہ کرنے والے شخص کی توبہ قبول ہونے کی چار نشانیاں ہیں:
(۱) ایسا شخص برے لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا چھوڑ دیتا ہے۔
(۲) وہ ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کرتا اور عبادات کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔
(۳) دنیاوی عیش و آرام کی اس کی نظر میں کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ اسے صرف آخرت کی فکر ہوتی ہے۔
(۴) اس کا دل مال و دولت کی طلب سے بے نیاز ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کے رزق کی ذمہ

داری اللہ لے لیتا ہے۔ اور ان اعمال میں لگ جاتا ہے، جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔
جس شخص کے اندر یہ باتیں نظر آئیں، سمجھ لو، اس کی توبہ قبول ہوگئی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ. (البقرہ۔۲۲۲)

اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اگر کوئی شخص گناہ سے توبہ کر کے نیکی کی راہ اختیار کر لے تو عام لوگوں کو چاہیے کہ اسے پرانے گناہ یاد دلا کر شرمندہ نہ کریں

عام لوگوں کو چاہیے ایسے شخص سے تعلقات میں چار چیزوں کا خیال رکھیں:۔

(۱) اس کے ساتھ محبت سے پیش آئیں، کیونکہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔
(۲) دعا کریں کہ اللہ اسے توبہ پر قائم رکھے۔
(۳) اسے پرانے گناہ یاد دلا کر شرمندہ نہ کریں۔
(۴) اس کے ساتھ عام معاشرتی تعلقات قائم رکھیں۔ اس کے ساتھ بیٹھیں، بات چیت کریں اور اس کی مدد کریں۔

ایسے شخص کو اللہ بھی ان چار انعامات سے نوازتا ہے:۔

(۱) اللہ اسے گناہ سے اس طرح پاک کر دیتا ہے، جیسے اس نے کبھی گناہ کیا ہی نہ ہو۔
(۲) اللہ اس سے محبت کرتا ہے۔
(۳) اس پر شیطان غلبہ نہیں پا سکتا، اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے۔
(۴) موت سے پہلے اسے آخرت کے عذاب سے مامون (بے خوف) کر دیتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ. (حٰم سجدہ۔۳۰)

ان پر فرشتے نازل ہوتے اور خوشخبری دیتے ہیں کہ خوف نہ کھاؤ، فکر مند نہ ہو (تمہارے واسطے) جنت (میں داخلے) کی خوشخبری ہے، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے۔

حضرت خالد ابن معدانؒ کہتے ہیں: ایسے لوگ جن کی توبہ قبول ہو چکی ہوگی، جنت میں داخل ہوتے وقت کہیں گے: ہمیں تو اللہ نے کہا تھا کہ تمہیں دوزخ سے گزار کر جنت میں لایا جائے گا۔ اس کے جواب میں انھیں بتایا جائے گا: تم لوگ دوزخ سے گزر آئے ہو، اس وقت دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

حضرت حسن ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کو (زنا کی سزا میں) رجم (سنگسار) کرایا اور پھر اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: آپ نے اسے رجم کرایا اور پھر اس کی نماز جنازہ بھی پڑھی؟

نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: "اس نے ایسی توبہ کی ہے، جس سے ایسے ستر گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔" (یعنی اس کی توبہ حقیقی توبہ تھی اور حقیقی توبہ کرنے والا گناہ سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے، جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو)

مومن کو اس کے پچھلے گناہ پر شرمندہ نہ کرو ورنہ تم بھی اس گناہ میں پھنس جاؤ گے

ایک روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے کسی مومن کو اس کے پچھلے گناہ پر شرمندہ کیا، اس کی مثال ایسی ہی ہے، جیسے اس نے خود یہ گناہ کیا ہو، اور اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اس گناہ میں پھنسا دے گا، اور اسے اس وقت تک موت نہ آئے گی، جب تک اس گناہ میں پھنس کر بدنام نہ ہو جائے۔

مومن دانستہ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ. (الحجرات:۷)

ترجمہ: اس (اللہ) نے کفر، بے حیائی کی باتوں اور گناہ کو تمہارے (مومنین) کے لیے ناگوار شے بنا دیا ہے۔

وہ نادانستہ اور بھول چوک میں کسی گناہ میں پھنس جاتا ہے، لہٰذا اسے اس پر شرمندہ کرنا مناسب نہیں۔ اور پھر جب وہ اس سے توبہ کر لے، اس کے بعد اسے شرمندہ کرنا اور بھی بری بات ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: جب بندہ گناہ سے توبہ

کر لیتا ہے اور اللہ کے ہاں توبہ قبول ہو جاتی ہے، انسان کا اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے (کراماً کاتبین) اس گناہ کو بھول جاتے ہیں۔ انسان کے اپنے جسمانی اعضا بھی اسے بھول جاتے ہیں۔ زمین کی وہ جگہ جہاں اس نے یہ گناہ کیا اور آسمان کے جس حصے کے نیچے کیا سب اسے بھول جاتے ہیں، تاکہ قیامت کے روز اس بندے کے خلاف کوئی گواہی موجود نہ ہو۔

حضرت علی ؓ حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: مخلوقات کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے عرش کے گرد (چاروں طرف) یہ لکھا ہوا تھا:

وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى. (طٰہٰ۔۸۲)

ترجمہ: اور بے شک میں ان کے گناہ معاف کر دوں گا، جنھوں نے توبہ کی، ایمان لائے، اچھے عمل (کام) کرتے رہے اور ہدایت کی راہ (پر) چلتے رہے۔

توبہ کا دروازہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے باب توبہ (توبہ کا دروازہ) کا ذکر فرمایا تو حضرت عمر ؓ نے پوچھا: باب توبہ کیا اور کہاں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جہاں سورج غروب ہوتا ہے، اس کے پیچھے ہے، اس کے دونوں کواڑ سونے کے ہیں، جن پر موتی اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں۔ دونوں کواڑوں کے درمیان کا فاصلہ (دروازہ کی چوڑائی) اتنی ہے کہ ایک تیز رفتار سوار چالیس سال میں اسے طے کر سکتا ہے۔ یہ اس روز سے کھلا ہے، جس روز اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا تھا۔ اور اس دن کی صبح تک کھلا رہے گا، جس دن (قیامت سے قبل) سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ جو شخص بھی توبہ کرتا ہے، اس کی توبہ اس میں داخل ہو جاتی ہے۔

حضرت معاذ ابن جبل ؓ نے یہ کہتے ہوئے کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ ﷺ سے پوچھا: یہ سچی توبہ (توبۃ النصوح) کیا ہے؟ فرمایا: گناہگار اپنے گناہ پر شرمندہ ہو، اللہ سے معافی چاہے، عہد کرے کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا۔

توبہ کا دروازہ بند ہونے کے بعد کسی کی توبہ اسلام قبول کرنا یا ایمان لانا قبول نہ ہوگا

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: جس دن سورج اور چاند اس دروازہ کے اندر غروب ہوں گے، اس کے بعد کواڑوں کے دونوں پٹ مل جائیں گے اور یہ دروازہ بند ہو جائے گا اور وہاں کوئی سوراخ تک نظر نہ آئے گا۔ اس کے بعد کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی (البتہ ان لوگوں کی نیکیاں قبول کی جاتی رہیں گی، جو اس دروازہ کے بند ہونے سے پہلے ایمان کی حالت میں نیکیاں کرتے رہے ہوں گے) نہ اس کے بعد کسی کا اسلام قبول کرنا اور ایمان لانا قبول کیا جائے گا۔ جیسے کہ قرآن کریم میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا. (الانعام۔۱۵۸)

ترجمہ: جس دن تیرے رب کی بعض نشانیاں (آثار قیامت سامنے) آجائیں گی، کسی (شخص) کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا یا جس نے (ان آثار قیامت سے) پہلے ایمان کی حالت میں کوئی بھلا کام نہ کیا ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں "توبۃ النصوح" (سچی توبہ) یہ ہے کہ توبہ کرکے پھر وہ گناہ نہ کیا جائے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں: توبہ کا دروازہ جب تک کھلا رہے گا، ہر شخص کی توبہ قبول ہوتی رہے گی، سوائے ان تین افراد کے:-

(۱) ابلیس، جو کافروں کا سرغنہ ہے۔

(۲) قابیل ابن آدم، جس نے انسانی قتل کی بنیاد ڈالی۔

(۳) اور وہ شخص جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو (بنی اسرائیل میں ایسے لوگ کثرت سے ہیں)

اس کے بعد فرمایا: توبہ کرنے والوں کے لیے مغرب کی جانب اتنا وسیع وعریض (لمبا چوڑا) دروازہ کھلا ہوا ہے (جس کے درمیانی فاصلہ کو ایک تیز رفتار سوار چالیس سال میں طے کرسکتا ہے) اور اس وقت تک کھلا ہے، جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہونے لگے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "توبہ فضا میں معلق (لٹکی ہوئی) ہے اور دن رات یہ اعلان کرتی رہتی ہے: جو مجھے اختیار کرے گا، اسے عذاب نہیں ہوگا۔ اس کی طرف سے یہ اعلان اس وقت تک ہوتا رہے گا، جب تک سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوگا۔ جس دن سورج مغرب سے طلوع ہوا، اسے فضا سے ہٹالیا جائے گا۔

اس حدیث میں لوگوں کو توبہ پر آمادہ کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی یہ احساس بھی دلایا گیا ہے کہ وہ جب بھی توبہ کرے گا، قبول کرلی جائے گی۔ اور قرآن کریم میں اللہ نے اس طرح توبہ کی طرف راغب کیا ہے:-

تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (النور:۳۱)

ترجمہ: اے مسلمانو! تم سب ہی اللہ کے حضور (سامنے) توبہ کرو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔

کیونکہ توبہ ہر بھلائی کی چابی ہے اور مومن کی کامیابی بھی توبہ ہی میں ہے۔

دوسری آیت میں اللہ اس طرح توبہ کی طرف بلاتا ہے:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا. (التحریم:۷)

ترجمہ: اے اہل ایمان اللہ کے سامنے سچی توبہ کرو۔

پھر فرماتا ہے:-

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ. (التحریم۔۸)

ترجمہ: (اس طرح) امید ہے تمہارا رب تمہارے گناہ معاف کردے اور تمہیں ایسی جنتوں میں پہنچادے، جن میں نہریں جاری ہیں۔

یعنی موت کے بعد (آخرت میں) تمہیں وہ جنتیں عطا کرے گا، جن کی عمارتوں اور بالا خانوں (رہائش گاہوں) اور درختوں کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔

توبہ کرنے والوں کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں:-

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ. (آل عمران۔۱۳۵)

ترجمہ: اور وہ لوگ جب کوئی بڑا یا چھوٹا گناہ کر بیٹھتے ہیں، فوراً انھیں اللہ یاد آتا ہے اور وہ اللہ سے اپنے گناہوں پر معافی مانگتے ہیں (کیونکہ انھیں یقین ہوتا ہے) اللہ کے علاوہ کوئی گناہوں کا بخشنے والا نہیں ہے۔ وہ اپنے کیے (گناہ) پر اصرار نہیں کرتے (گناہ پر جمے نہیں رہتے) کیونکہ انھیں معلوم ہے (کہ گناہ بہرحال گناہ ہے، جسے اللہ سے بخشوانا ضروری ہے)۔

حضرت سعیدؒ ابن ابی بردہ اپنے والد اور دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "میں اللہ سے دن میں سو مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔"

ایک روایت ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "لوگو! اللہ سے توبہ کرتے رہا کرو۔ (دیکھو) میں اس سے دن رات میں سو مرتبہ توبہ واستغفار کرتا ہوں۔"

حضرات! جب نبی کریم ﷺ دن میں سو مرتبہ توبہ واستغفار کیا کرتے تھے، جن کے اللہ نے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کردیئے تھے تو پھر وہ انسان جس کو معلوم نہیں کہ اس کی بخشش ہوگی یا نہیں، وہ کیوں نہ اللہ سے توبہ واستغفار کرے۔ اسے تو چاہیے کہ ہر وقت اللہ

سے توبہ واستغفار کرتا رہے۔

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ. (القیامہ۔۵)

ترجمہ: انسان اس (اللہ) کے سامنے بھی ڈھیٹ بن کر فسق وفجور میں مبتلا رہتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ (انسان) ہر وقت گناہ پر آمادہ رہتا ہے اور توبہ میں تاخیر کرتا رہتا ہے اور کہتا رہتا ہے: میں بس اب توبہ کرلوں گا۔ یہ کہتے کہتے آخر موت آجاتی ہے اور سارے گناہوں کا بوجھ لے کر قبر میں چلا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مسوفون ہلاک ہوگئے۔" "مسوف" کے معنے ہیں، وہ شخص جو کہتا رہتا ہے: "سوف اتوبُ" میں عنقریب (جلد ہی) توبہ کرلوں گا۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ ہر گھڑی اللہ سے توبہ کرتا رہے، تاکہ موت آئے تو وہ توبہ کرکے گناہوں سے پاک ہو چکا ہو، کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:۔

وَ هُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّئَاتِ. (الشوریٰ۔۲۵)

وہ (اللہ) اپنے بندوں کی توبہ قبول کرلیتا ہے اور ان کی خطائیں معاف کردیتا ہے۔

توبہ یہ ہے کہ انسان اپنے دل میں گناہ پر نادم ہو، زبان سے استغفار کرے اور آئندہ کے لیے عہد کرے، وہ یہ گناہ کبھی نہیں کرے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں: جو شخص تین مرتبہ یہ دعا پڑھتا ہے، اس کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں، خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ دعا: اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ۔ (معافی چاہتا ہوں، اس خدائے برتر سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔ وہی تمام مخلوق کی زندگی کو قائم رکھتا ہے۔ اور اس کے سامنے (اپنے گناہوں سے) توبہ کرتا ہوں۔

حضرت ابو قلابہؒ کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ملعون قرار دے کر جنت سے نکالا، اس نے مہلت مانگی۔ اللہ نے مہلت دے دی۔ ابلیس نے کہا: (اے اللہ!) تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم! میں تیرے بندے (انسان) کے سینہ سے اس وقت تک باہر

نہیں آؤں گا، جب تک کہ اس کی جان نہ نکل جائے۔

اللہ نے فرمایا: "مجھے بھی اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم! میں بھی اس کے آخری سانس تک اس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔"

اللہ کا کرم اور اس کی مہربانی دیکھئے، وہ گناہگار انسان کو بھی مومن جیسے پیارے لفظ سے خطاب فرماتا ہے:۔

تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (النور۔۳۱)

اے مومنو! تم سب (یک جا جمع ہوکر) توبہ کرو تاکہ تمہیں کامیابی نصیب ہو۔

اور توبہ کے بعد اللہ انھیں اپنا محبوب بنالیتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ. (البقرہ۔۲۲۲)

اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

توبہ سے گناہ ختم ہوجاتا ہے

حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔" گناہ سے توبہ کرنے والا توبہ کے بعد اس طرح گناہ سے پاک ہوجاتا ہے، جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

حضرت علی ؓ سے مروی ہے: ایک شخص نے ان سے عرض کیا: مجھ سے گناہ ہوگیا ہے۔ حضرت علی ؓ نے اس سے کہا: توبہ کرلے۔ اس نے کہا: توبہ کی تھی، مگر پھر گناہ ہوگیا۔ حضرت علی نے کہا: پھر توبہ کرلے اور عہد کر کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا۔ اس نے عرض کیا: کب تک اس طرح کرتا رہوں؟ حضرت علی نے کہا: شیطان کے قید ہونے تک۔ یعنی شیطان تیرا پیچھا چھوڑ دے۔

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ. (النساء۔۱۷)

ترجمہ: اللہ ان کی توبہ قبول کرتا ہے، جو نادانستگی میں گناہ کر بیٹھتے ہیں اور (ہوش آنے پر) جلد ہی توبہ کرلیتے ہیں۔

حضرت مجاہد ؓ کہتے ہیں: جہالت سے مراد غیر ارادی طور پر گناہ ہوجانا ہے اور قریب سے مراد موت سے پہلے تمام زندگی، یعنی زندگی میں جب بھی توبہ کرلے گا، قریب ہی شمار ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بندے سے گناہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ اللہ سے کہتا ہے: پروردگار! میں نے گناہ کیا ہے۔ یا آپ ﷺ نے فرمایا (عملت ذنبا) مجھ سے گناہ ہو گیا، تو مجھے معاف کر دے۔"

اللہ کہتا ہے: "میرے بندے سے گناہ ہو گیا ہے، لیکن اسے معلوم ہے کہ اس کا رب گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور (چاہے تو) گرفت بھی کر لیتا ہے۔ میں نے اسے معاف کر دیا۔"

امتِ محمدیہ کے لیے رعایت

یہ سب مہربانیاں حضور نبی کریم ﷺ کے احترام میں ہیں۔ ورنہ پہلی امت والوں کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا تھا کہ اگر کسی نے کوئی گناہ کر لیا، اس کے لیے حلال چیز حرام کر دی جاتی تھی۔ اس کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا: فلاں ابن فلاں نے یہ گناہ کیا ہے۔ صبح اس کے گھر کے دروازہ پر اس گناہ کی تفصیل لکھی ہوئی ملتی، جس سے وہ شخص تمام آبادی میں بدنام ہو جاتا تھا۔ لیکن امت محمدیہ کے واسطے نرمی کر دی گئی اور ارشاد ہوا:۔

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا.

(النساء۔۱۱)

ترجمہ: اور جو شخص کوئی برائی کر بیٹھے یا اس سے کوئی گناہ ہو جائے، پھر وہ اللہ سے معافی چاہے تو اللہ کو معاف کرنے والا مہربان ہی پائے گا۔

لہٰذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ صبح و شام اللہ کے سامنے عاجزی و نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے توبہ کرتا رہے۔

پانچ وقت کی نماز سے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے

حضرت مجاہد ﷬ کہتے ہیں: جو شخص (کم از کم) صبح و شام اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرے، وہ بہت بڑا مجرم (گناہگار) ہے۔ ورنہ ایک بندے کے لیے مناسب تو یہ ہے کہ وہ ہر وقت توبہ کرتا رہے، اور پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز کو گناہوں سے پاک ہونے کا ذریعہ بتایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷛ روایت کرتے ہیں: ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: حضور! باغ میں مجھے ایک عورت ملی۔ میں اس سے بغل گیر ہو گیا۔

اس کا بوسہ لیا۔ اس کے جسم سے کھیلتا رہا۔ مگر میں نے اس سے جماع (مخصوص فعل) نہیں کیا۔ اس کی بات سن کر حضور ﷺ خاموش رہے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ.

(ھود:۱۱۴)

ترجمہ: دن کے دونوں کناروں اور رات کا کچھ حصہ گزرنے پر نماز کی پابندی کرے۔ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ (اللہ) کو یاد رکھنے والوں کے لیے ایک نصیحت ہے۔

اس آیت میں نماز کے پانچوں وقت آ گئے ہیں۔ یعنی دن کے اوقات فجر، ظہر اور عصر، رات کے وقت، مغرب اور عشاء۔

حضور ﷺ نے سائل کو بلا کر فرمایا: "ان پانچ اوقات کی نمازیں پابندی سے پڑھا کرو، تمہارا گناہ معاف ہو جائے گا۔" حضرت عمر ﷛ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: یہ رعایت صرف اس شخص کے لیے ہے یا عام مسلمانوں کے لئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ رعایت تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔"

نیک عمل جلد لکھ لیا جاتا ہے
برا عمل دیر سے لکھا جاتا ہے

حضرت حسن ﷛ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر انسان کے ساتھ (اس کے اعمال لکھنے والے) دو فرشتے ہیں۔ ان میں دائیں جانب والا فرشتہ بائیں جانب والے پر افسر ہے۔ جب انسان کوئی گناہ کرتا ہے، بائیں جانب والا فرشتہ دائیں جانب والے سے پوچھتا ہے: کیا لکھ لوں؟ دائیں جانب والا فرشتہ اسے روک دیتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان پانچ گناہ کر لیتا ہے۔ دائیں جانب والا فرشتہ اب بھی اسے لکھنے سے منع کر دیتا ہے اور کہتا ہے: اسے کوئی اچھا کام بھی کر لینے دے۔ یہاں تک کہ جب انسان کوئی نیکی کا کام کرتا ہے، دائیں جانب والا فرشتہ بائیں جانب والے سے کہتا ہے: ہمیں بتایا گیا ہے: ایک نیکی کو دس گنا کر کے (ایک کی جگہ دس) لکھا جائے گا۔ آؤ ہم ان میں سے پانچ نیکیاں اس (انسان) کے پانچ گناہوں کی جگہ لکھ کر گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں اور نیکیوں

کے خانے میں پانچ نیکیاں لکھ دیتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دیکھ کر شیطان چیختا ہے: ''میں کہاں انسان پر قابو پا سکتا ہوں؟''

توبہ کرنے والوں کے گناہ اچھائیوں میں بدل جاتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: میں ایک شب حضور ﷺ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلا۔ راستہ میں ایک نقاب پوش عورت کھڑی ہوئی ملی۔ اس نے مجھ سے مسئلہ پوچھا۔ اس کا سوال تھا: میں زنا کی مرتکب ہوئی ہوں، جس سے میرے پیٹ کا بچہ بھی ضائع ہوگیا ہے۔ اب میں توبہ کرنا چاہتی ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

(ابو ہریرہ کہتے ہیں) میں نے اسے جواب دیا: تو نے بہت بڑا گناہ کیا اور ایک جان کو ضائع کردیا۔ تیری توبہ قبول نہیں ہوگی۔ یہ سن کر اس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہوگئی۔ میں نے دوسری صبح نماز فجر کے بعد آپ ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ابوہریرہ! تو نے بہت برا کیا۔ کیا تیرے سامنے یہ آیت نہ تھی:۔

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا. یُضٰعَفْ لَہُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَ یَخْلُدْ فِیْہٖ مُھَانًا. اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنٰتٍ. وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا.

(فرقان۔ ۶۸۔ ۷۰)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسری ہستی کو نہیں پکارتے (شرک نہیں کرتے) نہ کسی شخص کو ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں۔ (لیکن) جو ایسا کرے وہ گناہ میں پڑ گیا۔ ایسے لوگوں کو قیامت کے روز دوگنا عذاب ہوگا اور اس (عذاب) میں ہمیشہ ذلت کے ساتھ رہیں گے۔ مگر جس نے توبہ کرلی، ایمان لے آیا اور نیک عمل کرتا رہا، ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ نیکیوں میں بدل دے گا۔ اور اللہ بہت معاف کرنے والا مہربان ہے۔

ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں: میں اسی وقت اس عورت کی تلاش میں نکلا۔ آخر رات کے وقت وہ عورت مجھے مل گئی۔ میں نے اسے بتایا: تیری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ وہ خوشی سے چیخ اٹھی اور اس خوشی میں اس نے اپنا باغ اس گناہ کے کفارہ میں خیرات کردیا۔

انسان گناہ سے توبہ کرلے تو گناہ نیکی میں بدل جاتا ہے

اہل علم کہتے ہیں: انسان جب گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے تو پچھلے سارے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ سے بھی اس طرح کی ایک روایت منقول ہے۔ کہتے ہیں: قیامت کے روز جب ایک ایسے انسان کو اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا، وہ دیکھے گا، اعمال نامہ کے شروع میں گناہ لکھے ہیں اور آخر میں نیکیاں درج ہیں۔ لیکن جب دوبارہ پلٹ کر شروع سے دیکھنا شروع کرے گا تو وہاں بھی اسے نیکیاں ہی لکھی نظر آئیں گی۔

حضرت ابو ذر غفاری ؓ سے بھی ایک روایت اسی طرح منقول ہے۔

توبہ کے بعد جب کسی شخص کے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہوتے ہیں تو اللہ توفیق بخشتا ہے اور وہ گناہ چھوڑ کر نیک اعمال کرنے لگتا ہے۔

برادر! آپ کو معلوم ہونا چاہیے، کفر سے بڑا کوئی گناہ نہیں، لیکن اس کے لیے بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلْ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ یَّنْتَھُوْا یُغْفَرْ لَھُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ. (الانفال۔ ۳۸)

ترجمہ: آپ ان کافروں سے کہیں: اگر وہ کفر چھوڑ دیں، ان کی سب پچھلی خطائیں معاف کردی جائیں گی۔

جب اللہ تعالیٰ کفر جیسے گناہ کو معاف کرسکتا ہے، دوسرے گناہوں کو تو وہ بدرجۂ اولیٰ معاف کردے گا، بشرطیکہ انسان سچے دل سے اپنی پُر گناہ زندگی سے تائب ہو کر اللہ کی اطاعت وعبادت کی طرف راغب ہوجائے۔

حضرت حسن ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کسی نے اتنے گناہ کیے، جن سے زمین و آسمان کے درمیان کا خلا پُر ہوجائے اور پھر وہ توبہ کرلے، اللہ اس کے سارے گناہ معاف کردے گا۔''

قیامت کے روز آدم علیہ السلام سے معذرت

حضرت یزید رقاشیؒ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ ؓ نے منبر رسول پر بیٹھ کر ہم سے خطاب کرتے ہوئے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

اللہ کی بارگاہ میں آدم علیہ السلام تمام انسانوں سے باعزت ہیں۔ اللہ قیامت کے دن ان کے سامنے تین عذر پیش کرے گا:

(۱) اگر میں جھوٹے لوگوں پر لعنت نہ بھیج چکا ہوتا اور جھوٹ میرے نزدیک بدترین جرم نہ ہوتا اور اس پر میری یہ وعید نہ ہوتی: وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّىْ لَاَمْلَـئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. (ال السجدہ: ۱۳) میری (یہ) بات ایک اٹل حقیقت ہے۔ میں لازمی طور پر جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھروں گا۔ میں آج تیری اولاد پر رحم کرتا۔

(۲) میں تیری اولاد میں سے صرف اسے جہنم میں بھیجوں گا، جس کے بارے میں پوری طرح جانتا ہوں کہ اگر اسے دوبارہ زندگی دے کر واپس دنیا میں بھیج دوں، تب پھر وہی نافرمانوں والی زندگی گزارے گا، اس سے باز نہیں آئے گا، نہ یہاں کئے ہوئے وعدہ پر قائم رہے گا۔

(۳) اے آدم! میں تجھ کو تیری اولاد اور اپنے درمیان ''حکم'' (فیصلہ کرنے والا) بناتا ہوں۔ میزان کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور دیکھتے رہو، جس کی نیکیوں کا پلڑا تھوڑا سا بھی جھک گیا، میں اسے جنت میں داخل کر دوں گا۔ تمہیں خود معلوم ہو جائے گا، میں کسی کو زبردستی دوزخ میں نہیں ڈالتا۔ صرف اسے دوزخ میں ڈالا جاتا ہے، جس کے دل میں ظلم وتشدد چھوڑ کر کسی بھلائی اور نیکی کا خیال تک نہ آیا ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے روایت کرتی ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا: ''گناہ کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) شرک: وہ گناہ جسے اللہ قطعاً معاف نہیں کرے گا۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ (المائدہ۔۷۲)

اللہ اسے معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے۔

بے شک جس نے اللہ کا شریک بنایا، اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(۲) وہ گناہ جس کا اثر بندے کی اپنی ذات تک محدود ہے، اور اس کا علم صرف اللہ کو ہو۔ ایسے گناہ کو اللہ معاف کر دے گا۔

(۳) وہ گناہ جس کا تعلق حقوق العباد (بندوں کے حق) سے ہے، وہ اس وقت تک معاف نہیں کیا جائے گا، جب تک بندہ معاف نہ کر دے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب کے حقوق دلائے جائیں گے، حتیٰ کہ ایک بے سینگ بھیڑ کو بھی سینگوں والی بھیڑ سے اس کے ظلم، سینگ مارنے کا بدلہ دلایا جائے گا۔

لہٰذا بندے کے لیے ضروری ہے کہ آپس کی دشمنیاں ختم کر دیں اور کسی پر ظلم کیا ہے تو معاف کرا لیں یا کوئی حق ہو تو اسے ادا کر دیں اور مظلوم کو راضی کر لیں۔ اللہ اپنا حق معاف کر دے گا، مگر کسی بندے کا جو حق کسی پر ہے، وہ استغفار سے بھی معاف نہ ہوگا، جب تک صاحب حق معاف نہ کر دے۔

قیامت کے دن کا مفلس:

حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جانتے ہو میری امت کا مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ہم تو مفلس اسے کہتے ہیں، جس کے پاس درہم و دینار (روپیہ پیسہ) نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن میری امت کا وہ شخص مفلس ہوگا، جس کے اعمال میں روزہ بھی ہوگا اور نماز بھی۔ مگر اس نے کسی کو (دنیا) میں گالی دی ہوگی، کسی پر جھوٹی تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال غصب کیا ہوگا، کسی کا خون (قتل) کیا ہوگا، کسی کو ظلماً مارا پیٹا ہوگا۔ ایسے سب لوگ اپنا بدلہ لینے آئیں گے۔ ایسے سب لوگوں کو اس کی نیکیاں دے کر بدلہ چکایا جائے گا۔ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، مگر بدلہ لینے والے ابھی باقی ہوں گے۔ اب ان بدلہ مانگنے والوں کے گناہ اس کے کھاتے میں ڈال کر بدلہ چکایا جائے گا۔ چنانچہ اس کے پاس گناہوں کے سوا کچھ نہ ہوگا اور جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''

توبہ پر قائم رہنا توبہ کر لینے سے زیادہ مشکل ہے

ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں: وہ ہمیں توبہ کی توفیق دے اور اس توبہ پر ثابت قدم رکھے، کیونکہ توبہ پر قائم رہنا توبہ کر لینے سے زیادہ مشکل ہے۔

حضرت محمد ابن سیرینؒ کہتے ہیں: اچھا عمل کر رہے ہو تو اسے ترک نہ کرو۔ توبہ پر ثابت قدم رہنے کے لیے ضروری ہے کہ موت کا خیال دل میں رہے۔ جو دوزخ کے عذاب

کے بارے میں سوچتا ہے، وہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ آخرت میں ثواب پانے کے لیے اچھے عمل کرنا ضروری ہے۔

چھ باتیں: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں کی کچھ باتیں بتائیں۔ فرمایا: اس کی یہ چھ باتیں یاد رکھو:

(۱) تعجب ہے دوزخ پر یقین رکھنے والا دنیا میں کس طرح ہنستا رہتا ہے۔
(۲) تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے وہ کیسے خوشیاں مناتا ہے۔
(۳) تعجب ہے یوم حساب (قیامت) کو برحق ماننے والا گناہ پر کیسے آمادہ ہو جاتا ہے۔
(۴) تعجب ہے تقدیر پر یقین رکھنے والا مایوس کیوں ہوتا ہے۔
(۵) تعجب ہے دنیا کی بے ثباتی کو دیکھتے ہوئے لوگ مطمئن رہتے ہیں۔
(۶) تعجب ہے جنت کو ماننے والے اچھے اعمال کیوں نہیں کرتے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں)

نیک آدمی کی بات کا اثر

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کوفہ کی ایک قریبی بستی سے گزر رہے تھے۔ دیکھا کہ ایک جگہ بہت سے لاابالی نوجوان جمع ہیں اور ان کے درمیان ایک شخص عود (ایک باجہ) کی لے پر بڑی خوش الحانی سے گا رہا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی آواز سن کر فرمایا: ”کاش! اس آواز میں قرآن پڑھا جاتا“ اور آگے بڑھ گئے۔ گویے نے یہ آواز سن کر لوگوں سے پوچھا: یہ کون تھے؟ بتایا گیا کہ مشہور صحابی عبداللہ ابن مسعود تھے۔ گویا سب کچھ چھوڑ چھاڑ ان کے پیچھے بھاگا اور سامنے پہنچ کر رونے لگا اور گانے بجانے کے دھندے سے توبہ کرلی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے اسے گلے لگالیا۔ اس نے ان سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں یہ شخص اپنے وقت کے امام کہلائے اور امام زاذان کے نام سے مشہور ہوئے۔ انھوں نے بہت سی احادیث عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔

ایک فاحشہ عورت کی توبہ

حکایت: مشہور ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک حسین و جمیل طوائف تھی۔ اس کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا اور دروازے کے بالکل سامنے ایک مرصع تخت پر بیٹھی رہتی۔ جو بھی دروازے

کے سامنے سے گزرتا، اس کی نظر اس پر پڑتی اور حیرت سے تکتا رہ جاتا۔ اگر کوئی اس سے ملنا چاہتا، دروازے پر بیٹھے اس کے ملازم دس دینار فیس لے کر اسے اندر پہنچا دیتے۔ ایک عابد ادھر سے گزرا۔ اس کی نظر بھی اس پر پڑ گئی۔ اس کے حسن و جمال نے اس سیدھے سادھے عابد کو بھی مسحور کرلیا۔ بہت ضبط کیا، مگر کسی طرح اسے قرار نہ آیا۔ آخر اس نے اپنا کمبل بیچ کر دس دینار حاصل کیے اور اس سے ملاقات کے لیے پہنچ گیا۔ دروازے پر بیٹھے ہوئے ملازم کو دس دینار دے کر اندر چلا گیا۔ اس کے پاس بیٹھے بات چیت کرتا رہا۔ جب اس سے بے تکلف ہونے کی کوشش کی، فوڑا عابد کے دل میں خیال آیا ”اللہ دیکھ رہا ہے۔ اگر میں اس وقت اس گناہ میں ملوث ہوگیا، میری عمر بھی کی عبادت ضائع ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر اس پر ایسی شرمندگی طاری ہوئی کہ رنگ پیلا پڑ گیا۔ اس عورت نے اس سے پوچھا: کیا بات ہے؟ بولے مجھے اللہ سے ڈر لگ رہا ہے۔ میں جا رہا ہوں اور جو رقم میں نے تجھے دی ہے، وہ بھی تجھے معاف کرتا ہوں۔ اس عورت نے پوچھا: تم نے کبھی ایسا کام نہیں کیا؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں۔ عورت نے کہا: اچھا جاسکتے ہو، مگر اپنا نام و پتہ بتاتے جاؤ۔ انھوں نے اسے اپنا پتہ بتادیا اور فوڑا وہاں سے نکل آئے۔ عورت پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ اس نے سوچا: یہ شخص پہلی مرتبہ ایک گناہ کرنے پر آمادہ ہوا تھا، مگر اللہ کے خوف نے اسے گناہ سے بچالیا۔ اور میں اتنے عرصہ سے یہ گناہ کر رہی ہوں، کیا مجھے اللہ نہیں دیکھ رہا؟ مجھے بھی اس سے ڈرنا چاہیے۔ یہ سوچتے ہی اس نے دروازہ بند کر دیا، شریف لوگوں کی طرح شریفانہ لباس پہنا اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہوگئی۔ آخر ایک دن یہ سوچ کر کہ مجھے بھی شریف عورتوں کی طرح شریفانہ زندگی گزارنی چاہیے، اس عابد کی تلاش میں اس کے دیے ہوئے پتہ پر پہنچ گئی۔ عابد نے جب اسے دیکھا، وہ ایک چیخ مار کر بے ہوش ہوگئے اور اسی حالت میں ان کی موت ہوگئی۔ ان کے کفن دفن کے بعد عورت نے ان کے رشتہ داروں کا پتہ کیا۔ عابد کے وارثوں میں ان کے ایک بھائی تھے، مگر بہت غریب۔ عورت نے ان سے نکاح کرلیا۔ ان کے ہاں سات بیٹے پیدا ہوئے، جو سب کے سب بنی اسرائیل کے نبیوں میں شمار ہوئے۔

والدین کے حقوق

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: جس مسلمان کے والدین موجود ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اللہ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیتا ہے۔ اور اگر والدین میں سے کوئی ناراض ہو تو اللہ بھی اس سے ناراض ہو جاتا ہے، اور اس وقت تک ناراض رہتا ہے، جب تک وہ اپنے والدین کو راضی نہ کرلے۔ ایک روایت میں ہے کہ اللہ ایسے شخص کے واسطے جہنم کے دو دروازے کھول دیتا ہے۔ اگر والدین میں کوئی ایک (والد یا والدہ) ناراض ہے تو جہنم کا ایک دروازہ اس کے لیے کھولا جاتا ہے۔

ایک نبی کو والدین کی خدمت کرنے کا حکم

حضرت عطاءؒ کہتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا: مجھے نصیحت فرمائیں۔ اللہ نے حکم فرمایا: میری اطاعت کا حق ادا کر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: کوئی اور حکم؟

فرمایا: اپنی ماں کی خدمت کر۔

عرض کیا: کوئی اور حکم؟

فرمایا: اپنی ماں کی خدمت کر۔

عرض کیا: کوئی اور حکم؟

فرمایا: اپنے باپ کی خدمت کر۔

والدین کی خدمت بھی جہاد ہے

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی: میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں۔

آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا: ”تیرے والدین زندہ ہیں؟“

اس شخص نے جواب دیا: ہاں۔

فرمایا: ”ان کی خدمت کر، یہی تیرا جہاد ہے۔“

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ والدین کی خدمت کرنا جہاد سے بھی بہتر ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اس شخص کو جہاد میں شریک ہونے کی بجائے والدین کی خدمت کا حکم فرمایا تھا۔ اسی لیے بعض فقہاء کہتے ہیں: والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں شرکت ناجائز ہے۔

لیکن خلیفۂ وقت کی طرف سے اگر عام جہاد کا حکم ہو جائے تو ہر صحت مند شخص پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

والدین میں سے خدمت کا کون زیادہ حقدار ہے

حضرت بہز ابن حکیمؒ اپنے والد اور دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں: وہ (دادا) کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: خدمت کا کون زیادہ مستحق ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیری ماں۔“

میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟

فرمایا: ”تیری ماں۔“

میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟

فرمایا: ”تیری ماں۔“

میں نے عرض کیا: اس کے بعد؟

فرمایا: ”تیرا باپ۔ اور اس کے بعد درجہ بدرجہ تمام رشتہ دار۔“

حضرت زیدؒ ابن علی اپنے والد اور دادا کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں: وہ (دادا) کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر اللہ کے علم میں والدین سے ناراضگی کے اظہار کے لیے ”اُف“ سے بھی کم تر درجہ کا کوئی لفظ ہوتا تو اس کے استعمال (کہنے) سے بھی منع فرما دیتا۔ والدین کا نافرمان کتنے ہی (نیک) عمل کرلے، وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح والدین کا فرمانبردار کوئی بھی (برا) عمل کرلے، وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔“

والدین کی عزت اور ان کا احترام ایسی شے ہے کہ اگر اللہ اپنی کتاب (قرآن کریم) میں اس کا حکم نہ بھی دیتا، تب بھی عقل کی رُو سے یہ بات سمجھ میں آجاتی کہ ان کی عزت و احترام کرنا ضروری ہے اور ہر شخص کو اپنے والدین کا احترام کرنا چاہیے۔ اب جبکہ اللہ نے

اپنی تمام کتابوں، توریت، زبور، انجیل اور قرآن میں ان کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا، تمام نبیوں کو وحی کے ذریعہ والدین کی عزت کرنے اور ان کے حقوق کا لحاظ رکھنے کا خاص طور پر حکم دیا ہے، اپنی رضا کو والدین کی رضا کے ساتھ اور اپنی ناراضگی کو والدین کی ناراضگی سے مشروط کردیا ہے تو کیوں نہ ہم والدین کو خوش رکھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کریں۔

تین عمل اس وقت تک نامقبول ہیں، جب تک اس کے ساتھ والے تین عمل نہ کیے جائیں

تین عمل اس وقت تک قبول نہیں کئے جائیں گے، جب تک ان کے ساتھ والے تین عمل نہ کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

(۱) وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ (البقرہ:۴۳) نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھتا ہے اور (اگر اس پر فرض ہے) زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، اس کی نماز بھی قبول نہیں ہوگی۔

(۲) وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ. (المائدہ:۹۲) اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی بات مانو۔ جو شخص اللہ کی اطاعت کا دعویدار ہے، مگر رسول ﷺ کی اطاعت نہیں کرتا، اس کا اللہ کی اطاعت کا دعویٰ بھی منظور نہیں۔

(۳) اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ (لقمان:۱۴) میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا احسان مان۔ والدین کو خوش رکھے بغیر اللہ کا شکر بھی قبول نہیں ہوگا۔ اس کی دلیل یہ حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اِنَّ لَعْنَةَ الْوَالِدَيْنِ تبتر. '' والدین کی ناراضگی (اولاد کو) برباد کردیتی ہے۔

جس نے والدین کو راضی رکھا، اس نے اپنے خالق (اللہ) کو راضی کرلیا اور جس نے والدین کو ناراض کردیا، اس نے اللہ کو ناراض کردیا۔

والدین کی نافرمانی دوزخ میں لے جائے گی

جس کے والدین زندہ ہوں یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہو، اور اولاد ان کی خدمت نہ کرے، وہ دوزخ میں گیا اور اللہ نے بھی اسے دھتکار دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا:

اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ (کونسا عمل سب سے اچھا ہے؟)

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''وقت پر نماز ادا کرنا۔ اس کے بعد والدین کی خدمت اور اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ۔''

حضرت فرقد سنجی کہتے ہیں: میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے: والدین کے سامنے ان کی اجازت کے بغیر بولنا مناسب نہیں۔ ان کے سامنے، دائیں بائیں بے ادبی سے نہ چلیں۔ ہمیشہ ان کے پیچھے غلاموں کی طرح چلیں۔

والدین کی تھوڑی سی خدمت پر بھی بڑا اجر وثواب ہے

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: میری ماں بہت بوڑھی ہوگئی ہیں۔ میں انہیں اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتا ہوں، پانی پلاتا ہوں، وضو کراتا ہوں۔ کہیں جانا ہو تو انہیں اپنے کندھے پر بٹھا کر لے جاتا ہوں۔ کیا میں نے اس کی خدمت کا حق ادا کردیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے سو میں سے ایک حصہ ادا کیا ہے۔ لیکن تو اچھا کرتا ہے، اللہ تجھے اس تھوڑی سی خدمت پر بھی بڑی جزا (ثواب) دے گا۔''

حضرت عروہؓ کہتے ہیں: علم ودانش کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے:۔

(۱) والدین کی نافرمانی کرنے والے پر اللہ کی لعنت۔
(۲) لوگوں کے عام راستے میں رکاوٹ کھڑی کرنے والے پر اللہ کی لعنت۔
(۳) اندھے آدمی کو غلط راہ پر ڈالنے والے اور لوگوں کو راستہ سے بھٹکانے والے پر اللہ کی لعنت
(۴) قصداً بغیر بسم اللہ پڑھے ذبح کرنے والے پر لعنت۔
(۵) کسی کا حق مارنے والے پر اللہ کی لعنت۔

والدین کو گالی دینا: حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: حضور! اپنے والدین کو کس طرح گالی دی جاسکتی ہے؟ فرمایا: ''(وہ اس طرح) کہ ایک شخص کسی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے، دوسرا شخص پلٹ کر اس کے باپ اور ماں کو گالی دیتا ہے۔''

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے وقت علقمہ نامی

ایک نوجوان تھا۔ سخت محنتی تھا۔ محنت مزدوری کر کے جو کماتا، اس میں سے جی کھول کر صدقہ بھی کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا اور بیماری کی شدت نے اسے موت کے قریب پہنچادیا۔ آخری وقت آیا تو اس کی زبان بند ہوگئی اور کلمہ پڑھنا مشکل ہوگیا۔ اس کی بیوی نے حضور اکرم ﷺ کو بتایا: علقمہ کا آخری وقت ہے، مگر نہ اس کی زبان پر کلمہ آتا ہے نہ اس کا دم نکلتا ہے۔

آپ ﷺ نے حضرات بلال، علی، سلمان اور عمار رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ دیکھ کر آؤ، علقمہ کا کیا حال ہے۔ یہ حضرات گئے اور کوشش کی کہ علقمہ کی زبان سے کلمہ ادا ہو جائے، مگر ناکام رہے۔ آخر انھوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھیج کر حضور ﷺ کو حالات سے آگاہ کیا۔ آپ نے معلوم کرایا کہ اس کے والدین زندہ ہیں یا نہیں؟ معلوم ہوا کہ ماں زندہ ہے۔ آپ نے اس کی ماں کو بلایا۔ معلوم ہوا وہ اپنے بیٹے (علقمہ) سے ناراض ہے اور اس بات پر ناراض ہے کہ بیٹا ماں کے مقابلہ میں بیوی کی بات کو ترجیح دیتا اور مانتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ماں کی ناراضگی کی وجہ سے اس سے آخری وقت میں کلمہ نہیں پڑھا جارہا۔ آخر حضور ﷺ نے ماں کی بیٹے سے ناراضگی ختم کرائی، تب اس کی زبان کھلی اور اس نے آخری وقت میں کلمہ پڑھ لیا۔

حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کے بعد اس کی قبر کے پاس کھڑے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''جس نے اپنی ماں کو ناراض کر کے بیوی کی بات مانی اور بیوی کو اپنی ماں پر ترجیح دی، اس پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔ اس کی فرض عبادت قبول ہوتی ہے نہ نفل عبادت اسے کچھ فائدہ دے سکتی ہے۔''

قرآن کریم میں اللہ کا حکم

والدین سے حسن سلوک کا برتاؤ رکھو

وَ قَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا. اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّ لَا تَنْھَرْھُمَا وَ قُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا. وَ اخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا. (بنی اسرائیل۔۲۳)

ترجمہ: تیرے رب نے یہ اٹل فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ

کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک (کا رویہ) رکھو۔ اگر تیرے سامنے وہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں (ان میں سے کوئی) ایک یا دونوں، تو ان سے ناگوار لہجے میں بات نہ کر، نہ ان سے سخت کلامی کر (بلکہ) ان سے نرم لہجے میں گفتگو کر۔ (ان کی خدمت کے لیے نیاز مندی سے) اپنے بازو پھیلائے رکھ اور ان سے مہربانی سے پیش آ۔ اور (یہ دعا کر) اے پروردگار! ان پر مہربان رہ، جس طرح یہ میرے بچپن میں مجھ پر مہربان رہے ہیں۔

اولاد کو والدین کا احسان مند بن کر رہنا چاہیے

قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْکَ اِلَیَّ الْمَصِیْرُ. (لقمان۔۱۴)

ترجمہ: (اے انسان!) تو میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا احسان مند بن کر رہ۔ تمہیں لوٹ کر میرے پاس ہی آنا ہے۔

اللہ کا شکر یہ ہے کہ اس کی فرض کردہ پانچ وقت کی نماز پابندی سے ادا کی جائے۔ اور والدین کے شکریے اور احسان مند ہونے کا حق اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے کہ ان کے واسطے دن میں پانچ مرتبہ دعا کی جائے۔

والدین سے صرف زبانی ہمدردی کافی نہیں، بلکہ خلوصِ دل سے ان کی خدمت کرنا، اللہ کی طرف سے عائد کردہ ایک فرض ہے، جس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اور اللہ سے کسی کے دل کی حالت پوشیدہ نہیں ہے:۔

رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِکُمْ اِنْ تَکُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا. (بنی اسرائیل۔۲۵)

ترجمہ: تمہارا رب تمہارے دلوں کی حالت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تم نیک اور سعادت مند ہو (اور تم سے والدین کی خدمت میں کوئی بھول چوک ہوگئی ہے) توبہ کرلو (وہ توبہ کرنے والوں پر مہربان ہے) وہ معاف کردے گا۔

اولاد پر والدین کے دس حقوق

اس آیت کا مطلب بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اولاد پر والدین کے

یہ دس حق ہیں:-

(۱) کھانے کے وقت پر انھیں کھانا کھلائے۔

(۲) ان کے لباس کا خیال رکھے۔

(۳) انھیں کوئی ضرورت ہو تو وہ پوری کی جائے۔

(۴) وہ بلائیں تو فوراً ان کے پاس حاضر ہو۔

(۵) جو حکم دیں اسے پورا کرے (بشرطیکہ اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو)۔

(۶) ان سے نرم لہجے میں بات کرے۔

(۷) ان کو ان کا نام لے کر مخاطب نہ کرے، بلکہ ادب و احترام سے رشتہ کا لحاظ رکھے۔

(۸) راستے میں ان سے آگے نہ چلے۔ گھر میں ان کے سامنے بے ادبی سے نہ پھرتا رہے۔

(۹) جو چیز اپنے واسطے پسند نہ ہو، وہ انھیں نہ دے۔

(۱۰) ان کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہے۔

بڑے بڑے نبیوں نے بھی اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت کی ہے:-

حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کی:

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ. (نوح۔۲۸)

پروردگار! میری اور میرے والدین کی بخشش فرمادے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ. (ابراہیم۔۴۱)

اے ہمارے پروردگار! جس دن حساب لیا جائے (قیامت کے دن) میری، میرے والدین اور تمام مومنوں (مسلمانوں) کی بخشش فرمادیں۔

جو شخص والدین کے لیے دعا نہیں کرتا اس کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں: جو شخص اپنے والدین کے لیے دعائے مغفرت نہیں کرتا، اس کی روزی تنگ ہو جاتی ہے۔ اسے زندگی میں مشکلات پیش آتی رہتی ہیں۔

والدین کی وفات کے بعد انھیں خوش رکھنے کا طریقہ

اگر والدین وفات پا چکے ہوں تو کس طرح انھیں خوش کیا جائے؟ انھیں خوش کرنے کا طریقہ یہ ہے:-

(۱) اولاد نیک بن کر زندگی گزارے، کیونکہ والدین کی سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی ہے کہ ان کی اولاد نیک ہو۔

(۲) والدین کے رشتہ داروں اور ان کے دوست احباب سے اچھا برتاؤ رکھے۔

(۳) والدین کے واسطے دعائے مغفرت کرتا رہے اور ان کی طرف سے صدقہ و خیرات کرتا رہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "انسان کی موت کے ساتھ اس کے اعمال کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین چیزوں کا ثواب اسے موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے:-

(۱) صدقۂ جاریہ: زندگی میں کوئی ایسا کام کر جائے کہ عام لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔

(۲) کوئی ایسا علمی کام کر جائے، جو عام لوگوں کی رسائی (پہنچ) میں ہو اور وہ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

(۳) نیک اولاد ہو، جو اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہے اور ممکن ہو تو اس کی طرف سے صدقہ و خیرات بھی کر دیا کرے۔"

ایک روایت میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جن لوگوں سے تیرے والد کا تعلق تھا، اسے منقطع نہ کر (نہ توڑ)۔ اس سے تیری عزت ختم ہو جائے گی۔ تیری دوستی ان کے لیے تیرے والد کی دوستی ہی کی طرح ہے۔"

ایک روایت ہے: بنی سلمہ (ایک قبیلہ کا نام) کا ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا: میرے والدین فوت ہو چکے ہیں، کیا میں اب بھی ان کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں۔ ان کے واسطے دعائے مغفرت کرتا رہ۔ انھوں نے کسی سے کوئی وعدہ کیا ہو، اسے پورا کر۔ ان کے دوستوں کی عزت کر۔ ان کی رشتہ داریوں کا لحاظ رکھ، کیونکہ وہ انھیں کے تعلق سے قائم رہ سکتی ہیں۔"

والد پر اولاد کا حق

حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: والد پر اولاد کے تین حق ہیں:۔

(۱) بچہ پیدا ہو تو اس کا اچھا نام رکھے۔ (۲) ہوشیار ہو تو اسے قرآن کی تعلیم دلائے۔ (۳) بالغ ہونے پر اس کی شادی کر دے۔

حضرت عمر ﷺ کے پاس ایک شخص اپنے لڑکے کو لے کر آیا اور شکایت کی: یہ نافرمان ہے۔ حضرت عمر ﷺ نے لڑکے سے کہا: تجھے اللہ سے خوف نہیں آتا والد کی نافرمانی کرتے ہوئے۔ تیرے لیے ضروری ہے کہ والد کا حکم مانے اور اس کی فرمانبرداری کرے۔ لڑکے نے عرض کیا: امیر المومنین! کیا بیٹے کا بھی کوئی حق والد پر ہے؟ حضرت عمر ﷺ نے کہا: ہاں۔ (۱) اس کی ماں کوئی شریف عورت ہو، یعنی کوئی کم درجہ کی عورت نہ ہو کہ لوگ اس کا نام لے کر بچہ کو شرمندہ کریں۔ (۲) بچہ کا اچھا نام رکھے۔ (۳) ہوشیار ہونے پر اسے قرآن کی تعلیم دلائے۔

لڑکے نے بتایا: اس شخص (میرے والد) نے جس عورت سے شادی کی اور جو میری ماں بنی، وہ کوئی شریف عورت نہیں ہے، بلکہ ایک معمولی درجے کی باندی ہے، جو میرے والد نے چار سو درہم (روپے) میں خریدی تھی۔ اس نے میرا نام بھی خفاش (چمگادڑ) رکھا۔ اور تعلیم کے سلسلہ میں قرآن کی ایک آیت بھی نہیں پڑھائی۔

یہ سن کر حضرت عمر ﷺ والد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تو آج شکایت کر رہا ہے کہ میرا بیٹا نافرمان ہے۔ تو نے تو خود ہی اسے نافرمان بنایا ہے۔ جا دفع ہو یہاں سے۔

حضرت ابو حفص کے پاس آ کر ایک شخص نے شکایت کی کہ اس کے بیٹے نے اسے مارا ہے۔ انھوں نے تعجب سے کہا: بھلا بیٹا باپ کو مار سکتا ہے؟ اس شخص نے کہا: جی ہاں اس نے تو مجھے بڑی بے دردی سے مارا پیٹا ہے۔ انھوں نے اس سے پوچھا: تو نے اسے کچھ تعلیم دلائی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ انھوں نے پوچھا: بچہ کو قرآن پڑھایا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ انھوں نے پوچھا: وہ کیا کام کرتا ہے؟ اس شخص نے بتایا: کاشتکاری (کھیتی باڑی)۔ انھوں نے اس سے پوچھا: تجھے کچھ پتہ ہے اس نے تجھے کیوں مارا؟ اس شخص نے جواب

دیا: نہیں مجھے تو کچھ معلوم نہیں۔ حضرت ابو حفص نے اس سے فرمایا: تو نے اسے قرآن پڑھنا نہیں سکھایا کہ صحیح صحیح قرآن پڑھ سکتا۔ وہ کوئی گانا گا رہا ہوگا۔ گدھے پر سوار تھا۔ بیلوں کی جوڑی آگے تھی، پیچھے کتا آ رہا تھا۔ ایسے میں تو اس کے سامنے آ گیا۔ شاید تجھے بھی اس نے کوئی جانور سمجھا اور دو چار چھڑیاں مار دیں۔ شکر کر اس نے تیرا سر نہیں پھاڑا۔

باپ کا نافرمان بیٹے سے مار کھا رہا تھا

کہتے ہیں: ایک جگہ ایک بیٹا اپنے باپ کی پٹائی کر رہا تھا۔ لوگوں نے اسے منع کیا۔ باپ نے کہا: اسے کچھ نہ کہو۔ بالکل اسی جگہ میں نے اپنے باپ کی پٹائی کی تھی۔ آج میرا بیٹا میری پٹائی کر رہا ہے۔

ایک دانشور کا قول ہے: جو اپنے باپ کا حکم نہیں مانتا، اس کی اولاد اس کا حکم نہیں مانتی۔ جو کسی سے مشورہ نہ لے، وہ اکثر ناکام رہتا ہے۔

جو گھر کا خیال نہیں رکھتا، اس کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔

امام شعبیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ اس شخص پر رحم فرمائے، جو اپنے بیٹے کو فرمانبردار بننے کی تعلیم دیتا ہے۔'' یعنی اسے ایسے کام کے لیے نہیں کہتا، جس میں اس کی طرف سے انکار کر دینے کا شک ہو۔

ایک بزرگ کے متعلق مشہور ہے، وہ اپنے بیٹے کو کبھی کسی کام کے لیے نہیں کہتے تھے۔ کوئی کام کرانا ہوتا تو کسی دوسرے آدمی سے کرا لیتے۔ جب ان سے اس کی وجہ معلوم کی گئی، انھوں نے جواب دیا: بات یہ ہے کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ بیٹے کو کوئی حکم دوں اور وہ اس پر عمل نہ کرے۔ اس حکم عدولی اور نافرمانی کی وجہ سے وہ جہنم میں جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ میرا بیٹا جہنم کی آگ میں جلے۔

شرافت: حضرت فضیل ابن عیاضؒ کہتے ہیں: سب سے بڑی مروت و شرافت یہ ہے کہ والدین کی خدمت کی جائے۔ رشتہ داریوں کا لحاظ رکھا جائے۔ اپنے اہل و عیال اور دیگر متعلقین و ملازمین وغیرہ سے حسن اخلاق کا برتاؤ کیا جائے۔ اپنے دین کی حفاظت کی جائے۔ مال جائز طریقہ سے کمایا جائے۔ ضرورت سے زیادہ مال محتاج و مستحق لوگوں پر خرچ کر دیا جائے۔ اپنی زبان کو بے کار باتوں سے بچایا جائے۔ اپنے کام سے کام رکھا جائے۔ اور سوسائٹی کے غیر پسندیدہ لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھا جائے۔

خوش نصیب انسان: ایک روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چار چیزیں جس شخص کو میسر ہیں، وہ خوش نصیب ہے:-

(۱) نیک بیوی (۲) فرمانبردار اولاد (۳) نیک لوگوں سے دوستی اور (۴) اس کا ذریعہ معاش (روزگار) اپنے شہر میں ہو۔“

حضرت یزید رقاشیؒ حضرت انس ابن مالک ؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: سات عمل ایسے ہیں، جن کا ثواب انسان کو موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے:-

(۱) مسجد: جب تک کوئی ایک نمازی بھی اس میں نماز پڑھتا رہے گا، بنانے والے کے اعمال نامہ میں اس کا ثواب لکھا جاتا رہے گا۔

(۲) نہر: جب تک اس میں پانی چلتا رہے گا اور لوگ اس سے نفع اٹھاتے رہیں گے، بنانے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔

(۳) اچھی کتاب: جس نے کوئی اچھی کتاب لکھی اور لوگ اسے پڑھ کر اس سے فائدہ اٹھاتے رہے، لکھنے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔

(۴) کنواں یا چشمہ: جس نے کوئی پانی کا چشمہ جاری کیا یا کنواں بنایا، اس جاری کرنے والے اور بنانے والے کو اس وقت تک ثواب ملتا رہے گا، جب تک اس کے پانی سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

(۵) باغ: باغ لگانے والے کو اس وقت تک ثواب ملتا رہے گا، جب تک اس کے پھل کھائے جاتے رہیں گے۔

(۶) درس گاہ: جس نے علم کی اشاعت کے لیے کوئی مدرسہ یا درس گاہ بنائی، جب تک لوگ اس میں پڑھتے رہیں گے، بنانے والے کو ثواب ملتا رہے گا۔

(۷) نیک اولاد: جب تک نیک عمل کرتی رہے گی، اس وقت تک اسے ثواب ملتا رہے گا۔

اسی طرح اگر کسی والد نے اپنی اولاد کو قرآن و حدیث کی تعلیم دینے کے بجائے دوسری غیر اخلاقی تعلیم دی تو اس کا عذاب اسے بھگتنا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: موت کے ساتھ عمل کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے، مگر تین چیزوں کا ثواب ملتا رہتا ہے: (۱) صدقۂ جاریہ (۲) نفع بخش علم (۳) نیک اولاد، جو اس کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہے۔

رشتہ داریوں اور معاشرتی تعلقات کو بحال رکھنا

حضرت ابو ایوب ؓ روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ سفر کے دوران ایک دیہاتی سامنے سے آیا اور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی نکیل تھام کر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت تک پہنچا دے اور دوزخ سے بچا لے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کو معبود مان، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ مان، نماز پڑھ، زکوٰۃ ادا کر، آپس کی رشتہ داریوں اور معاشرتی تعلقات کو قائم رکھ۔“

حضرت ابن ابی اوفیٰ ؓ روایت کرتے ہیں: ہم یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ) کی شام نبی کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: جس شخص نے آج کا دن کسی رشتہ دار کو ناراض کر کے گزارا ہے، وہ ہماری مجلس سے اٹھ جائے۔ یہ سن کر ایک شخص جو مجلس کے بالکل آخری کنارے پر بیٹھا تھا، اٹھ کر چلا گیا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا۔

آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ”کیا بات تھی کہ تم اٹھ کر چلے گئے تھے؟“

اس نے جواب میں بتایا: میں آپ کا فرمان سن کر اپنی خالہ کے گھر گیا تھا، جو مجھ سے ناراض تھیں۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: کیوں آئے ہو؟ میں نے انھیں آپ کا فرمان سنایا۔ اسے سن کر انھوں نے مجھے معاف کر دیا، میں نے اپنی ناراضگی ختم کر دی۔

آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”بیٹھ جاؤ، تم نے اچھا کیا۔“

اس کے بعد آپ نے فرمایا: جس مجلس میں کوئی ایسا شخص بیٹھا ہو، جس کا کوئی رشتہ دار اس سے ناراض ہو، اس مجلس پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی۔“

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی: کسی رشتہ دار کا (بلا کسی جائز وجہ کے) ناراض کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ اور جس مجلس میں کوئی ایسا آدمی بیٹھا ہو، وہ مجلس اللہ کی رحمت سے محروم رہتی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ ایسے تعلقات کو قائم رکھے اور اتفاقیہ طور پر ایسا ہو جائے تو اللہ سے اس گناہ کی معافی چاہے اور رشتہ کے تعلق کو بحال رکھے۔

قطع رحمی کی سزا دنیا و آخرت دونوں جگہ ملتی ہے

ایک روایت میں ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "صلہ رحمی کا ثواب (پھل) بہت جلد مل جاتا ہے اور قطع رحمی (رشتہ داری توڑنے) کی سزا دنیا میں بھی بہت جلد مل جاتی ہے اور آخرت میں وہ سزا سے نہ بچ سکے گا۔"

حضرت عمرو ابن شعیب اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ایک شخص نے حضور ﷺ سے شکایت کی: میرے کچھ رشتہ دار ہیں، جن سے میں مل کر رہنا چاہتا ہوں، مگر وہ مجھ سے دور بھاگتے ہیں۔ میں درگزر کرتا ہوں، وہ مجھے ستاتے ہیں۔ میں ان پر احسان کرتا ہوں، وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ کیا میں بھی ان کی برائیوں کا بدلہ برائی سے دوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! پھر تو تم بھی انھیں کی طرح گناہگار ہو جاؤ گے۔ تم بہتر رویہ اختیار کرو اور ان سے تعلقات بحال رکھنے کی کوشش کرتے رہو، اللہ تمہاری مدد کرے گا۔"

جنتی لوگوں کی عادتیں: اہل جنت کی تین عادتیں جو ایک شریف آدمی میں پائی جاتی ہیں: (۱) دشمن پر احسان کرنا (۲) ظالم کو معاف کر دینا (۳) ایسے شخص کی مدد کرنا جو ضرورت کے وقت اس کی مدد سے جی چراتا ہے۔

صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ. (الرعد-۳۹)

اللہ جسے چاہے، مٹا دے اور جسے چاہے قائم رکھے۔

حضرت ضحاکؒ ابن مزاحم اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جو شخص صلہ رحمی (رشتوں اور تعلقات کو قائم رکھنا) کرتا ہے، اللہ اس کی عمر بڑھا دیتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جب اس کی عمر کے صرف تین دن باقی رہ جاتے ہیں، اللہ انھیں تیس سال میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اور جو شخص قطع رحمی (رشتہ توڑ دینا) کرتا ہے، اس کی زندگی کے تیس سال گھٹا کر تین دن کر دیتا ہے۔

حضرت ثوبان ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

(۱) دعا سے (تقدیر میں لکھی ہوئی) آنے والی بلا ٹل جاتی ہے۔

(۲) نیکی سے عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۳) "گناہ سے روزی تنگ ہو جاتی ہے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: تقویٰ اختیار کرنے اور صلہ رحمی قائم رکھنے والے کی عمر بڑھا دی جاتی ہے۔ اس کے مال میں برکت ہوتی ہے۔ اس کے گھر کا سکون قائم رہتا ہے (گھر والے آپس میں پیار محبت سے رہتے ہیں)۔

حضرت قتادہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ سے ڈرتے رہو، صلہ رحمی قائم رکھو۔ اس سے دنیا میں تمہاری نیک نامی قائم رہے گی اور آخرت میں اس کا اجر وثواب ملے گا۔"

قطع رحمی کیا ہے: قطع رحمی کی تشریح اس طرح کی جاتی ہے: انسان اپنے قریبی رشتہ دار سے ملنے کے لیے نہ چل کر جائے نہ ضرورت کے وقت مال سے اس کی مدد کرے۔ بعض صحیفوں (آسمانی کتابوں) میں لکھا ہے: اے انسان! اپنی رشتہ داری کے تعلق کو قائم رکھ، خواہ اس کے لیے تجھے اپنا مال خرچ کرنا پڑے۔ اگر مال کم ہے یا تو مال دینے میں بخل (کنجوسی) کرتا ہے تو اس سے ملاقات کے لیے اپنے پیروں سے چل کر ہی چلا جایا کر۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: "رشتوں کے تعلق کو قائم رکھو، خواہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام ہی کر لیا کرو۔"

حضرت میمون ابن مہرانؒ کہتے ہیں: تین باتوں میں مسلم وغیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں ہونی چاہیے:۔

(۱) جب کسی سے کوئی معاہدہ (یا وعدہ) کرو تو اسے پورا کرو، خواہ جس سے معاہدہ کیا، وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔

(۲) جس کی کوئی امانت تمہارے پاس ہو، اسے دے دو، وہ مسلم ہو خواہ غیر مسلم۔

(۳) جس کا تم سے کوئی قریبی تعلق ہے، اس کو قائم رکھو، تعلقدار خواہ مسلم ہو خواہ کافر۔

حضرت کعب احبار ؓ کہتے ہیں: اس خدائے واحد کی قسم، جس نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کے لیے دریا (نیل) کو پھاڑ دیا تھا، توریت میں لکھا ہے: اے انسان! اپنے رب سے ڈر، والدین کی خدمت کر اور رشتوں کے تعلق کو قائم رکھ۔ میں (اللہ) تیری عمر میں برکت دوں گا، خوشحالی میں اضافہ کر دوں گا اور تیری تنگدستی (غریبی) دور کر دوں گا۔

صلہ رحمی قائم رکھنے کے لیے اللہ کا حکم

قرآن کریم میں متعدد جگہ صلہ رحمی کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ نساء میں ارشاد ہوا ہے:

وَ اتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَ الْاَرْحَامَ. (النساء۔۱)

اس اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر ایک دوسرے سے اپنی حاجات کے لیے سوال کرتے ہو اور رشتوں ناطوں کا لحاظ رکھو۔

سورۂ روم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ. (الروم۔۳۸) اہل قرابت (رشتہ دا) رکا حق ادا کرو۔

سورۂ نحل میں ارشاد ہوا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی. (النحل۔۹۰)

اللہ حکم دیتا ہے عدل (انصاف) واحسان کا اور اہل قرابت (رشتہ دار) کو (اس کا حق) دینے کا۔

اوپر کی آیات میں اللہ نے تین باتوں کا حکم دیا ہے:۔

(۱) عدل (۲) احسان (۳) اہل قرابت کا لحاظ رکھنا۔

ذیل کی آیت میں تین چیزوں سے منع فرمایا ہے:۔

وَ یَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ وَ الْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ. (النحل۔۹۰)

اور (اللہ) روکتا ہے (تم کو) کھلی بے حیائی، خلافِ شرع وخلافِ عقل باتوں، اور ظلم سے، باز رہنے کا حکم دیتا ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

مندرجہ بالا آیات میں صلہ رحمی قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ذیل کی آیت میں قطع رحمی کرنے والوں کو تنبیہ کی جا رہی ہے، ارشاد ہوتا ہے:۔

فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَکُمْ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فَاَصَمَّھُمْ وَ اَعْمٰٓی اَبْصَارَھُمْ. (محمد:۲۲)

تو پھر کیا (تمہارا یہ ارادہ ہے) کہ (یہاں سے) پلٹ کر زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے ناطے توڑ دو (یاد رکھو) یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے۔ انھیں سننے کی طاقت سے محروم اور ان کی آنکھوں کو اندھا کردیا۔

کہا جاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے "رحم" (رشتوں کا سلسلہ) کو پیدا کیا، اس وقت فرمایا تھا: میں "رحمان" ہوں اور تو "رحم" ہے۔ جو تجھے توڑے گا، میں اسے توڑ دوں (برباد کردوں) گا۔ اور جو تجھے قائم رکھے گا، میں اس پر مہربانی کروں گا، اسے قائم رکھوں گا۔

کتب قدیم میں مذکور ہے: "رحم" عرش سے لٹکا ہوا ہے اور دن رات دعا کرتا ہے: (اے اللہ) جو مجھے قائم رکھے تو اسے قائم رکھ، اور جو میرا سلسلہ منقطع کرے، تو اس سے تعلق توڑ کر اسے برباد کردے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: جب انسانوں میں علم بڑھ جائے اور عمل گھٹ جائے، زبان سے دوستی کا اظہار کریں اور دل میں عداوت (دشمنی) رکھیں، اور رشتوں ناطوں کا لحاظ برقرار نہ رہے، اللہ ایسے انسانوں پر لعنت بھیجتا ہے۔ انھیں سماعت (سننے کی طاقت) سے محروم اور آنکھوں سے اندھا کردیتا ہے۔

حکایت: حضرت یحییٰ ابن سلیمؒ کہتے ہیں: مکہ میں ہمارے پڑوس میں ایک خراسانی بزرگ رہتے تھے۔ نیک آدمی تھے، لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں بھی رکھا کرتے۔ ایک شخص نے ان کے پاس دس ہزار دینار امانت رکھے اور وہ اپنے کسی کام کے سلسلہ میں شہر سے باہر چلا گیا۔ جب واپس آیا تو معلوم ہوا، خراسانی بزرگ وفات پاچکے ہیں۔ اس نے اپنی امانت کے بارے میں ان کے گھر والوں سے پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا: ہمیں اس کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے۔

امانت رکھنے والے نے مکہ کے علماء سے اس سلسلہ میں رابطہ کیا اور ان سے پوچھا: کیا طریقہ اختیار کروں کہ میری امانت مجھے واپس مل جائے۔

انھوں نے جواب دیا ہمارا خیال ہے کہ خراسانی جنت میں گیا ہوگا۔ تم ایسا کرو کہ آدھی رات گزرنے کے بعد چاہِ زمزم پر جاؤ اور اس میں اس طرح آواز دو: "اے خراسانی! میں وہ شخص ہوں، جس نے تمہارے پاس دس ہزار دینار امانت رکھے تھے۔" اس نے تین رات زمزم کے کنویں میں اس طرح آواز دی، مگر وہاں سے اسے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر وہ ان علماء کے پاس پہنچا اور انھیں بتایا: کوئی جواب نہیں ملتا۔ انھوں نے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھ کر کہا: معلوم ہوتا ہے، بے چارہ خراسانی جہنم میں پہنچ گیا۔ تم یمن جاؤ، وہاں "برہوت" نام کا ایک جنگل ہے۔ اس جنگل میں ایک کنواں ہے۔ اس پر پہنچ کر اسی طرح آواز دو۔ چنانچہ اس نے آدھی رات کے وقت اس کنویں میں اسی طرح آواز دی: اے خراسانی! میں

نے تیرے پاس امانت رکھی تھی۔ اسے پہلی ہی آواز پر جواب ملا: میرے گھر جاؤ اور لڑکے سے اجازت لے کر اندر چلے جاؤ اور گھر کے فلاں کونے میں دفن ہے۔ زمین کھود کر وہاں سے نکال لو۔ میں نے اس سے پوچھا: حیرت ہے آپ یہاں جہنم میں کیسے پہنچ گئے، حالانکہ آپ تو بہت نیک اور عبادت گزار آدمی تھے۔

انھوں نے جواب دیا: خراسان میں اپنے گھر والوں سے ناراض ہو کر چلا آیا تھا اور پھر میں نے ان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ رکھا اور ہر طرح سے قطع تعلق کرلیا تھا۔ اب مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے اس گناہ کی وجہ سے یہاں جہنم میں بھیج دیا اور میں اس قطع رحم (رشتہ داری قائم نہ رکھنے) کی سزا بھگت رہا ہوں۔

اس حکایت سے ہمیں عبرت پکڑنی چاہیے کہ اپنے گھر والوں سے تعلق قائم نہ رکھنے کی بنا پر ایک نیک اور عبادت گزار شخص کو جہنم میں بھیج دیا گیا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب سے میل ملاقات کا سلسلہ قائم رکھیں اور حالات اجازت دیں تو انھیں وقتاً فوقتاً کوئی تحفہ بھی پیش کر دیا کریں۔ اگر مالی امداد نہ کرسکیں تو ان کے کام میں جتنی ممکن ہو، مدد کر دیا کریں۔ اور کچھ نہیں تو ان سے سلام وکلام کا سلسلہ بہرحال قائم رکھیں۔

صلہ رحمی کے دس فائدے: صلہ رحمی کے دس فائدے ہیں:۔

(۱) اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اس نے خود صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔

(۲) لوگوں کی خوشی ومسرت کا سبب ہے۔ ایک حدیث میں ہے: ”سب سے بہتر عمل ایک مسلمان کو خوش رکھنا ہے۔“

(۳) صلہ رحمی سے فرشتے بھی خوش ہوتے ہیں۔

(۴) صلہ رحمی سے عام لوگ بھی خوش ہوتے ہیں اور ایسے شخص کی تعریف کرتے ہیں۔

(۵) صلہ رحمی سے ابلیس ملعون کو دکھ ہوتا ہے (وہ انسان کا دشمن ہے، انسان کو چاہیے اسے دکھ دیتا رہے)۔

(۶) صلہ رحمی سے عمر میں برکت ہوتی ہے۔

(۷) صلہ رحمی سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

(۸) صلہ رحمی سے وفات پا جانے والے بزرگ بھی خوش ہوتے ہیں، کیونکہ یہ تو عام دستور ہے، رشتہ داریاں قائم ہونے سے باپ دادا کو زیادہ خوشی ہوا کرتی ہے۔

(۹) صلہ رحمی سے آپس میں محبت بڑھتی ہے۔

(۱۰) صلہ رحمی کرنے والے کی وفات کے بعد اس کے اجر وثواب میں اضافہ ہوجاتا ہے، کیونکہ اس کے حق میں لوگ دعا کرتے ہیں۔

صلہ رحمی کرنے والے کو قیامت کے روز عرش کا سایہ نصیب ہوگا

حضرت انس ابن مالک ؓ کہتے ہیں: قیامت کے روز اللہ تین آدمیوں کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا:۔

(۱) صلہ رحمی کرنے والا۔ دنیا میں بھی اس کی عمر میں برکت ہوتی ہے، رزق میں تنگی نہیں ہوتی اور موت کے بعد اس کی قبر میں وسعت پیدا کر دی جاتی ہے۔

(۲) وہ عورت جس کا خاوند چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ کر فوت ہوگیا اور اس نے بچوں کو پرورش کیا۔

(۳) وہ آدمی جو اپنے کھانے میں سے یتیموں اور محتاجوں کو دے دیتا ہے۔

حضرت حسن روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کو انسان کا دو جگہ چل کر جانا بہت پسند ہے: (۱) فرض نماز ادا کرنے کے لیے مسجد جانا۔ اور (۲) قریبی رشتہ دار سے ملاقات کے لیے جانا۔

پانچ عمل: کہتے ہیں، جس نے ان پانچ باتوں پر عمل کیا، اس کے اجر وثواب میں اونچے اونچے پہاڑوں کے برابر اضافہ ہوجاتا ہے اور اس کے رزق میں برکت ہوتی ہے۔

(۱) صدقہ: جس قدر بھی ممکن ہو (تھوڑا یا زیادہ) صدقہ دیتے رہنا۔

(۲) رشتہ داری یا تعلق: رشتہ داری چھوٹی ہو یا بڑی، تعلق (جائز) تھوڑا ہو یا زیادہ، اسے قائم رکھنا۔

(۳) جہاد: اشاعتِ دین کے لیے عملی جہاد اور محنت وکوشش (جس میں زبانی اور قلمی محنت بھی شامل ہے) کرتے رہنا۔

(۴) وضو: نماز کے لیے وضو کرنا، مگر اس میں ضرورت سے زیادہ پانی نہ بہانا۔

(۵) اطاعتِ والدین: والدین کی خدمت کرنا اور کبھی ان کا حکم نہ ٹالنا۔

پڑوسی کا حق

حضرت عبداللہ ابن عمرو بن العاص ؓ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"سات آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کے گناہ معاف کرے گا، بلکہ انھیں سیدھا جہنم میں بھیج دے گا۔
(۱) فعل لوط (اغلام) کرنے اور کرانے والا۔
(۲) اپنے ہاتھ سے مادۂ تولید (منی) ضائع کرنے والا۔
(۳) چوپائے (جانور) سے بدفعلی کرنے والا۔
(۴) عورت سے فطری راستہ کی بجائے دوسرے راستہ سے صحبت کرنے والا۔
(۵) ماں اور اس کی بیٹی کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنے والا۔
(۶) پڑوسی کی عورت سے ناجائز تعلقات قائم کرنے والا۔
(۷) اپنے پڑوسی کو اتنا تنگ کرنے والا کہ دوسرے لوگ بھی اس پر لعنت بھیجنے لگیں۔
ہاں البتہ یہ لوگ اگر سچے دل سے اپنے فعل بد سے توبہ کرلیں اور اس پر قائم رہیں تو معافی کی امید ہے۔"

حقیقی مسلمان اور حقیقی مومن

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اس ذات برحق (اللہ) کی قسم! کوئی انسان اس وقت تک مسلمان کہلانے کا حق دار نہیں، جب تک کہ عام لوگ اس کے دل، زبان اور ہاتھ سے سلامتی محسوس نہ کریں (خود کو محفوظ نہ سمجھیں)۔
کوئی انسان اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا، جب تک اس کا پڑوسی اس کی دھوکہ بازی اور ظلم سے امن نہ پائے۔"

پڑوسی کی عزت: حضرت سعید ابن میتب ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "پڑوس کے گھر کی عوتوں کی عزت کی حفاظت ایک پڑوسی پر اسی طرح لازم ہے، جس

طرح وہ اپنے گھر کی عورتوں کی عزت کی حفاظت کرتا ہے۔"

حضرت مجاہد ؓ روایت کرتے ہیں: حضرت عمرو ابن العاص ؓ نے اپنے ملازم کو حکم دیا: بکری ذبح کرو اور اس میں سے کچھ گوشت اپنے یہودی پڑوسی کو بھی پہنچا دینا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اس سے کہا: یہودی پڑوسی کو گوشت ضرور پہنچانا۔
ملازم نے (تنگ آ کر) کہا: آپ نے تو ہمیں اس پڑوسی کی وجہ سے پریشان کردیا ہے۔
حضرت عمرو ابن العاص نے اسے تنبیہ کرتے ہوئے کہا: بھلے آدمی! شاید تجھے معلوم نہیں، حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ پڑوسی کا خیال رکھنے کی اس قدر تاکید فرمائی تھی کہ ہمیں شبہ ہونے لگا، شاید آپ پڑوسی کو وراثت میں شریک کردیں گے۔

مہمان کی مہمان داری تین دن تک ہوتی ہے
تین دن کے بعد اس پر خرچ صدقہ شمار ہوگا

حضرت ابوشریح کعبی ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"مسلمان بات کرے تو کوئی اچھی بات کہے، ورنہ خاموش رہے۔
مسلمان اپنے پڑوسی کی عزت کرے۔
مسلمان مہمان کی عزت کرے اور اس کی مہمانداری کرے۔ مہمانداری تین دن تک ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس پر خرچ صدقہ شمار ہوگا۔"

پڑوسی کے حقوق: آپ ﷺ نے فرمایا: "(۱) اگر وہ تم سے قرض مانگے، اسے قرض دے دو۔ (۲) بلائے تو اس کے پاس جاؤ۔ (۳) بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کرو۔ (۴) مدد چاہے تو اس کی مدد کرو۔ (۵) اسے کوئی تکلیف پہنچے تو اس سے ہمدردی کرو۔ (۶) خوشی پر اسے مبارک باد دو۔ (۷) فوت ہوجائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو۔ (۸) اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر کی حفاظت کرو۔ (۹) ممکن حد تک اپنی طرف سے تکلیف نہ ہونے دو۔ (۱۰) دسواں حق یہ ہے کہ اس کی اجازت (اجازت میں زبردستی یا جبر نہ ہو) کے بغیر اپنا مکان اس کے مکان سے اونچا نہ بناؤ۔"

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جبرائیل علیہ السلام ہمیشہ مجھے پڑوسی کا خیال رکھنے کی تاکید کرتے رہتے تھے، حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا، شاید وہ اسے

بنا دیں گے۔"

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

ابو ہریرہ! تقویٰ اختیار کرو، تم سب سے بڑے عبادت گزار ہو جاؤ گے۔

قناعت (صبر) اختیار کرو، تم سب سے بڑے شکر گزار ہو جاؤ گے۔

جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرو، تم مومن بن جاؤ گے۔

اپنے پڑوسی سے حسن سلوک کا رویہ رکھو، مسلمان بن جاؤ گے۔

کم ہنسا کرو، زیادہ ہنسی دل کو کمزور کر دیتی ہے۔"

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ (النساء-۳۶)

اللہ کی عبادت کرو۔ کسی شے کو اس کا شریک نہ قرار دو (نہ بناؤ)۔ والدین، رشتہ داروں، پڑوسیوں، ساتھ والے پڑوسیوں، ساتھ بیٹھنے والوں، یتیموں، غریبوں، ضرورت مندوں اور مسافروں سے حسن سلوک کا رویہ رکھو۔

پڑوسی کی قسمیں اور ان کے حقوق

ایک روایت میں ہے، رسول ﷺ نے فرمایا: پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے کسی کے تین حق ہیں، کسی کے دو اور کسی کا صرف ایک حق ہے۔

(۱) وہ پڑوسی جو رشتہ دار اور مسلمان ہے۔ اس کے تین حق ہیں۔ ایک رشتہ داری کا حق، دوسرا مسلمان ہونے کا حق اور تیسرا پڑوس کا حق۔

(۲) غیر رشتہ دار مسلمان پڑوسی کے دو حق ہیں۔ ایک مسلمان ہونے کا حق، دوسرا پڑوسی ہونے کا حق۔

(۳) غیر مسلم پڑوسی: اس کا صرف پڑوسی ہونے کا حق ہے۔

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کے حق کا لحاظ رکھے، خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔

حضرت ابو ذر غفاری ؓ کہتے ہیں: مجھے میرے دوست محمد ﷺ نے تین باتوں کی وصیت فرمائی تھی:-

(۱) (مسلم) حاکمِ وقت کی اطاعت کرو، خواہ ناک کٹا (بدشکل) ہی کیوں نہ ہو۔

(۲) جب تم اپنے گھر میں شوربہ دار سالن بناؤ تو شوربہ زیادہ بنالو اور پڑوسی کو بھی سالن بھیج دو۔ اور

(۳) نماز وقت پر پڑھا کرو۔

جس شخص کے تین پڑوسی ہوں اور وہ تینوں اس سے خوش ہوں، ایسی حالت میں اس کی موت ہو جائے، اللہ اس کی مغفرت فرما دے گا۔

پڑوسی سے کوئی تکلیف ہو تو صبر کرو

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے پڑوسی کی شکایت کی۔ آپ نے اس سے فرمایا: "تو اسے تکلیف نہ دے، اس کی ایذا رسانی پر صبر کر، آخر ایک نہ ایک دن موت تم دونوں کو الگ کر ہی دے گی۔"

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: پڑوسی سے حسن اخلاق میں یہی کافی نہیں کہ اسے پریشان نہ کیا جائے، بلکہ اس سے کوئی تکلیف ہو تو اس پر صبر کرنا چاہیے۔

حضرت عمرو ابن عاص ؓ کہتے ہیں: دوست سے دوستی رکھنا کوئی بڑی بات نہیں، بلکہ بڑی بات اور حسن اخلاق یہ ہے کہ آپ دشمن کو دوست بنا لیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: دورِ جاہلیت میں تین باتیں اچھی تھیں، بہتر ہے مسلمان بھی انھیں اپنائیں:-

(۱) مہمان سے حسن اخلاق سے پیش آتے اور اس کی مہمانداری کرتے تھے۔

(۲) عورت بوڑھی ہو جاتی تو اسے طلاق دے کر گھر سے نہیں نکالتے تھے کہ وہ بے چاری پریشان نہ ہو۔

(۳) پڑوسی پر قرض چڑھ جاتا اور وہ خود قرض ادا کرنے کے قابل نہ ہوتا تو سب مل کر کوشش کرتے اور اسے قرض سے نجات دلا دیتے۔

قیامت کے دن پڑوسی اللہ سے شکایت کرے گا

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن پڑوسی اپنے پڑوسی کا دامن گیر ہوکر اللہ سے شکایت کرے گا: پروردگار! تو نے میرے اس بھائی کو رزق کی فراخی عطا فرمائی تھی اور مجھے تنگدست رکھا تھا۔ میں بھوکا سو جایا کرتا تھا اور یہ پیٹ بھر لیتا۔ اس سے پوچھ! اس نے اپنا دروازہ بند کرکے مجھے رزق سے کیوں محروم رکھا تھا، جبکہ تو نے اسے دولت اور خوش حالی بھی عطا کی تھی۔

دس گناہ: حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں: یہ دس باتیں ظلم (گناہ) میں شامل ہیں:۔

(۱) کوئی مرد یا عورت اپنے واسطے اللہ سے دعا کرے اور اپنے والدین کے واسطے دعا نہ کرے۔

(۲) ایک شخص قرآن پڑھ سکتا ہے، مگر پورے دن میں وہ قرآن کی سو آیتیں بھی نہیں پڑھتا۔

(۳) ایک شخص مسجد میں جائے اور وہاں دو رکعت نماز بھی نہ پڑھے۔

(۴) ایک شخص قبرستان سے گزرے اور قبرستان والوں (مردوں) کو سلام نہ کرے۔

(۵) ایک شخص جمعہ کے روز شہر میں ہو اور جمعہ نہ پڑھے۔

(۶) جس بستی میں کوئی عالم ہو اور لوگ اس سے علم نہ سیکھیں۔

(۷) دو شخص راہ چلتے ہوئے ملیں اور ایک دوسرے کا نام بھی نہ پوچھیں۔

(۸) ایک شخص کی دعوت کی جائے اور وہ دعوت قبول نہ کرے۔

(۹) ایک نوجوان بیکار رہ کر اپنی جوانی گزار دے اور علم دین نہ سیکھے۔

(۱۰) ایک شخص پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سو جائے۔

اچھے پڑوسی کی چار باتیں: اچھے پڑوسی کے لیے یہ چار باتیں ضروری ہیں:۔

(۱) پڑوسی سے ہمدردی کا رویہ رکھے۔ ضرورت کے وقت اس کی امداد بھی کردے۔

(۲) پڑوسی کے مال پر لالچ نہ کرے۔

(۳) پڑوسی کو اپنی طرف سے کوئی تکلیف نہ دے۔

(۴) پڑوسی سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر صبر کرے۔

شراب پینے کی ممانعت

شرابی کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: قیامت کے روز شرابی کو اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کے چہرے پر سیاہی (کالک) ملی ہوگی، آنکھیں نیلی ہوں گی، زبان سینے تک لٹکی ہوگی اور منہ سے رال بہہ رہی ہوگی، جس سے بہت ہی ناگوار بدبو اٹھ رہی ہوگی۔ لوگ اسے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیں گے۔ لوگوں کو چاہیے کہ شرابی کو سلام نہ کریں۔ بیمار پڑے تو اس کی بیمار پرسی نہ کی جائے۔ اور مر جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں۔

حضرت مسروقؒ کہتے ہیں: جو شخص شراب کو حلال سمجھ کر پئے، اس کی مثال بت پرست کی سی ہے۔ یعنی جس طرح ایک مسلماں بت کے پجاری سے نفرت کرتا ہے، اسی طرح اسے شرابی سے بھی بے تعلق اور الگ رہنا چاہیے۔

حضرت کعب بن احبارؒ کہتے ہیں: اگر مجھے دو پیالے دیئے جائیں، جن میں سے ایک میں شراب ہو اور دوسرے میں آگ بھری ہو تو میں آگ کا پیالہ پینا پسند کروں گا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز شراب ہے، اور ہر وہ چیز جو نشہ پیدا کرے، حرام ہے۔ جو زندگی بھر شراب پیتا رہا اور توبہ نہ کی، وہ جنت کی شراب سے محروم رہے گا۔''

حضرت جابر ابن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس چیز کے زیادہ مقدار میں پینے سے نشہ ہو، اس کا تھوڑی مقدار میں پینا بھی حرام ہے اور ایک روایت میں ہے: ''جس چیز کا ایک فرق (تقریباً سولہ گلاس) پینے سے نشہ ہو جاتا ہو، اس کا ایک گھونٹ پینا بھی حرام ہے۔''

شراب کو حلال سمجھ کر پینے والا کافر ہے

خصوصی طور پر پکا کر تیار کی جانے والی شراب کا پینے والا زیادہ بڑا گناہگار ہے، بہ نسبت کچی شراب پینے والے کے، گو کہ گناہ اور شریعت کے حکم کی خلاف ورزی وہ بھی کرتا

ہے، لیکن خصوصی طور پر پکا کر تیار کی جانے والی شراب پینے والے کے بارے میں خدشہ ہے کہ وہ کافر نہ ہو جائے، کیونکہ کچی شراب پینے والا اسے حرام سمجھ کر پیتا ہے۔ لیکن خصوصی طور پر پکا کر (یا فیکٹری میں تیار شدہ) تیار کی جانے والی شراب کا پینے والا اسے نشہ کے لیے اور حلال سمجھ کر پیتا ہے، اور اس بات پر علمائے (فقہائے) امت کا اجماع ہے کہ نشہ دینے والی چیز کا پینا حرام ہے، چاہے تھوڑی پی جائے یا زیادہ۔ اور جو حرام کو حلال سمجھ کر پیے، وہ کافر ہے۔

امام زہریؒ نے ایک روایت نقل کی ہے: ایک مرتبہ حضرت عثمان ؓ ابن عفان نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: لوگو! شراب نہ پیو، یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ پھر ایک قصہ سنایا: تم سے پہلی امت میں ایک نہایت متقی و پرہیزگار آدمی تھا۔ وہ ایک روز مسجد کی طرف جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک بدکار عورت نے اسے اپنے گھر بلایا۔ وہ سیدھا سادہ آدمی گھر کے اندر چلا گیا۔ اندر پہنچ گیا تو عورت نے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور اس سے کہا: یہ شراب ہے، یہ ایک بچہ ہے اور میں ہوں۔ تم اس وقت تک باہر نہیں نکل سکتے، جب تک کہ شراب پی کر میری خواہش پوری نہ کر دو۔ یا پھر اس بچہ کو قتل کر دو، ورنہ میں شور مچا دوں گی کہ تم زبردستی میرے گھر میں گھس آئے ہو۔ تیرا کوئی حمایتی نہیں، سب میری بات پر یقین کر لیں گے۔ وہ بیچارہ مجبور ہو کر کہنے لگا: میں تیری خواہش تو پوری نہیں کر سکتا، نہ بچہ کو قتل کر سکتا ہوں، بس شراب پی لیتا ہوں۔ عورت نے اسے شراب کا ایک گلاس بھر کر دے دیا۔ ایک گلاس پی کر اس نے کہا: اور دو۔ آخر وہ شراب پی کر اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا۔ نشہ میں اس نے وہ دونوں جرم بھی کر ڈالے، جن سے پہلے انکار کر رہا تھا۔ یعنی عورت سے زنا کیا اور بچہ کو بھی قتل کر ڈالا۔

یہ قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت عثمان ؓ نے فرمایا: لوگو! شراب سے بچو، یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اور خدائے واحد کی قسم! ایمان اور شراب ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ نشہ میں آدمی کی زبان سے کفریہ کلمات بھی نکل جاتے ہیں اور پھر زبان ایسی باتوں کی عادی ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ موت کے وقت بھی کلمہ نہیں پڑھتا۔ کافر ہو کر دنیا سے جاتا ہے اور پھر ہمیشہ جہنم میں جلتا رہے گا۔ کثرت سے گناہ کرنے والے کو موت کے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا اور آخرت میں اسے حسرت و ندامت کے علاوہ کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

حضرت ضحاکؒ کہتے ہیں: جس نے عمر بھر شراب پی اور توبہ نہ کی، وہ قیامت کے دن بھی نشہ کی حالت میں اٹھایا جائے گا۔

حضرت قتادہ ؓ کہتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "چار آ
جنت کی خوشبو نہ پا سکیں گے، حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو برس کے سفر کے برابر فاصلہ
محسوس کی جا سکے گی:۔

(۱) بخیل (کنجوس) (۲) منّان (کسی پر احسان کر کے جتانے والا)
(۳) ہمیشہ شراب پینے والا (جو توبہ نہ کرے) اور (۴) والدین کی نافرمانی کرنے وال

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں: شراب سے تعلق رکھنے والے ان آدمیو
لعنت: (۱) کشید کرنے والا (۲) جس کے واسطے کشید کی جائے (۳) پینے والا (۴) پلانے
(۵) اٹھا کر لے جانے والا (۶) منگوانے والا (۷) اس کی تھوک تجارت کرنے والا (
خوردہ فروش (۹) بیچنے والا (۱۰) خریدنے والا اور (۱۱) اس کے خام مال کی کاشت کرنے وال

شرابی کی سزا: ایک روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن شرابی
قبر سے اس حال میں اٹھے گا: اس (کے جسم) سے مردار کی بدبو آتی ہوگی۔ صراحی (بو
اس کے گلے میں لٹکی ہوگی۔ پیالہ (گلاس) ہاتھ میں ہوگا۔ سانپ اور بچھو اس کے جسم
چمٹے ہوں گے۔ اسے آگ کے جوتے پہنائے جائیں گے، جن کی گرمی سے اس کا د
کھولتا (ابلتا) ہوگا۔ موت کے بعد اس کی قبر بھی آگ کا گڑھا ہوگی۔ اور دوزخ
فرعون اور ہامان کا ساتھ ہوگا۔

توریت، انجیل اور قرآن، تینوں آسمانی کتابوں میں شراب کو حرام قرار دیا گیا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس
شرابی کو ایک لقمہ کھانا بھی کھلایا، اللہ اس کے جسم پر سانپ اور بچھوؤں کو مسلط کر دے گا۔ ج
نے اس کی کوئی ضرورت پوری کر دی، اس نے اسلام کی بنیاد ڈھانے (کمزور کرنے)
معاونت کی ہے۔ جس نے اسے قرض دیا، اس نے ایک مسلمان کے قتل میں مدد کی
جس نے اس کی ہم نشینی (ساتھ بٹھانا، دوستی کرنا) اختیار کی، قیامت کے روز اللہ اسے ان
کر کے اٹھائے گا اور اس کی کوئی بات نہیں سنی جائے گی۔ شرابی سے شادی بیاہ کا رشت
کرو۔ بیمار ہو تو اس کی عیادت مت کرو۔ کسی بات میں اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ ا

خدائے برحق کی قسم! جس نے مجھے سچا نبی بنا کر بھیجا ہے، شراب وہی لوگ پیتے ہیں، جن کو (تینوں مشہور آسمانی کتابوں) توریت، انجیل اور قرآن میں ملعون کہا گیا ہے۔ جو شراب پیتا ہے، وہ ان تمام احکام اور کتابوں کا منکر ہے، جو اللہ نے اپنے نبیوں پر نازل کیں۔ شراب کو حلال سمجھ کر پینے والا کافر ہے۔ جو شراب کو حلال سمجھ کر پئے، اس کا مجھ سے (میری امت سے) کوئی تعلق نہیں۔ میرا اس سے دنیا و آخرت میں کوئی تعلق نہیں۔"

توریت میں شراب کی حرمت: حضرت کعب احبار ؓ سے ایک شخص نے پوچھا: کیا "توریت" میں بھی شراب کو حرام کہا گیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں! یہ آیت "اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ" توریت میں بھی لکھی ہوئی ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے: ہم نے حق نازل کیا تا کہ باطل کو مٹا دے اور فضول لہو ولعب کی چیزوں ڈھول تاشوں اور دیگر گانے بجانے کی چیزوں کو ختم کردے۔ شرابی پر خدا کی لعنت۔ خداوند تعالیٰ اپنے عزت و جلال کی قسم کھا کر کہتا ہے: جس نے شراب کو حلال سمجھ کر پیا، میں اسے قیامت کے روز پیاسا رکھوں گا۔ اور جس نے میری طرف سے شراب کو حرام قرار دیئے جانے کے بعد اسے چھوڑ دیا، میں اسے جنت کی نہر سے سیراب کردوں گا۔ مطلب یہ کہ جنت میں داخل کردوں گا۔

شراب سے انسان میں دس برائیاں پیدا ہوجاتی ہیں

مصنف ابو اللیث ؒ فرماتے ہیں: شراب سے بچو، اس کے پینے والے میں یہ دس برائیاں پیدا ہوجاتی ہیں:-

(۱) وہ عقل و ہوش کھو بیٹھتا ہے اور پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا ہے، جس سے بچے اس پر ہنستے ہیں اور کوئی عقلمند آدمی اسے اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔

حضرت ابی الدنیاؒ کہتے ہیں: ایک مرتبہ بغداد میں ایک شرابی کو دیکھا، ایک گلی میں بیٹھا پیشاب کر رہا تھا اور پیشاب کو چلو میں بھر کر سر اور چہرے پر ڈال رہا تھا، ساتھ ہی یہ دعا بھی پڑھ رہا تھا "اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِىْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِىْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ" (اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں میں شامل فرما) (یہ وضو کے بعد کی دعا ہے)۔

انھوں نے ہی یہ قصہ بھی لکھا ہے کہ ایک شرابی سڑک پر بے ہوش پڑا تھا۔ ایک کتا آیا اور اس کا منہ چاٹنے لگا۔ شرابی نشہ میں بڑبڑایا: حضرت اپنا رومال خراب نہ کریں۔

(۲) اس سے مال ضائع ہوتا ہے اور پینے والا عقل سے بے گانہ ہوجاتا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہمیں شراب کے بارے میں کچھ بتائیں۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ اس میں مال کا ضیاع (نقصان) اور عقل کی بربادی ہے۔

(۳) شراب پینے سے اکثر اوقات دوستوں حتیٰ کی بھائیوں میں دشمنی ہوجاتی ہے۔
قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:-

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ (المائدہ۔۹۱)

شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ تم میں دشمنی اور ناراضگی پیدا کردے۔

(۴) شراب پینے والا اللہ کے ذکر سے غافل ہوجاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۔ (المائدہ۔۹۱)

تمہیں ذکر الٰہی سے روک دیتی ہے اور نماز سے غافل کردیتی ہے۔ کیا تم اس سے باز نہیں آسکتے؟

جب یہ آیت نازل ہوئی، حضرت عمر ؓ نے فرمایا: پروردگار! ہم باز آگئے۔

(۵) شراب انسان کو زنا میں مبتلا کردیتی ہے۔ وہ نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے بیٹھتا ہے اور اسے پتہ بھی نہیں چلتا کہ میں بیوی کو طلاق دے چکا ہوں۔ اس طرح غیر دانستہ طور پر وہ زنا کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔

(۶) شراب ہر برائی کی جڑ ہے۔ آدمی شراب پی کر ہر گناہ کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے۔

(۷) شراب پینے کی وجہ سے اس کے ساتھ رہنے والے فرشتوں کو بھی شراب کے تعفن اور بدبو سے تکلیف پہنچتی ہے، اور یہ کونسی عقلمندی ہے کہ جو ہمیں پریشان نہیں کرتے، انھیں پریشان کیا جائے۔

(۸) شرابی کی سزا شریعت میں اسی ۸۰ کوڑے ہیں۔ اگر دنیا میں وہ ان سے بچ گیا تو آخرت میں اسے دوزخ کی آگ کے کوڑے مارے جائیں گے۔

(۹) مرنے کے بعد شرابی کی روح کو آسمان میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا، کیونکہ اوپر تو انھیں کی روحیں جاسکتی ہیں، جن کے عمل نیک ہوں اور اس نے تو کوئی نیک عمل کیا ہی

نہیں۔ اور دنیا کی زندگی میں بھی چالیس دن تک اس کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔
(۱۰) شرابی آدمی خود اپنی ذات اور اپنی روح کے لیے بھی مستقل خطرہ ہے، کیونکہ پتہ نہیں اسے موت کے وقت کلمہ پڑھنے کی توفیق نصیب ہوگی یا نہیں۔

یہ دس نقصان وہ ہیں، جو اسے دنیا میں پیش آتے ہیں۔ اور آخرت میں اسے جو سزا دی جائے گی، اس کا کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا۔

شراب سے پرہیز کرنے والے لوگوں کا جنت میں داخلہ

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ۝ لا وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا. (مریم۔۸۶،۸۵)

جس روز ہم متقیوں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کر جمع کریں گے اور مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسا ہانکیں گے۔

حضرت مقاتل ابن سلیمانؒ کہتے ہیں: اس آیت میں لفظ "وردا" بہ معنی "معطشا" استعمال ہوا ہے، جس کا مطلب ہے "پیاس کی حالت میں"۔

جنت کے دروازے پر ایک درخت ہے، جس کے نیچے سے دو نہریں گزرتی ہیں۔ جنتی لوگ ایک نہر سے پانی پئیں گے تو ان کا پیٹ تمام غیر پسندیدہ چیزوں سے پاک ہو جائے گا۔ دوسری نہر میں وہ غسل کریں گے تو ان کے جسم کا میل وغیرہ صاف ہو جائے گا۔ پھر ان کو اس طرح جنت میں داخلہ کی اجازت دی جائے گی:۔

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ. (الزمر۔۷۳)

تم پر سلامتی (اور امن و رحمت) ہو۔ تم خوش نصیب ہو۔ اب اس (جنت) میں ہمیشہ رہو بسو۔

ان کی سواری کے لیے اونٹ پیش کئے جائیں گے، جن کی رنگت سرخ یاقوت کی طرح، پاؤں سونے کے، جن پر یاقوت اور موتی جڑے ہوں گے۔ ان کی مہاریں خوبصورت موتیوں سے بنی ہوئی ہوں گی۔ ہر سوار کے جسم پر دو اتنی صاف اور خوبصورت چادریں ہوں گی کہ ان میں سے کوئی ایک دنیا کی طرف لٹکا دی جائے تو اس کی چمک سے پوری دنیا روشن ہو جائے۔ ہر جنتی کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر دیئے جائیں گے، جو جنت میں ان کی قیام گاہوں تک انھیں پہنچائیں گے۔

جب یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے سامنے ایک چاندی کا محل آئے گا، جس کے کنگورے سونے سے تیار کئے گئے ہوں گے۔ جب یہ جنتی اس محل کے قریب پہنچے گا، عمدہ قسم کے زیورات پہنے اور ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں اور سونے کے گلاس لیے بہت سے خوبصورت خادم اور فرشتے اس کے سامنے سلام پیش کرتے ہوئے آئیں گے۔ یہ ان کے سلام کا جواب دے گا۔

جب محل کی آرائش اور خوبصورتی دیکھ کر یہ وہاں اترنا چاہے گا، ساتھ والے محافظ فرشتے اس سے پوچھیں گے: کیا ارادہ ہے؟

"میں یہاں قیام کرنا چاہتا ہوں۔"

فرشتے کہیں گے: یہاں نہیں آگے چلئے۔ آپ کے لیے اس سے اچھی قیام گاہ آگے ہے۔ آگے ایک محل آئے گا، جس کی عمارت سونے سے بنی ہوئی اور اس کے کنگورے موتیوں سے بنائے گئے ہیں۔ یہاں بھی پچھلے محل کی طرح خوبصورت ملازمین سلام کریں گے۔ یہ ان کے سلام کا جواب دے گا اور اس میں داخل ہونا چاہے گا۔ محافظ فرشتے اس سے کہیں گے: یہاں نہیں! آپ کے قیام کے لیے اس سے بھی بہتر محل تیار کیا گیا ہے۔

کچھ دور چلیں گے تو سامنے ایک سرخ یاقوت سے تعمیر شدہ محل ہوگا، جس کی دیواریں اتنی شفاف ہوں گی کہ باہر سے ہی اندر کا سارا منظر نظر آ جائے گا۔ اس میں داخل ہوگا۔ ایک خوبصورت آنکھوں والی حور اس کا استقبال کرے گی۔ اس نے مختلف رنگ کی چادریں اوڑھ رکھی ہوں گی۔ اس کے لباس کی خوشبو ایک سو سال کی مسافتِ سفر تک محسوس ہوگی۔ اس کا چہرہ اتنا خوبصورت اور شفاف ہوگا کہ سامنے سے دیکھنے والا اس میں اپنے چہرے کا عکس دیکھ لے گا۔ سینہ پر نظر ڈالے گا تو اس کا دل اور جگر تک نظر آ جائے گا۔ پنڈلی کی ہڈی کے اندر سے اس کا گودا دکھائی دے گا۔

اس کے کمرے کی وسعت ایک فرسخ (تین میل) کے برابر ہوگی۔ اس کی بلندی بھی اسی قدر ہوگی۔ اس میں چار ہزار دروازے ہوں گے، جن میں سونے کے کواڑ لگے ہوں گے۔ فرش یاقوت اور موتیوں سے بنا ہوا ہوگا۔ غرض کہ آراستہ و پیراستہ گھر ہوگا۔ اس کی ہر منزل پر ستر بالا خانے ہوں گے۔ جب یہ ان میں بیٹھے گا اور کوئی پھل کھانا چاہے گا، وہ پھل خود اس کے پاس آ جائے گا، یا اس کی نشست گاہ اس پھل کی شاخ تک پہنچ جائے گی اور یہ اپنی حسب منشا پھل کھا لے گا۔ یہ سب کچھ

ان متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لیے ہوگا، جو دنیا میں شراب سے بچتے رہے۔
اور شرابیوں کو ڈھور ڈنگروں کی طرح ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ جب وہ جہنم کے قریب پہنچیں گے، ایک دم ان کے واسطے جہنم کے دروازے کھلیں گے اور فرشتے ہاتھوں میں لوہے کے گرز اور ہتھوڑے لیے ان کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ جب یہ جہنم کے اندر پہنچیں گے، ان کے جسم کے ہر جوڑ سے کوئی نہ کوئی عذاب چمٹا ہوگا۔ کسی جوڑ کو اژدہا (بڑا سانپ) ڈس رہا ہوگا۔ کسی کو آگ کے شعلے جھلسا رہے ہوں گے اور کسی پر فرشتوں کے ہتھوڑے یا گرز پڑ رہے ہوں گے۔

جب کوئی فرشتہ اس کے سر پر گرز مارے گا، وہ جہنم کی آگ میں اتنی گہرائی تک اتر جائے گا، جس کی مسافت چالیس سال کے سفر کے برابر ہوگی۔ اس کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے ہی آگ کے شعلے درمیان سے پھر اوپر لے آئیں گے۔ جونہی اس کا سر ابھرے گا، فرشتہ پھر اس پر گرز مارے گا۔ اسی طرح جب ان کے جسم کی کھال جل کر ختم ہوجائے گی، ان کے جسم پر نئی کھال چڑھا دی جائے گی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:۔

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنَا هُمْ جُلُوْدًا غَيْرَ هَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ.
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا. (النساء۔۵۶)

جب ان کی کھال جل کر ختم ہو جائے گی، ہم ان کو دوسری کھال پہنا دیں گے، تاکہ یہ لوگ اچھی طرح عذاب کا مزہ چکھ لیں۔ بے شک اللہ زبردست حکمت (دانائی) کا مالک ہے۔

اس طرح روزانہ ستر مرتبہ ان کی کھالیں جل جل کر ختم ہوں گی اور ستر مرتبہ انھیں نئی کھالیں پہنائی جاتی رہیں گی۔ پیاس کی شدت سے پانی مانگیں گے تو انھیں پینے کے لیے اس قدر تیز کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا، جس کی گرمی سے ان کے چہرے کا گوشت پگھل کر نیچے گر جائے گا۔ منہ میں جائے گا تو داڑھیں اور مسوڑھے پگھل کر گر جائیں گے۔ پیٹ میں جا کر انتڑیاں پھاڑ دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَ الْجُلُوْدُ. وَ لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ. (حج۔۲۰۔۲۱)

اس سے ان کے پیٹ کے اندر کی ساری چیزیں پگھل جائیں گی اور ان کے سروں پر لوہے کے گرز برس رہے ہوں گے۔

شراب پینے والے سے تمام مخلوق اور خود اللہ تعالیٰ اظہارِ بیزاری اور نفرت کرتا ہے

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں ہمیں معلوم ہوا ہے کہ جب کوئی پہلی بار شراب پیتا ہے اس کا دل سیاہ ہوجاتا ہے۔ دوسری مرتبہ پیتا ہے تو اس کے محافظ فرشتے الگ ہوجاتے ہیں۔ تیسری دفعہ پیتا ہے تو ملک الموت (موت کا فرشتہ) اس سے نفرت کرنے لگتا ہے۔ چوتھی مرتبہ شراب پینے والے کا تعلق نبی کریم ﷺ سے ٹوٹ جاتا ہے۔ پانچویں مرتبہ شراب پینے والے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے تعلق ہوجاتے ہیں۔ چھٹی مرتبہ شراب پینے والے سے جبرائیل علیہ السلام بیزار ہوجاتے ہیں۔ ساتویں مرتبہ شراب پینے والے سے اسرافیل علیہ السلام کو نفرت ہوجاتی ہے۔ آٹھویں بار شراب پینے والے سے میکائیل علیہ السلام بیزار ہوجاتے ہیں۔ نویں مرتبہ شراب پینے والے سے آسمان نفرت کرتا ہے۔ دسویں دفعہ شراب پینے والے سے زمین بیزار ہوجاتی ہے۔ گیارھویں مرتبہ شراب پینے والے سے سمندر کی مخلوقات اپنا تعلق ختم کر دیتی ہیں۔ بارھویں مرتبہ شراب پینے والے شخص سے چاند اور سورج اپنا تعلق قائم نہیں رکھتے۔ تیرھویں مرتبہ شراب پینے والے سے آسمان کے ستارے اپنا تعلق قائم نہیں رکھتے۔ چودھویں مرتبہ شراب پینے والے سے تمام زمینی مخلوق بیزار ہوجاتی ہے۔ پندرھویں مرتبہ شراب پینے والے پر جنت کے دروازے بند ہوجاتے ہیں۔ سولھویں مرتبہ شراب پینے والے کے واسطے دوزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ سترھویں بار شراب پینے والے سے عرش کے اٹھانے والے فرشتے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اٹھارویں مرتبہ شراب پینے والے سے اللہ تعالیٰ کی کرسی نفرت کرتی ہے۔ انیسویں مرتبہ شراب پینے والے سے عرش بے تعلق ہوجاتا ہے اور جو بیسویں مرتبہ شراب پیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر لعنت بھیجتا ہے۔

شراب پینے کے نقصانات: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزید کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جس نے ایک مرتبہ شراب پی (کم مقدار یعنی کہ ہوش و حواس پر غالب نہ آئے) اس کی سات نمازیں قبول نہ ہوں گی۔ اور اگر شراب اس کی عقل پر غالب آ گئی (ہوش و حواس پر قابو نہ رہا) تو چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔ اگر اسی حالت میں مرگیا، اس کی موت کافر کی موت ہوگی۔ البتہ اگر اس نے تو

کرلی، اللہ اسے معاف کردے گا۔ اور اگر اس نے (توبہ کے بعد) پھر شراب پی تو پھر اللہ لازمی طور پر دوزخ کی نالیوں میں بہنے والا گندہ پانی پلائے گا۔''

ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے ایک مرتبہ شراب پی، چالیس روز تک اس کی نماز روزہ وغیرہ کوئی بھی عمل قبول نہیں ہوگا۔ دوبارہ شراب پی تو اسی روز تک اس کی نماز روزہ وغیرہ کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔ تیسری دفعہ پی تو ایک سو بیس دن تک اس کی نماز روزہ اور کوئی بھی نیک عمل قبول نہ ہوگا۔ اور جو چوتھی مرتبہ شراب پی لے، اسے (حکومتِ وقت) قتل کردے۔ وہ کافر ہے۔ اور لازمی طور پر جہنم کی گندی نالیوں کا کیچڑ ملا پانی پلایا جائے گا۔''

ایک حدیث میں ہے: ''ہر طرح کے گناہ اور خطائیں ایک گھر میں جمع کردی گئی ہیں، جس کی چابی شراب نوشی ہے۔''

گویا شراب پینے والا نشے کی حالت میں ہر گناہ کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

ایک صحابی ؓ کا قول ہے: جس کسی نے شرابی سے اپنی بیٹی کی شادی کی، اس نے اپنی بیٹی کو زنا کاری کے لیے بھیجا ہے۔ کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شراب پینے والا نشہ کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے بیٹھتا ہے، جس کا اسے احساس تک نہیں ہوتا۔ اس طرح پھر دونوں میاں بیوی زنا کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں: شراب پینے والے اور بتوں کی پوجا کرنے والے (مشرک) میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب کو رِجس (گندگی) کہا ہے، جبکہ وہ بت پرستی کو بھی رِجس سے ہی تعبیر کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (المائدہ . ۹۰)

شراب، جوا، تیروں کے ذریعہ تقسیم اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا، گندگی اور شیطان کے کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو تاکہ تم کامیاب رہو۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ. (الحج : ۳۰) بت پرستی کی گندگی سے پرہیز کرو۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں: جس نے دن کے وقت شراب پی اور اسی حالت میں اسے شام ہوگئی، اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے اس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا

ہو۔ اور اگر اس نے رات کے وقت شراب پی ہو اور اسی حالت میں اسے صبح ہوگئی، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے اس نے رات بھر شرک کیا ہو۔

مرنے کے بعد شرابی کا رخ قبلہ سے پھر جاتا ہے

اور عبداللہ ابن مسعود ؓ سے یہ بھی مروی ہے، کہتے ہیں: کوئی شراب پینے والا فوت ہو جائے، اسے دفن کردو اور مجھے قید میں رکھو۔ مرنے والے شرابی کی قبر کھول کر دیکھو۔ اس کا رخ قبلہ سے پھر گیا ہوگا۔ اگر میری یہ بات صحیح نہ ہو تو مجھے قتل کردینا۔

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے مجھے اہل دنیا کے واسطے ہدایت و رحمت بنا کر بھیجا ہے اور اس لیے بھیجا ہے کہ (رقص و سرود) اور گانے بجانے کے آلات اور دور جاہلیت کی بت پرستی کو ختم کردوں۔ اور اللہ نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا ہے: ''میرے بندوں میں سے جو بندہ (انسان) شراب پئے گا، میں اسے قیامت کے روز (جنت کی شراب سے) محروم کردوں گا۔ اور میرا جو بندہ دنیا میں شراب سے پرہیز کرے گا، میں اسے جنت کی خصوصی خطیر قدس سے سیراب کردوں گا۔''

یعنی یہاں شراب پینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا اور جنت کی دیگر نعمتوں سے محروم رہے گا۔ او جو شخص دنیا میں شراب سے بچے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہاں کی نعمتوں سے فیضیاب ہوگا۔

توریت اور شراب: حضرت اوث ابن سمعان نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: اس ہستی (اللہ) کی قسم، جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے، شراب کو توریت میں پچیس مقامات پر حرام لکھا گیا ہے۔ ہلاکت ہے شراب پینے والے کے لئے۔ اور اللہ اسے دوزخ کی گندی نالیوں کا کیچڑ ملا ہوا پانی پلائے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا۔

حضرت محمد ابن منکدر کہتے ہیں: اللہ قیامت کے روز فرمائے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے دنیا میں اپنے دل اور کانوں کو فضول کھیل کود اور راگ رنگ کی شیطانی محفلوں سے دور رکھا۔ انھیں مشک کی خوشبو سے مہکتے ہوئے جنت کے باغوں میں پہنچا دو۔ اس کے بعد فرشتوں کو حکم دے گا: انھیں میری حمد و ثنا کے نغمے سناؤ اور بتا دو کہ اب تم یہاں (جنت میں) بے فکری سے رہو۔

حضرت ابن سلیم کو ایک ولیمہ کی دعوت میں بلایا گیا۔ وہ جب وہاں پہنچے، دیکھا کر گانے بجانے کا سامان رکھا ہے۔ واپس لوٹ آئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کا قول ہے: گانے بجانے میں مشغول رہنے سے دل میں اس طرح نفاق پیدا ہوتا ہے، جیسے پانی سے گھاس اور سبزہ پیدا ہوتا ہے۔

شراب کی سزا اسّی کوڑے

حضرت عبدالرحمٰن سلمیؒ بیان کرتے ہیں: شام کے کچھ لوگوں نے شراب پی اور اس کے لیے اس آیت کو دلیل بنایا:۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا (مائدہ۔۹۳)

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، وہ جو چیز کھانے پینے میں استعمال کریں، اس میں کوئی گناہ نہیں۔

شام کے گورنر حضرت امیر معاویہ ؓ نے حضرت عمر ؓ (خلیفہ) کو اس کی اطلاع دی۔ انھوں نے لکھا: ان لوگوں کو میرے پاس بھیج دو۔ جب وہ آئے، حضرت عمر ؓ نے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان کے بارے میں مشورہ کیا۔ سب نے یہ مشورہ دیا: ان لوگوں نے چونکہ اپنی طرف سے گھڑ کر اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کی ہے، جس کا اس نے حکم نہیں دیا، لہٰذا ان کو قتل کر دیا جائے۔ اور حضرت علی ؓ نے یہ مشورہ دیا کہ ان سے کہا جائے کہ اس بات سے توبہ کر لیں۔ توبہ نہ کریں تو پھر انھیں قتل کر دیا جائے۔ انھوں نے توبہ کر لی اور خلیفہ نے شراب کی حد (سزا) میں انھیں اسّی کوڑے مارے۔

حضرت عکرمہ ؓ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: انھوں نے کہا: جب شراب کی حرمت والی آیت نازل ہوئی، بعض لوگوں نے یہ سوال کیا: ہمارے بھائی تحریم شراب (حرام قرار دیے جانے) سے قبل شراب پیتے تھے اور وہ وفات پا چکے ہیں، ان کا کیا ہوگا؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا (مائدہ۔۹۳)

ایسے لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، وہ (شراب کی حرمت کا حکم آنے سے پہلے) جو کچھ کھاتے پیتے رہے، ان پر کوئی گناہ نہیں۔

جھوٹ پر تنبیہ

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”سچ بولو، کیونکہ سچ بھلائی کی راہ دکھاتا ہے اور بھلائی جنت میں پہنچا دیتی ہے۔ جو آدمی ہمیشہ سچ بولتا اور سچ کو پسند کرتا ہے، اللہ کے دفتر میں اسے ”صدیق“ لکھا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بچو۔ جھوٹ بے حیائی اور گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔ جو شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا رہے اور جھوٹی باتوں کو پسند کرتا رہے، وہ اللہ کے دفتر میں ”کذاب“ (مجسم جھوٹ) لکھا جاتا ہے۔“

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں: منافق کی پہچان یہ تین چیزیں ہیں:

(۱) ہر بات میں جھوٹ بولتا ہے۔ (۲) وعدہ پورا نہیں کرتا۔ (۳) عہد کر کے توڑ دیتا ہے۔

اور اس کی تصدیق ان آیتوں سے بھی ہوتی ہے:۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ. فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ. فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ. (توبہ۔۷۵،۷۷)

ان میں سے بعض وہ ہیں، جنھوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اللہ نے ہمیں اپنے فضل سے نوازا (ہمیں دولت دی)، ہم ضرور صدقہ (وخیرات) کریں گے اور نیک لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔ (لیکن) جب اللہ نے انھیں دیا، وہ کنجوسی کرنے لگے اور (اپنے عہد سے) پھر گئے۔ اس (بدعہدی اور جھوٹ) کے نتیجہ میں اللہ نے ان کے دل میں قیامت کے لیے نفاق (آپس کی دشمنی) ڈال دیا۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں: حضرت لقمان سے کسی نے پوچھا: آپ اس مقام تک کیسے پہنچے؟ فرمایا: تین باتوں کے ذریعہ:۔

(۱) قول کی سچائی (۲) امانتداری اور (۳) فضول باتوں سے پرہیز۔

مومن جھوٹ نہیں بولتا: حضرت صفوان ابن سلیم ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا:

(۱) کیا مومن بزدل ہوسکتا ہے؟ فرمایا: ”ہاں“ (ہوسکتا ہے)

(۲) کیا مومن بخیل (کنجوس) ہوسکتا ہے؟ فرمایا: ”ہاں“ (ہوسکتا ہے)

(۳) کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے؟ فرمایا: ”نہیں“، یعنی مومن (مسلمان) جھوٹ نہیں بول سکتا

حضرت عبادہ ابن صامت ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”تم مجھے اپنی طرف سے ان باتوں کی ضمانت دے دو۔ میں تمہیں جنت میں داخلہ کی ضمانت دے دوں گا: (۱) بات کرو تو سچی کرو۔ (۲) وعدہ پورا کرو۔ (۳) کسی کی امانت ہو تو اسے واپس کردو۔ (۴) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔ (۵) نگاہیں نیچی رکھو (غیر محرم عورت کی طرف نظر نہ اٹھاؤ)۔ (۶) کسی پر ظلم نہ کرو۔

ان چھ باتوں میں نبی کریم ﷺ نے تمام حقائق کو جمع کر دیا ہے۔ ہمیں چاہیے، ان کو غور سے پڑھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

حضرت حذیفہ ابن یمان ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کوئی ایک خلاف شرع بات کہنے سے منافق کہلاتا تھا۔ اور آج میں دیکھتا ہوں کہ لوگ ایسی دسیوں باتیں کرگزرتے ہیں، جنھیں نفاق کی علامت کہا جاسکتا ہے۔ مثلاً اگر ایک آدمی بار بار جھوٹ بولتا رہے، وہ اللہ کے نزدیک منافق شمار ہوتا ہے۔ اس کا گناہ اس پر اور جو شخص اس کی بات پر عمل کرے گا، اس کا گناہ بھی اس پر ہوگا۔

حضور ﷺ کا ایک خواب

موت کے بعد کے مختلف منظر ملاحظہ فرمائیے

حضرت سمرہ ابن جندب ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نماز فجر کے بعد ہم سے دریافت فرماتے: کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے خواب دیکھا ہوتا تو وہ بیان کردیتا۔ ایک روز حسب معمول ہم سے آپ ﷺ نے خواب کے

متعلق دریافت کیا۔ ہم نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: ”آج میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے کر چل دیئے۔ ہم ایک ہموار میدان میں پہنچے۔ وہاں دیکھا، ایک آدمی لیٹا ہوا ہے اور ایک دوسرا آدمی پتھر لیے کھڑا ہے۔ وہ پتھر مارتا ہے۔ لیٹے ہوئے آدمی کا سر کچل جاتا ہے اور پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا ہے۔ جب تک وہ پتھر لے کر آتا ہے، اس آدمی کا سر پہلے کی طرح صحیح سالم ہوجاتا ہے۔ وہ مسلسل اسے کچلتا ہے اور یہ صحیح ہوجاتا ہے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ یہ کیا ماجرا ہے؟ میرے ساتھیوں نے کہا: آگے چلو۔ کچھ آگے گئے۔ میں نے دیکھا، ایک آدمی زمین پر چت لیٹا ہے اور دوسرا آدمی لوہے کا آنکڑا اس کے کلّے میں ڈال کر گدّی تک چیر دیتا ہے۔ پھر دوسرا کلا اسی طرح چیر دیتا ہے۔ اتنی دیر میں پہلا بھی اپنی اصل حالت میں آجاتا ہے۔ یہ عمل مسلسل دہرایا جارہا تھا۔ میں نے پھر پوچھا: سبحان اللہ یہ کون ہے؟ میرے ساتھیوں نے پھر مجھے آگے بڑھا دیا۔ پھر ہمارے سامنے ایک عمارت آئی، جس کا نیچے کا حصہ کافی کشادہ، مگر اوپر کا حصہ تنور کی طرح گول تھا۔ اس میں بہت سے مرد اور عورتیں ننگ دھڑنگ بند تھے۔ نیچے سے آگ کے شعلے اٹھتے ہیں تو یہ لوگ چیختے ہیں۔ میں نے پوچھا: سبحان اللہ یہ کون ہیں؟ میرے ساتھیوں نے کوئی جواب نہ دیا اور ہم آگے بڑھ گئے۔ آگے دیکھا، ایک نہر میں ایک آدمی تیر رہا ہے اور ایک دوسرا آدمی بہت سے پتھر جمع کیے کنارے پر بیٹھا ہے۔ جب تیرنے والا کنارہ کے قریب آتا ہے، منہ کھولتا ہے اور کنارے پر بیٹھنے والا ایک پتھر اس کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔ میں نے کہا: سبحان اللہ یہ کون ہیں؟ میرے ساتھی پھر مجھے لے کر آگے بڑھ گئے۔ ہمارے سامنے ایک باغ تھا، جس میں ایک قد آور آدمی کھڑا تھا اور بہت سے بچے اس کے گرد جمع تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ میرے ساتھیوں نے کوئی جواب نہ دیا اور ہم آگے بڑھ گئے۔ اب ہم ایک بہت بڑے سایہ دار درخت کے پاس پہنچے۔ اس کے سائے میں چلتے ہوئے ہم ایک شہر کے قریب پہنچے، جس کی عمارتوں کی تعمیر میں ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی کی استعمال ہوئی تھی۔ ہم شہر کا پھاٹک کھلوا کر اندر داخل ہوئے۔ میرے ساتھی مجھے ایک خوبصورت عمارت کے احاطہ میں لے گئے۔

اس کے بعد ایک دوسرا خوبصورت مکان دکھایا، جو پہلے مکان سے زیادہ خوبصورت تھا اور آخر میں ایک انتہائی عمدہ اور ہر طرح سے آراستہ عمارت سامنے آئی، جس کے بارے میں میرے ساتھیوں نے مجھے بتایا: یہ آپ کے واسطے ہے۔ میں نے کہا: کیا میں اس کے اندر جاسکتا ہوں؟ انھوں نے کہا: ابھی نہیں۔ میں نے ان سے کہا: یہاں آتے ہوئے میں نے اور بھی بہت سی عجیب چیزیں دیکھی ہیں۔ کیا ان کے بارے میں کچھ بتاؤ گے؟ انھوں نے کہا: سب سے پہلے جو آپ نے دیکھا کہ ایک شخص پتھر سے کچلا جارہا ہے، وہ ایک حافظ قرآن ہے، جس نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا اور فرض نماز سے بھی سستی برتتے ہوئے سوجایا کرتا تھا۔ اور دوسرا شخص جس کی باچھیں (کلے) چیری جارہی تھیں، وہ ایک ایسا شخص تھا، جو صبح گھر سے نکلتے ہی جھوٹ بولنا شروع کرتا اور اس کا یہ جھوٹ پوری دنیا میں پھیل جاتا (ہمارے دور کے ریڈیو، ٹی وی اور اخبارات وغیرہ میں جھوٹا پروپیگنڈا کرنے والے افراد کے لیے دعوتِ فکر ہے)۔ جن لوگوں کو آپ نے اس تنور نما عمارت کے اندر آگ میں جلتے دیکھا ہے، وہ زنا کار مردوں اور عورتوں کا گروہ تھا۔ جس کو آپ نے نہر میں تیرتے اور پتھر چباتے دیکھا، وہ ایک سود خور تھا۔ باغ میں طویل قامت (لمبے قد والے) شخص جن کے پاس بہت سے بچے جمع تھے، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، اور بچے وہ تھے جو دین فطرت پر پیدا ہوئے اور بلوغ سے پہلے ہی فوت ہوگئے۔ جنت میں پہلا گھر جو آپ نے دیکھا، وہ آپ کے عام امتی کے واسطے، دوسرا شہید کے لئے۔ (آخر میں تعارف) میرا نام جبرائیل اور میرے ساتھی کا نام میکائیل (دونوں فرشتے ہیں) ہے۔

ایک شخص نے دریافت کیا: مشرکین کی جو اولاد کم سنی (بچپن) میں فوت ہوجاتی ہے، وہ کہاں رکھی جاتی ہے؟ فرمایا: وہ بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس رکھی جاتی ہے۔ مشرکین کی اولاد کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ وہ اہل جنت کی خدمت پر مامور کئے جائیں گے۔ بعض نے کہا ہے، وہ بھی دوزخ میں جائیں گے۔ صحیح علم اللہ ہی کو ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہتے ہیں:-

سب سے زیادہ سچا کلام اللہ کا کلام (قرآن) ہے۔

سب سے بہتر ذکر اللہ کا ذکر ہے۔

سب سے برا اندھاپن دل کا اندھاپن ہے۔

وہ تھوڑا رزق جو ضرورت پوری کردے، اس زیادہ سے بہتر ہے جو اللہ کی یاد سے غافل کردے۔

سب سے بڑی شرمندگی (رسوائی) قیامت کے دن کی شرمندگی ہوگی۔

بہترین دولت دل کی بے نیازی (صبر) ہے۔

بہترین زادِ سفر (آخرت کے لئے) تقویٰ ہے۔

شراب تمام گناہوں کا مرکز ہے۔

عورت شیطان کا پھندا ہے۔

جوانی دیوانگی کا ایک حصہ ہے۔

سب سے بری کمائی سودی کاروبار کی کمائی ہے۔

سب سے بڑا گناہ زبان کو جھوٹ کے لیے استعمال کرنا ہے۔

حضرت سفیان ابن حصین رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جھوٹ کسی حال میں اچھا نہیں۔ مگر تین مواقع پر اس کی گنجائش ہے: (۱) جنگ کے وقت (کیونکہ جنگ میں کامیابی حسن تدبیر پر موقوف ہے)۔

(۲) دوسرے اس وقت جب دو مسلمانوں میں صلح صفائی کرانی ہو۔

(۳) تیسرے اس وقت جب میاں بیوی کے درمیان ناچاقی ختم کرانی ہو۔

سچائی اولیاء اللہ کا زیور ہے: ایک تابعی کا قول ہے: سچائی اولیاء اللہ کا زیور ہے۔ جیسا کہ اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:-

هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ. (مائدہ۔۱۱۹)

یہ وہ دن (قیامت کا دن) ہے، جس دن سچ بولنے والوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ. (توبہ۔۱۱۹)

اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔

وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ. لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ. (زمر۳۳۔۳۴)

اور جو سچائی کی تائید کرتے ہوئے سچوں کے ساتھ ہو جائے، ایسے ہی لوگ ہیں جو متقی (اللہ سے ڈرنے والے) کہلا سکتے ہیں۔ ان کے واسطے ان کے رب کے پاس ہر وہ چیز موجود ہے جو وہ چاہتے ہیں۔

جھوٹ بدبختوں کی پہچان ہے: اور جھوٹ بدبختوں اور برے لوگوں کی نشانی ہے۔ اللہ نے ایسے لوگوں کی مذمت کی اور ان پر لعنت بھیجی ہے:۔

قُتِلَ الْخَرّٰاصُوْنَ. (ذاریات۔۱۰) جھوٹے لوگ مارے گئے (برباد ہوئے)۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَ ھُوَ یُدْعٰی اِلَی الْاِسْلَامِ وَ اللّٰہُ لَا یَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ. (صف۔۷)

اس سے بڑا ظالم (مجرم) کون ہوگا جو اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرے، جبکہ اسے قبول اسلام کی دعوت بھی دی جا رہی ہو۔ (سچ ہے) اللہ ایسے بڑے نافرمانوں کو سیدھا راستہ نہیں دکھایا کرتا۔

غیبت

کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا

غیبت کیا ہے؟ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جانتے ہو، غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: "غیبت یہ ہے کہ تم اپنے کسی بھائی سے منسوب کر کے ایسی بات کہو، جو اسے ناگوار ہو۔" ایک شخص نے پوچھا: اگر میں اپنے بھائی کے متعلق ایسی بات کہوں، جو اس میں موجود ہے؟ فرمایا: "یہی تو غیبت ہے کہ تم وہ بات اس کی پیٹھ پیچھے کہو، جو اس میں موجود ہے۔ اور اگر تم نے وہ بات کہی جو اس میں موجود نہ ہو، وہ بہتان ہوگا۔"

ہمارے سلف صالحین (بزرگ حضرات) کسی کے بارے میں اتنی بات کہنے کو بھی غیبت سمجھتے تھے: "فلاں شخص کا لباس تنگ ہے یا فلاں شخص کھلا لباس پہنتا ہے۔" لہٰذا کسی کی شخصیت کے بارے میں کوئی بات کہنا یا اس کی غیر موجودگی میں اس پر تبصرہ کرنا تو اور بھی زیادہ بری بات ہے۔

حضرت ابن ابی نجیح کہتے ہیں: ہمیں معلوم ہوا ہے، نبی کریم ﷺ کے پاس ایک پستہ قد عورت آئی اور واپس چلی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "کتنے چھوٹے قد کی عورت ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا: (عائشہ!) تو اس کی غیبت کیوں کرتی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "(حضور!) میں نے تو وہی بات کہی ہے، جو اس میں موجود ہے۔"

فرمایا: "تو نے اس کے پستہ قد کو اس کی ایک برائی سمجھتے ہوئے یہ بات کہی ہے۔"

آخرت میں غیبت کی سزا: حضرت ابو سعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "معراج کی شب جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی، میں نے دیکھا، کچھ لوگ ایک جگہ جمع ہیں۔ ان کے پہلو سے گوشت کاٹ کر انھیں کھلایا جا رہا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے: "کھاؤ، یہ وہی گوشت ہے جو تم اپنے بھائی کے پہلو سے نوچ کر کھایا کرتے تھے۔"

میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا: یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں، جو لوگوں کی غیبت کیا کرتے تھے۔

مصنف (ابولیث سمرقندیؒ) کہتے ہیں: میرے والدِ محترم نے مجھ سے بیان کیا: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، نبی کریم ﷺ اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے اور حضرت زید ابن ثابت ؓ اصحاب صفہ کو تعلیم دے رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ کے پاس کچھ گوشت آیا۔ اصحاب صفہ نے حضرت زید کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا اور گزارش کی: ہم نے کافی دنوں سے گوشت نہیں کھایا، کچھ عنایت ہو جائے۔ حضرت زید ؓ ان کا یہ پیغام لے کر گئے تو انھوں نے حضرت زید کے متعلق آپس میں کہا: یہ زید بھی اسی طرح آپ ﷺ کے پاس آئے تھے، جس طرح ہم آئے ہیں۔ جب حضرت زید نے ان کا پیغام آپ تک پہنچایا، آپ نے فرمایا: ”ان سے کہو: ابھی ابھی تو تم نے گوشت کھایا ہے۔“

حضرت زید نے ان سے جا کر کہا تو پھر انھوں نے وہی بات دہرائی: ”ہم نے اتنے دن سے گوشت نہیں کھایا۔“

حضرت زید نے ان کا جواب آپ ﷺ تک پہنچایا۔

دو تین مرتبہ زید ؓ آئے گئے۔ آپ ﷺ کا فرمان ان کو پہنچایا اور ان کا جواب آپ سے بیان کیا۔ آخر وہ (اصحاب صفہ) خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی بات دہرائی۔ آپ نے ان سے فرمایا: ”تم نے ابھی اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے، تمہارے دانتوں میں گوشت کا اثر موجود ہے۔ تم کلی کرو، اس کا اثر نظر آ جائے گا۔“
انھوں نے کلی کی تو منہ سے خون آیا۔ انھوں نے اسی وقت توبہ کی اور آپ سے معافی چاہی۔

غیبت کی بدبو سے ہوا بھی بدبودار ہوگئی

حضرت جابر ابن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ بڑی بدبودار ہوا چلی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کچھ منافق لوگوں نے مسلمانوں کی غیبت کی ہے۔ اس کی بدبو سے ہوا بھی بدبودار ہوگئی ہے۔“
ایک مسلمان فلسفی سے لوگوں نے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں غیبت کی بدبو محسوس ہو جاتی تھی، آج کیوں محسوس نہیں ہوتی؟

فلسفی نے جواب دیا: ہمارے دور میں غیبت عام ہوگئی اور اس کی بدبو ہمارے دماغ میں رچ بس گئی ہے۔ جس طرح کہ ایک گندگی کا کام کرنے والے کے دماغ میں گندگی کی بدبو سما جاتی ہے اور بو اسے محسوس نہیں ہوتی، وہ بے تکلفی سے اپنا کام کرتا رہتا ہے، یہی حالت ہماری ہے کہ غیبت ہماری زندگی کا حصہ بن چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے برے اثرات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ایک روایت ہے، ایک سفر میں حضرت سلمان فارسی ؓ اور حضرت عمر ؓ جیسے بڑے بڑے صحابہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ایک منزل پر پہنچ کر خیمے لگائے اور کھانا وغیرہ تیار کرنے لگے۔ حضرت سلمان ؓ کو نیند آ گئی، وہ سو گئے۔ کچھ لوگوں نے کہا: یہ لڑکا پڑ کر سو گیا ہے اور کھانا تیار ہوگا تو آ کر کھانے بیٹھ جائے گا۔ جب سلمان آئے، کھانے کی تیاری کی جا رہی تھی۔ لوگوں نے سلمان سے کہا: جاؤ حضور ﷺ کے پاس سے سالن لے آؤ۔ سلمان آپ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا: ”انہیں جا کر بتاؤ، تم نے ابھی تو سالن کھایا ہے۔“
انھوں نے کہا: ہم نے تو کوئی سالن نہیں کھایا۔ لیکن حضور ﷺ بھی جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ چنانچہ سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
آپ نے ان سے فرمایا: ”جب تم نے اپنے اس بھائی کے متعلق وہ باتیں کہیں، جو تم کہہ چکے ہو، اس وقت تم نے اس کا گوشت کھایا تھا۔“
اور اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

(الحجرات: ۱۲)

اے اہل ایمان! (مسلمانو!) بدگمانیوں سے پرہیز کیا کرو۔ بعض بدگمانی گناہ ہوتی ہے۔

حضرت سفیانؒ کہتے ہیں: ظن (گمان) کی دو قسمیں ہیں:-
(۱) وہ ظن (گمان) جو دل میں کسی کے متعلق پیدا ہو، مگر کسی سے اس کا ذکر نہ کیا جائے اور بھلا دیا جائے۔ اس میں گناہ نہیں، نہ یہ قابل مؤاخذہ ہے۔
(۲) وہ ظن (گمان) جو کسی کے متعلق دل میں پیدا ہو اور اسے لوگوں کے سامنے بیان کر دیا جائے۔

کسی کی غیبت کرنا ایسا ہی قابل نفرت فعل ہے
جیسے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا

وَلَا تَجَسَّسُوْا. (حجرات۔۱۲) لوگوں کے عیب نہ ڈھونڈتے پھرو۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ. (الحجرات:۱۲)

(تم میں سے) کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی یہ (بات) پسند کرے گا کہ کوئی شخص اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تم تو اس سے نفرت کرو گے۔

لہٰذا تم کو غیبت سے اور غیبت کرنے والے سے بھی ایسی ہی نفرت کا اظہار کرنا چاہیے، جیسے تم اس سے نفرت کر سکتے ہو جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہا ہو۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

''ایک سفر میں نبی کریم ﷺ نے دو خوشحال آدمیوں کے ساتھ ایک غریب و نادار آدمی کو لگا دیا تھا کہ وہ ان کے خیمہ وغیرہ لگانے کا کام کر دیا کرے اور دوسری کوئی خدمت کر دیا کرے گا۔ اس کے عوض ان کے ساتھ کھانا کھا لیا کرے گا۔ حضرت سلمان ؓ اسی طرح دو آدمیوں کے ساتھ تھے۔ قافلہ جب ایک منزل پر پہنچا، حضرت سلمان ؓ کسی وجہ سے (تھکن وغیرہ) کوئی کام نہ کر سکے۔ کھانے کا وقت ہوا تو انھوں نے حضرت سلمان کو حضور ﷺ کے پاس بھیجا کہ سالن لے آؤ۔ وہ چلے گئے تو یہ دونوں حضرت سلمان کے بارے میں کہنے لگے: یہ شخص کسی کنویں پر بھی جائے تو اس کا پانی بھی خشک ہو جائے گا (مطلب یہ تھا کہ اس شخص کو ہم کب تک کھلائیں گے)۔ حضرت سلمان نے ان کا پیغام (سالن لانے کا) حضور ﷺ کو پہنچا دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ان سے جا کر کہو: تم نے ابھی تو سالن کھایا ہے۔'' حضرت سلمان واپس آئے اور اسی طرح ان سے کہہ دیا، جس طرح حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ انھوں نے انکار کرتے ہوئے کہا: ہم نے تو کوئی سالن نہیں کھایا اور ساتھ ہی وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: حضور! ہم نے تو کوئی سالن نہیں کھایا۔ آپ نے فرمایا: ''مجھے تمہارے منہ کے اندر گوشت کی سرخی دکھائی دے رہی ہے۔'' انھوں نے کہا: ہمارے

پاس تو آج کھانے کی کوئی چیز نہ تھی، نہ ہم نے آج گوشت کھایا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے اپنے بھائی (سلمان) کی غیبت کی تھی، وہ اس کا گوشت کھانے کے برابر تھی۔ تمہیں چاہیے کہ جس طرح تم مردار کا گوشت کھانے سے نفرت کرتے ہو، اسی طرح غیبت سے بھی نفرت کرو۔ کیونکہ جو شخص اپنے کسی بھائی کی غیبت کرتا ہے، وہ اس کا گوشت کھاتا ہے۔''

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا. تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کیا کرے۔

حضرت حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں: کسی نے ایک شخص کی غیبت کی۔ اس شخص نے عمدہ کھانا تیار کرایا اور تھال بھر کر اس (غیبت کرنے والے) کے گھر ان شکریہ کے الفاظ کے ساتھ بھیج دیا: معلوم ہوا ہے تم نے اپنی کچھ نیکیاں مجھے ہدیہ کے طور پر دی ہیں۔ میں چاہتا تھا، تمہارے اس احسان کا بدلہ دوں۔ لہٰذا یہ معمولی سا کھانا حاضر خدمت ہے۔ قبول کر لو گے تو بندہ کی عزت افزائی ہوگی۔ میں کسی طرح بھی تمہارے اس احسان کا بدلہ نہیں دے سکتا۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے کچھ لوگوں کی دعوت کی۔ لوگ آ کر بیٹھے تو ایک غیر موجود شخص کی غیبت کرنے لگے۔ حضرت ابراہیم ابن ادھم نے ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگ روٹی کے ساتھ سالن کھایا کرتے ہیں، تم نے بغیر روٹی کے ہی سالن گوشت کھانا شروع کر دیا۔ یعنی غیبت شروع کر دی، جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے۔

حضرت امامہ باہلی کہتے ہیں: قیامت کے روز جب ایک ایسے شخص کے سامنے اس کا اعمال نامہ آئے گا، جس نے زندگی میں کبھی کوئی نیک عمل نہ کیا ہوگا، لیکن اس کے اعمال نامہ میں نیکیاں لکھی ہوں گی، وہ تعجب سے کہے گا: پروردگار! یہ کیسے ہوا؟ اللہ تعالیٰ اسے بتائے گا: یہ ان لوگوں کی نیکیاں ہیں، جو تیری غیبت کرتے تھے اور تجھے ان کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔

حضرت ابراہیم ابن ادھمؒ نے کسی غیبت کرنے والے شخص سے کہا: بھلے آدمی تو دنیا میں اپنے دوستوں کو اپنی سخاوت (بخشش و دولت) سے محروم رکھتا ہے (جس کے لیے تجھے معذور نہیں سمجھا جا سکتا) اور آخرت میں اپنے دشمنوں پر دولت لٹا رہا ہے۔ یعنی تیری ساری نیکیاں تیرے دشمن کے کھاتے میں لکھی جا رہی ہیں۔ یہ کوئی عقل مندی نہیں، نہ کوئی قابل تعریف فعل ہے۔

چار باتیں انسان کے نیک اعمال کو برباد کر دیتی ہیں

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”چار باتیں جن سے روزہ دار کا روزہ، باوضو شخص کا وضو ٹوٹ جاتا ہے اور نیک عمل کو برباد کر دیتی ہیں:۔

(۱) غیبت (پس پشت کسی شخص کی برائی کرنا)۔ (۲) جھوٹ بولنا۔

(۳) چغلخوری۔ اور (۴) غیر محرم عورتوں کو شہوت کی نظر سے دیکھنا۔

یہ چاروں باتیں برائی (گناہ) کی اس طرح پرورش کرتی ہیں، جیسے درخت کی جڑوں میں پانی ڈالا جاتا ہے اور وہ جلدی ہی ایک بڑا اور تناور درخت بن جاتا ہے۔ اور شراب نوشی گناہ پر حوصلہ بڑھاتی ہے۔

بعض قدیم آسمانی کتابوں میں لکھا ہے:۔

(۱) غیبت سے توبہ کرنے والا سب کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

(۲) غیبت سے توبہ نہ کرنے والا سب سے پہلے جہنم میں جھونکا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے احباب سے فرمایا: اگر تم دیکھو، ایک آدمی سویا ہوا ہے اور ہوا نے اس کے جسم کے ایک حصہ سے کپڑا اڑا کر اسے برہنہ کر دیا ہے، تم کیا کرو گے؟

انھوں نے کہا: ہم اس کے برہنہ حصہ کو ڈھک دیں گے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: لیکن تم بعض لوگوں کے پوشیدہ حصوں کو بھی برہنہ کر دیتے ہو۔ ساتھیوں نے پوچھا: ہم کس طرح اسے برہنہ کر سکتے ہیں؟ فرمایا: تم ایک شخص کے عیب بیان کرتے ہو، یہ اس کو برہنہ کرنا ہی تو ہے۔

حضرت خالد ربعیؒ کہتے ہیں: میں مسجد میں بیٹھا تھا۔ کچھ لوگوں نے وہاں ایک شخص کی غیبت شروع کر دی۔ میں نے انھیں منع کیا۔ انھوں نے میری بات مان لی اور دوسری باتوں میں لگ گئے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر انھوں نے وہی پرانی باتیں یعنی ایک شخص کی غیبت شروع کر دی۔ اس دفعہ میں بھی ان کی باتوں شریک ہوگیا۔ میں رات کو سویا تو خواب میں دیکھتا ہوں، ایک سیاہ رنگت و بدصورت آدمی ایک تھال میں سور کا گوشت لے کر آیا اور مجھے کہا: کھا۔ میں نے اسے جواب دیا: میں یہ سور کا گوشت کیوں کھاؤں؟ اس نے زبردستی گوشت میرے منہ میں ٹھونسنا شروع کر دیا۔ گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی، مگر وہ خواب کا منظر

میں نہ بھول سکا۔ تیس چالیس روز تک میں جب بھی کھانا کھانے بیٹھتا، مجھے وہ یاد آ جاتا اور ایسا محسوس ہوتا، جیسے میرے منہ سے سور کے گوشت کی بو آ رہی ہے۔

حضرت سفیان ابن حسین کہتے ہیں: میں ایاس ابن معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ سامنے سے ایک شخص گزرا۔ میں نے اس کے بارے میں کچھ کہا۔ ایاسؒ نے مجھے خاموش کر دیا اور پوچھا: سفیان! تم نے روم کے خلاف جہاد میں شرکت کی ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر پوچھا: تم نے ترکوں کے خلاف جہاد کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ ایاسؒ ابن معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تو نے ترکوں اور رومیوں کو امن دے رکھا ہے، مگر تیرا ایک مسلمان بھائی تیرے حملوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔

حضرت حاتم زاہدؒ کہتے ہیں: جس محفل میں یہ تین باتیں ہوں، وہ اللہ کی رحمت سے محروم رہتی ہے:۔

(۱) صرف دنیاوی معاملات کا ذکر۔ (۲) بے ربط قہقہے۔ اور (۳) لوگوں کی غیبت۔

حضرت یحییٰ ابن معاذ رازیؒ کہتے ہیں: اگر تیرے اندر یہ تین خصلتیں پیدا ہو جائیں، تو محسنین (نیک لوگوں) میں شامل ہے:۔

(۱) اگر کسی کو فائدہ نہ پہنچا سکے تو اسے نقصان بھی نہ پہنچا۔

(۲) کسی کو خوشی نہ دے سکے تو اسے رنج بھی نہ دے۔

(۳) کسی کی تعریف نہ کر سکے تو اس کی برائی بھی نہ کر۔

اللہ نے تیرے عیوب پر پردہ ڈال رکھا ہے تو لوگوں کے عیب کیوں کھولتا ہے

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں: ہر انسان کے ساتھ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ فرشتے ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص اپنے کسی دوسرے مسلمان بھائی کی کوئی خوبی بیان کرتا ہے، فرشتے کہتے ہیں: اللہ تم دونوں کو اس کی جزا دے۔ اور جب وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کا کوئی عیب بیان کرتا ہے، فرشتے کہتے ہیں: اے انسان! تو دوسرے کے عیبوں کی پردہ دری کر رہا ہے، اپنے گریبان میں بھی جھانک لیا کر۔ اللہ نے نہ جانے تیرے کتنے عیب چھپائے ہوئے ہیں۔

حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ ایک دعوت میں گئے۔ وہاں ایک شخص نے کسی غیر موجود شخص کی غیبت شروع کردی۔ وہ بغیر کچھ کھائے اٹھ کر چلے آئے اور تین روز تک کھانا نہ کھایا۔

ایک بزرگ کا قول ہے:۔

(۱) اگر تم بھلائی نہ کرسکو تو برائی بھی مت کرو۔
(۲) اگر تم لوگوں کو نفع نہ پہنچا سکو تو انھیں نقصان بھی نہ پہنچاؤ۔
(۳) اگر تم روزہ نہیں رکھ سکتے تو لوگوں کا گوشت بھی نہ کھاؤ، یعنی ان کی غیبت نہ کرو۔

حضرت وہب مکیؒ کہتے ہیں:۔

(۱) اگر میں غیبت سے بچ جاؤں، یہ میرے لیے دنیا کی ساری دولت سے بہتر ہے۔
(۲) اگر میں اپنی نظر کو اللہ کی طرف سے حرام کردہ چیزوں سے بچالوں، یہ میرے واسطے دنیا و مافیہا سے زیادہ فائدہ مند ہے۔

پھر انھوں نے یہ آیت تلاوت کی:۔

وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. (حجرات۔۱۲) تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ. (نور۔۳۰)

آپ مومنوں (مسلمانوں) کو حکم فرمائیں، وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔

ایک عادی مجرم کے جرم کا ظاہر کردینا جائز ہے تاکہ لوگ اس سے بچ کر رہیں

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک فاجر (علی الاعلان اور بے خوفی سے گناہ (جرم) کرنے والا) کی ان برائیوں کو واضح طور پر بیان کرو، جو اس کے اندر ہیں، تاکہ لوگ اس سے اپنا بچاؤ کرسکیں۔''

مصنف (ابو اللیث سمرقندی) کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا: پہلے انبیاء کے پاس فرشتہ واضح طور پر وحی لے کر نہیں آتا تھا۔ کسی کو صرف آواز سنائی دیتی تھی اور کسی کو خواب میں دکھا دیا جاتا تھا اور بیداری میں وہ چیز اسی طرح سامنے آجاتی تھی جیسے خواب میں دیکھا تھا۔ ایک نبی نے خواب دیکھا، اس سے کہا گیا:۔

(۱) جو چیز سب سے پہلے نظر آئے، اسے کھالینا۔

(۲) جو دوسری چیز نظر آئے، اسے چھپا دینا۔
(۳) جو تیسری چیز نظر آئے، اسے لے لینا۔
(۴) جو چوتھی چیز نظر آئے، اسے مایوس نہ کرنا۔
(۵) جو پانچویں چیز نظر آئے، اس سے دور رہنا۔

صبح ہوئی۔ سب سے پہلے اسے ایک اونچا پہاڑ نظر آیا اور حیران ہو کر سوچنے لگا: پہلی چیز کے کھانے کا حکم ہے۔ میں اس (پہاڑ) کو کیسے کھاؤں؟ پھر سوچا: میرے رب نے مجھے یہ حکم تو نہیں دیا کہ جو چیز میں کھا نہ سکوں، اسے بھی کھاؤں۔ یہ سوچنے کے بعد جب آگے قدم بڑھایا، پہاڑ نے سکڑ کر ایک لقمہ کی شکل اختیار کرلی۔ اس نے اسے کھایا، وہ شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ اس پر اس نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس کے بعد آگے بڑھا تو سونے سے بھرا ایک تھال نظر آیا۔ سوچا، دوسری چیز کے چھپانے کا حکم ہے۔ ایک گڑھا کھود کر طشت کو اس میں دفن کردیا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ وہ طشت پھر سامنے تھا۔ اس نے پھر گڑھا کھود کر اسے چھپا دیا۔ اس طرح تین یا چار مرتبہ کیا، مگر وہ ہر بار سامنے آجاتا۔ آخر اس نے سوچا، جو حکم تھا، میں نے کردیا۔ آگے بڑھا۔ سامنے سے ایک پرندہ (جس کے پیچھے باز (شکاری پرندہ) لگا ہوا تھا) یہ کہتا ہوا آیا: اللہ کے نبی! مجھے بچاؤ۔ اس نے اسے پکڑ کر اپنی چادر میں چھپا لیا۔ پھر باز آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے نبی! میں بھوکا ہوں اور تو نے میرے شکار کو پکڑ کر چھپا لیا ہے۔ مجھے بھوکا کیوں مارتے ہو؟ سوچا، حکم تھا چوتھی چیز کو مایوس نہ کروں۔ اپنی ران سے گوشت کا ایک ٹکڑا اتارا اور باز کو کھلا دیا اور پرندہ کو چھوڑ دیا۔ آگے بڑھا، دیکھا، ایک مردہ پڑا ہے، جس میں سے بو اٹھ رہی ہے۔ سوچا، پانچویں چیز سے دور بھاگنے کا حکم تھا۔ چنانچہ وہاں سے کچھ دور جا کر اللہ سے دعا کی: پروردگار! جو حکم تو نے مجھے دیا تھا، میں نے وہ پورا کردیا۔ اب مجھے ان باتوں کا مطلب سمجھا دیں۔

اس نے پھر دوسری شب خواب دیکھا۔ اسے بتایا گیا:۔

(۱) پہلی چیز جو تو نے کھائی، وہ غصہ تھا۔ جو پہلے پہاڑ کی طرح نظر آیا تھا، مگر جب تو نے صبر کیا اور ہلکا ہوتا گیا، حتیٰ کہ شہد کا نوالہ بن گیا۔ تو نے اسے آرام سے ہضم کرلیا۔
(۲) دوسرا (سونے کا تھال) نیک عمل ہے، جو چھپانے سے بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔
(۳) تیسرا (پرندہ) امانت ہے، اسے ضائع نہ کر۔
(۴) چوتھا (باز) حاجت مند ہے۔ اگر سوال کرے تو اسے مایوس نہ کر۔
(۵) پانچویں چیز جو مردار تھی، وہ غیبت ہے۔ اس سے پرہیز کر۔

چغلخوری

حضرت حذیفہ ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: ’’چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔‘‘

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ’’جانتے ہو تم میں سب سے برا کون ہے؟‘‘ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ’’تم میں سب سے برا آدمی دوہرے چہرے والا ہے۔ جو ان کے پاس ایک چہرہ لے کر آتا ہے اور اُن کے پاس دوسرا چہرہ لے کر پہنچتا ہے۔‘‘ یعنی چغلخور ایک جگہ کچھ شکل بنا کر آتا ہے اور دوسری جگہ پہنچتا ہے تو کچھ اور شکل بنالیتا ہے۔

پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے اور چغلخوری کی وجہ سے قبر میں عذاب ہوگا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ دو نئی قبروں کے پاس سے گزرے۔ فرمایا: ان دونوں (مردوں) کو عذاب ہو رہا ہے، اور یہ عذاب کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں۔ ان میں سے ایک کو صرف اس لیے عذاب ہو رہا ہے کہ پیشاب کرتے وقت احتیاط نہیں کرتا تھا (یعنی پیشاب کی چھینٹیں اس کے کپڑوں پر پڑ جاتیں یا طہارت (استنجا) نہیں کرتا تھا)۔ اور دوسرے کو ’’چغلخوری‘‘ کی بنا پر عذاب ہو رہا ہے (کہ وہ چغلیاں کر کے لوگوں کا آپس میں جھگڑا کرا دیتا تھا)۔ آپ ﷺ نے ایک ہری شاخ لی اور اسے چیر کر اس کے دو حصے کیے اور دو قبروں پر گاڑ دیئے اور فرمایا: ’’جب تک یہ شاخیں ہری رہیں گی، ان کے عذاب میں کچھ نرمی ہو جائے گی۔‘‘

آپ ﷺ کا یہ فرمانا ’’ان کو کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا‘‘ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی کم فہمی یا نادانی کی وجہ سے جن باتوں کو معمولی سمجھ کر ان پر توجہ نہیں دیتا یہی بے توجہی اللہ کی نظر میں اس کا بہت بڑا جرم (گناہ) ہوتی ہے۔ یعنی پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا اور انھیں معمولی بات سمجھنے کی وجہ سے قبر کا عذاب ہوتا ہے۔ ہمیں چاہیے

کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز نہ کریں۔ کیونکہ اسلامی تعلیم کی رو سے طہارت (صفائی و پاکیزگی) آدھا ایمان ہے۔ پیشاب کی چھینٹیں جسم یا کپڑوں پر پڑ گئیں اور ہم نے ان سے بے توجہی برتی تو آدھے ایمان سے محروم ہو گئے۔

اسی طرح اس سے پہلی حدیث ’’چغلخور جنت میں داخل نہ ہوگا‘‘ ظاہر ہے جس کو جنت میں داخلہ نہ ملا، دوزخ ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان باتوں پر دھیان دیں، طہارت میں احتیاط کریں اور چغلخوری وغیرہ جیسی غلط باتوں سے توبہ کریں۔ اللہ توبہ قبول کر لیتا ہے۔ ویسے بھی چغلخور کو دنیا میں کوئی اچھی نظر سے نہیں دیکھتا۔ قبر میں اس کی وجہ سے عذاب ہوگا اور قیامت کے بعد دوزخ کا عذاب جھیلنا ہوگا۔

چغلخور: حضرت حسن ؓ روایت کرتے ہیں: لوگوں میں بڑی برائی دوہرے چہرے والا ہے، جو یہاں ایک شکل بنا کر آتا ہے اور وہاں دوسرا چہرہ لے کر جاتا ہے۔ اور جو دنیا میں دو زبانوں والا ہوگا، قیامت کے روز اس کے لیے (منہ میں) آگ کی دو زبانیں پیدا کر دی جائیں گی۔

حضرت قتادہ ؓ سے مروی ہے: لوگوں میں یہ تین آدمی سب سے برے ہیں:
(۱) طعنے دینے والا۔ (۲) لعنت کرنے والا۔ اور (۳) چغلخور۔

قبر کا عذاب: کہا جاتا ہے: قبر کا عذاب تین وجہ سے ہوتا ہے اور اس کے تین حصے ہیں: (۱) ایک تہائی ۱/۳ غیبت کی وجہ سے۔ (۲) ایک تہائی ۱/۳ پیشاب کی چھینٹوں کی وجہ سے۔ اور (۳) ایک تہائی ۱/۳ چغلخوری کی وجہ سے۔

چغلخور کی کارستانی اور دو خاندانوں میں مستقل دشمنی

حضرت حماد ابن سلمہؒ بیان کرتے ہیں: ایک شخص نے ایک غلام فروخت کیا اور خریدار کو بتا دیا: یہ ’’چغلخور‘‘ ہے۔ اس کے باوجود خریدار نے اسے خرید لیا۔ غلام نئے مالک کے گھر میں رہنے لگا۔ ایک روز اس نے مالک کی بیوی سے کہا: تیرا خاوند دوسری شادی کر رہا ہے، کیونکہ اسے اب تجھ سے محبت نہیں رہی۔ تو اگر اسے اس بات سے روکنا چاہتی ہے تو آج

رات کو جب وہ سو جائے، اس کی داڑھی مونڈ دے۔ تجھے اس کی محبت مل جائے گی۔ بیوی اس کے لیے آمادہ ہوگئی۔ دوسری طرف خاوند سے کہا: تیری بیوی بے وفائی پر اتر آئی ہے۔ اس نے ایک شخص سے دوستی کرلی ہے اور اب تجھے قتل کردینا چاہتی ہے۔ تو رات کو ذرا احتیاط سے سونا۔ رات کو بیوی اپنے منصوبے کے مطابق خاوند کی داڑھی مونڈنے کی غرض سے استرا (ریزر) لے کر آئی۔ خاوند نے اس کے ہاتھ میں استرا دیکھا تو اسے خیال آیا، غلام نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ یہ استرا لے کر مجھے قتل کرنے آئی ہے۔ اس نے بیوی کے ہاتھ سے استرا چھین کر اسے ہی قتل کردیا۔ بیوی کے رشتہ دار یہ خبر سن کر آئے اور خاوند کو قتل کردیا۔ پھر خاوند کے طرفدار آگئے۔ انھوں نے بیوی کے رشتہ داروں سے بدلہ کے لیے ان سے مقابلہ شروع کردیا۔ اس طرح دو خاندانوں میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔

چغلخور کا طریق عمل شیطان سے زیادہ خطرناک ہے

حضرت یحییٰ ابن اکثمؒ کہتے ہیں: چغلخور جادوگر سے بھی برا اور خطرناک ہے۔ جادوگر جو کام ایک مہینہ میں کرے گا، چغلخور ایک گھنٹہ میں کردیتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں: چغلخور کا طریقہ شیطان کے عمل سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے۔ شیطان کا عمل خیال اور وسوسہ تک ہوتا ہے، جبکہ ایک چغلخور آنکھوں سے دیکھتے ہوئے دو آدمیوں کو دھوکہ دے کر آپس میں لڑادیتا ہے۔

سات سوال اور ان کے جواب

حضرت ابو عبیداللہؒ قرشی بیان کرتے ہیں: ایک شخص ان سات سوالوں کا جواب معلوم کرنے کے لیے سات سو فرسخ (تقریباً سوا دو ہزار میل) کا سفر طے کرکے ایک عالم کے پاس پہنچا اور عرض کیا: اللہ نے آپ کو علم سے نوازا ہے۔ مجھے ان سات سوالوں کا جواب عطا فرمادیں:-

سوال	جواب
(۱) آسمان سے زیادہ ثقیل (بھاری) چیز کیا ہے؟	کسی بے گناہ پر جھوٹا بہتان لگانا۔

سوال	جواب
(۲) زمین سے زیادہ کشادہ (وسیع) کون سی چیز ہے؟	حق (سچائی)۔
(۳) پتھر سے زیادہ سخت کون سی چیز ہے؟	کافر کا دل۔
(۴) آگ سے زیادہ گرم کون سی شے ہے؟	حرص (لالچ)۔
(۵) زمہریر (برف۔ سرد ترین مقام) سے زیادہ ٹھنڈی کون سی چیز ہے؟	قریبی رشتہ دار کی ضرورت جو پوری نہ ہو۔
(۶) سمندر سے زیادہ گہری کون سی چیز ہے؟	صبر کرنے والا دل۔
(۷) یتیم سے زیادہ کمزور کون ہے؟	چغلخور، جب اس کی قلعی کھل جائے اور ہر آدمی اس پر لعنت کرنے لگے۔

آٹھ افراد جو جنت میں نہیں جائیں گے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے جنت پیدا کرنے کے بعد اس سے کہا: تیری کچھ خواہش ہے تو بول! جنت نے عرض کیا: میرے اندر صرف نیک لوگ آئیں۔ اللہ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت و شان کی قسم! تیرے اندر ان آٹھ آدمیوں کو نہیں آنے دوں گا:-

(۱) زندگی بھر شراب پینے والا۔
(۲) عادی زناکار۔
(۳) چغلخور۔
(۴) دیوث (برائی سے چشم پوشی کرلینے والا)۔
(۵) بے وجہ لوگوں پر ظلم کرنے والا۔
(۶) مخنث (ہیجڑہ) جو فعل لوط میں ملوث ہو۔
(۷) قطع رحمی کرنے والا (رشتہ ناطوں کا لحاظ نہ رکھنے والا)۔
(۸) بدعہد۔ اللہ کی قسم کھا کر کوئی وعدہ کرے، پھر اسے پورا نہ کرے۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: جو شخص کسی دوسرے شخص کی بات تم سے کہہ دے، وہ تمہاری بات بھی دوسرے سے جا کر کہے گا۔

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ سے ایک شخص نے ایک بات کہی۔ انھوں نے اس سے فرمایا: ہم تمہاری بات کی تحقیقات کراتے ہیں۔ اگر جھوٹی ہوئی، تمہارا شمار ایسے لوگوں میں ہوگا:

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا۔ (حجرات۔۶)

اگر کوئی بدکردار آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، اس کی تحقیق کرلیا کرو۔

اور تمہاری بات سچ ہوئی، تب ایسے لوگوں میں گنے جاؤ گے:-

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِیْمٍ۔ (لوگوں پر) کیچڑ اچھالنے والا، چغلیاں کھانے والا۔

ایسی صورت میں چاہو تو ہم تمہیں معاف بھی کر سکتے ہیں۔ اس شخص نے کہا: امیر المومنین! معاف کردیں۔ آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں: معدوم النسب (جس کے خاندان کا اتہ پتہ نہ ہو) راز کو چھپا کر نہیں رکھ سکتا۔ وہ تمہاری بات کو جگہ جگہ کہتا پھرے گا۔ اور شریف النسب (خاندانی) اپنے پڑوسیوں کو تنگ نہیں کیا کرتا۔

حضرت کعب احبار ؓ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ بنی اسرائیل قحط میں مبتلا ہوگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام تین مرتبہ ان کو لے کر نکلے اور اللہ سے بارش کی دعا کی، مگر بارش نہ ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا: پروردگار! میں تین مرتبہ دعا کے لیے قوم کو لے کر نکلا اور دعا کی، مگر تو نے دعا قبول نہ کی، اس کی کیا وجہ ہے؟ اللہ نے انھیں وحی کے ذریعہ اطلاع دی: تمہارے اندر ایک چغلخور ہے۔ اس کی وجہ سے تمہاری دعا قبول نہیں ہو رہی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: وہ کون ہے؟

اللہ نے فرمایا: میں نے تمہیں چغلخوری سے منع کیا ہے۔ اگر میں نے اس کا نام بتا دیا تو میں خود چغلخور بن جاؤں گا۔ نام نہ پوچھو۔ تم سب مل کر اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور پھر دعا کرو۔ چنانچہ پوری قوم نے توبہ کی اور پھر بارش کی دعا کی تو بارش ہوگئی۔

امیر المومنین سلیمان ابن عبدالملک نے ایک شخص کو بلا کر پوچھا: تو نے میرے متعلق یہ باتیں کی ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا: میں نے ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ سلیمان نے کہا:

جس شخص نے مجھے بتایا ہے، وہ ایک سچا آدمی ہے۔ امام زہریؒ (جو وہاں بیٹھے تھے) نے فرمایا: چغلخور سچا نہیں ہو سکتا۔ یعنی جس نے اس شخص کی چغلی تم سے کی ہے، وہ سچا نہیں جھوٹا ہے۔ امیر المومنین سلیمان نے تسلیم کیا "آپ ٹھیک کہتے ہیں" اور اس شخص کو عزت کے ساتھ رخصت کردیا۔

ایک فلسفی کا قول ہے: جس نے تم سے کہا: "فلاں شخص تمہیں گالی دے رہا تھا" اس نے خود تمہیں گالی دی ہے۔

حضرت وہب ابن منبہؒ کہتے ہیں: جس نے تمہاری تعریف کی، وہ کسی وقت تمہاری برائی بھی کرے گا۔

قابل لحاظ نصیحت: اگر کوئی شخص آپ سے کہے: فلاں شخص آپ کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کر رہا تھا، اس وقت آپ درج ذیل چھ باتوں پر عمل کریں:-

(۱) اسے سچ نہ سمجھیں، کیونکہ چغلخور کی گواہی کہیں قبول نہیں کی جاتی۔ قرآن کریم میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ۔ (الحجرات:۶)

اے مسلمانو! اگر کوئی بدکردار شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، اس (خبر) کی تحقیق کرلیا کرو۔ (ایسا نہ ہو) تم کسی قوم پر بے خبری میں حملہ کردو اور (بعد میں) اپنے کیے پر پچھتاؤ۔

یعنی اس کی بات کو سچ سمجھ کر فوری طور پر عمل نہ کرلیا کرو، بلکہ اس خبر کی پوری تحقیق کرلیا کرو، تاکہ بعد میں تمہیں ندامت نہ ہو۔

(۲) اس شخص کو تنبیہ کردو کہ آئندہ وہ ایسی جھوٹی بات نہ کرے، کیونکہ غلط بات سے روکنا مسلمان پر فرض ہے۔

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (آل عمران۔۱۱۰)

تم (مسلمان) ایک بہترین امت ہو۔ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔

(۳) اسے اللہ کا خوف دلائیں کہ ایسی باتیں نہ کیا کرے ورنہ اللہ ناراض ہوگا، اور اسے اپنے قریب نہ آنے دیں۔

(۴) اپنے اس مسلمان بھائی کے متعلق کسی غلط خیال کو اپنے دل میں جگہ نہ دیں، جس کی بابت اس چغلخور نے آپ سے کوئی بات کہی ہے، کیونکہ بدظنی سے منع کیا گیا ہے۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ. (حجرات۔۱۲) بعض گمان گناہ ہیں۔

(۵) اپنے اس مسلمان بھائی کے متعلق (اس چغلخور کی کہی ہوئی بات کی وجہ سے) کسی طرح کے تجسس اور کھود کرید میں نہ پڑ جائیں۔ اس سے روکا گیا ہے۔

وَلَا تَجَسَّسُوْا. لوگوں کی جاسوسی مت کرو۔

(۶) اس چغلخور کی جو بات آپ کو ناگوار گزری ہے، اس پر توجہ نہ دیں، نہ کسی سے اس کا تذکرہ کریں۔

حسد

کینہ اور حسد نیکیوں کو کھا جاتے ہیں

حضرت حسن ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کینہ اور حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتے ہیں، جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔“

حضرت عبدالرحمٰن ابن معاویہ ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ان تین چیزوں سے بچنا بہت مشکل ہے، بدگمانی، حسد اور بدفالی۔“

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ان سے بچاؤ کی کوئی صورت بھی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”(ہاں اس طرح اس سے بچ سکتے ہو) دل میں کسی کے متعلق حسد پیدا ہو، اسے زبان پر نہ لاؤ۔ کوئی بدگمانی ہو تو اسے حقیقت نہ سمجھو۔ کوئی بدشگونی ہو تو اس کی طرف توجہ نہ دو، بلکہ جو کام کر رہے ہو، اسے پورا کرو۔“

حسد اور بدگمانی سے بچنے کا طریقہ

اس کا مطلب یہ ہے، دل میں حسد پیدا ہو تو زبان سے یا اپنے کسی فعل سے اس کا اظہار مت کرو۔ کسی کے متعلق دل میں بدگمانی پیدا ہو، اسے حقیقت مت سمجھو، تاوقتیکہ کوئی بات سامنے نہ آجائے۔ بدفالی نہ پکڑو۔ مثلاً کالی بلی راستہ کاٹ جائے تو اس سے یہ مطلب نہ نکالو کہ جس کام سے نکلے ہو، وہ پورا نہ ہوگا۔ یا چھینک آجائے تو اس کی وجہ سے کام نہ چھوڑ دو بلکہ کام کرتے رہو۔

ایک روایت میں ہے: حضور ﷺ خوش فالی (نیک فال) کو پسند فرماتے تھے۔ لیکن جاہلانہ بدشگونی آپ کو ناپسند تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بدشگونی جاہلیت کی یادگار اور برائی ہے۔ جیسے کفار مکہ مسلمانوں سے کہا کرتے تھے:۔

قَالُوا اطَّیَّرْنَا بِکَ وَبِمَنْ مَّعَکَ. (نمل۔۴۷)

(کافر) کہتے تھے (اے محمد) ہم تو آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو اپنے لیے بدشگونی سمجھتے ہیں۔

ایک دوسری آیت ہے:۔

قَالُوْٓا اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ. (یٰس۔۱۸)

(کافروں نے) کہا: ہم تمہیں اپنے حق میں بدشگون تصور کرتے ہیں۔

بدشگونی سے بچنے کی دعا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: وہ کہا کرتے تھے: جب تم دورانِ سفر یا سفر شروع کرتے وقت کسی پرندے (مثلاً الو وغیرہ) کی آواز سنو، یہ دعا پڑھ لیا کرو: ''اے اللہ یہ پرندہ بھی تیری مخلوق ہے اور بھلائی تو صرف وہ ہے جو تیری طرف سے آئے۔ ہر طرح کی طاقت وقوت صرف اللہ ہی کو حاصل ہے۔'' اور پھر اپنے مقصد کی طرف قدم بڑھا دو، کیونکہ دنیا کی کوئی بھی چیز اللہ کے حکم کے بغیر تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''(مسلمانو!) آپس میں بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ (تجارت کے وقت بھاؤ بڑھانے کے لئے) اپنے بھائی کے مقابلہ پر بولی نہ دو۔ اللہ کے (نیک) بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔''

حسد خود حاسد کو زیادہ نقصان دیتا ہے

حضرت امیر معاویہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''بیٹے! حسد نہ کرو، یہ (تمہارے) دشمن سے پہلے تمہیں نقصان پہنچائے گا۔''

حسد سے خود حاسد پر پانچ مصیبتیں پڑ جاتی ہیں:۔

(۱) غم جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

(۲) ایسی مصیبت جس کا کوئی علاج نہیں۔

(۳) ایسی بری عادت جسے کوئی اچھا نہیں کہہ سکتا۔

(۴) اللہ کی ناراضگی۔

(۵) اسے اللہ کی طرف سے کسی بھلائی کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! بہت سے لوگ اللہ کی نعمتوں کے دشمن ہیں۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کی نعمتوں کے دشمن کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں، جو اللہ کی دی ہوئی دولت پر لوگوں سے حسد کرتے ہیں۔''

ابن دینارؒ علماء کے بارے میں کیا کہتے ہیں

حضرت مالک ابن دینارؒ کہتے ہیں: میں دوسرے کے بارے میں قراء (علماء) کی شہادت (گواہی) کو جائز سمجھتا ہوں، مگر میرے نزدیک ان کی آپس میں ایک دوسرے کے حق میں شہادت (گواہی) جائز نہیں ہے۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے، ان میں سے اکثر ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھ قسم کے افراد قیامت کے روز حساب کے بغیر ہی چھ وجوہات سے جہنم میں جائیں گے۔''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: حضور! وہ کون سے لوگ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:۔

(۱) میرے بعد آنے والے ظالم حکمران۔

(۲) عرب، اپنے قومی تعصب کی وجہ سے۔

(۳) دیہاتی، اپنے غرور وتکبر اور جہالت کی وجہ سے۔

(۴) تاجر، خیانت کی وجہ سے۔

(۵) اور علماء حسد کی وجہ سے۔

(۶) یعنی وہ علماء جو دنیا طلبی کی وجہ سے ایک دوسرے کے حسد میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان کا وہ علم بھی حسد کی وجہ ہوتا ہے، جو یہ لوگ دنیا کمانے کے لیے حاصل کرتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اس غرض سے علم حاصل کریں کہ اس کے ذریعہ عام لوگوں کی اور اپنی آخرت سدھاریں گے تو یہ اس مصیبت سے نجات پا سکتے ہیں۔

اسی دنیا طلبی کی بنا پر قرآن کریم میں یہودی علماء کی مذمت کی گئی ہے:۔

اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ. (النساء۔۵۴)

کیا یہ (یہودی علماء) لوگوں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انھیں اپنے فضل وکرم (کی دولت) سے نوازا ہے۔

بعض دانشور علماء کا قول ہے: حسد سے بچو! اس کی وجہ سے پہلا جرم آسمان پر ہوا۔ یعنی ابلیس (شیطان) نے آدم علیہ السلام سے حسد کی بنا پر سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ اور

بارگاہِ خداوندی سے ملعون قرار دے کے نکالا گیا۔ اور زمین پر پہلا قتل بھی حسد ہی کی وجہ سے ہوا۔ آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو حسد کی وجہ سے ہی قتل کیا تھا۔ قرآن کریم میں یہ دونوں واقعات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔

چھ آدمی: حضرت احنفؒ ابن قیسؒ کا قول ہے:۔

(۱) حسد کرنے والا کبھی چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔

(۲) کنجوس سے وعدہ پورا کرنے کی امید فضول ہے۔

(۳) جو خود منہ بسورے پھرتا ہو، اسے کون دوست بنائے گا۔

(۴) جھوٹے آدمی میں مروت (شرافت) نہیں ہوتی۔

(۵) بددیانت آدمی کی بات میں کوئی وزن نہیں ہوتا۔

(۶) بداخلاق آدمی سردار (لیڈر) بنانے کے قابل نہیں۔

ایک فلسفی کا کہنا ہے: حسد کرنے والے پر جب ہر طرف سے لعنت پڑتی ہے، اس کا کوئی ہمدرد نہیں ہوتا۔

حضرت ابن سیرینؒ کہتے ہیں: میں کبھی کسی سے حسد نہیں کرتا، کیونکہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ کی عطا و بخشش ہے۔

تین آدمیوں کی دعا قبول نہیں ہوتی:۔

(۱) حرام کی روزی کھانے والا۔ (۲) غیبت کرنے والا۔ (۳) حسد کرنے والا۔

دو چیزوں پر حسد جائز ہے، مگر اس طرح کہ جو کچھ وہ کرتا ہے، میں بھی کروں

حضرت سالم اپنے والد کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "دو آدمیوں پر حسد کیا جا سکتا ہے:۔

(۱) وہ شخص جسے قرآن کا علم حاصل ہو اور وہ دن رات اسی شغل میں مصروف رہتا ہو۔

(۲) وہ شخص جسے اللہ نے دولت دی ہو اور وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا رہتا ہو۔"

یعنی قرآن کا عالم اس علم کی اشاعت اور تعلیم کے مشاغل میں مصروف رہتا ہو اور دولت مند اپنی دولت اللہ کی راہ میں صرف کرنے سے دریغ نہ کرتا ہو، ان پر اس نیت سے حسد کیا جا سکتا ہے

کہ مجھے بھی ایسا علم حاصل ہو جائے تو میں بھی اس علم کو دوسروں تک پہنچانے کے لیے ایسی ہی کوشش کروں، اور دولت میرے پاس ہو تو میں بھی اسے راہِ خدا میں اسی طرح خرچ کروں۔

لیکن یہ حسد کرنا کہ اس کا علم میرے پاس آ جائے اور وہ اس نعمت سے محروم ہو جائے، ناجائز ہے۔ قرآن کریم میں اسی طرح کے حسد سے منع کیا گیا ہے:۔

وَ لَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَ اسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ

تم اس (دولت) کی تمنا مت کرو، جس میں اللہ نے تم کو ایک دوسرے پر فضیلت (برتری) دے رکھی ہے۔ (البتہ اس کی تمنا کرنے کی بجائے) تم اللہ سے (ایسی ہی دولت اور) اس کا فضل طلب کر سکتے ہو۔

ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ حسد سے پرہیز کرے، کیونکہ حسد اللہ کی مرضی و منشاء کی مخالفت ہے۔ اس لیے اللہ بھی حسد کرنے والے سے ناراض ہو جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہے: "دین نصیحت ہے۔"

یعنی مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے لیے ناصح کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ناصح کسی کو نصیحت کرتا ہے تو اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ جس کو نصیحت کر رہا ہوں، اس کا بھلا ہو جائے۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے حسد کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

مسلمان کا مسلمان پر حق: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: مسلمان کا مسلمان پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان پر مسلمان کے چھ حق ہیں:۔

(۱) جب وہ تمہیں ملے، اسے سلام کرو۔

(۲) جب وہ تمہیں مدد کے لیے پکارے، اس کی مدد کرو۔

(۳) اگر وہ تم سے کوئی اچھی بات (نصیحت) پوچھے، اسے بتا دو۔

(۴) اسے چھینک آئے اور وہ "الحمد للہ" کہے، تم اس کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہو۔

(۵) وہ کسی وقت بیمار ہو، اس کی عیادت کرو۔

(۶) فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو۔"

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں جب حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تھا، اس

وقت میری عمر آٹھ سال تھی۔ حضور ﷺ نے سب سے پہلی تعلیم جو مجھے دی، وہ یہ تھی: آپ ﷺ نے فرمایا: "انس! نماز کے لیے وضو (اس کے تمام فرض اور سنتوں کا لحاظ رکھ کر) اچھی طرح کیا کرو، تمہارے محافظ فرشتے تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہاری عمر میں اضافہ (برکت) ہوگا۔ انس! غسلِ جنابت پوری طرح (مبالغہ کے ساتھ) کیا کرو۔" انس کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: حضور! مبالغہ کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "اپنے جسم اور سر کے بالوں کو سختی سے ملو کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے، کیونکہ ہر بال کی جڑ تک جنابت کا اثر ہوتا ہے۔ اس طرح غسل کر کے جب تم غسل خانہ سے باہر آؤ گے، تمہارے تمام (صغیرہ) گناہ معاف ہو چکے ہوں گے۔ انس! چاشت کی نماز کو نہ چھوڑنا، یہ اللہ کے برگزیدہ (نیک) بندوں کی نماز ہے۔ رات اور دن میں کثرت سے نماز پڑھا کرو۔ جب تک تم نماز میں مصروف رہو گے، فرشتے تمہارے واسطے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے۔ انس! نماز کی نیت باندھ لو تو اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ رکھو۔ رکوع کرو تو اپنی ہتھیلیاں گھٹنے پر رکھ لو اور ہاتھ کی انگلیاں کھلی رکھو۔ بازوؤں کو پہلو سے الگ رکھو۔ رکوع سے کھڑے ہو تو اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاؤ کہ جسم کا ہر جوڑ اپنی جگہ پر پہنچ جائے۔ سجدہ کرتے وقت اپنا چہرہ زمین سے پوری طرح ملا کر رکھو۔ اس طرح جلدی جلدی سجدہ نہ کرو جیسے کوا ٹھونگیں مارتا ہے۔ (سجدہ کرتے وقت) اپنے بازو لومڑی کی طرح زمین پر نہ بچھاؤ۔ سجدہ سے اٹھو تو اس طرح (پیر کھڑے کیے ہوئے) نہ بیٹھو، جیسے کتا بیٹھتا ہے، بلکہ دو قدموں کا اوپری حصہ زمین پر بچھا کر ان پر بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ اللہ اس نماز کو قبول نہیں کرتا، جس کے رکوع اور سجدے ٹھیک نہ ہوں۔ ممکن ہو تو دن رات باوضو رہو۔ اگر اس حالت میں موت آ گئی، شہادت کا درجہ پاؤ گے۔

انس! گھر میں داخل ہوتے وقت اہل خانہ کو سلام کرو۔ اس سے تمہاری زندگی اور گھر میں برکت ہوگی۔ کسی ضرورت سے گھر سے باہر جاؤ تو راستہ میں جو مسلمان بھی ملے، اسے سلام کرو۔ اس سے ایمان کی خوبیاں تمہارے دل تک پہنچ جائیں گی اور راستہ میں کوئی (صغیرہ) گناہ تم سے ہو گیا ہو، وہ معاف ہو جائے گا۔ انس! (تمہاری زندگی میں) کوئی صبح یا کوئی شام ایسی نہ آئے کہ تمہارے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے کینہ (حسد، بغض) ہو۔ یہ میرا طریقہ (سنت) ہے، جس نے میرا طریقہ اپنا لیا، وہ جنت میں میرے ساتھ

ہوگا۔ انس! اگر تم نے ان باتوں پر عمل کیا اور میری اس نصیحت کو یاد رکھا، تجھے دنیا میں کوئی شے موت سے زیادہ پیاری نہ ہوگی کیونکہ اس میں تیرے واسطے آرام ہی آرام ہے۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے دل کو کینہ سے پاک رکھنا اپنی سنت بتایا ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کو کینہ و حسد سے پاک رکھے، کیونکہ یہ ایک بہت بڑا نیک عمل ہے۔

جو مسلمان کسی مسلمان سے کینہ و حسد نہ رکھے، وہ جنتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کی مجلس اقدس میں بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "(ابھی تمہارے سامنے) ایک جنتی آدمی آئے گا، جس نے اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں اٹھائے ہوں گے" کہ اچانک اسی ہیئت کا ایک آدمی آیا اور سلام کر کے مجلس میں بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے دوسرے دن بھی اسی طرح فرمایا اور وہی شخص سامنے آیا۔ آپ نے تیسرے دن بھی اسی طرح فرمایا اور وہی شخص سامنے آیا۔ جب مجلس برخاست ہوئی اور حضور ﷺ اٹھ کر چلے گئے، حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کے ساتھ چلتے ہوئے کہا: میرے والد صاحب اور میرے درمیان کچھ رنجش ہو گئی ہے اور میں قسم کھا بیٹھا ہوں کہ تین روز تک گھر نہ جاؤں گا۔ اگر تم مناسب سمجھو تو تین دن مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے دو۔ اس نے بخوشی اجازت دے دی۔ عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے اس کے گھر رات گزاری۔ وہ شخص بھی رات بھر سوتا رہا۔ ہاں البتہ اتنا ضرور کیا کہ جب بستر پر لیٹا، اس نے کچھ اللہ کا ذکر کیا اور "اللہ اکبر" کہتا ہوا سو گیا اور فجر کے وقت اٹھا۔ اس وقت اس نے اچھی طرح وضو کیا اور نماز ادا کی۔ صبح ہوئی، ناشتہ کیا (یعنی روزہ بھی نہ تھا)۔

عبداللہ ابن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں اس شخص کے گھر تین رات رہا۔ میں نے اس کے علاوہ اس کا کوئی اور عمل نہ دیکھا۔ ہاں ایک بات دیکھی کہ اس کے منہ سے ہمیشہ اچھی بات ہی سنی (یعنی کسی کی غیبت یا عیب جوئی کی کوئی بات اس کی زبان سے نہ سنی) اور قریب تھا کہ میں اس سے بدگمان ہو جاتا (کہ یہ تو کوئی بڑا عمل نہیں، جس سے جنت ملے) تیسرے دن میں نے اس سے کہا: میرے اور والد صاحب کے درمیان کوئی رنجش (ناراضگی) نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ رہ کر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہارا وہ کون سا

عمل ہے، جس کی بدولت حضور ﷺ تمہیں جنتی کہہ رہے ہیں، تاکہ میں بھی وہ عمل کروں۔ مگر مجھے تو تمہارا کوئی ایسا بڑا عمل نظر نہیں آیا۔ آخر وہ کون سی بات ہے، جس کی وجہ سے حضور ﷺ نے تمہارے لیے یہ (جنتی ہونا) فرمایا ہے؟

اس نے کہا: جو کچھ میں کرتا ہوں، وہ تم نے دیکھ ہی لیا۔ میں رخصت ہو کر چل دیا۔ اس نے مجھے آواز دے کر بلایا اور کہا: میں جو عمل کرتا ہوں وہ تم نے دیکھ لیا۔ اس کے علاوہ اتنی بات ہے، میرے دل میں کسی مسلمان کے لیے کوئی برا خیال نہیں، نہ میں کسی سے اللہ کی عطا کردہ دولت پر حسد کرتا ہوں۔

میں نے اس سے کہا: اسی چیز نے تو تمہیں اس مقام تک پہنچایا ہے کہ حضور تمہیں "جنتی" ہونے کی خوشخبری دے رہے ہیں اور یہی چیز ہے جو میں نہ کر سکا۔

ایک بزرگ کا قول ہے: حاسد پانچ طریقہ سے اللہ کی نافرمانی کرتا ہے:۔

(۱) دوسرے شخص کی نعمت و دولت کو دیکھ کر اس سے جلتا اور حسد کرتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر راضی نہیں ہوتا۔

(۳) اللہ نے جو کچھ دے رکھا ہے، اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرنے سے کنجوسی کرتا ہے۔

(۴) اللہ نے کسی دوسرے کو جو کچھ اپنے فضل و کرم سے دیا ہے، حاسد اس سے دشمنی کرتا ہے اور اس کی نعمت کے زوال کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

(۵) اور اس طرح وہ شیطان ملعون کو خوش کرتا ہے۔

حسد کا انجام: حسد کرنے والے کو اس کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا:۔

(۱) عام دنیاوی مجالس میں ذلت و رسوائی۔

(۲) فرشتوں کی طرف سے لعنت و ناراضگی۔

(۳) تنہائی میں گھٹنا اور غم میں مبتلا رہنا۔

(۴) عام معاملات میں خسارہ و نقصان۔

(۵) دوزخ میں آگ کی تپش اور گرمی برداشت کرنا۔

غرور و تکبر

غرور و تکبر کرنے والے: حضرت کعب احبار ؓ کہتے ہیں: قیامت کے روز متکبر (غرور کرنے والے) لوگ اس طرح حقیر بنا کر اٹھائے جائیں گے کہ ان کی شکلیں انسانوں جیسی ہی ہوں گی، مگر قد چیونٹیوں جیسے چھوٹے چھوٹے ہوں گے۔ ان پر ہر طرف سے لعنت اور پھٹکار برستی ہوگی۔ انھیں جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ پیاس کے وقت انھیں دوزخ کی نالیوں میں بہتا ہوا گندا کیچڑ ملا پانی پلایا جائے گا، جس میں دوزخیوں کے جسم سے بہتا ہوا میل اور پسینہ بھی شامل ہوگا۔

غریب پرور لوگ: حضرت حسین ؓ ایک مرتبہ چند غریب لوگوں کے پاس سے گزرے، جو روٹی کے سوکھے ٹکڑے کھا رہے تھے۔ انھوں نے حضرت حسین ؓ کو بھی کھانے کی دعوت دی۔ وہ ان کے ساتھ بیٹھ کر ان ٹکڑوں میں شریک ہو گئے اور فرمایا: میں اس لیے تمہارے ساتھ بیٹھ گیا ہوں کہ اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے تمہاری دعوت قبول کی اور تمہارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھالیا۔ اب تم کو میں دعوت دیتا ہوں۔ سب کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے اور گھر میں جو کھانا تیار تھا، وہ انھیں کھلا دیا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے روز تین آدمیوں کی طرف اللہ نہ توجہ دے گا نہ ان سے کوئی بات کرے گا۔ ان کے لیے جہنم کا خوفناک عذاب تیار ہوگا (اور وہ اس میں جھونک دیئے جائیں گے)۔

(۱) بوڑھا زناکار۔ (۲) جھوٹا سربراہِ حکومت۔ (۳) عیال دار مغرور فقیر۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین ایسے آدمی مجھے دکھائے گئے جو جنت میں جائیں گے:۔

(۱) شہید، جو راہِ خدا میں جہاد کرتے مارا گیا ہو۔

(۲) وہ غلام (ملازم) جسے دنیا کا کوئی لالچ اپنے مالک سے بے وفائی پر آمادہ نہیں کر سکا۔

(۳) بوڑھا فقیر (جس پر اہلِ خانہ کی ذمہ داری ہو اور وہ اسے محنت کر کے پوری کرتا ہو)۔

اور تین آدمی ایسے دکھائے گئے جن کا ٹھکانہ جہنم ہے:-

(۱) وہ حکمران جو قوم کی مرضی کے خلاف زبردستی حکمران بن بیٹھے۔

(۲) وہ دولت مند جو زکوٰۃ نہ دے۔

(۳) وہ مغرور فقیر جو بھوکا ہوتے ہوئے بھی تکبر کرے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تین آدمیوں سے ناراض ہوتا ہے:-

(۱) بدکار۔ اگر بوڑھا ہو تو اس پر بہت زیادہ ناراض ہوتا ہے۔

(۲) بخیل۔ اگر وہ دولت مند ہو تو اس پر اللہ کا غصہ بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

(۳) تکبر کرنے والا، اگر تکبر کرنے والا فقیر ہو، اس پر اللہ کی ناراضگی بہت بڑھ جاتی ہے۔

تین آدمی جن سے اللہ خوش ہوتا ہے:-

(۱) متقی (پرہیزگار) اگر جوانی میں تقویٰ اختیار کیا ہے، اللہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے۔

(۲) سخی۔ اگر خود محتاج اور غریب ہے اور پھر جو کچھ اس کو ملتا ہے اس میں سے سخاوت کرتا ہے، اللہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے۔

(۳) متواضع اور ملنسار آدمی۔ اگر مال دار ہوتے ہوئے کوئی شخص انکساری، تواضع اور ملنساری اختیار کرتا ہے، وہ اللہ کی بہت زیادہ خوشنودی حاصل کر لیتا ہے۔

حضرت یحییٰ ابن جبلہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی غرور ہو۔"

حضرت حسن ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے جوتے کی خود مرمت کر لیتا ہے، اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتا ہے اور اللہ کے سامنے سجدے میں اپنا سر زمین پر رکھ دیتا ہے، وہ غرور سے پاک ہو گیا۔"

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص حسب توفیق جو لباس میسر آتا ہے، پہن لیتا ہے، مرمت کیا ہوا جوتا استعمال کر لیتا ہے، جو سواری میسر ہے، اس پر سوار ہو کر اپنی ضرورت پوری کر لیتا ہے، اہل و عیال کی ذمہ داری پوری کرتا ہے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتا ہے، غریب لوگوں کے ساتھ بیٹھنے میں عار محسوس نہیں کرتا، اللہ نے اس کا تکبر ختم کر دیا۔

بدبخت آدمی کی پہچان: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا: پروردگار! بدبخت آدمی کی پہچان کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بدبخت وہ ہے، جس کے دل میں غرور و تکبر ہو، زبان میں سختی (یعنی بداخلاقی) ہو، آخرت پر اسے یقین نہ ہو اور بخیل (کنجوس) ہو۔

تواضع شرافت کی نشانی: حضرت عروہ ابن زبیر ؓ کہتے ہیں: عزت و شرافت کی ایک بڑی نشانی تواضع (انکساری، خوش اخلاقی، ملنساری) ہے۔ ہر نعمت پر لوگ حسد کرتے ہیں، مگر تواضع پر کوئی حسد بھی نہیں کرتا۔

ایک فلسفی کا قول ہے: صبر کا پھل آرام اور تواضع کا پھل محبت ہے۔

ایک مرتبہ ملہب ابن ابی صفرہ (حجاج ابن یوسف کا سپہ سالار) حضرت مطرف ابن عبداللہؒ کے سامنے سے متکبرانہ انداز میں اکڑتا ہوا گزرا۔ حضرت مطرفؒ نے اس سے کہا: اللہ کے بندے! اس طرح نہ چل۔ یہ چال اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہے۔

ملہب نے کہا: جانتے ہو، میں کون ہوں؟

حضرت مطرف نے کہا: اچھی طرح جانتا ہوں۔ تو شروع میں رحم مادر کے اندر نطفہ اور گوشت کا ایک لوتھڑا تھا۔ اور آخر میں مردار گوشت کا بکھرا ہوا ڈھیر ہوگا۔ (اور تیرا گوشت قبر کے کیڑوں کی خوراک بن جائے گا)۔ کہتے ہیں: یہ بات سن کر مہلب نے اکڑ کر چلنا چھوڑ دیا تھا۔

مسلمان کی عزت اور اس کا فخر: ایک مسلمان کو اپنے اللہ پر فخر ہوتا ہے اور اس کی عزت اپنے دین پر عمل کرنے سے ہوتی ہے۔ جبکہ ایک منافق اپنے خاندانی حسب نسب اور مال و دولت کو اپنی عزت کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

مغرور کے سامنے غرور کرنا جائز ہے: حضرت ابن عمر ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تمہارا سامنا با اخلاق لوگوں سے ہو، ان سے حسن اخلاق سے پیش آؤ۔ اور جب کوئی مغرور تمہارے سامنے آئے، تم بھی اس کا غرور توڑنے کے لیے مغرور بن جاؤ۔ (یہ ان کو نیچا دکھانے اور جھکانے کی نیت سے ہو) اس پر تمہیں ثواب ملے گا۔"

تواضع (خوش اخلاقی) سے عزت ملتی ہے

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی شخص جب تواضع (خوش اخلاقی) کو اپنی عادت بنا لیتا ہے، اللہ لوگوں کی نگاہوں میں اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔''

حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں: خوش اخلاقی اور تواضع یہ ہے: تمھیں جو مسلمان ملے، اسے پہلے تم سلام کرو۔ مجلس میں جہاں جگہ ملے، وہاں بیٹھ جاؤ۔ کوئی شخص تمہاری دینداری اور شرافت کی تعریف کرے، اس پر خوش نہ ہو۔

تکبر و غرور کافروں کا شیوہ ہے

تکبر اور غرور فرعون، ہامان اور قارون جیسے کافروں کا شیوہ ہے۔ قرآن کریم میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (صافات۔۳۵)

یہ (کافر) وہ لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا: اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ تکبر کے ساتھ منہ پھیر لیتے تھے۔

وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامَانَ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَ مَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ (العنکبوت:۳۹)

قارون، فرعون اور ہامان کے پاس (حضرت) موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے۔ لیکن انھوں نے زمین میں اپنا بڑا پن دکھایا (تکبر کیا) اور (ایسا کرنے والے) یہ کوئی پہلے (غرور کرنے والے) لوگ نہ تھے (ان سے پہلے بھی ایسے لوگ گزرے ہیں)۔

غرور کرنے والوں کی سزا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ (المومن:۶۰)

جو لوگ تکبر کرتے ہوئے میری عبادت سے انکار کرتے ہیں، ایسے لوگ عنقریب (بڑی ذلت و رسوائی کے ساتھ) جہنم میں داخل ہوں گے۔

اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ۔ (زمر۔۷۲)

جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ اس میں ہمیشہ رہو گے۔ غرور کرنے والوں کا یہ ٹھکانہ کتنا برا ہے۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ (نحل۔۲۳)

وہ (اللہ) غرور کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تواضع پسند اور با اخلاق لوگوں کی تعریف

تواضع (خوش اخلاقی، ملنساری) اللہ کے بندوں کا شیوہ ہے۔ اللہ ان کی اس طرح تعریف کرتا ہے:-

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ (فرقان۔۶۳)

اور رحمٰن کے بندے جو ہیں وہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں۔

اللہ اپنے نبی ﷺ کو حکم دیتا ہے: ایسے لوگوں سے بے توجہی نہ برتیں، بلکہ خوش اخلاقی سے پیش آئیں:-

وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (شعراء۔۲۱۵)

اہل ایمان آپ کا اتباع کرتے ہیں۔ ان کے واسطے اپنے بازو پھیلائے رکھئے۔

حضور ﷺ کے حسن اخلاق کی قرآن کریم میں اس طرح تعریف کی گئی ہے:-

انک لعلیٰ خلق عظیم (قلم۔۴) بے شک آپ حسن اخلاق کی بلندیوں پر فائز ہیں۔

یعنی آپ ﷺ نے اخلاق کی بہت اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں۔ آپ ﷺ نے معاشرتی زندگی کا ایسا سادہ اور آسان طریقہ اختیار کیا تھا، جو عام انسان کی دسترس (پہنچ) سے باہر نہ تھا۔ آپ ایک گدھے پر سواری کرتے، جو اس دور میں ہر شخص کے پاس ہوتا تھا۔ اور عام آدمی بلکہ غلاموں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا لیا کرتے تھے۔ یہ تواضع، انکساری اور ملنساری کی عام سادہ لیکن اعلیٰ ترین مثالیں ہیں۔ اور آپ کی امت میں جو علمی اور اصلاحی شخصیات گزری ہیں، ان کے اخلاق و عادات میں بھی تواضع اور انکساری (ملنساری) جیسی صفات شامل تھیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ تواضع، انکساری، ملنساری اور خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

ایک دفعہ امیر المومنین حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کے پاس رات کے وقت ایک مہمان بیٹھا تھا۔ امیر المومنین اس وقت چراغ کی روشنی میں کچھ کام کر رہے تھے۔ چراغ میں تیل ختم ہونے سے روشنی کم ہوگئی۔ مہمان نے کہا: مجھے بتایئے، تیل کہاں رکھا ہے۔ میں چراغ میں تیل ڈال دوں۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے اس سے کہا: یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ مہمان سے اپنا کام کراؤں۔ مہمان نے کہا: تو پھر میں آپ کے غلام (ملازم) کو بلا کر لے آتا ہوں۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے فرمایا: نہیں! وہ ابھی ابھی سویا ہوگا۔ کسی کو کچی نیند سے بیدار کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ پھر خود اٹھے اور چراغ میں تیل ڈال دیا۔ مہمان نے کہا: امیر المومنین! میرے موجود ہوتے ہوئے آپ خود تیل ڈالنے کے لیے اٹھے، اچھا نہیں کیا۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے فرمایا: یہ کام کرنے سے میری ذات میں تو کوئی فرق نہیں آیا۔ جب کام کے لیے اٹھا، تب بھی عمر تھا، اب کام کر کے پھر اپنی جگہ بیٹھ گیا ہوں، اب بھی عمر ہوں۔ بھلا آدمی وہ ہے، جو متواضع، ملنسار اور بااخلاق ہو۔

حضرت قیس ابن حازمؒ بیان کرتے ہیں: خلیفۂ وقت حضرت عمر ﷺ ابن خطاب جب شام کے دورے پر گئے، وہاں کے عمائدینِ حکومت نے ان کا استقبال کیا اور کہا: یہاں کے غیر مذہب (عیسائی) کے بڑے بڑے لوگ آپ سے ملاقات کے لیے آئیں گے۔ آپ اپنا لباس تبدیل کرلیں اور اس عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر آگے تشریف لے چلیں۔

حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: ”تم اس زمین کی شان و شوکت کو دیکھ رہے ہو، حالانکہ عزت دینے والا آسمان پر ہے۔“

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ اسی سفر میں ان کا غلام (ملازم) بھی ان کے ساتھ تھا۔ سواری ایک اونٹنی اور سوار دو۔ چنانچہ طے ہوا کہ ایک فرسخ (تقریباً تین میل) ایک شخص سوار ہوگا اور دوسرا اونٹنی کی مہار پکڑ کر پیدل چلے گا۔ چنانچہ جب سفر کا آخری مرحلہ آیا، ملازم اونٹنی پر سوار تھا اور حضرت عمر ﷺ اونٹنی کی مہار پکڑ کر پیدل چل رہے تھے۔ راستہ میں ایک پانی کی نہر تھی۔ حضرت عمرؓ نے جوتے اتار کر ہاتھ میں لیے اور پانی سے گزر گئے۔ سامنے سے حضرت ابو عبیدہ ﷺ (شام کے گورنر) آئے اور ان سے عرض کیا: امیر المومنین! شام کے بڑے بڑے لوگ آپ کے استقبال کے لیے آرہے ہیں۔ آپ کو اس حال میں دیکھ کر

ان پر کچھ اچھا اثر نہیں ہوگا۔ حضرت عمر ﷺ نے فرمایا: ”ہمیں اللہ نے اسلام کی عزت بخشی ہے۔ لوگ کیا کہتے ہیں، ہمیں اس کی پروا نہیں۔“

حضرت سلمان فارسی ﷺ (جب مدینہ کے گورنر تھے) ایک بازار میں گشت کر رہے تھے۔ ایک امیر آدمی نے بہت سا سامان خریدا اور حضرت سلمان کو ایک مزدور سمجھ کر ان سے کہا: یہ سامان میرے گھر تک لے کر چلو۔ وہ سامان اٹھا کر خاموشی سے اس کے ساتھ چل دیئے۔ راستہ میں ان کو پہچاننے والے جو لوگ ملتے، وہ کہتے: امیر المومنین! اللہ آپ کو سلامت رکھے، لایئے یہ سامان ہم لے چلتے ہیں۔ لیکن حضرت سلمان نے ہر ایک کو منع کر دیا اور وہ سامان خود اس شخص کے گھر تک پہنچایا۔ وہ شخص بعد میں معذرت کرنے لگا: معاف فرمادیں، میں آپ کو پہچان نہ سکا تھا۔ انھوں نے کہا ”کوئی بات نہیں“ اور واپس آگئے۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ جب بحرین کے گورنر ہو کر گئے، شہر میں داخل ہوئے۔ کوئی ملازم ساتھ نہ تھا۔ لوگوں کی بھیڑ میں سے یہ کہتے اور اپنے لیے راستہ بناتے گزر گئے: امیر (گورنر) کو راستہ دو۔ امیر (گورنر) کو راستہ دو۔

یہ تھے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تواضع، انکساری، نرمی و خوش اخلاقی ان کا شیوہ تھا۔ یہ لوگ دنیا میں باعزت رہے۔ فرشتے ان کا احترام کرتے تھے اور اللہ ان پر مہربان تھا۔

حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی اور جو آدمی اپنے اوپر ہونے والے ظلم کو معاف کر دیتا ہے، اللہ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔“

حضرت حسن ﷺ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے اللہ کی طرف سے زمین میں کلی اختیار دیا گیا اور یہ بھی اختیار دیا گیا کہ میں چاہوں تو ایک عام بندہ کی حیثیت میں نبی بن جاؤں یا شہنشاہ نبی بنوں۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے مشورہ کے مطابق بندہ نبی بنا منظور کیا، جو مجھے بنا دیا گیا۔ اور قیامت کے دن میں ہی سب سے پہلے اپنی قبر سے نکلوں گا۔ اور اللہ کی بارگاہ میں شفاعت کا شرف سب سے پہلے مجھے ہی حاصل ہوگا۔

حضرت قتادہ ﷺ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کی موت اس حالت میں ہوئی کہ وہ تکبر، خیانت اور قرض سے پاک ہو، وہ جنت میں جائے گا۔

صحابہ کا اپنے غلاموں (ملازموں) کے ساتھ حسن سلوک

حضرت عبداللہ ابن ابی جعفر ؓ روایت کرتے ہیں: حضرت علی ؓ بازار سے دو قمیصیں خرید کر لائے اور اپنے غلام (ملازم) اسود سے کہا: ان دونوں میں سے جو تمہیں پسند ہو، وہ لے لو۔ اس نے اپنی پسند سے ایک قمیص لے لی۔ دوسری قمیص حضرت علی ؓ نے اپنے لیے رکھ لی۔ پہنا تو اس کی آستینیں بڑی تھیں۔ چنانچہ جتنی بڑی تھیں اتنی کاٹ دیں اور قمیص پہن لی اور اسی کو پہن کر جمعہ کا خطبہ دیا۔ ایک شخص کو سامنے سے آتے دیکھا۔ اس کا تہبند زمین سے گھسٹ رہا تھا۔ حضرت علی نے اس سے فرمایا: کپڑا اوپر کرلو ورنہ گندا ہوجائے گا۔

تکبر اور غرور صرف اللہ کو زیب دیتا ہے

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عظمت (بڑائی) میرا ازار (تہبند) ہے اور کبریائی (شان) میری چادر ہے۔ جس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی مجھ سے چھیننے کی کوشش کی، میں اسے جہنم کا ایندھن بنا دوں گا۔

ذخیرہ اندوزی

یعنی اشیائے ضروریہ کو مہنگا بیچنے کی نیت سے چھپا کر رکھنا

حضرت معمر ابن عبداللہ عدوی ؓ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”ذخیرہ اندوزی وہی شخص کرتا ہے، جو گنہگار ہے۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے چالیس روز تک اشیائے ضروریہ (غلہ وغیرہ) کو روک کر رکھا، اس نے اللہ سے اپنا رابطہ ختم کر دیا اور اللہ نے اس سے اپنا تعلق توڑ لیا۔“

حضرت عمر ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”باہر سے لا کر غلہ (اور دوسری ضروری اشیاء) فروخت کرنے والے کو رزق ملتا ہے اور (اشیائے ضروریہ کے) ذخیرہ اندوز پر (اللہ کی) لعنت ہوتی ہے۔“

حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کا مطلب یہ ہے کہ جو تاجر اشیاء کی کمیابی یا قحط کے زمانہ میں غلہ اور دوسری ضرورت کی چیزیں باہر سے شہر میں لا کر مناسب بھاؤ پر فروخت کرے، اس کے مال میں برکت ہوتی ہے اور تجارت میں نفع ہوتا ہے۔ اور جو تاجر ایسے وقت میں غلہ اور دوسری ضروریاتِ زندگی مہنگا بیچنے کی نیت سے چھپا کر یا ذخیرہ کر کے رکھتے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت پڑتی ہے۔ مال میں برکت نہیں ہوتی، پیسے کی بھوک بڑھ جاتی ہے اور ہوسِ زر جیسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

غلہ کا تاجر، جانور ذبح کرنے والا اور کفن فروش

حضرت شعبیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے: ایک شخص نے اپنے بیٹے کو ملازم رکھانے کے سلسلے میں حضور ﷺ سے مشورہ کیا۔ آپ نے اسے مشورہ دیا: ”اسے غلہ بیچنے والے، جانور ذبح کرنے والے اور کفن بیچنے والے کے پاس ملازم نہ رکھانا۔“ پھر فرمایا: ”اس غلہ بیچنے والے کی بہ نسبت جو قحط یا کمیابی کے وقت چالیس روز تک غلہ کو مہنگا بیچنے کی نیت سے

ذخیرہ کر کے رکھے، یہ کہیں بہتر ہے کہ آدمی زنا یا شراب پینے کا مجرم ہو کر اللہ کے روبرو پیش ہو۔ جانور ذبح کرنے والے کے دل سے جانور ذبح کرتے کرتے رحم اور شفقت کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور کفن بیچنے والا میرے امتوں کے مرنے کی دعا کرتا رہتا ہے، جبکہ مجھے امت کا ایک ایک بچہ دنیا کی ساری دولت سے زیادہ پیارا ہے۔"

ذخیرہ اندوزی: یہ ہے کہ غلہ کا کوئی بڑا تاجر سستے زمانہ میں اپنے شہر یا علاقہ کا سارا غلہ خرید کر اس نیت سے اپنے گودام بھر لے کہ قحط یا غلہ کی کمیابی کے زمانے میں اسے مہنگے داموں بیچے گا۔ ایسا کرنا ایک شرعی (قانونی) اور اخلاقی جرم ہے۔ اگر لوگوں کی ضرورت کے وقت ایسا تاجر اپنا غلہ بازار میں لا کر فروخت نہ کرے، حکومتِ وقت اسے غلہ فروخت کرنے پر مجبور کر سکتی ہے۔

ایک روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں بھاؤ مقرر نہیں کرا سکتا۔ بھاؤ مقرر کرانا اللہ کے اختیار میں ہے۔"

ایک دوسری روایت ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: "مہنگائی اور سستا ہونا اللہ کے دو لشکر ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام رغبت (اشیاء کی طلب) اور دوسرے کا نام رہبت (خوف خدا) ہے۔ جب اللہ چاہتا ہے کہ یہ چیز دنیا میں عام اور سستی ہو، وہ لوگوں (خصوصاً بڑے تاجروں) کے دل میں اپنا خوف پیدا کر دیتا ہے اور وہ اشیاء کو گوداموں سے نکال کر بازار میں لے آتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں چیزیں سستی ہو جاتی ہیں۔

اور جب وہ چاہتا ہے (اور یہ عموماً اہل دنیا میں خدا خوفی ختم ہو جانے اور اس کی نافرمانی پر ہوتا ہے) کوئی چیز مہنگی ہو جائے تو لوگوں کے دل میں ان چیزوں کی رغبت اور محبت ڈال دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں لوگ ان چیزوں کو سمیٹ سمیٹ کر ذخیرہ اندوزی شروع کر دیتے ہیں۔

ایک حدیث میں ہے، بنی اسرائیل کے دور میں ایک عابد (اللہ کا نیک بندہ) قحط کے زمانے میں ایک ریت کے ٹیلے کے پاس سے گزرا۔ اسے خیال آیا، اگر یہ ریت کا ٹیلہ آٹا بن جائے تو میں یہ سارا قحط سے پریشان بھوکے لوگوں کو کھلا دوں۔

اللہ نے اس زمانے کے نبی کو وحی کے ذریعہ حکم دیا: میرے فلاں بندے کو بتا دو، میں

نے اس کی نیت کے مطابق اس کے واسطے اجر (ثواب) لکھ دیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ بندہ اگر کسی اچھے کام کی نیت کرے، اگر وہ کام اس کی طاقت سے باہر ہے اور وہ نیت و کوشش کے باوجود اسے نہ کر سکے، تب بھی اللہ اسے اس کام کا ثواب عطا کر دیتا ہے۔

اس لیے ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دل میں ہر انسان بلکہ ہر جاندار کے لیے شفقت و محبت کا جذبہ موجود ہو اور ہر ایک کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرے۔

ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: مجھے کوئی نصیحت کریں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: ان چھ باتوں کو یاد رکھو:-

(۱) جس رزق کا وعدہ اللہ نے تجھ سے کیا ہے، وہ تجھے ضرور ملے گا۔ اس پر یقین رکھتے ہوئے اپنی کوشش جاری رکھو۔

(۲) ہر ضروری کام اس کے مقررہ وقت پر کر۔

(۳) زبان سے اللہ کا ذکر کرتا رہ۔

(۴) شیطان کی بات نہ مان۔ وہ انسان کا دشمن ہے۔

(۵) ہر وقت دنیا سمیٹنے میں نہ لگا رہ۔ اسے بہرحال ختم ہو جانا ہے۔

(۶) انسانوں کو سیدھی راہ پر لانے کی کوشش کرتا رہ۔

لہٰذا ہر ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر انسان سے ہمدردی رکھے۔ یہ سعادت مندی کی علامت ہے۔

سعادت مندی کی علامات: کسی انسان کی سعادت مندی کی درج ذیل گیارہ علامات ہیں:-

(۱) دنیا میں تقویٰ اختیار کرتا اور آخرت کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

(۲) اس کی زیادہ توجہ عبادت اور قرآن کی تلاوت کی طرف ہوتی ہے۔

(۳) غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرتا ہے۔

(۴) پنج وقتہ نماز کی پابندی کرتا ہے۔

(۵) اپنی میسر روزی پر قناعت کرتا اور حرام سے پرہیز کرتا ہے۔

(۶) اس کا تعلق اور دوستی نیک لوگوں سے ہوتی ہے۔

(۷) وہ خوش اخلاق اور ملنسار ہوتا ہے۔ اس میں تکبر نہیں ہوتا۔

(۸) وہ سخی اور مہربان ہوتا ہے۔

(۹) اس کے دل میں اللہ کی مخلوق کے واسطے ہمدردی اور رحم ہوتا ہے۔

(۱۰) وہ ہمیشہ عام مخلوق کے فائدے کی بات سوچتا ہے۔

(۱۱) موت کا خیال ہر وقت اس کے دل میں رہتا ہے۔

بدبخت آدمی کی علامتیں: بدبخت آدمی کی گیارہ علامات:۔

(۱) ہر وقت (جائز و ناجائز طریقے سے) دولت سمیٹنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

(۲) شہوت پرست ہوتا ہے (اس کے دل میں محرم و غیر محرم عورت کی کوئی تمیز نہیں ہوتی)۔

(۳) بات بات میں گالی بکتا ہے۔

(۴) نماز کی پابندی سے جی چراتا ہے۔

(۵) اس کی آمدنی کے ذرائع حرام ہوتے ہیں، اور معاشرہ کے اوباش لوگوں سے اس کی دوستی ہوتی ہے۔

(۶) لوگوں سے عموماً بداخلاقی سے پیش آتا ہے۔

(۷) غرور و گھمنڈ اس کی عادت میں شامل ہوتا ہے۔

(۸) عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے والی چیزوں میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

(۹) عام انسانوں پر اسے رحم نہیں آتا۔

(۱۰) کنجوس ہوتا ہے، جائز یا کسی کی بھلائی کے لیے کچھ خرچ کرتے ہوئے اس کی جان نکلتی ہے۔

(۱۱) اسے موت یاد نہیں ہوتی اور اسی دنیا کو وہ سب کچھ سمجھتا ہے۔

ایک انسان کو اگر اپنی موت کا خیال رہے تو وہ دنیا میں کوئی بھی ایسا کام کرتے ہوئے گھبراتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔

اللہ کے ایک نیک بندہ کے پاس کافی مقدار میں غلہ (گندم) موجود تھا۔ قحط پڑا تو اس نے تمام غلہ عام لوگوں کو مناسب قیمت پر فروخت کر دیا۔ پھر ضرورت کے وقت بازار سے خرید کر اپنی ضرورت پوری کرتا۔ لوگوں نے اس سے کہا: اگر تم اپنا غلہ نہ بیچتے تو آج یہ پریشانی نہ ہوتی۔ انھوں نے جواب دیا: میں نہیں چاہتا تھا کہ عام لوگ غلہ کو ترسیں اور میں بے فکری سے کھاؤں، بلکہ میں بھی عام لوگوں کے دکھ میں شریک ہو کر ان کی تکلیف کو محسوس کرنا چاہتا تھا۔ اور اب میں خوش ہوں کہ سب لوگوں کی طرح میں بھی اس قحط کی تکلیف کو محسوس کر رہا ہوں۔

قہقہہ مار کر ہنسنے کی ممانعت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں (ماننے والوں) سے فرمایا:

''تم زمین کا نمک ہو خود کو خراب نہ کرو۔ دنیا میں کھانے پینے کی چیزوں کی اصلاح نمک سے ہو جاتی ہے۔ اگر نمک بھی خراب ہو گیا پھر چیزوں کی اصلاح کیسے ہوگی۔ اے میرے ماننے والو! اگر کسی کو تعلیم دو تو اس کی اجرت (فیس) نہ لو، جس طرح کہ میں تم سے کچھ نہیں لیتا۔ تمہارے اندر دو بری عادتیں ہیں۔ ان کو چھوڑ دو ایک قہقہہ مار کر ہنسنا اور دوسری یہ کہ رات کو جاگنا نہیں (عبادت نہ کرنا) اور صبح سورج نکلتے ہی پڑ کر سو جانا۔۔۔۔۔۔ (آج کے دور میں انگریز جو عموماً خود کو عیسائی کہتے ہیں۔ بیدار ہی نو بجے ہوتے ہیں اور ان کی بری عادت آج بہت سے مسلمانوں نے بھی اپنا لی ہے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جن لوگوں کو ملح الارض (زمین کا نمک) کہا ہے۔ وہ علماء کا طبقہ ہے۔ کیونکہ انبیاء کے بعد علماء پر ہی لوگوں کی اصلاح اور انہیں سیدھی راہ پر چلانے کی ذمہ داری ہوتی ہے اور وہی لوگوں کو قیامت و آخرت کے حالات سے آگاہ کرتے ہیں' اور ان کا یہ فرمانا کہ تعلیم کی اجرت نہ لیا کرو۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ علماء انبیاء کے علم کے وارث ہوتے ہیں۔ لہٰذا جس طرح نبیوں نے تعلیم کی اجرت نہیں لی علماء کو بھی نہیں لینی چاہیے۔ چنانچہ قرونِ اولیٰ کے علماء بھی تعلیم کی اجرت نہیں لیا کرتے تھے۔ اور یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ وہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے' اور وقت نکال کر لوگوں کو تعلیم بھی دیتے تھے۔

قرآن کریم میں حضور ﷺ کو حکم دیا جا رہا ہے۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورہ شوریٰ۔۲۳)

آپ ﷺ ان (کفار مکہ) سے کہدیں' میں تم سے اس کی اجرت نہیں مانگتا (میرا منشا صرف یہ ہے) تم آپس میں محبت سے رہو اور قرابت داریوں کا لحاظ کیا کرو۔''

اسی طرح قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے۔

"اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ" (سورہ ہود۔۲۹)

''میری اجرت اللہ کے ذمہ ہے (وہی مجھے اس کا اجر دے سکتا ہیں۔)

لہٰذا علماء کو چاہیے وہ قرآن کے فیصلہ کو تسلیم کریں اور اپنے نبی ﷺ کا اتباع کرتے ہوئے (جن کے پاس اپنا کوئی دوسرا ذریعہ معاش ہو) دینی تعلیم کی اجرت نہ لیا کریں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمانا: کہ تمہاری دوسری بری عادت قہقہ مار کر ہنسنے کی عادت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قہقہ مار کر ہنسنا جاہلوں اور بے وقوف لوگوں کا شیوہ ہے جو کہ وہ یعنی عقلمند لوگوں میں ناپسند ہے۔ اور صبح سورج نکلنے کے بعد تک سوتے رہنا۔ حماقت اور بیوقوفی کی نشانی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''دن کے ابتدائی حصہ (دوپہر سے پہلے) میں سونا حماقت (بے وقوفی) کی علامت ہے۔ دوپہر کا سونا (قیلولہ) فطرۃً اچھی عادت ہے اور دن کے آخری حصہ (سورج غروب ہونے سے پہلے) میں سونا جہالت ہے''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک روز نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ کچھ لوگ قہقہ مار کر ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا اور فرمایا: ''موت کو یاد رکھو'' اسی طرح پھر ایک مرتبہ آپ ﷺ تشریف لائے تب بھی لوگوں کو قہقہ مار کر ہنستے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ''اسلام غریبوں سے شروع ہوا تھا اور عنقریب وہ پھر غریبوں ہی میں لوٹ آئے گا' اور قیامت کے روز کی خوش نصیبی غریبوں ہی کو حاصل ہوگی۔'' لوگوں نے دریافت کیا: وہ غریب لوگ کون سے ہیں؟

نیک اور صالح لوگ

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ'' وہ لوگ ہیں کہ جب عام لوگوں کے دینی اعتقاد میں فساد (بگاڑ) پیدا ہو جائے گا مگر وہ پھر بھی دین کے صحیح راستہ پر چلتے ہوئے نیک اور پاک دامن رہیں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کو نصیحت

حضرت خضر علیہ السلام جب موسیٰ علیہ السلام سے رخصت ہونے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے درخواست کی: مجھے کوئی نصیحت فرمائیں!

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! جھگڑے سے بچو۔ بلا ضرورت سفر نہ کرو۔ کم ہنسا کرو (مگر قہقہ نہ لگاؤ) کسی گنہگار کو (سرعام) اس کے گناہ پر شرمندہ نہ کرو۔ (تنہائی

میں اسے سمجھایا جاسکتا ہے) اور اپنی غلطیوں پر (ندامت محسوس کرتے ہوئے) رویا کرو۔

حضرت عوف ابن عبداللہ کہتے ہیں: ''حضور نبی کریم ﷺ کبھی قہقہ مار کر نہیں ہنستے تھے (ہنسی کے موقعہ پر) صرف تبسم فرماتے تھے۔ (مسکراتے تھے) اگر کوئی بات کرتا تو آپ ﷺ اس کی طرف پوری طرح متوجہ ہو کر اس کی بات سنتے تھے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تبسم (مسکراہٹ) کی حد تک ہنسنے کی اجازت ہے' اور قہقہ مار کر ہنسنا ممنوع ہے۔ لہٰذا ایک صاحب عقل و ہوش کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ قہقہ مار کر نہ ہنسے۔ کیونکہ یہ بے فکرے پن کی دلیل ہے اور جو آخرت سے بے فکر ہو کر ہنستا رہا اسے قیامت کے روز بہت رونا پڑے گا مگر اس وقت کا رونا بے فائدہ ہوگا۔ اسی لئے خداوند تعالیٰ حکماً ارشاد فرماتے ہیں:

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا (سورہ۔ توبہ ۸۲)

(لوگوں کو چاہیے) وہ کم ہنسیں (قہقہ نہ ماریں) اور روئیں زیادہ۔''

حضرت ربیع ابن خثیمؒ اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ دنیا میں کم ہنسو۔ اور آخرت کی فکر میں زیادہ رویا کرو۔

حضرت حسن بصری بھی اس کی آیت کی تفسیر میں یہی فرماتے ہیں: ''مجھے ان لوگوں پر حیرانی ہوتی ہے جو بے فکری سے قہقے لگاتے رہتے ہیں' جبکہ دوزخ ان کی تاک میں لگی ہوئی ہے۔ یہ لوگ خوشی میں مست اور موت کو بھولے ہوئے ہیں۔''

کہتے ہیں: ''ایک مرتبہ حضرت حسن بصری نے ایک نوجوان کو بے فکری سے قہقہ لگاتے ہوئے دیکھ کر اس سے پوچھا:

''تو پل صراط سے گزر آیا ہے؟''

نوجوان نے کہا: نہیں

حضرت حسن بصریؒ نے اس سے پوچھا: تجھے معلوم ہے تو جنت میں جائے گا یا دوزخ میں؟''

نوجوان نے جواب دیا: نہیں یہ بھی معلوم نہیں۔

نیک لوگوں کی نصیحت کا اثر

حضرت حسن بصریؒ نے اس سے فرمایا: پھر تو کس بات پر قہقہ لگا رہا ہے؟ (اس واقعہ کے بیان کرنے والے کہتے ہیں: اس کے بعد اس نوجوان کو کبھی قہقہ مار کر ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بات کا اس پر اثر ہوا اور اس نے اپنی ان حرکات سے توبہ کر لی۔ یہ تھے اس دور (زمانے) کے علماء جنکی بات کا لوگوں پر اثر ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ عالم باعمل تھے۔ اب چونکہ ہمارے دور کے علماء علم پر خود عمل نہیں کرتے۔ ان کی بات کا بھی لوگوں پر اثر نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جو شخص گناہ کر کے ہنستا ہے۔ وہ دوزخ میں جائے گا تو بہت روئے گا۔ (مگر وہ رونا بے فائدہ ہوگا۔)

جو دنیا میں قہقہہ مار کر زیادہ ہنستا ہے وہ آخرت میں زیادہ روئے گا اور جو آخرت کی فکر میں دنیا میں زیادہ روتا ہے وہ جنت میں بہت خوش و خرم رہے گا۔

حضرت یحیٰی ابن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "چار چیزیں مسلمان کو دنیا میں زیادہ خوش رہنے اور قہقہہ لگانے کی فرصت نہیں دیتیں:

(۱) آخرت کی فکر
(۲) روزگار کی فکر
(۳) گناہوں کی ندامت
(۴) مصائب (مشکلات) میں گھر جانا

یہ چار چیزیں ایک مسلمان کو خوشی میں آپے سے باہر نہیں ہونے دیتیں۔
یہ چار چیزیں ایک سچے مسلمان کو بے ضابطہ قہقہوں سے روک دیتی ہیں اور قہقہہ فطری طور پر بھی ایک مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"افمن هذا الحديث تعجبون ○ و تضحكون ولا تبكون ○ و انتم سامدون"

کیا تمہیں اس بات (قرآنی آیات) پر حیرانی ہے۔ تم (اس کو سن کر) ہنستے ہو۔ تمہیں (یہ سن کر آخرت کا خیال کر کے) رونا نہیں آتا۔ تم بہت مغرور ہو گئے ہو۔
مسلمان کی حالت کو قرآن اس طرح بیان کرتا ہے:

"و يخرون للاذقان يبكون."

"وہ ٹھوڑی کے بل (چہرہ) زمین پر سجدہ میں رکھ دیتے ہیں اور (اپنے پروردگار کے سامنے) روتے رہتے ہیں۔"

کہتے ہیں زندگی میں یہ پانچ غم ہوتے ہیں۔ اور ہر انسان کو انہیں کے اندر محدود رہنا

چاہیے (یعنی اور نئے نئے غم نہ پالے)

۱۔ گذشتہ گناہوں پر ندامت کا غم۔ (ان پر خدا سے مغفرت طلب کرتا رہے)
۲۔ نیک اعمال کرتے ہوئے یہ فکر دامن گیر رہے کہ پتہ نہیں اللہ قبول کرے گا یا نہیں۔
۳۔ اب تک زندگی جیسی گزری سو گزری پتہ نہیں آئندہ کیسی گزرے گی۔
۴۔ اللہ نے انسان کے واسطے (آخرت میں) دو ٹھکانے رکھے ہیں (جنت، دوزخ) پتہ نہیں ہمیں کونسا نصیب ہوگا۔
۵۔ پتہ نہیں اللہ مجھ سے خوش ہے یا ناخوش۔

جس کو زندگی میں ان پانچ غموں نے گھیرا ہوا ہو۔ اسے قہقہہ لگانے کی فرصت کہاں ہوگی اور جو شخص دنیا کی زندگی میں ان غموں سے آزاد ہے۔ اسے موت کے بعد یہ پانچ غم گھیر لیں گے۔

۱۔ پہلا غم یہ ہوگا کہ اس نے محنت سے جو مال کمایا تھا وہ اپنے دشمن وارثوں کے لئے چھوڑ آیا۔
۲۔ نیک عمل میں سستی کے باعث اپنے اعمال نامہ میں گناہوں کی کثرت اور نیک عمل کی کمی دیکھ کر نیک عمل کرنے کے لیے اللہ سے دوبارہ زندگی دینے کی درخواست کرے گا جو رد کر دی جائے گی۔
۳۔ گناہوں پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے توبہ کی مہلت مانگے گا جو نہیں دی جائے گی۔
۴۔ اسے ہر طرف ایسے لوگ نظر آئیں جو اس سے اپنا حق مانگ رہے ہوں گے۔ اور انہیں اپنے اعمال دے کر بھی ان سے چھٹکارہ نہ پا سکے گا۔
۵۔ اللہ اس سے ناراض ہوگا۔ جس کا راضی کرنا اس کے بس سے باہر ہے۔

حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں: حضور نے فرمایا:
(آخرت کے بارے میں) "جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جائے تم ہنسنا چھوڑ کر روتے ہی رہو اگر تمہیں (وہ بات معلوم ہو جائے۔ جو مجھے معلوم ہے تو تم پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا کر (تنہا) اپنے رب کے سامنے گڑگڑانا شروع کر دو۔"
"اگر تمہیں وہ کچھ معلوم ہو جو مجھے معلوم ہے۔ تم عورتوں کے ساتھ ہنسنا کھیلنا بھول جاؤ۔ تمہیں اپنے (آرام دہ) بستروں پر چین نہ آئے۔ اور یہ تمنا کرو کاش! اللہ نے مجھے ایک درخت پیدا کیا ہوتا کیونکہ درختوں سے حساب نہیں لیا جائے گا)
حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: "ایک سچے مسلمان کو صبح و شام آخرت ہی کی فکر ہوتی ہے

اور خود حضرت حسن بصریؒ ہر وقت (آخرت کی) کسی نہ کسی فکر میں الجھے رہتے تھے۔ اور ایک روایت ہے: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہر وقت ایسے غم زدہ رہتے تھے جیسے ابھی ابھی اپنی والدہ کے جنازہ کو دفن کر کے آئے ہیں۔

"مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً" (سورۃ کہف ۴۹)

"اس کتاب (اعمال نامہ) میں ہر چھوٹا بڑا گناہ لکھا ہوا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر میں امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "صغیرۃ" سے مراد تبسم (مسکراہٹ) ہے۔ اور (کبیرۃ) سے مراد قہقہہ ہے۔ گویا قہقہہ گناہ کبیرہ ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تمہیں وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو مجھے معلوم ہیں۔ تم لوگ ہنسنا بھول کر رونا شروع کر دو اگر تمہیں وہ معلوم ہو جائے جو میں جانتا ہوں، تم اتنا لمبا سجدہ کرو کہ تمہاری کمر ٹوٹ جائے اور (روتے روتے) ایسی چیخ مارو کہ تمہاری آواز ختم ہو جائے۔ اللہ کے سامنے روتے گڑگڑاتے رہو۔ اگر تمہیں رونا نہ آئے تو کم از کم رونے والوں جیسی شکل ہی بنا لیا کرو۔

حضرت محمد بن عجلان کہتے ہیں: قیامت کے روز تین آنکھوں کے علاوہ ہر آنکھ روتی نظر آئے گی۔ وہ تین آنکھیں یہ ہیں:

۱۔ وہ آنکھ جو (دنیا میں) اللہ کے خوف سے روتی رہی۔
۲۔ وہ آنکھ جو اللہ کے لیے جاگتی رہی۔
۳۔ وہ آنکھ جو ایسی چیزوں کی طرف دیکھنے سے بچتی رہی۔ جن کی طرف دیکھنے سے اللہ نے منع کیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کہتے ہیں: میں ایک دفعہ ہنسا تھا اس پر مجھے آج تک ندامت ہو رہی ہے۔ ہوا یوں کہ میں عمرو ابن عبید قدری سے مناظرہ کر رہا تھا کہ مجھے اپنی کامیابی کا امکان دیکھتے ہوئے ہنسی آ گئی۔ اس پر میرے مدمقابل نے کہا: تم علمی باتیں کرتے ہوئے ہنس رہے ہو؟ میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ اس پر مجھے افسوس ہے۔ کیونکہ اگر مجھے ہنسی نہ آتی میں انہیں اپنی بات ماننے پر مجبور کر سکتا تھا۔ وہ ایک بہت عمدہ علمی بات تھی۔

حضرت محمد ابن عبداللہ عابد کہتے ہیں،

۱۔ جو شخص حرام چیزوں سے نظر کو بچا کر رکھتا ہے۔ اس کی عبادت میں خشوع پیدا ہو جاتا ہے۔

۲۔ جو تکبر سے بچتا ہے اسے تواضع (خوش اخلاقی) حاصل ہو جاتی ہے۔
۳۔ جو بے کار باتیں کرنا چھوڑ دے وہ عقلمند ہے۔
۴۔ جو کھانے میں احتیاط کرے (حرام نہ کھائے پیٹ بھر کر نہ کھائے) اسے عبادت میں لطف آتا ہے۔
۵۔ زیادہ ہنسنا وقار (عزت) کو ختم کر دیتا ہے۔
۶۔ مسخرے پن سے عزت گھٹ جاتی ہے۔
۷۔ سنجیدگی سے انسان کا رعب قائم رہتا ہے۔
۸۔ طمع چھوڑ دو لوگوں کی محبت ملے گی۔ یعنی جب تم لوگوں کے مال کو طمع کی نظر سے نہ دیکھو گے وہ تمہارے خلوص کی وجہ سے تم سے محبت کرنے لگیں گے۔
۹۔ جو دوسروں کے عیب ڈھونڈنا چھوڑ دے۔ اسے اپنے عیب نظر آ جائیں گے۔
۱۰۔ جو اللہ کی صفات میں شکوک و شبہات سے خود کو بچا لے اسے شک اور نفاق سے نجات مل جائے گی۔

قرآن کریم کی آیت:

"و کان تحتہٗ کنز لھما"

اس (دیوار) کے نیچے ان (دو یتیم بچوں) کا خزانہ تھا۔

اس آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس دیوار کے نیچے ایک تختی بھی دفن تھی جس پر یہ پانچ باتیں لکھی ہوئی تھیں:

۱۔ مجھے اس (شخص کی حالت) پر تعجب ہوتا ہے جسے یقین ہے کہ موت آئے گی۔ وہ کیسے خوش ہوتا ہے۔
۲۔ مجھے تعجب ہے اس (شخص) پر جسے دوزخ کا یقین ہے وہ کس طرح قہقہہ لگا کر ہنستا رہتا ہے۔
۳۔ مجھے اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو یہ یقین رکھتا ہے کہ تقدیر میں جو لکھا ہے وہ مل کر رہے گا۔ دنیا کی فکر میں کیوں جتلا رہتا ہے۔
۴۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اس شخص کی حالت دیکھ کر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا کی دولت کسی کے پاس ہمیشہ نہیں۔ یہ چلتی پھرتی چھاؤں ہے آج ایک شخص کے پاس کل کسی دوسرے کے پاس

ہوگی۔ پھر وہ اس کی طلب میں کیوں پریشان رہتا ہے۔

۵۔ اور پانچویں سطر میں لکھا تھا:

"لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں۔"

حضرت ثابت بنانی کہتے ہیں: "مسلمان کا قہقہہ لگا کر ہنسنا اس کے آخرت سے غافل رہنے کی نشانی ہے۔ اگر وہ غافل نہ ہوتا اس طرح کبھی نہ ہنستا۔

حضرت یحییٰ ابن معاذ رازی کہتے ہیں! دنیا کے اس رنج وغم کے بدلے میں وہ خوشی خرید لو جس میں غم نہ ہو۔

اس کا مطلب یہ ہے: تجھے جنت کی طلب ہے تو دنیا میں تکلیف برداشت کر لے۔

اس زندگی کو ہنس کھیل کر نہ گزار۔ اس کے صلے میں جنت کی وہ خوشی ملے گی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔

تین چیزوں سے دل میں سختی (بے رحمی) پیدا ہو جاتی ہے۔

۱۔ بلا وجہ قہقہہ لگا کر ہنستے رہنا۔

۲۔ بغیر بھوک کے کھاتے رہنا۔

۳۔ بلا ضرورت بولتے رہنا۔

حضرت بہز ابن حکیم اپنے والد اور وہ اپنے دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وہ شخص بڑا بد بخت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹے قصے یا لطیفے سناتا ہے۔ اس پر لعنت ہے اس پر لعنت اس پر لعنت ہے" آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

اچھے اور برے عمل کا اثر ساتھ والوں پر بھی پڑتا ہے

حضرت ابراہیم نخعی کہتے ہیں: جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لیے اپنی طرف سے کوئی بات (لطیفہ) بنا کر کہتا ہے۔ اس پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے جو اس کے ساتھ بیٹھنے والوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور جو کوئی اچھی بات کہے جس سے اللہ راضی (خوش) ہو اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے جس سے اس کے ساتھ بیٹھنے والے بھی محروم نہیں رہتے۔ حضرت ابو

ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ ابو ہریرہ! تقویٰ اختیار کرو تم سب سے بڑے عابد ہو جاؤ گے۔

۲۔ صابر بنو شکر گزار بن جاؤ گے اور اللہ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

۳۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی دوسرے لوگوں کے لیے پسند کرو مومن ہو جاؤ گے۔

۴۔ اپنے ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک سے رہو مسلمان ہو جاؤ گے۔

۵۔ قہقہہ لگا کر نہ ہنسا کرو۔ اس سے دل کمزور ہو جاتا ہے۔"

حضرت احنف ابن قیس کہتے ہیں: حضرت عمر ؓ نے فرمایا:

۱۔ زیادہ ہنسنے والے کا رعب ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ ہنسی مذاق کرتے رہنے سے عزت ختم ہو جاتی ہے۔

۳۔ جو شخص جس شغل میں مصروف رہتا ہے اسی سے اس کی شہرت ہو جاتی ہے۔

۴۔ زیادہ بولنے والا غلطیاں زیادہ کرتا ہے اور جو غلطیاں زیادہ کرتا ہے اس میں حیا نہیں رہتی۔

۵۔ جس میں حیا نہ رہے اس میں دینداری بھی نہیں رہتی۔

۶۔ اور جس میں دینداری نہ رہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔

۷۔ جس کا دل مر جائے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

قہقہہ لگا کر ہنسنے سے یہ آٹھ مصیبتیں گلے پڑ جاتی ہیں:

۱۔ عقلمند اور پڑھے لکھے لوگوں کی نظر سے گر جاتا ہے۔

۲۔ کم عقل اور جاہل لوگ اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اور اسے اپنی دل لگی کے لیے ایک کھلونا بنا دیتے ہیں۔

۳۔ اگر جاہل ہے تو اس کی جہالت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ اپنے پچھلے گناہوں کو بھول جاتا ہے۔ اس طرح اپنے لئے مغفرت کی دعا بھی نہیں کر سکتا۔

۵۔ آئندہ گناہ کرنے میں بے باک (بے خوف۔ نڈر) ہو جاتا ہے۔

۶۔ زیادہ قہقہہ لگانے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ (رحم کا جذبہ بھی ختم ہو جاتا ہے)

۷۔ زیادہ ہنستے رہنے سے موت اور آخرت کا بھی دھیان نہیں آتا۔

۸۔ یہاں (دنیا میں) زیادہ ہنسنے والے کو آخرت میں زیادہ رونا پڑے گا۔

قرآن کریم میں ارشاد خداوندی ہے:

فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیراً ج جزاءً بما کانوا یکسبون ○

''انہیں چاہیے کہ تھوڑا ہنسیں۔ اور زیادہ رویا کریں اور انہیں ان کی کارگزاریوں کا بدلے ملے گا۔

اس آیت کی تفسیر حضرت ابوذرؓ اس طرح کرتے ہیں:

دنیا کی زندگی بہت تھوڑی ہے اس میں جتنا چاہو ہنس لو لیکن موت کے بعد اللہ کے روبرو پہنچو گے۔ اس ہنسی کے عوض اتنا رونا ہوگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔

غصہ کو ضبط کر لینا

غصہ ضبط کرنے کا طریقہ

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''غصہ آگ کی طرح ایک چنگاری ہے' جس (کے دل) میں یہ پیدا ہو اسے چاہیے غصہ ضبط کرنے کا طریقہ اگر کھڑا ہے تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہے تو لیٹ جائے۔''

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''غصہ سے پرہیز کرو اس سے انسان کے اندر آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ تم دیکھتے ہو جسے غصہ آتا ہے اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں۔ تم میں جس کی ایسی حالت ہو جائے اسے چاہیے کہ زمین پر بیٹھ جائے یا لیٹ جائے۔''

پھر فرمایا: ''تم میں سے بعض لوگوں کو جلد غصہ آتا ہے اور جلد ہی ٹھنڈا ہو جاتا ہے یہ اس طرح ایک دوسرے کا بدل ہو جاتا ہے۔ بعض کو دیر سے غصہ آتا ہے اور دیر سے ہی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ گویا دونوں کیفیتیں برابر رہتی ہیں اور تم میں اچھا آدمی وہ ہے جسے دیر میں غصہ آئے اور جلد ٹھنڈا ہو جائے اور تم میں برا آدمی وہ ہے جسے جلد غصہ آجائے اور دیر میں ٹھنڈا ہو۔''

حضرت ابو امامہ باہلیؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے غصہ پر عمل کر سکتا ہو اور پھر اپنے غصہ کو دبالے اللہ قیامت کے دن اس کے دل کو خوش کر دے گا۔''

انجیل (اللہ کی کتاب جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی) میں لکھا ہے:

''اے انسان! جب تجھے غصہ آئے مجھے (اللہ کو) یاد کر لیا کر۔ میں بھی اپنے غصہ کے وقت تجھے یاد رکھوں گا۔ میری مدد پر بھروسہ رکھ۔ میری مدد تیرے حق میں تیری اپنی مدد سے کہیں (بہت زیادہ) بہتر ہے۔

غصہ کو ضبط کر جانے والے لوگ

حضرت عمر ابن عبدالعزیزؒ کے متعلق ایک روایت منقول ہے۔ ان کے سامنے کسی مجرم کو لایا گیا انہوں نے اسے جرم کی سزا دینی چاہی۔ لیکن مجرم کی کسی بات پر انہیں غصہ آ گیا۔

انہوں نے مجرم کو بغیر سزا دیئے چھوڑ دیا اور فرمایا: اب میں تجھے سزا دوں گا تو اس میں میرے غصہ کا بھی اثر ہوگا۔ جبکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ط واللہ یحب المحسنین."

"(خدا کے بندے) غصہ ضبط کر لیتے ہیں اور لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ ایسے ہی (نیک) لوگوں اور احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اسی طرح انہوں (عمر ابن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک نشہ باز کو سزا دینے کا ارادہ کیا اس نے انہیں کوئی گالی دی۔ جس پر انہیں غصہ آیا۔ انہوں نے اسے بھی یہ کہتے ہوئے معاف کر دیا کہ اب سزا دوں گا تو اس میں میرے غصہ کا بھی اثر ہوگا۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کسی مسلمان کو اپنے غصہ کی وجہ سے سزا دوں۔

حضرت محمود ابن مہران رحمۃ اللہ علیہ کی باندی ان کے لئے ایک پیالہ میں سالن لے کر آئی اس کا پیر پھسلا اور سالن حضرت ابن مہران کے کپڑوں پر گر گیا۔ انہوں نے اسے سزا دینا چاہی لیکن ملازمہ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ کر ان کا غصہ ٹھنڈا کر دیا۔

"والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ط واللہ یحب المحسنین."

"(خدا کے بندے) غصہ ضبط کر لیتے ہیں اور لوگوں (کی خطاؤں) کو معاف کر دیتے ہیں۔ اللہ ایسے ہی (نیک) لوگوں اور احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

مسلمان کی تین خصوصی صفات

حضور نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"جس مسلمان میں یہ تین صفتیں نہ ہوں وہ ایمان کی لذت (حقیقت) نہیں پا سکتا:

۱۔ حلم (بردباری) جس کی بدولت وہ جاہل لوگوں کی بیہودہ باتوں کو برداشت کر سکے۔

۲۔ تقویٰ۔ جس کی بدولت وہ حرام چیزوں سے بچ جائے۔

۳۔ خوش اخلاقی جس سے وہ لوگوں پر مہربان ہو اور انہیں اپنا گرویدہ بنا سکے"

ایک بزرگ کے پاس ایک گھوڑا تھا جو انہیں پسند تھا۔ ایک روز باہر سے آئے' دیکھا کسی نے گھوڑے کی ایک ٹانگ کاٹ دی ہے اور وہ تین ٹانگوں پر کھڑا ہے۔ اپنے غلام سے پوچھا: اس کی ٹانگ کس نے کاٹی ہے؟ غلام نے جواب دیا: میں نے کاٹی ہے۔ بزرگ نے پوچھا کیوں؟

ملازم نے کہا: (آپ ؒ کو غصہ نہیں آتا) میں اس طرح آپ ؒ کو غصہ دلانا چاہتا تھا۔

بزرگ نے کہا: یہ حرکت تجھ سے شیطان نے کرائی ہے اور میں تجھ پر ناراض ہو کر اسے خوش کرنا نہیں چاہتا۔ جا تو آزاد ہے' اور یہ گھوڑا بھی میں تجھے دیتا ہوں۔

لہٰذا مسلمان کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ صبر و برداشت سے کام لے کیونکہ یہ چیزیں ایک اچھے مسلمان کی خصوصیات میں شامل ہیں۔ اللہ نے بھی قرآن کریم میں ایسے لوگوں کی تعریف کی ہے اور فرمایا ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورہ شوریٰ ۴۳)

"جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا یہ بڑے حوصلہ کی بات ہے (اور اہم معاملات میں شامل ہے)"

حلم و برداشت ایک قابل تعریف صفت ہے

ایسا کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے بڑا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا اور نیکی و برائی کو برابر نہیں سمجھا چاہیے۔ مسلمان ہر حال میں نیکی و احسان کو ترجیح دیتا ہے اور قرآن کریم میں اللہ نے یہی حکم دیا ہے:

ادفع بالتی ھی احسن ط فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم

برائی کا بدلہ احسان سے دو اس طرح تمہارا دشمن بھی ایک مخلص دوست ہو جائے گا۔"

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حلم اور صبر و برداشت کی اس طرح تعریف کی گئی ہے:

اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ لَحَلِیْمٌ اَوَّاہٌ مُّنِیْبٌ (سورہ ھود۔ ۷۵)

"بے شک ابراہیم بڑے صبر و برداشت والے اور نرم مزاج انسان تھے۔

حلیم کے معنی ہیں: درگزر اور معاف کر دینے والا۔

اواہ کے معنی ہیں: جو اپنی خطاؤں کو یاد کر کے اللہ سے معاف کر دینے کی دعا کرتا رہے۔

نبی کریم ﷺ کو بھی اللہ نے صبر و برداشت اور دشمن کے ظلم سے درگزر کرنے کا حکم دیا اور کہا آپ ﷺ سے پہلے رسول بھی ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاصْبِرْ کَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ (سورہ۔ احقاف ۳۵)

"(مخالفین کی مخالفت و ایذا رسانی پر) صبر و برداشت سے کام لیں۔ جیسے کہ

(آپ ﷺ سے پہلے بڑے بڑے) صاحب حوصلہ رسول صبر و برداشت سے کام لیتے رہے ہیں۔"

وَ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا (سورہ فرقان۔ ۶۳)

"اور جب جاہل (و بے بصیرت) لوگ انہیں (بیہودگی سے) مخاطب کرتے ہیں۔ وہ سلام کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔"

یعنی جاہلوں کی باتوں کا وہ جاہلانہ طور پر جواب نہیں دیتے کیونکہ وہ ان کی بیہودہ باتوں کے جواب میں اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتے۔

شیطان ایک نیک آدمی کو بہکانے میں ناکام رہا

حضرت وہب ابن منبہ ؒ بیان کرتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جسے بہکانے میں شیطان کسی طرح کامیاب نہ ہوا۔

ایک روز وہ عابد کسی ضرورت سے سفر پر نکلا۔ شیطان بھی اس کے پیچھے چلدیا۔ اسے شہوت میں پھنسانا چاہا مگر ناکام رہا غصہ دلایا مگر عابد اپنے غصہ کو پی گیا۔ پھر اسے مختلف طریقوں سے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی مگر اسے کسی طرح خوف زدہ نہ کرسکا۔ آخر تنگ آ کر اس نے عابد سے کہا: میں تجھے بھٹکانے میں ہر طرح سے ناکام ہو چکا ہوں۔ آؤ ہم دونوں دوست کیوں نہ بن جائیں۔ عابد نے جواب دیا: مجھے تیری دوستی کی ضرورت نہیں ہے۔

شیطان نے کہا: اچھا مجھ سے یہی پوچھ لو کہ میں لوگوں کو راہ راست سے بھٹکانے کے لیے کیا ہتھکنڈے استعمال کرتا ہوں؟

عابد نے کہا: ہاں یہ بتادے۔

شیطان نے کہا: میں تین طریقے سے انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہوں۔

۱۔ دولت مند ہے تو میں اسے بخل (کنجوسی) سکھا دیتا ہوں اس طرح وہ اپنے اقرباء کے حقوق ادا کرتا ہے نہ اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرتا ہے۔ بلکہ دوسروں کا مال بھی چھین لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ اسے غصہ دلاتا ہوں' غصہ میں وہ میرے ہاتھوں میں ایک کھلونا بن جاتا ہے۔ میں اس سے اس طرح کھیلتا ہوں جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔

۳۔ اسے کسی نشہ کا عادی بنا دیتا ہوں۔ اب چونکہ وہ اپنے ہوش میں نہیں ہوتا۔ میں اسے کسی بھی گناہ کی طرف اس طرح لے جاتا ہوں جیسے کوئی شخص ایک بکری کو اس کا کان پکڑ کر اپنے مطلوبہ راستہ پر لے جاتا ہے۔

پس ہر انسان خصوصاً مسلمان کو چاہیے کہ وہ شیطان کے ہتھکنڈوں میں نہ پھنسے اور ایسی باتوں سے دور رہے' جن کے ذریعے شیطان اسے اپنے جال کے اندر پھنسانے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

شیطان ایک نبی پر بھی اپنا جال پھینکنے سے باز نہ رہا

ایک روایت ہے: حضرت موسیٰ ؑ کی خدمت میں شیطان حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ آپ اللہ کے ایک پیارے نبی ہیں۔ اللہ نے آپ سے کلام کیا اور کلیم اللہ آپ کا خطاب ہے: میں بھی اللہ کی مخلوق ہوں مگر اس نے مجھے ایک غلطی کی وجہ سے راندہ درگاہ کیا ہوا ہے میں اپنی اس غلطی سے توبہ کرتا ہوں آپ اللہ سے میری سفارش کردیں کہ وہ میری توبہ قبول کرلے۔

حضرت موسیٰ ؑ نے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ سے دعا کی کہ شیطان کی توبہ قبول کرلی جائے۔

اللہ نے حضرت موسیٰ ؑ سے فرمایا: وہ توبہ نہیں کرسکتا۔ اگر وہ توبہ کرنی چاہتا ہے تو اس سے کہو: جا کر آدم کی قبر پر سجدہ کرے۔ اگر اس نے ایسا کرلیا تو میں اس کی توبہ قبول کرلوں گا۔

حضرت موسیٰ ؑ نے شیطان سے کہا: اللہ فرماتا ہے آدم کی قبر کو سجدہ کرلے تیری توبہ قبول ہو جائے گی۔

شیطان نے جواب دیا: میں نے اسے زندگی میں سجدہ نہیں کیا اب مردہ کو سجدہ کروں؟

اللہ نے حضرت موسیٰ ؑ کو وحی کے ذریعہ اطلاع دی۔ دیکھ لیا۔ میں نے تم سے کہا تھا: شیطان کی فطرت میں یہ بات شامل ہی نہیں کہ وہ توبہ کرلے۔

شیطان نے حضرت موسیٰ ؑ سے عرض کیا: آپ نے میری سفارش کی ہے اس کے شکریہ کے طور پر تین باتیں آپ ؑ کو بتاتا ہوں۔ انہیں یاد رکھیے:

۱۔ غصہ آئے تو یاد رکھیے: میں انسان کی رگوں میں اس کے خون کی گردش کے ساتھ دوڑتا ہوں' اور غصہ کی حالت میں اس کے ہوش و حواس پر غالب آ جاتا ہوں۔ لہٰذا غصہ سے پرہیز کریں۔

۲۔ دشمن سے مقابلہ کی نوبت آ جائے اس وقت بھی مجھے یاد کر لیتا: میں ایسے وقت میں انسان کو اس کے مال و دولت اور بیوی بچوں کی یاد دلاتا ہوں اور وہ مقابلہ سے دست کش ہو کر پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔

۳۔ کوئی غیر محرم عورت سامنے آ جائے۔ اس کی طرف مائل ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ ایسے موقع پر میں دونوں کے درمیان پیغام رسانی کا فرض انجام دیتا ہوں۔

حضرت لقمان علیہ السلام فرماتے ہیں: تین آدمیوں کی پہچان تین موقعوں پر ہوتی ہے:

۱۔ حلیم (بردبار۔ غصہ کو پی جانے والا) اس وقت پہچانا جاتا ہے۔ جب اسے غصہ آئے اور وہ غصہ کو ضبط کر لے اور قابو سے باہر نہ ہو۔

۲۔ بھائی کی پہچان اس وقت ہوتی ہے جب کوئی ضرورت درپیش ہو اور وہ اسے پورا کر دے۔

ایک تابعی بزرگ کے بارے میں کہا جاتا ہے: ایک شخص نے ان کے سامنے آ کر ان کی تعریف کی۔ انہوں نے اس سے پوچھا: تم کس وجہ سے میری تعریف کر رہے ہو؟ کیا تم نے مجھے:

۱۔ غصہ کے وقت دیکھا ہے کہ مجھے غصہ آیا اور میں اسے ضبط کر گیا۔ اس نے کہا: نہیں۔

۲۔ کیا تم نے میرے ساتھ سفر کیا ہے اور دوران سفر مجھے خوش اخلاق پایا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔

۳۔ کیا تم نے میرے پاس کوئی امانت رکھی اور میں نے تمہیں پوری دیانت داری سے لوٹا دی ہو۔ اس نے جواب دیا: نہیں۔

تابعی بزرگ نے اس سے کہا: افسوس ہے کسی بات میں مجھے آزمائے بغیر تم میری تعریف کر رہے ہو۔ خبردار! اس وقت تک کسی کی تعریف مت کرو جب تک ان تین باتوں میں کسی کو آزما نہ لو۔

اس کے بعد انہوں نے کہا: تین باتیں اہل جنت کی پہچان ہیں:

(۱) ظالم کو معاف کر دینا (۲) ایسے شخص پر خرچ کرنا جس سے کسی بھلائی کی امید نہ ہو۔ (۳) دشمن پر احسان کرنا۔

خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ (سورہ اعراف: ۱۹۹)

''اے نبی! معافی (اور درگزر) کا شیوہ اپنائیں اچھی باتوں کا حکم دیں اور نادان لوگوں کی (بیہودہ) باتوں پر توجہ نہ دیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے جب یہ آیت نازل ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل سے دریافت کیا: اس کا مطلب کیا ہے؟ جبرائیل نے کہا میں اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتاؤں گا۔ چنانچہ جبرائیل چلے گئے اور دوبارہ واپس آ کر بتایا: اللہ کہتا ہے: اے محمد! اللہ آپ ﷺ کو حکم دیتا ہے جو آپ ﷺ سے تعلق توڑے آپ ﷺ اس سے تعلق قائم رکھیں۔ اسے دیں جو آپ ﷺ کو کچھ نہ دیتا ہو اور اسے معاف کر دیں جو آپ پر ظلم کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک موقعہ پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی محفل میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آ کر انہیں نامناسب انداز سے مخاطب کیا۔ حضرت ابو بکرؓ خاموش رہے۔ جب وہ شخص خاموش ہوا اور حضرت ابو بکرؓ نے اسے جواب دینا شروع کیا۔ حضور محفل سے اٹھ کر چل دیئے۔ حضرت ابو بکر بھی اٹھ گئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا: حضور! وہ شخص مجھ سے نامناسب الفاظ میں گفتگو کر رہا تھا۔ آپ ﷺ خاموش رہے۔ اب میں نے جواب دیا ہے آپ ﷺ اٹھ کر تشریف لے جا رہے ہیں؟ فرمایا: جب تم خاموش تھے تو ایک فرشتہ تمہاری طرف سے اسے جواب دے رہا تھا جب تم نے بولنا شروع کیا فرشتہ چلا گیا۔ شیطان اس کی جگہ آ کر بیٹھ گیا اور میں شیطان کے ساتھ بیٹھنا نہیں چاہتا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: تین باتیں برحق ہیں:

۱۔ جس پر ظلم ہو اور محض اللہ کی رضا کے لیے اسے معاف کر دے۔ اللہ اس کی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

۲۔ جو شخص محض دولت جمع کرنے کے لیے بھیک مانگنے لگے اللہ اس کے مال کو گھٹا دیتا ہے۔ (اس میں برکت نہیں ہوتی)

۳۔ جو شخص محض اللہ کی رضا کے لئے کسی کو کچھ دیتا ہے اللہ اس کے مال میں برکت دیتا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر عمل میں کوئی نہ کوئی عزت شرافت کا پہلو ہوتا۔ آدمی کے بیٹھنے کا سب سے بہتر باعزت طریقہ یہ ہے کہ اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو'' مجلس میں سنجیدہ ہو کر بیٹھو' سونے والے کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھو' سانپ اور بچھو سامنے آ جائے تو نماز توڑ کر بھی اسے مار سکتے ہو' دیواروں پر پردے نہ لٹکاؤ' دوسرے کا خط اس کی اجازت کے بغیر پڑھنا دوزخ کی آگ میں جھانکنے کے برابر ہے۔

اللہ پر بھروسہ کرنے والا سب سے طاقتور ہے۔ متقی (پرہیزگار) آدمی سب سے زیادہ قابل احترام ہے۔ اللہ پر توکل کرنے والا سب سے بڑا دولت مند ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں برے لوگ وہ ہیں:

۱۔ جو اپنے ساتھیوں کو بھوکا رکھ کر خود کھالے۔ اپنے غلام (ملازم) کو بلاوجہ زدوکوب کرے۔ (سزادے)

۲۔ جو لوگوں کو ناپسند کرے اور لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔

۳۔ جو کسی کی لغزش سے درگزر نہ کرے کسی کا عذر قبول نہ کرے۔ کسی کی غلطی کو معاف نہ کرے۔

۴۔ وہ شخص جس سے کسی بھلائی کی امید ہو نہ اس کے شر سے لوگ محفوظ ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ ؑ نے بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

جاہل (کم فہم) لوگوں کے سامنے عالمانہ گفتگو کر کے تم علم کو ضائع کرتے ہو اور اہل دانش سے علم کو چھپا کر ان پر ظلم کرتے ہو۔ ظالم کے ظلم کا بدلہ ظلم سے دو گے۔ تو اللہ کے ہاں تمہارا مرتبہ گر جائے گا۔ اے بنی اسرائیل تین باتوں کو یاد رکھو:

۱۔ ہدایت کی باتوں پر عمل کرو۔

۲۔ ضلالت و گمراہی کی باتوں سے پرہیز کرو۔

۳۔ اختلافی معاملات کا فیصلہ خدا اور اس کے رسول پر چھوڑ دو۔

ایک فلسفی کا قول ہے: دنیا میں چار چیزیں متقی (پرہیزگار) آدمی کی پہچان ہیں:

۱۔ دنیا و آخرت میں اللہ نے جن چیزوں کا وعدہ کیا ہے ان پر اس کا کامل یقین ہو۔

۲۔ اس کے نزدیک اپنی تعریف یا تنقیص میں کوئی فرق نہ ہو۔

۳۔ جو عمل ہو خلوص نیت سے صرف اللہ کی رضا کے لئے ہو۔

۴۔ ظالم کو معاف کردے اور اپنے ماتحتوں پر ظلم نہ کرے اور صبر و شکر سے زندگی گزارے۔

حضرت ابو درداء ؓ روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے ان سے گزارش کی: مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جس سے مجھے اللہ نفع دے۔

حضرت ابو درداء ؓ نے اس سے کہا: میں تمہیں وہ باتیں بتائے دیتا ہوں جن کا درجہ اللہ کے نزدیک بہت بلند ہے اور ان کا ثواب بھی بہت زیادہ ہے۔

۱۔ تم جو غذا کھاؤ ہو پاک اور حلال ہو۔

۲۔ اللہ سے روزانہ اپنی تازہ روزی مانگو۔

۳۔ اپنے نفس کو موت سے ڈراتے رہو۔

۴۔ اپنی عزت کا معاملہ اللہ کے حوالے کردو۔ کوئی تمہیں گالی دے اس سے کہو: میری عزت کا محافظ اللہ ہے (وہ تم سے بدلہ لے گا)

۵۔ کوئی خطا ہو جائے (فوراً) اللہ سے معافی طلب کرو۔

جنگ احد کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ کے چار دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ ﷺ کے سر پر بھی زخم آئے۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا: حضور! ان کفار کے لیے بددعا کریں جنہوں نے آپ ﷺ کو اتنی تکلیف دی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے کسی کے واسطے بددعاء کرنے کے واسطے نہیں بھیجا گیا۔ مجھے حکم کرنے والا اور اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ میں یہ دعا کرتا ہوں "پروردگار! میری قوم کو ہدایت فرما یہ نادان ہیں۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

"جو شخص لوگوں کے بے عزتی نہ کرے اللہ اسے قیامت کے دروازے بے عزت ہونے سے بچالے گا۔ جو شخص غصہ پی جائے اللہ قیامت کے روز اسے اپنے غصہ سے بچالے گا۔"

حضرت مجاہد ؒ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو دکھا وہ ایک بھاری پتھر کو اٹھا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا یہ کر رہے ہیں؟ بتایا گیا یہ لوگ وزن اٹھانے کی مشق (ورزش) کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: "میں تمہیں اس سے بھی وزنی چیز بتائے دیتا ہوں (اسے اٹھاؤ وہ زیادہ فائدہ مند ہے) وہ چیز ہے غصہ جس کی وجہ سے دو بھائیوں میں رنجش ہو جائے۔ ایک بھائی اپنا غصہ پی جائے اور دوسرے بھائی سے صلح کرلے۔"

حضرت یحییٰ ابن معاذ ؒ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے لیے بددعا کی اس نے نبیوں کے سردار محمد ﷺ کو ناخوش (رنجیدہ) کیا ہے اور کافروں اور شیطانوں کے سرغنہ ابلیس مردود کو خوش کیا ہے' اور جس نے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کو معاف کردیا۔ اس نے کافروں اور شیطانوں کے سرغنہ ابلیس مردود کو ناراض کیا اور نبیوں کے سردار محمد ﷺ کو خوش کیا ہے۔

ایک روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا: کہاں ہیں وہ لوگ جن کا اجر وثواب اللہ پر لازم ہے؟ (یہ آواز سن کر) وہ لوگ اٹھیں گے جو (دنیا میں) اپنے اوپر ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیا کرتے تھے۔ انہیں جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔"

حضرت احنف ابن قیسؒ سے کسی نے پوچھا:

انسانیت (شرافت) کیا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا:

"دولتمند (یا حکمران) ہوتے ہوئے تواضع (خوش اخلاقی وملنساری) اختیار کرنا۔ بدلہ لینے کی قوت کے باوجود ظالم کو معاف کر دینا اور کسی کو کچھ دے کر (یا احسان کر کے) احسان نہ جتانا"

حضرت عطیہؒ نے ایک روایت نقل کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن (مسلمان) خوش طبع اور نرم مزاج ہوتا ہے۔ اس اونٹ کی طرح جس کی ناک میں مہار پڑی ہو۔ اسے جدھر لے کر چلو گے چلتا رہے گا اور جہاں بٹھانا چاہو گے بیٹھ جائے گا۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ غصہ میں جلد بازی سے کام نہ لے کیوں کہ جلد بازی نقصان دہ ہوتی ہے جس کے نتیجہ میں انسان کو بعد میں:

۱۔ خود افسوس ہوتا ہے۔
۲۔ لوگوں میں بدنامی ہوتی ہے۔
۳۔ اور آخرت میں اللہ کی ناراضگی اور عذاب کا سامنا ہوگا۔

صبر سے کام لے کہ صبر کرنے کے یہ فائدے ہیں:

۱۔ صبر کر کے خود انسان خوشی واطمینان محسوس کرتا ہے۔
۲۔ لوگوں میں اس کی تعریف ہوتی ہے۔
۳۔ آخرت میں اجر وثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد

صبر کا پہلا گھونٹ کڑوا ہوتا ہے۔ مگر اس کا پھل (نتیجہ) میٹھا ہوتا ہے۔

زبان کی حفاظت

حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے گزارش کی: مجھے کوئی نصیحت فرمائیں: آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ سے ڈرتے رہو۔ یہ تمام نیک اعمال کی بنیاد ہے۔ راہ خدا میں جہاد کرتے رہو۔ یہ مسلمان کے لیے رہبانیت (ترک دنیا) ہے"

ایک دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کا ذکر کرتا رہ اور تلاوت قرآن کو اپنے اوپر لازم کر لے۔ یہ دنیا میں تیرے لئے نور ہے اور اس کی بدولت آسمانوں پر تیرا ذکر ہوتا ہے۔ زبان کی حفاظت کر۔ کہنا ہو تو کوئی اچھی بات کہہ۔ اس طرح تو شیطان پر غالب رہے گا"

تقویٰ

حضور ﷺ نے تقویٰ اختیار کرنے (خدا خوفی) کا حکم فرمایا ہے۔ تقویٰ کے معنی ہیں: ان سب باتوں سے پرہیز کیا جائے جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ جس نے تقویٰ اختیار کر لیا اس نے تمام بھلائیاں جمع کر لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "زبان کی حفاظت کر کہنا ہو تو اچھی بات کہہ"

اس کا مطلب یہ ہے: اچھی بات کرو تا کہ تمہیں فائدہ ہو۔ ورنہ خاموش رہو کہ اس طرح تم مشکلات سے بچے رہو گے۔ اور خاموشی کے ذریعہ ہی شیطان کو بھی زیر کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو اپنی زبان کی حفاظت کرنی چاہیے۔ تا کہ وہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے، اور اللہ کی طرف سے بھی اس کے عیوب کی پردہ پوشی ہوتی رہے۔

حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اپنے غلام کو طمانچہ مار دے اس کا کفارہ (بدل) یہ ہے کہ غلام کو آزاد کر دے۔ جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا اللہ اس کی پردہ پوشی کرتا رہے گا۔ جس نے اپنا غصہ ضبط کر لیا اللہ اسے عذاب سے محفوظ رکھے گا جس نے اللہ کے سامنے اپنا عذر پیش کیا اللہ اس کا عذر قبول فرمائے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے (یعنی مسلمان ہے) اسے چاہیے کہ اپنے ہمسایہ کا احترام کرے اور مہمان کی عزت کرے، بات کرے تو اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے۔"

حضرت یعلیٰ کہتے ہیں: ہم محمد ابن سوقہؒ زاہد سے ملاقات کیلیے گئے تھے۔ انہوں نے دوران گفتگو فرمایا: حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے ہمیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: تم سے پہلے بزرگان دین فضول باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔ وہ قرآن کی تلاوت کے علاوہ ہر بات کو فضول بات سمجھتے تھے۔ یا پھر یہ کہ لوگوں کو اچھی باتیں بتائیں اور بری باتوں سے روکیں۔ ضرورت کے وقت بات کریں۔ بلاضرورت بات نہ کریں۔ کیونکہ تمہاری ہر بات لکھی جارہی ہے۔ کیا تم اللہ کے اس فرمان سے انکار کرسکتے ہو؟

"وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ" (سورہ انفطار - ۱)

"تم پر (اللہ کی طرف سے) نگران مقرر ہیں وہ معزز فرشتے جو تمہارا اعمال نامہ لکھتے ہیں۔"

"عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۝ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ" (سورہ ق. ۱۸)

"(یہ نگران) اس (انسان) کے دائیں بائیں بیٹھے ہیں وہ جو بات کرتا ہے یہ سخت نگراں اسے نوٹ کرتے رہتے ہیں۔"

(اے انسان) کیا تجھے اس کا خیال نہیں کہ تیرا آدھا دن (دوپہر تک) کا اعمال نامہ ایسی فضول باتوں سے پُر ہے۔ جن کا تعلق نہ تیرے دین سے نہ دنیا سے۔ اگر وہ ظاہر کر دیا جائے تو تیرا کیا حال ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چار باتیں ہیں جو صرف (مومن مسلمان) کے اندر پائی جاتی ہیں۔

مسلمان میں خصوصی باتیں

۱۔ عبادت (اللہ کی عبادت)
۲۔ تواضع (خوش اخلاقی۔ ملنساری)
۳۔ اللہ کا ذکر (ہر وقت اٹھتے بیٹھتے)
۴۔ "برائی سے پرہیز" (برائی کو پسند کرتا ہے نہ کسی کے ساتھ برائی کرتا ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انسان کے اسلام کی

خوبی یہ ہے کہ وہ فضول باتیں نہ کرے" حضرت لقمان علیہ السلام سے کسی نے پوچھا: اس مرتبہ پر کیسے پہنچے۔ انہوں نے جواب دیا: بات کی سچائی، امانت داری اور فضول باتوں سے پرہیز کی بدولت۔

چار بادشاہوں کی چار باتیں

حضرت ابوبکر ابن عیاش کہتے ہیں چار بادشاہوں کی چار باتیں چار ایسے تیروں کی مانند ہیں جو ایک ہی کمان میں چلائے گئے ہوں:

۱۔ جو بات منہ سے نہ نکلے اس پر ندامت نہیں ہوتی۔ منہ سے نکلی بات پر ندامت ہوسکتی ہے۔ کسریٰ شاہ ایران۔
۲۔ جب تک بات منہ سے نہ نکلے مجھے اس پر اختیار ہے۔ منہ سے نکلی بات پر مجھے کوئی اختیار نہیں۔ شاہ چین۔
۳۔ جو بات میں نے کہی نہیں اس کی تردید کرسکتا ہوں۔ جو کہہ چکا ہوں اسکی تردید کیسے کروں؟ شاہ روم۔
۴۔ مجھے ایسی بات کہنے پر تعجب ہوتا ہے۔ جو مشہور ہوجائے تو اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ اور مشہور نہ ہو تب بھی اسے کوئی فائدہ نہیں دیتی۔ شاہ ہندوستان۔

حضرت خثیمؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ صبح ایک کاغذ سامنے رکھ لیتے اور دن بھر جو بات کرتے اس پر لکھتے جاتے۔ شام کو ان سب کا جائزہ لیتے۔ کتنی فائدہ مند اور کتنی بے فائدہ؟

انسان اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے اور زبان کو قابو میں رکھے

اگلے وقتوں میں تمام متقی و پرہیزگار لوگوں کا یہی طریقہ تھا۔ وہ لغو اور بیہودہ باتوں سے اپنی زبان کو آلودہ نہیں کرتے تھے جو بات کرتے سوچ سمجھ کر ایسی بات کرتے تھے جو فائدہ مند ہو۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ جو بات کرے وہ خود اس کے اپنے لئے اور دوسرے کے لیے فائدہ مند ہو۔ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے۔ آخرت میں حساب میں پھنسنے سے یہ کہیں بہتر اور آسان ہے کہ انسان کی زندگی میں اپنے اعمال کا محاسبہ کرتا رہے۔ آخرت میں ندامت و شرمندگی سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور کوئی فضول و بے فائدہ بات نہ کرے۔

ایک شخص جنہوں نے حضرت ربیع ابن خثیم کے ساتھ بیس سال گزارے تھے کہتے ہیں:

میں نے اس بیس برس کے عرصہ میں ربیع ابن خیثم کی زبان سے کوئی فضول بات نہیں سنی۔

موسیٰ ابن سعیدؒ کہتے ہیں: حضرت ربیع ابن خیثمؒ نے حضرت حسینؓ کی شہادت کے بارے سن کر بھی صرف اس قدر فرمایا: اے اللہ تو زمین و آسمان کا خالق و مالک ہے۔ حاضر و غائب سب پر تیری نظر ہے۔ تو ہی اپنے بندوں کے اختلافات کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ (القرآن) اس سے زیادہ انہوں نے اور کچھ نہ کہا:

جاہل کی پہچان

ایک فلسفی کا کہنا ہے: جاہل آدمی ان چھ باتوں سے پہچانا جاتا ہے:

۱۔ بلاضرورت غصہ میں آنا اور تاؤ کھانا۔ وہ انسان اور جانور غرض ہر چیز پر اپنا غصہ اتارتا رہتا ہے۔
۲۔ وہ بے سود اور غیر فائدہ مند باتوں میں الجھا رہتا ہے۔
۳۔ اپنی دولت ایسے کاموں میں خرچ کرتا ہے جن میں آخرت کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔
۴۔ وہ راز کی بات بھی ہر ایک سے کہہ دیتا ہے۔
۵۔ ہر انسان پر بھروسہ کر لیتا ہے۔
۶۔ وہ دوست اور دشمن میں تمیز نہیں کر سکتا۔

جب کہ ایک صاحب علم و عقل انسان اپنے دوست اور دشمن کو پہچان لیتا ہے۔ اگر دوست ہے تو اس کی بات پر عمل کرتا ہے اور دشمن کو وہ اپنے قریب نہیں آنے دیتا نہ اس کی کوئی بات مانتا ہے۔

یاد رکھیے انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے ہمیں چاہیے کہ اس کا کہنا نہ مانیں۔

حضرت عیسیٰ ؑ فرماتے ہیں:

۱۔ ہر وہ بات جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو۔ فضول ہے
۲۔ وہ خاموشی جو غور و فکر سے خالی ہو غفلت ہے۔
۳۔ وہ نگاہ جو چیزوں کو دیکھ کر عبرت حاصل نہ کرے بے کار ہے۔
۴۔ وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے۔ جس کی باتوں میں اللہ کا ذکر شامل ہو۔ جس کی نظر میں عبرت حاصل کرنے کی صلاحیت ہو۔ اور جس کی خاموشی غور و فکر سے خالی نہ ہو۔

مومن، منافق

حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

مومن (مسلمان) باتیں کم کرتا ہے اور عمل زیادہ کرتا ہے اور منافق باتیں زیادہ کرتا ہے اور

عمل کم کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ "منافق میں دین کی سمجھ نہیں ہوتی۔
۲۔ اس کا چہرہ بے رونق ہوتا ہے۔
۳۔ اس کا دل ایمان کے نور سے خالی ہوتا ہے۔
۴۔ اس کے اندر اسلامی اخوت و محبت کا جذبہ نہیں ہوتا"

حضرت یحییٰ ابن اکثمؒ کہتے ہیں:

۱۔ انسان کی باتوں کی سچائی اس کے عمل سے ظاہر ہو جاتی ہے۔
۲۔ اور ایک بدنیت آدمی کی بدنیتی بھی اس کے عمل سے کھل جاتی ہے۔

حضرت لقمان ؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

۱۔ برے لوگوں سے میل جول انسان کو برا بنا دیتا ہے۔
۲۔ برائی کا راستہ اختیار کرنے والے پر الزام ضرور لگتا ہے۔
۳۔ اپنی زبان پر قابو نہ رکھنے والا شرمندگی اٹھاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ "خوش نصیب ہے وہ شخص جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا۔
۲۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کا گھر وسیع ہے۔
۳۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو اپنی خطاؤں پر (اللہ کے سامنے) رو لیتا ہے۔"

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں:

۱۔ عقل مند کی زبان دل کے پیچھے ہوتی ہے۔ وہ جو بات کہتا ہے سوچ سمجھ کر کہتا ہے۔
۲۔ اور جاہل (بے وقوف) کا دل زبان پر ہوتا ہے۔ وہ بلا سوچے سمجھے منہ سے بات نکال دیتا ہے۔

حضرت ابوذر ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: حضور ﷺ! حضرت ابراہیم ؑ کے صحیفوں میں کیا لکھا تھا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ان میں کچھ مثالیں تھیں اور کچھ عبرت آموز باتیں'

پس ایک عقلمند انسان کے لیے ضروری کہ وہ اپنی زبان پر قابو رکھے۔ اپنے وقت کو پہچانے' اور اپنی حیثیت کو نگاہ میں رکھے۔

بہترین گفتگو وہ ہے۔ جس میں الفاظ کم' اور معنی و مطلب زیادہ ہوں۔ جس نے اپنے قول و فعل

میں مطابقت پیدا کرلی۔ وہ فضول باتوں سے بچ گیا۔

حضرت علی ؓ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:

انسان کو اپنی سوچ ان باتوں تک محدود رکھنی چاہیے۔

۱۔ فکر معاش (جائز طریقہ سے زندگی گزارنے کے لیے ذریعہ معاش کے متعلق سوچنا)

۲۔ آخرت کی فکر" (اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی بھی ہے۔ جس میں اس زندگی کے عمل کا حساب دینا ہے)

۳۔ جائز مشاغل میں دلچسپی (جو انسان کی جبلی اور فطری ضرورت ہے)

اور فرمایا: ایک عقلمند انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے شب و روز کے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کرلے۔

۱۔ اپنے رب کی عبادت کرے۔

۲۔ اپنے نفس کا محاسبہ کرے۔ (میں نے کیا کام (عمل) کئے ہیں)

۳۔ اہل علم کے پاس بیٹھے۔ (ان سے دینی مسائل و معلومات حاصل کرے۔

۴۔ خلوت (بیوی بچوں میں دلچسپی اور ان کی ضروریات)

نیز ایک باہوش انسان کے واسطے یہ بھی ضروری ہے:

۱۔ اپنی حیثیت پر نظر رکھے۔

۲۔ اپنے دور کے حالات اور لوگوں کو پہچانے۔

۳۔ ناجائز کاموں (زنا و دیگر فواحش) سے دور رہے۔

۴۔ اور اپنی زبان پر قابو رکھے"۔ (کوئی غلط بات نہ کہے)

کہتے ہیں: یہ باتیں حضرت داؤدؑ کی اولاد کی کتابوں میں بھی نسل در نسل لکھی ہوئی ملتی ہیں۔

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: حکیم لقمان ؑ ایک مرتبہ حضرت داؤد ؑ سے ملاقات کرنے گئے۔ حضرت داؤد اس وقت ایک زرہ تیار کر رہے تھے۔ حضرت لقمان ؑ کو ان کا کام دیکھ کر کچھ تعجب ہوا کہ کس عمدگی اور نفاست سے زرع تیار کر رہے ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں کچھ پوچھنا چاہا مگر خاموش رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت داؤد ؑ نے زرہ تیار کرلی اور اسے پہن کر دیکھتے ہوئے کہا: زرع جنگ کے لئے کتنی اچھی چیز ہے اور اچھی کاریگر نے تیار کی ہے۔ حضرت لقمان نے کہا: کسی کو کوئی کام کرتے ہوئے دیکھو تو اس کے

متعلق فوراً ہی پوچھنا شروع مت کردو بلکہ دیکھتے رہو اس کا نتیجہ اور انجام کیا ہے۔ یہ بھی حکمت ہے۔ لیکن بہت کم لوگ ایسا کرتے ہیں۔

ایک شاعر کہتا ہے:

اشعار کا ترجمہ: حسن کلام ایک خوبی ہے۔ مگر خاموشی میں سلامتی ہے

اگر بولنا ضروری ہے تو کم سے کم الفاظ میں اپنا مطلب بیان کردو۔ ہوسکتا ہے کبھی مجھے اپنی خاموشی پر ندامت و شرمندگی ہوئی ہو۔ لیکن (بلاسوچے) بات کہہ دینے پر تو مجھے اکثر شرمندگی ہوئی ہے۔

حضرت لقمان ؑ کہتے ہیں: بسا اوقات خاموش رہنا ہی عقل مندی ہوتا ہے مگر بہت کم لوگ ایسی باتیں سوچتے ہیں۔

ایک شاعر کہتا ہے:

شعر کا ترجمہ: زبان سے کبھی کوئی ناپسندیدہ بات نہ کہو۔ بسا اوقات زبان سے نکلی بات پوری ہو جاتی ہے۔

حمید بن عباس کے اشعار کا ترجمہ:

۱۔ میرے دوست! مجھے کسی ایسی چیز کا علم نہیں جس کا بند رکھنا ضروری ہو۔ البتہ موقع بے موقع اور بلا مقصد بولتے رہنے والی زبان کو بند رکھنا ضروری ہے۔

۲۔ غیر ضروری باتوں سے اپنے منہ کو تالا لگا کر رکھو۔

۳۔ بہت سی باتیں صرف مذاق میں کہہ دی جاتی ہیں اور کہنے والا کسی کے تیر کا نشانہ بن جاتا ہے۔

۴۔ ایسی باتوں سے پرہیز ہی بہتر ہے۔

۵۔ دوستوں کی جانبداری میں حد سے نہ بڑھ جاؤ۔

۶۔ تمہیں معلوم نہیں دوست کب دشمن بن جائے اور دشمن کب دوست ہو جائے۔

ایک دانشور (فلسفی) کا قول ہے: خاموشی میں سات ہزار خوبیاں ہیں: جو ذیل کے سات کلمات ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کلمہ میں ایک ہزار خوبیاں پوشیدہ ہیں۔

۱۔ خاموشی ایسی عبادت ہے، جس میں کوئی مشقت برداشت نہیں کرنا پڑتی۔

۲۔ خاموشی ایسا حسن جسے کسی زیور کی ضرورت نہیں۔

۳۔ خاموشی ایسا رعب جس کے لئے حکومت کی ضرورت نہیں۔

۴۔ خاموشی ایسا قلعہ (محفوظات) جسے کسی چاردیواری کی ضرورت نہیں۔
۵۔ خاموشی ایسی دولت جس کے لئے کسی کے آگے ہاتھ ہاتھ پھیلانے کی ضرورت نہیں۔
۶۔ خاموشی سے اعمال نامہ لکھنے والے فرشتے لکھنے کی محنت سے بچ جاتے ہیں۔
۷۔ خاموشی سے انسان کے اپنے عیبوں پر پردہ پڑا رہتا ہے۔

مشہور کہاوت ہے۔

خاموشی: عالم کی زینت اور جاہل کی پردہ پوش ہے۔

ایک فلسفی کا قول ہے: انسانی جسم کے تین حصے ہیں:

۱۔ قلب (دل) (۲) زبان (۳) اور جسم کا پورا ڈھانچہ۔ ہاتھ پیر ناک کان آنکھ وغیرہ۔

اللہ نے ان میں سے ہر ایک کو کوئی خاص فرض (ڈیوٹی) سونپا ہے۔

۱۔ قلب (دل) کا فرض یہ ہے کہ اللہ کی معرفت حاصل کرے اور اسکے خیال کے علاوہ کسی دوسرے کے خیال کو اپنے اندر جگہ نہ دے۔
۲۔ زبان کا فرض یہ ہے اللہ کی وحدانیت کی گواہی دے اور اس کے کلام (قرآن) کی تلاوت کرتا رہے۔
۳۔ اور جسم کے باقی تمام حصہ کا فرض یہ ہے: نماز قائم کرے (ادا کرے) روزہ رکھے اور دوسری عبادات میں مصروف ہے۔

پھر ان تینوں میں سے ہر ایک پر نگراں (چوکیدار) مقرر کر دیئے۔

۱۔ قلب (دل) کی نگرانی (اور حفاظت) اس نے اپنے ذمہ لی۔ چنانچہ دل میں پیدا ہونے والے خیالات ومقاصد سے اللہ کے سوا کوئی واقف نہیں ہوتا۔
۲۔ زبان کی نگرانی وحفاظت پر فرشتے مقرر کر دیئے کہ جب بھی اس سے کوئی بات یا کوئی لفظ نکلے وہ اسے فوراً لکھ لیتے ہیں قرآنی ارشاد ہوا ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝ (سورہ ق. ۱۸)

"وہ انسان زبان سے) جو بات بھی نکالتا ہے (اس کو محفوظ رکھنے والا) ایک سخت نگران فرشتہ اس کے پاس ہی موجود ہے۔

۳۔ اور جسم کے باقی ڈھانچہ پر اس نے اوامر ونواہی کے احکام نافذ کر دیئے ہیں تم یہ کر سکتے ہو اور یہ نہیں کر سکتے۔

پھر اس نے ہر ایک حصہ کو اس بات کا پابند کر دیا کہ اسے جو فرض سونپا گیا ہے اسے پوری طرح دیانتداری سے انجام دے۔

اب دل کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس فرض کو اس طرح پورا کرے: وہ ایمان پر قائم رہے۔ حسد نہ کرے۔ خیانت نہ کرے اور دغا وفریب سے باز رہے۔

زبان: اس فرض کو اس طرح پورا کر سکتی ہے: غیبت نہ کرے جھوٹ نہ بولے اور فضول باتیں نہ کرے۔

اور باقی جسم اس طرح انجام دے: اللہ کے منع کردہ راستہ پر قدم نہ بڑھائے۔ کسی کو بے جا نہ ستائے۔

لہٰذا اگر دل میں اپنے فرض کے علاوہ کوئی دوسرا خیال اپنی جگہ بنالے وہ "نفاق" ہے۔

زبان نے اپنے فرض سے انکار کیا تو وہ کفر ہے۔

اگر باقی جسم نے اپنے اوپر عائد شدہ احکام پورے نہ کئے تو وہ گناہ ہے۔

حضرت حسنؒ روایت کرتے ہیں: حضرت عمرؓ نے ایک نوجوان سے فرمایا: اگر تم تین برائیوں سے بچ گئے تو سمجھو جوانی کی برائی سے بچ گئے۔ وہ تین برائیاں ہیں۔ (۱) یاوہ گوئی (فضول باتیں کرنا) (۲) زنا (۳) اور حرام روزی۔

مشہور ہے کہ حضرت لقمانؑ ابتداء میں ایک آقا کے غلام تھے۔ ایک روز ان کے آقا نے کہا: یہ بکری ذبح کرو اور اس کے جسم کے جو دو سب سے اچھے حصے ہوں وہ ہمارے واسطے لے کر آؤ۔ انہوں نے بکری ذبح کی اور بکری کا دل اور زبان اپنے آقا کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ اسی طرح پھر کسی دوسرے موقع پر آقا نے کہا: بکری ذبح کرو اور اس کے جسم کے دو سب سے اچھے حصے ہمارے واسطے لے کر آؤ۔ انہوں نے پھر بکری ذبح کی اور بکری کا دل اور زبان اپنے آقا کو پیش کر دیئے۔ آقا نے ان سے کہا: کیا ان دو چیزوں کے علاوہ دوسرا کوئی حصہ ان سے اچھا نہیں؟ لقمان نے جواب دیا: آقا! اگر یہ صاف ستھرے اور صحت مند ہوں تو پورے جسم مین ان سے اچھا کوئی ٹکڑا نہیں۔ اور اگر یہ خراب ہو جائیں اور ان میں فساد سرایت کر جائے تو پورے جسم میں ان سے برا بھی کوئی نہیں۔ علم وحکمت کی یہ پہلی بات تھی جو حضرت لقمانؑ کی زبان سے نکلی۔

جہنم میں زیادہ تر ایسے لوگ ہوں گے جنہیں اپنی زبان پر اختیار نہ تھا

حدیث شریف میں آتا ہے جب نبی کریم ﷺ حضرت معاذ ؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا انہوں نے گزارش کی: حضور ﷺ! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کیا (یعنی زبان کی حفاظت کرنا) معاذ ؓ نے شاید اسے معمولی بات سمجھا اور عرض کیا مجھے نصیحت فرمائیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''بھلے آدمی! جہنم میں جانے والے زیادہ تر لوگ ایسے ہوں گے جنہیں اپنی زبان پر اختیار نہ تھا''

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں:

۱۔ زیادہ بولنے والا غلطیاں بھی زیادہ کرتا ہے۔

۲۔ مال کی کثرت گناہ پر مائل کرتی ہے۔

۳۔ بداخلاق آدمی خود کو مصیبت میں پھنسا لیتا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں:

میں کسی کو زبان سے مطعون کرنے کی بجائے۔ اس پر تیر چلا دینا بہتر سمجھتا ہوں۔ کیونکہ تیر کا نشانہ خطا ہو سکتا ہے۔ مگر زبان کا بول ٹھیک نشانے پر لگتا ہے۔ (کیونکہ بات اگر سچی ہے تو وہ بدنام ہو جائے گا اور بات اگر جھوٹی تو یہ اس پر تہمت اور بہتان ہوگا اور کہنے والا ہر دو صورت میں گناہ گار ہے۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ کہتے ہیں: انسان ہر روز صبح جب بیدار ہوتا ہے جسم کے تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں: ہم تجھے خدا کا واسطہ دیتے ہیں تو سیدھی رہنا اگر تو سیدھی رہی ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اگر تو لڑکھڑا گئی ہمارے قدم بھی ڈگمگا جائیں گے۔

ایک روایت ہے کہ ایک دن حضرت ابوذر غفاری ؓ نے خانہ کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر کہا: جو لوگ مجھے جانتے ہیں وہ تو جانتے ہی ہیں لیکن جو مجھے نہیں جانتے وہ مجھے پہچان لیں۔ میں ابوذر غفاری ہوں۔ آؤ اپنے شفیق اور مہربان بھائی کے پاس آؤ۔ لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے) انہوں نے کہا: لوگو! تم سے جب کوئی شخص دنیا میں سفر پر روانہ ہوتا ہے تو سفر خرچ ساتھ لے کر چلتا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ آخرت کا جو لازمی سفر درپیش ہے۔ اس کے سفر خرچ کی کسی کو فکر نہیں۔

سفر آخرت کی تیاری کے ضروری عمل

لوگوں نے ان سے پوچھا: ابوذر! بتایئے اس کے واسطے کیا سفر خرچ ہونا چاہیے؟ انہوں نے جواب میں بتایا: تاریک رات میں اٹھ کر دو رکعت (تہجد) پڑھ لیا کرو یہ تمہیں قبر کی تاریکیوں (اندھیروں) میں روشنی کا کام دیں گی۔ گرمیوں کے روزے قیامت کے گرم دن کی گرمی میں کام دیں گے۔ صدق اس دن کی سختیوں سے بچانے میں مددگار ہوگا ان کے علاوہ آخرت کے جو دیگر بڑے بڑے معاملات ہیں ان کے لیے صاحب استطاعت حج کریں۔ دنیا کی زندگی کے دن کو دو حصوں میں سفر آخرت کے بارے میں معلومات حاصل کرو۔ اس وقت کو تین حصوں میں نہ بانٹنا تیسرا حصہ نقصان ہی دے گا فائدہ نہیں۔ دو درہم کماؤ تو ایک درہم اپنے اہل و عیال پر خرچ کر لو اور دوسرا درہم اپنی آخرت کے لیے آگے بھیج دو (صدقہ کر دو) اس (آمدنی) کے تین حصے نہ کرنا' تیسرا حصہ نقصان ہی دے گا نفع نہیں۔ افسوس! مجھے اب یہ غم کھائے جا رہا ہے۔ جو دن بیت گئے میں انہیں واپس نہیں لا سکتا۔ لوگوں نے پوچھا ان پر افسوس کیوں ہے؟

ابوذر ؓ نے کہا: میں زندگی بھر خالی امیدیں باندھتا رہا۔ مگر وہ کچھ حاصل نہ ہوا اور کوئی عمل بھی نہ کر سکا۔ اور موت نے آ کر ان ساری امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ حضرت عیسیٰ ؑ کا قول ہے:

اللہ کو بھول کر زیادہ باتیں نہ کیا کرو اس سے تمہارے دل سخت ہو جائیں گے' اور جس کا دل سخت ہو جائے وہ اللہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلتا۔

کسی صحابیؓ کا قول ہے:

تمہارا دل اگر سخت ہو جائے جسم کمزور ہونے لگے اور رزق میں تنگی ہو' سمجھ لو تم نے ضرور کوئی فضول بات کی ہے جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ اللہ ہمیں فضول باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

حرص لالچ اور لمبی لمبی امیدیں

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں دیکھ رہا ہوں علم دین کے جاننے والے دنیا سے اٹھتے جارہے ہیں اور تمہارے نادان اور ان پڑھ لوگ ان سے علم نہیں سیکھتے (خدا کے لیے) ان علماء سے کچھ سیکھ لو اس سے پہلے کہ یہ دنیا سے اٹھ جائیں میں دیکھتا ہوں تم ان چیزوں کی دوڑ دھوپ میں لگے ہوئے ہو جن کی تم تک پہنچانے کی ذمہ داری اللہ پر ہے اور اس دوڑ دھوپ میں اپنی اصل ذمہ داریوں کو بھولے ہوئے ہو۔ میں تمہارے شریر لوگوں کو ایسے ہی پہچانتا ہوں جیسے ماہر حیوانات گھوڑوں کی نسل سے آگاہ ہوتا ہے۔ جو زکوۃ بھی ادا کرتے ہیں تو ایک بوجھ سمجھ کر نمازوں میں سستی کرتے ہیں انہوں نے قرآن سننا اور پڑھنا بھی چھوڑ دیا ہے اور آزاد لوگوں کو اپنے دام تزویر (فریب کے جال) میں پھانسنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

حرص قابل مذمت

حرص کی دو قسمیں ہیں ایک قابل مذمت ہے اور دوسری میں اجازت ہے۔

۱۔ مذموم حرص ہے جس میں پھنس کر انسان اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض اور احکام کو بھی بھول جائے اور صرف فخر و مباہات کے لیے ہر وقت دولت جمع کرنے کی فکر میں لگا رہے۔

۲۔ غیر مذموم وہ حرص ہے کہ مال جمع کرنے کی فکر رہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض و حقوق کو بھی ادا کرتا رہے۔ کیونکہ حضور ﷺ کے زمانہ میں بھی کچھ حضرات ایسے موجود تھے جو "غنی" کہلاتے تھے۔ مگر وہ اپنی دولت راہ خدا میں خرچ کرنے سے کبھی جی نہیں چراتے تھے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضور ﷺ کی بیوی) روایت کرتی ہیں۔ میں نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اللہ نے آپ کو دولت دی ہے۔ گھر میں خوشحالی ہے آپ بھی اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس پہنا کریں اور اچھی خوراک کھایا کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اس کا فیصلہ تم ہی پر چھوڑتا ہوں (دیکھوں کیا فیصلہ کرتی ہو) پھر انہوں نے حضور ﷺ کی زندگی کے حالات سنائے جن سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی براہ راست دوچار

ہوئی تھیں۔ ان واقعات کو سن کر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے دو دوست تھے جو اس دنیا سے جا چکے ہیں۔ ان کی زندگی جس طرح گزری میں اسی طرح اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ ان کو اللہ نے جو مرتبہ دیا ہے وہ تمہارے سامنے ہے اور یہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ آخرت میں ان کا کیا درجہ و مقام ہے۔ اگر میں نے ان کے طریقہ کو چھوڑ کر کوئی دوسرا طریقہ اپنایا تو میرے ساتھ اللہ کا وہ حسن سلوک نہ ہوگا جس کے مستحق میرے وہ دوست قرار پائے۔ پھر میرے ساتھ دوسرے لوگوں جیسا ہی برتاؤ ہوگا اور میں آخرت کی کامیابی کھو بیٹھوں گا۔ میں چاہتا ہوں انہیں کے طریقہ پر عمل کرتا رہوں اور آخرت کی کامیابی میرا بھی مقدر ہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: حضور ﷺ کثر و بیشتر گھر میں داخل ہوتے وقت فرمایا کرتے تھے: اگر انسان کے پاس سونے کی دو وادیاں ہوں تب بھی وہ یہی سوچے گا کاش! ایک تیسری بھی ہوتی۔ انسان کے پیٹ کو صرف قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ جس کی چاہے توبہ بھی قبول کر لیتا ہے۔

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "انسان کی ہر چیز بوڑھی (کمزور ہو جاتی ہے مگر دو چیزیں یعنی لالچ اور امید" (یہ کبھی بوڑھی نہیں ہوتی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے نزدیک دو چیزیں تمہارے لئے بہت خطرناک ہیں: لمبی امید باندھنا اور نفسانی خواہشات میں پھنسنا کیونکہ لمبی امید آخرت کو بھلا دیتی ہے اور نفسانی خواہشات صحیح بات سے روک دیتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دنیا پر مرمٹنے والے۔ اس کے لالچی اور اس کے خرچ میں کنجوسی کرنے والے یاد رکھیں۔ ان پر ایسی غربت آئے گی کہ کبھی دولت کا منہ نہ دیکھیں گے ایسی مشغولیت میں پھنسیں گے کہ سر اٹھانے کی فرصت نہ ہوگی اور وہ غم انہیں گھیر لے گا کہ خوشی کو ترسیں گے۔"

بلند پرشکوہ عمارتیں

حضرت ابودرداء جب حمص پہنچے دیکھا کہ وہاں کے لوگ بہت پرشکوہ اور اونچے اونچے محلات بنا کر ان میں رہائش رکھتے ہیں۔ ابودرداءؓ ایک درویش طبع آدمی تھے۔ انہوں نے اہل حمص سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا: اللہ کے بندو! کیا تمہیں اس دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے کہ ایسی پر

شکوہ اور مضبوط عمارتیں اپنے رہنے کے لیے بنائی ہیں؟ کچھ اللہ کا خوف کرو تم ان عمارتوں میں ہمیشہ نہیں رہو گے۔ جو لمبی لمبی امیدیں تم کرتے ہو۔ وہ شاید کبھی پوری نہ ہو سکیں۔ یہ دولت جو تم نے جمع کر رکھی ہے نہ تم کھا سکو گے نہ یہ تمہارے ساتھ جا سکتی ہے۔ تم سے پہلے لوگوں نے بھی بڑے اونچے اونچے اور مضبوط محل اور قلعے تعمیر کیے تھے۔ بڑی دولت جمع کی تھی اور بڑے لمبے چوڑے منصوبے بنائے تھے۔ مگر ان کے وہ اونچے محل آج کھنڈر بنے ہوئے ہیں ان کی امیدیں خاک میں مل گئیں اور ان کی جمع کردہ دولت نے بھی ان کا ساتھ نہ دیا اور وہ کف افسوس ملتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوئے اور منوں مٹی (قبر) کے نیچے دفن کر دیئے گئے۔

حضرت علی ؓ سے مروی ہے انہوں نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا: اگر تم موت کے بعد اپنے آقا (حضور ﷺ) سے ملنے کے خواہش مند ہو تو اپنے کرتے کو پیوند لگا لیا کرو۔ اپنے جوتے مرمت کر لیا کرو، زیادہ لمبی امید نہ باندھو اور پیٹ بھر کر نہ کھایا کرو۔

حضرت ابو عثمان نہدیؒ کہتے ہیں ایک مرتبہ جب حضرت عمر ؓ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے۔ میں نے دیکھا ان کے کرتے پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔

موٹا لباس دل کو سخت نہیں ہونے دیتا

حضرت علی ؓ اپنے دور خلافت میں ایک مرتبہ بازار گئے۔ لوگوں نے ان کے جسم پر موٹے کپڑے کا میلا کرتا دیکھ کر عرض کیا: امیر المومنین! آپ باریک اور نرم کپڑے پہنا کریں۔ حضرت علی ؓ نے جواب میں فرمایا: ان موٹے کپڑوں سے میری خدا خوفی اور عاجزی و انکساری قائم رہتی ہے دل میں سختی نہیں پیدا ہوتی' اور نیک لوگوں کا یہی لباس رہا ہے۔ مسلمانوں کو ان نیک لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے۔

حضرت ابوذر ؓ کہتے ہیں: میں لوگوں کی فطرت سے اس طرح واقف ہو گیا ہوں۔ جس طرح ایک حیوانات کا ڈاکٹر کسی جانور کی فطرت سے واقف ہو جاتا ہے۔ لوگوں میں جو خدا ترس اور نیک ہیں وہ متقیوں اور پارساؤں جیسی زندگی گزارتے ہیں اور ضرورت کے مطابق دنیا حاصل کرتے ہیں۔ اور جو ناپسندیدہ (دنیادار) لوگ ہیں وہ اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ ہوس زر میں مبتلا ہو کر دولت کا ڈھیر جمع کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

ایک عالم و دانش مند کا قول ہے: گناہ کی بنیاد یہ تین چیزیں ہیں،

(۱) حسد (۲) حرص (۳) تکبر

حسد، حرص اور تکبر کی ابتداء

۱۔ تکبر۔ اس کی بنیاد ابلیس (شیطان) نے ڈالی۔ جب اس نے آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا' اور اللہ نے اسے ملعون قرار دیا۔

۲۔ حرص کی بنیاد آدم علیہ السلام سے پڑی کہ جس درخت کا پھل کھانے سے منع کیا گیا تھا اسے کھانے کے لیے تیار ہو گئے' اور جنت سے نکال کر زمین پر بسائے گئے۔

۳۔ حسد کا اظہار حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل سے ہوا۔ اس نے حسد کی وجہ سے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا' اور کافروں میں شمار ہو کر ہمیشہ کے لیے واصل جہنم ہوا۔

حضرت کی آدم علیہ السلام اپنی اولاد کو نصیحت

ایک روایت ہے: حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے شیث علیہ السلام کو ان پانچ باتوں کی وصیت کی تھی اور یہ بھی حکم دیا تھا کہ وہ اپنی اولاد کو ان کی وصیت کر دے۔

۱۔ دنیا (کی زندگی) پر مطمئن نہ ہونا۔ میں نے بھی جنت پر اطمینان کیا تھا۔ لیکن وہاں سے نکل کر اس دنیا میں آنا پڑا۔

۲۔ اپنی عورتوں کے ہر مشورہ پر بلا سوچے عمل نہ کرنا۔ میں نے بھی اپنی بیوی کے مشورہ پر جنت کا ممنوعہ پھل کھا لیا تھا' جس کی وجہ سے بعد میں ندامت و شرمندگی اٹھانی پڑی۔

۳۔ کوئی کام کرنے سے پہلے اس کا انجام سوچ لو۔ اگر میں جنت کا ممنوعہ پھل کھانے سے پہلے اس کا انجام سوچ لیتا تو اس کے نتیجہ میں وہ مصیبت اٹھانی نہ پڑتی جو بعد میں مجھے اٹھانی پڑی۔

۴۔ جس کام کے کرنے سے پہلے دل میں کچھ فکر و تردد پیدا ہو جائے وہ نہ کرو۔ جنت میں ممنوعہ پھل کھانے سے پہلے میرے دل میں بھی تردد پیدا ہوا تھا مگر میں نے اس پر توجہ نہ دی اور ندامت اٹھانی پڑی۔

۵۔ اپنے معاملات میں باخبر (تجربہ کار) لوگوں سے مشورہ کر لیا کرو۔ میں بھی فرشتوں سے مشورہ کر لیتا تو اس مصیبت سے بچ جاتا۔

چار کام کی باتیں

حضرت شفیق بلخیؒ کہتے ہیں: میں نے چار ہزار احادیث میں سے چار سو حدیثیں انتخاب کی تھیں پھر ان چار سو میں سے چالیس حدیثوں کا انتخاب کیا۔ پھر ان چالیس میں سے یہ چار

حدیثیں آپ کے سامنے ہیں۔

۱۔ عورت ذات پر بھروسہ نہ کر آج یہ تیری ہم خواب ہے۔ کل کسی دوسرے کے ساتھ ہوگی۔ اگر تو اس کے کہنے پر چلا یہ تجھے جہنم تک پہنچا دے گی۔

۲۔ اپنا دل مال و دولت سے نہ باندھ یہ آنی جانی شئے ہے۔ آج تیرے پاس ہے کل کسی دوسرے کے پاس ہوگی۔ کمائے گا تو، کھائیں گے دوسرے اور پھر یہ بلا کہ مال میں دل لگا لیا تو یہ اللہ کی اطاعت و عبادت میں خلل پڑے گا اور آخری نتیجہ یہ کہ تو آئندہ فقر و فاقہ کے خوف سے اس کی حفاظت میں اپنی جان گھلا دے گا اور بخیل و کنجوس بن کر نہ تو خود کھائے گا نہ خدا کی راہ میں خرچ کرے گا۔ اس طرح خدا کے احکام کی پابندی کرنے کی بجائے شیطان کی تابعداری کرنے لگے گا۔

۳۔ جس کام کے کرنے سے پہلے دل میں کھٹکا پیدا ہو وہ کام نہ کر کیونکہ مسلمان کا دل سچا مسلمان ہوتا ہے جو حرام سے نفرت کرتا ہے اور حلال سے اطمینان محسوس کرتا ہے۔ وہ درحقیقت تیرے لئے ایک مخلص مشیر اور سچے گواہ کی حیثیت رکھتا ہے' اس کا مشورہ مان لیا کر۔

۴۔ جس کام میں فائدہ کا یقین نہ ہو وہ کام نہ کر۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: "دنیا میں اس طرح رہ جیسے یہاں تو ایک اجنبی مسافر ہے۔ راہ چلتے ہوئے سانس لینے کے لیے رکا ہے اور آگے چلنا ہے اور اپنی ذات کو مردوں میں شمار کر۔

حضرت مجاہدؒ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن عمر نے مجھے کہا: صبح اٹھ کر شام (آئندہ) کی بات نہ کر۔ شام ہو تو صبح کا یقین نہ رکھ۔ موت سے پہلے زندگی میں جو نیک عمل کر سکتا ہے کر لے۔ صحت سے فائدہ اٹھا اس سے قبل کہ تجھے بیماری گھیر لے۔ تجھے کیا معلوم کل تیرا شمار زندوں میں ہوگا یا مردوں میں؟

جو شخص اس دنیا سے امیدیں وابستہ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اسے چار انعامات سے نوازتا ہے۔

۱۔ اسے اپنی عبادت کی طرف راغب کر دیتا ہے' اور اس کے دل میں گناہوں سے نفرت ڈال دیتا ہے۔

۲۔ اس کے دنیاوی غم ختم ہو جاتے ہیں۔

- جتنا کچھ اسے اپنی جائز محنت سے حاصل ہو جاتا ہے اس میں خوش رہتا ہے۔

۴۔ اس کے دل کو آخرت کے نور سے منور کر دیتا ہے۔

دل کا نور چار چیزوں سے حاصل ہوتا ہے:

۱۔ اتنا کھاؤ جس سے عبادت میں خلل نہ پڑے۔

۲۔ نیک لوگوں سے دوستی کرو۔

۳۔ گناہوں سے پرہیز کرو۔

۴۔ دنیا کی زندگی سے زیادہ امیدیں نہ لگاؤ۔

لمبی امید باندھنا نقصان دیتا ہے اور اس کے چار بڑے نقصان یہ ہیں۔

۱۔ عمل میں سستی آ جاتی ہے' عبادت الٰہی کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے۔

۲۔ دنیاوی غم اور تفکرات بڑھ جاتے ہیں۔

۳۔ مال جمع کرنے کی حرص بڑھ جاتی ہے۔ دولت حاصل کرنے میں جائز و ناجائز کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

۴۔ دل سخت ہو جاتا ہے۔

وہ باتیں جن سے دل سخت ہو جاتا ہے

۱۔ پیٹ بھر کر کھانا۔

۲۔ برے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنا۔

۳۔ پچھلے گناہوں کو بھول جانا اور ان سے تائب ہو کر خدا سے بخشش کی دعا نہ کرنا۔

۴۔ دنیا اور اہل دنیا سے لمبی چوڑی امیدیں لگا لینا۔

لہٰذا ایک مسلمان کے لیے یہی مناسب ہے کہ زیادہ امیدوں کے جال میں نہ پھنسے۔ کیونکہ کسی کو یہ معلوم نہیں۔ کہ اسے کب اور کہاں موت آ جائے۔

قرآن کریم میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وما تدری نفس بای ارض تموت

"کوئی جاندار نہیں جانتا کہ زمین کے کس خطے میں اسے موت آئے گی۔"

بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی لکھا ہے:

نہ جانے کس قدم پر موت آ جائے۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

انک میت و انھم میتون (سورہ زمر. ۳۰)

"(اے پیغمبر) تمہیں بھی موت آئے گی اور انہیں بھی موت آئے گی۔"

فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ و لا یستقدمون (سورہ اعراف. ۳۴)

"پس جب ان کا مقررہ وقت پورا ہو جائے گا۔ اس میں کوئی تاخیر (دیر) نہ ہوگی اور موت اپنے وقت سے پہلے (بھی) نہیں آئے گی۔"

یاد رکھنے کی باتیں

مومن (مسلمان) کو چاہیے وہ کسی وقت موت سے غافل نہ ہو۔ کیونکہ اس کی زد سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ اس لئے ان چھ باتوں کو ہر وقت ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ آخرت کے بارے میں ضروری معلومات حاصل ہوں۔

۲۔ ایسے ہمدرد و مہربان عالم سے تعلق ہو جو اسے عبادات کی طرف رغبت دلائے اور گناہوں سے بچنے کے طریقے سکھائے۔

۳۔ اپنے اصل دشمن (شیطان) کی پہچان اور اس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کے طریقے معلوم ہوں۔

۴۔ جو آیات موت سے متعلق قرآن کریم میں ہیں وہ ہر وقت ذہن نشین رہیں۔

۵۔ عام لوگوں سے عدل و انصاف کا برتاؤ ہو، تا کہ قیامت کے روز کوئی اس کا دامن گیر نہ ہو۔

۶۔ اس زندگی میں موت اور اس کے بعد کی مشکلات سے نجات کی تدابیر کا اختیار کرنا تا کہ آخرت پریشانی سے بچ جائے۔

حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "تم سب جنت میں جانا چاہتے ہو؟ سب نے کہا: ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ سے حیا کرو اور اللہ سے حیا کرنے کا طریقہ یہ ہے: قبر اور اس کی مشکلات (عذاب) کو یاد رکھو۔ پیٹ کی حفاظت کرو حلال اور جائز خوراک کھاؤ۔ ذہن کو پراگندہ خیالی سے بچاؤ اور جو شخص آخرت کی عزت چاہتا ہے وہ دنیا کی زیب و زینت (عزت و شہرت نام و نمود) کو ذہن سے نکال دے۔ جس نے یہ کر لیا سمجھو وہ اللہ سے حیا کرتا ہے اور اسی طریقے

اللہ کی دوستی (اور رضا) حاصل ہو سکتی ہے"

حضرت عجل کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

الھکم التکاثر ○ حتی زرتم المقابر. (سورہ تکاثر. ۱)

"تمہیں زیادہ دولت کمانے کی ہوس نے مار ڈالا اور اسی کی فکر (دماغ میں لئے) میں قبروں تک جا پہنچے۔"

اس کے بعد فرمایا: "انسان ہر وقت میرا مال، میرا مال پکارتا رہتا ہے۔ تیرا مال تو صرف وہ ہے جو تو نے کھا لیا اور فنا ہو گیا۔ یا پہن لیا اور پرانا ہو گیا یا تو نے راہ خدا میں صدقہ کر دیا وہ البتہ باقی رہنے والا ہے۔" (جو آخرت میں کام آئے گا)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: توریت میں یہ پانچ باتیں لکھی ہوئی ملتی ہیں:

۱۔ صبر سب سے بڑی دولت ہے (انسان کی عزت کا بھرم قائم رہتا ہے)

۲۔ فتنوں سے بچنا ہے تو گوشہ نشینی اختیار کر لو۔ (فضول دوستی سے پرہیز کرو)

۳۔ آزادی و بے فکری۔ دنیا کی ہوس چھوڑ دینے میں ہے۔

۴۔ دل سے حرص نکال دو۔ تمہیں لوگوں کی محبت مل جائے گی۔

۵۔ مشکلات کے چند دن صبر سے گزارو آسانیاں مل جائیں گی۔

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "عائشہ! اگر جنت میں تم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو تو دنیا کے مال و متاع سے اتنا ہی اپنے پاس رکھو جتنا ایک مسافر اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ دولت مندوں کی ہم نشینی سے پرہیز کرنا۔ کسی کپڑے کو پرانا سمجھ کر اس وقت تک نہ پھینکو جب تک اسے پیوند لگا کر پہن سکو۔

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: "اے اللہ جو مجھ سے محبت کرے اسے پاک دامن رکھ اور اس کی ضرورت کے مطابق اسے روزی عطا کر۔ اور جو مجھ سے بغض رکھے اس کے مال و اولاد میں اضافہ کر دے۔"

حضرت حسن ابن علیؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"دنیا کی رغبت سے غم اور پریشانیاں بڑھتی ہیں اور تقویٰ اختیار کرنے سے دل اور جسم دونوں آرام و راحت پاتے ہیں۔ میں تمہاری محتاجی سے خوف زدہ نہیں البتہ مجھے تمہاری دولت مندی سے خوف ہے ایسا نہ ہو کہ دنیا کی خوشحالی تمہیں اسی طرح دین سے بے بہرہ نہ کر دے جیسے

تم سے پہلے لوگوں کو خوشحالی میسر آئی تو وہ دین کو بھلا بیٹھے اور دنیا کی طلب میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں لگے رہے اور یہ دنیا تم کو بھی اسی طرح ہلاک نہ کردے جس طرح ان کو ہلاک کر چکی ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: "اس امت کے پہلے لوگوں کو اللہ پر کامل یقین اور تقوٰی کی بدولت کامیابیاں حاصل ہوئیں اور اس امت کے آخری زمانے کے لوگ بخل اور لمبی لمبی امیدیں باندھنے سے برباد ہوں گے۔

غریب جداکر ومحتاج لوگوں کا مرتبہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ ابن مالک روایت کرتے ہیں۔ غریب مسکین لوگوں نے اپنا ایک نمائندہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔

اس نمائندہ نے اپنا تعارف اس طرح کرایا۔ اے اللہ کے رسول! میں غریب لوگوں کا نمائندہ ہوں ان لوگوں نے مجھے آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے۔

آپ نے فرمایا: خوش آمدید۔ تم بہت خوش نصیب ہو اور جنھوں نے تمہیں بھیجا ہے وہ بھی بڑے خوش نصیب ہیں۔ تم ان لوگوں کے نمائندہ بن کر میرے پاس آئے ہو جو اللہ کو بہت محبوب ہیں۔

نمائندہ نے عرض کیا: حضور ﷺ! غریب لوگ کہتے ہیں: امیر لوگ ساری نیکیاں سمیٹے جا رہے ہیں۔ وہ حج کرتے ہیں ہمارے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ حج کرسکیں۔ وہ صدقہ کرتے ہیں ہم یہ بھی نہیں کرسکتے۔ وہ بیمار پڑتے ہیں تب بھی صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ اس طرح آخرت میں ان کی نیکیوں کا اچھا خاصہ ذخیرہ جمع ہو جائے گا۔

آخرت میں فقراء ومساکین کا مرتبہ

رسول اللہ ﷺ نے (اس کے جواب میں) فرمایا: میری طرف سے ان غریب لوگوں کو یہ خوشخبری پہنچادو (اللہ کے ہاں ان کا درجہ بہت بلند ہے) انہیں یہ تین باتیں خاص طور پر بتادو۔

۱۔ جنت میں ان کے واسطے سرخ یاقوت سے تعمیر شدہ بالا خانے تیار کئے گئے ہیں، جو اتنے خوبصورت ہیں کہ جنتی لوگ انہیں اس طرح دیکھیں گے جیسے (اہل زمین) ستاروں کو دیکھتے ہیں، ان میں صرف فقیر نبی، فقیر شہید اور مومن فقیر رہیں گے۔

۲۔ فقیر (غریب) جنت میں امیروں سے آدھے دن پہلے (جو دنیاوی اعتبار سے پانچ سو سال کے برابر ہوگا) داخل ہوں گے۔ وہاں انہیں ہر طرح کی آزادی ہوگی۔ جیسے چاہیں رہیں۔ حتیٰ کہ حضرت سلیمان بھی نبیوں کے داخلہ کے چالیس سال بعد جنت میں جاسکیں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہیں دنیا میں بادشاہت دی گئی تھی۔

۳۔ جب ایک فقیر (غریب) سچے دل سے سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پڑھے

اور ایک مال دار آدمی بھی سچے دل سے یہی کلمات پڑھے اور خواہ اس کے ساتھ دس ہزار درہم (روپے) صدقہ وخیرات میں دے ڈالے فقیر کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اسی طرح دوسرے تمام نیک اعمال کا معاملہ ہے۔"

یہ نمائندہ جب حضور ﷺ کی طرف سے یہ خوشخبری لے کر فقراء ومساکین کے پاس پہنچا۔ انہوں نے خوش ہو کر بیک زبان یہ نعرہ لگایا:

"پروردگار! ہمیں تیرا یہ فیصلہ منظور ہے"

حضرت ابوذر کہتے ہیں: مجھے میرے محبوب دوست (حضور ﷺ) نے ان سات باتوں کا حکم دیا تھا جن پر میں ہمیشہ عمل کرتا رہا اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا۔

۱۔ غریب ومسکین لوگوں سے محبت کروں۔ ان کے قریب رہوں (دور نہ بھاگوں)
۲۔ (معاشرہ وزندگی میں) اپنے سے نیچے والوں کو دیکھوں اوپر والوں کی حرص نہ کروں۔
۳۔ صلہ رحمی کرتا رہوں۔ خواہ دوسرے مجھے تعلق توڑنے کی کوشش ہی کیوں نہ کرتے رہیں۔
۴۔ کثرت سے **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** (تمام طاقت وقوت اللہ کے ہاتھوں میں ہے) پڑھتا رہوں۔ یہ نیکیوں کا خزانہ ہے۔
۵۔ اپنی کسی ضرورت کے لیے دنیا والوں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤں۔
۶۔ اللہ کے احکام کی تبلیغ میں کسی کی مخالفت کی پروا نہ کروں۔
۷۔ سچ بولوں خواہ کسی کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

چنانچہ حضرت ابوذر ؓ کا ذاتی عمل بھی یہی تھا۔ سواری پر بیٹھے ہوئے ہاتھ سے کوڑا گر جاتا۔ اسے اٹھا کر دینے کے لیے کسی سے نہ کہتے خود سواری سے اتر کر اٹھا لیتے۔

حضرت خیثم ؒ بیان کرتے ہیں: "فرشتے خداوند تعالیٰ سے کہتے ہیں: پروردگار! تو نے اپنے ایک کافر بندے کو دنیا میں ہر طرح سے خوشحالی عطا کی اور اسے کسی طرح آزمائش یا مصیبت میں بھی نہیں ڈالا۔ خداوند تعالیٰ انہیں کہتا ہے: یہ پردہ اٹھا کر دیکھو اس کا انجام کیا ہے اور اس کے واسطے آخرت میں کتنا سخت عذاب تیار ہے۔ فرشتے اسے دیکھتے ہیں تو پکار اٹھتے ہیں: پروردگار! اتنا سخت عذاب؟ اس کے مقابلہ میں تو اس دنیاوی عیش وآرام کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ پھر ایک موقعہ پر فرشتے خداوند تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں: تو نے اپنے مومن بندے کو دنیا میں ہر طرح کے عیش وآرام سے محروم رکھا اور ہر طرح کی آزمائش میں ڈالا ہوا ہے اس

میں کیا مصلحت ہے؟ خداوند تعالیٰ انہیں کہتا ہے: یہ پردہ اٹھا کر دیکھو (میں نے ان کے عیش وآرام کے واسطے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے) فرشتے عیش وعشرت کے ان لوازمات کو دیکھتے ہیں جو اللہ نے مومن کے واسطے جنت میں تیار کئے ہوتے ہیں تو بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں پروردگار! مومن کے واسطے جنت میں عیش وآرام کا یہ سامان! واقعی یہاں تک پہنچنے کے لیے بڑی سے بڑی دشواریوں سے گزر کر آنا معمولی بات ہے۔"

حضرت ابوذر غفاری روایت کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا:

"دولت مند لوگ (قیامت کے روز) گھاٹے میں رہیں گے۔ مگر وہ جو (اپنی دولت اللہ کی راہ میں) بے دریغ خرچ کرتے ہیں۔ لیکن ایسے بہت کم ہیں"

نبی کریم ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ "دولت مند گھاٹے میں رہیں گے" اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دولت مند اپنی دولت خرچ کرنے کے باوجود جنت میں فقراء ومساکین سے کم تر درجہ پر ہی رہیں گے۔

ایک روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"دنیا میں فقروفاقہ (برداشت کرنے والوں کے لیے) آخرت میں مسرت (خوشی وآرام) ہے اور دولت دنیا کی خوشی ومسرت ہے اور آخرت میں (اس کی وجہ سے) مشکل وپریشانی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے دو ہنر فقر اور جہاد

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہر شخص کے پاس کوئی نہ کوئی ہنر یا فن ہوتا ہے۔ میرے پاس دو ہنر ہیں: ایک "فقیری" اور دوسرا "جہاد" جس نے یہ دونوں پسند کر لئے اس نے مجھے پسند کر لیا اور جس نے ان کو چھوڑا اس نے (گویا) مجھے چھوڑ دیا"

مسلمانوں کو چاہیے وہ فقیری اور محتاجی کو کوئی قابل نفرت چیز نہ سمجھیں۔ حضور ﷺ کو فقیروں اور محتاجوں سے خصوصی محبت تھی کیونکہ اسلام کی دعوت پر سب سے پہلے غریبوں اور ناداروں ہی نے لبیک (ہم حاضر ہیں) کہا تھا۔ امیر طبقہ کے زیادہ تر لوگ "فتح مکہ" کے بعد اسلام کے دائرے میں آئے تھے۔ اور خداوند تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان فاقہ زدہ لوگوں سے خصوصی تعلق رکھنے کا حکم فرمایا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے۔

"وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ"

(سورہ کہف۔ ۲۸)

"اپنی ذات کو ان لوگوں سے وابستہ رکھئے جو صبح و شام اپنے رب کے سامنے دعاء و عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔ انہیں صرف اپنے رب کی رضا درکار ہے۔"

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب ایک عرب سردار عیینہ ابن حصن فزاری آپ سے ملنے آیا اور اس نے حضرت سلمان ؓ فارسی صہیب رومی اور بلال حبشی (جو اس وقت آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے) جیسے غریب و نادار لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اپنی شان کے خلاف سمجھا اور وہاں ان کی موجودگی پر اعتراض کیا تھا۔ اسی آیت میں آگے کے حصہ میں اس مغرور شخص کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:

وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ. تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (سورہ۔ کہف:۲۸)

"ان (غریبوں) سے آنکھیں نہ پھیریئے (کیا آپ خدانخواستہ) دنیاوی زندگی کی شان و شوکت پسند کرنے لگے ہیں۔ ایسے شخص کی بات مت مانئیں جس کا دل ہماری یاد سے غافل ہے۔ جو صرف اپنی خواہش نفس کا پیرو بن کر رہ گیا ہے۔ اس کا غرور حد سے بڑھ گیا ہے (جس کی اللہ کی نظر میں کوئی قدر و قیمت نہیں)۔

اس آیت میں واضح طور پر نبی کریم ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ان فقراء و مساکین کو خود سے دور نہ کریں۔ کیونکہ یہی لوگ حق و صداقت کی راہ میں قربانیاں دیتے ہیں اور یہ حکم اس وقت موجود غریب صحابہ تک محدود نہیں ہے بلکہ قیامت تک تمام مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ وہ غریب و محتاج لوگوں کو گری نظر سے نہ دیکھیں۔

بعض احادیث سے ثابت ہے کہ مومن فقراء و مساکین کو شفاعت کا اختیار بھی دیا جائے گا۔ حضرت حسن ؓ سے مروی ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے روز ایک شخص کو اللہ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اللہ اس سے اس طرح معذرت خواہانہ انداز میں گفتگو کرے گا جیسے ایک انسان دوسرے انسان سے عذر خواہی کرتا ہے۔

اللہ اس سے فرمائے گا: مجھے اپنی عزت و شان کی قسم! میں نے تجھے دنیا میں اس لئے غریب نہیں رکھا تھا کہ تیری ذلت و رسوائی ہو بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ میں آج یہاں (میدان حشر میں) تیری عزت اور تیرا مرتبہ بڑھانا چاہتا تھا۔ جا ان لوگوں میں ان افراد کی تلاش کر لے جو تجھے میری رضا کے لیے کھانا کھلایا کرتے تھے یا کپڑے پہناتے تھے وہ تیرے اختیار میں ہیں۔ وہ فقیر وہاں

ان لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکال کے لائے گا اور جنت میں پہنچا دے گا۔

حضرت حسن ؓ بصری روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"فقیروں سے اچھی طرح شناسائی (واقفیت) پیدا کر لو (قیامت کے روز) ان سے مدد لینا اس روز انہیں بھی اختیار ملے گا۔ صحابہ نے پوچھا: وہ کیا اختیار ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا جاؤ ایسے لوگوں کو تلاش کر لو جنہوں نے کبھی تمہیں کوئی روٹی کا ٹکڑا کھلایا تھا۔ پانی پلایا تھا یا کپڑے پہنائے تھے۔ (ایسا جو بھی ملے) اس کا ہاتھ پکڑو اور جنت میں لے جاؤ۔"

معلوم ہونا چاہیے اللہ کی طرف سے فقیر کو پانچ انعامات سے نوازا جاتا ہے:

۱۔ اس کے کسی اچھے عمل کا ثواب دولت مند کے عمل سے زیادہ ہے۔
۲۔ اگر کسی وقت اسے کسی چیز کی ضرورت پڑی اور میسر نہ آئی تو اس کے صلے میں بھی وہ اجر و ثواب کا مستحق ہے۔
۳۔ وہ امیر سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔
۴۔ قیامت کے دن اس سے حساب کم لیا جائے گا۔
۵۔ اسے قیامت کے روز کوئی ندامت و شرمندگی نہ ہوگی۔ جبکہ امیر لوگ ندامت سے سر نہ اٹھا سکیں گے۔

حضرت زید ابن اسلم روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ درہم کے صدقہ سے بہتر و افضل ہے" صحابہ نے دریافت کیا وہ کس طرح؟ فرمایا: (وہ اس طرح) ایک شخص کے پاس بے انتہا دولت ہے وہ اس میں سے ایک لاکھ درہم (روپے) خیرات کرتا ہے اور ایک شخص کی کل ملکیت ہی دو درہم ہیں وہ ان میں ایک درہم نیک نیتی سے خیرات کر دیتا ہے اس لئے اس کا ایک درہم کا صدقہ دولت مند کے ایک لاکھ درہم کے صدقہ سے افضل و برتر ہے۔

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں: بعض صحابہ نے حضور ﷺ سے دریافت کرنا چاہا: کسی وقت ہم کوئی چیز دیکھتے ہیں مگر خرید نہیں سکتے کیا اس پر بھی ہمیں اجر و ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا: اس میں بھی نہ ملا تو کس میں ملے گا۔

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر کوئی شخص بازار میں اپنی پسند کی کوئی چیز دیکھے مگر خرید

نہ سکے اور صبر کرلے۔ یہ اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ کوئی شخص ایک لاکھ درہم صدقہ دے دے۔

ایک روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنت کے بادشاہوں کے بارے میں بتادوں؟ صحابہ ؓ نے عرض کیا: ضرور بتایئے۔

فرمایا: یہ وہ مظلوم و کمزور لوگ ہیں جو خوبصورت اور صاحب ثروت عورتوں سے شادی نہیں کرسکتے۔ لوگ انہیں دیکھ کر اپنے دروازے بند کرلیتے ہیں (کہ کچھ مانگ نہ بیٹھیں) (ناداری کی وجہ سے) وہ اپنی آرزوئیں دل میں دبائے ہوئے مرجاتے ہیں (جبکہ اللہ کے نزدیک ان کا یہ مرتبہ ہوتا ہے) وہ اگر کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اسے پورا کردیتا ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں: وہ لوگ ملعون ہیں جو دولت کی وجہ سے کسی کی عزت کرتے ہیں اور غریبی و محتاجی کی وجہ سے لوگوں کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔

حضرت ابو درداء ؓ کہتے ہیں: ہم میں اور دولتمندوں میں کیا فرق ہے؟ وہ کھاتے ہیں ہم بھی کھاتے ہیں وہ پیتے ہیں ہم بھی پیتے ہیں لباس وہ بھی پہنتے ہیں ہم بھی پہنتے ہیں۔ البتہ ان کے پاس کچھ فالتو دولت ہے، جس کی حفاظت میں وہ گھلتے رہتے ہیں اور ہم دیکھتے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ قیامت کے دن انہیں اس دولت کا حساب دینا ہوگا اور ہم اس فکر سے آزاد ہوں گے۔

حضرت شقیق زاہدؒ کہتے ہیں: فقراء کے حصہ میں تین چیزیں آئی ہیں اور امیروں کو بھی تین چیزیں ملی ہیں۔

۱۔ روح (جان) کا آرام۔
۲۔ دل کی بے فکری۔
۳۔ قیامت کے دن حساب کی آسانی۔

اور امیروں نے یہ چیزیں پسند کی ہیں۔

۱۔ روح (جان) کی مشقت
۲۔ دل کی پریشانی (حرکت قلب بند ہوجانے کی بیماری)
۳۔ قیامت کے روز حساب کی سختی۔

حضرت حاتم زاہدؒ کہتے ہیں: جو چار چیزوں کا دعویٰ کرے اور ان کے ساتھ چار ضروری چیزوں کو اختیار نہ کرے وہ جھوٹا ہے:

۱۔ اللہ کی محبت کا دعویٰ کرے اور تقویٰ اختیار نہ کرے۔

۲۔ جنت کی طلب کا دعویٰ ہو اور فی سبیل اللہ کچھ خرچ نہ کرے۔
۳۔ رسول ﷺ کی محبت کا دعویٰ ہو اور سنت رسول ﷺ پر عمل نہ کرے۔
۴۔ آخرت میں درجات کی بلندی چاہتا ہو اور غریب و محتاج لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے جی چراتا ہو۔

وہ افراد جن کا کوئی عمل مقبول نہیں

ایک مسلمان فلسفی کہتے ہیں: یہ چار برائیاں رکھنے والوں کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔

۱۔ اپنے زیردستوں اور کمزوروں پر ظلم کرنے والا۔
۲۔ والدین کی نافرمانی کرنے والا۔
۳۔ غریب لوگوں کو حقارت سے دیکھنے والا۔
۴۔ مسکین لوگوں کو ان کی مسکینی (غربت) کا طعنہ دینے والا۔

ایک روایت ہے: حضور ﷺ نے فرمایا:

مجھے اللہ نے یہ حکم نہیں دیا کہ میں تاجر بن کر دولت سمیٹتا پھروں، بلکہ اس نے مجھے یہ حکم دیا ہے:

"فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ" ۝ (سورہ حجر: ۹۹)

"اپنے رب کی حمد کرتے رہو اور سجدہ (عبادت) کرنے والوں میں شامل رہو۔ اور اپنے رب کی عبادت کرتے رہیے تا آنکہ آپ کی موت کا مقررہ وقت آجائے۔"

حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں: لوگو! روزگار کے حصول میں ناجائز طریقہ اختیار نہ کرو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے (آپ دعا فرمایا کرتے تھے):

"اے اللہ! مجھے فقیری کی حالت میں موت دے، مجھے دولتمند بنا کر وفات دے اور قیامت کے روز میرا حشر مسکینوں (غریبوں) کے ساتھ ہو۔ سب سے بڑا بد بخت وہ ہے جس پر دنیا کی غربت اور آخرت کا عذاب (دونوں) جمع ہوجائیں۔"

دولت لوگوں میں عناد اور دشمنی پیدا کرتی ہے

ایک روایت ہے: جب خلیفۂ وقت حضرت عمر ؓ کے سامنے قادسیہ کی فتح کے بعد بہت مال غنیمت آیا تو اسے دیکھتے اور روتے جاتے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن ابن بن عوف ؓ نے یہ حالت

دیکھ کر کہا: امیر المومنین! یہ خوشی کا وقت ہے آپ رو کیوں رہے ہیں؟ حضرت عمر ؓ نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: ٹھیک ہے مگر دولت جن لوگوں کے پاس آتی ہے ان میں بغض وعناد پیدا کر دیتی ہے۔

دولت ایک فتنہ ہے

حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر امت میں فتنہ پیدا ہوا اور میری امت کا فتنہ دولت ہے۔''

حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی محبوب ترین مخلوق غریب اور محتاج لوگ ہیں اسی لئے اس نے (اپنے محبوب ترین بندوں) نبیوں کو بھی محتاج اور فقیر ہی رکھا ہے۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت موسیٰ کو اللہ نے حکم دیا: میرا ایک محبوب بندہ جو اہل دنیا کو بھی محبوب ہے بیمار ہے اور قریب الموت ہے جاؤ اسے غسل دلاؤ اور اس کے کفن دفن کا انتظام کرو۔ دفن کے بعد اس کی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس کے واسطے دعاء مغفرت بھی کرنا۔ حضرت موسیٰ ؑ بڑی تلاش وجستجو کے بعد اس کے پاس پہنچے دیکھا ایک ویرانہ میں کس مپرسی کی حالت میں پڑا ہے اور آخری سانسیں لے رہا ہے سر کے نیچے ایک اینٹ سرہانہ کے طور پر رکھی ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰ ؑ نے اس کے سر کو اٹھانا چاہا تو وہ اینٹ سے پھسل کر نیچے گر گیا۔ یعنی اس کی موت واقع ہو گئی۔ حضرت موسیٰ ؑ نے کھڑے ہو کر روتے ہوئے اللہ سے عرض کیا: پروردگار! تو کہتا ہے کہ یہ تیرا محبوب بندہ ہے اور اس کے پاس کوئی آدمی نہیں جو اس کی تیمارداری کرے۔ اللہ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''موسیٰ! میں اپنے محبوب بندوں سے دنیا اور اہل دنیا کو دور ہی رکھتا ہوں۔''

حضرت عباد ابن کثیر روایت کرتے ہیں: حضرت حسن ؓ نے فرمایا دنیا میں جب پہلا (سکہ) دینار ڈھالا گیا تو ابلیس (شیطان اعظم) نے اسے اٹھا کر آنکھوں سے لگا کر چومتے ہوئے کہا: جو تجھ سے محبت کرے گا وہ میرا غلام ہو گا۔

حضرت سلیمان ؑ اور ابلیس کا مکالمہ

حضرت وہب ابن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ شیطان ایک بوڑھے شخص کے روپ میں حضرت سلیمان ؑ کے پاس پہنچا۔

حضرت سلیمان ؑ نے اسے پہچانتے ہوئے اس سے پوچھا: تو حضرت عیسیٰ ؑ کی امت (عیسائیوں) کو گمراہ کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرے گا؟

شیطان نے جواب دیا: میں انہیں اللہ کے علاوہ مزید دو خدا (حضرت مریم وحضرت عیسیٰ) ماننے کی دعوت دوں گا۔

حضرت سلیمان ؑ نے دوسرا سوال اس سے کیا: تو امت محمد ﷺ کے لیے کیا ہتھکنڈہ استعمال کرے گا؟ شیطان کا جواب تھا: میں انہیں دولت کی محبت میں پھنساؤں گا۔ جس سے وہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ۔۔۔ کی اہمیت کو بھلا بیٹھیں گے۔

حضرت سلیمان ؑ نے یہ سن کر اعوذ باللہ پڑھا تو شیطان وہاں سے غائب ہو گیا۔

لہٰذا فقیر اور غریب مسلمان کو چاہیے کہ وہ موجودہ حالات پر کڑھنے اور شکوہ شکایت کرنے کی بجائے اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اسے اس فانی دنیا کے دھندوں میں الجھانے کے بجائے اس کے لئے آخرت کی ہمیشہ کی زندگی میں کیا کیا درجات اور فضیلتیں رکھی ہیں اور غور کرے کہ فقیری اور محتاجی کوئی عار اور شرم کی چیز نہیں بڑے بڑے اولیاء اللہ اور انبیاء نے فقیری و محتاجی کی زندگی گزاری ہے اور نبی کریم ﷺ کا یہ قول: ''الفقر فخری'' (فقیری ومحتاجی میرے لئے فخر کی بات ہے) تو ہر خاص وعام کی زبان سے سنا جاتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے زندگی گزارے تاکہ حقیقی معنی میں ان انعامات کا مستحق قرار پا سکے جو اللہ نے آخرت میں اس کے لئے رکھے ہیں۔

حضرت ابن عباس ؓ سے ایک روایت منقول ہے۔ کہتے ہیں: ایک روز جبرائیل ؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت جبرائیل نے حضور کو اطلاع دی ایک فرشتہ جو کبھی آسمان سے نہیں اترا اللہ سے خصوصی اجازت لے کر آپ ﷺ سے ملاقات کے لیے آ رہا ہے۔ اسی دوران وہ فرشتہ بھی آ گیا۔ اس نے السلام علیکم کہا: آپ ﷺ نے وعلیکم السلام کہہ کر اس کے سلام کا جواب دیا: اس کے بعد۔

فرشتہ نے کہا: اللہ نے یہ پیغام دے کر مجھے بھیجا ہے: چاہیں تو آپ ﷺ کو دنیا کے تمام خزانوں اور تمام اشیاء کے ذخیروں کا مالک بنا دیا جائے اور ان خزانوں کی چابیاں آپ کے حوالے کر دی جائیں جو آپ ﷺ سے پہلے کسی کو دی گئی ہیں نہ آپ کے بعد کسی کو دی جائیں گی۔ یا چاہیں تو ان کو قیامت کے دن کے لیے آپ کے حساب میں جمع رکھا جائے۔

اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ان کو قیامت تک کے لیے جمع رکھا جائے۔''

عبدالوہاب ابن بجید روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سونے چاندی سے بھری ہوئی مکہ کی وادی بطحاء اللہ کی طرف سے مجھے پیش کی گئی لیکن میں نے یہ کہہ کر لینے سے معذوری ظاہر کر دی: ''پروردگار! میں ایک دن کھا کر اور ایک دن بھوکا رہ کا زندگی گزارنا چاہتا ہوں تا کہ جس روز کھا لوں تیرا شکر ادا کروں اور جس روز بھوکا رہوں تجھ سے مانگوں''

اللہ ہم سب کو ان باتوں کی سمجھ اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ترک دنیا

حضرت زید ثابت روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس کی نیت آخرت میں کامیابی حاصل کرنے کی ہوتی ہے' اللہ تعالیٰ اس کی طبیعت میں صبر و اطمینان پیدا کر دیتا ہے اور اس کے دل کو دنیا کی رغبت سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ دنیا اس کے سامنے آئے بھی تو وہ اسے حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے' اور جس کی نیت دنیا حاصل کرنے کی ہوتی ہے اللہ اس کی طبیعت میں بے چینی و بے اطمینانی ڈال دیتا ہے' وہ ہر وقت فقر و فاقہ کے خوف سے ڈرتا رہتا ہے (اسے ہر وقت دولت جمع کرنے کی فکر لگی رہتی ہے) مگر ملتا اتنا ہی ہے جتنا اس کے مقدر میں لکھا ہوتا ہے۔''

حضرت جندب ﷺ روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر ﷺ حضور ﷺ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ اس وقت گھر میں چٹائی پر آرام فرما رہے تھے چٹائی پر لیٹنے کی وجہ سے آپ ﷺ کی کمر اور پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے۔ حضرت عمر ﷺ آپ ﷺ کی یہ حالت دیکھ کر رو دیے۔ حضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا: عمر ﷺ! کیوں رو رہے ہو؟

حضرت عمر ﷺ نے عرض کیا: حضور ﷺ! میں نے سنا ہے: قیصر و کسریٰ (روم و ایران کے بادشاہ) کافر ہوتے ہوئے بڑے عیش و آرام سے رہتے ہیں' اور آپ ﷺ کی تنگدستی اور مفلسی کی یہ حالت ہے کہ اچھا بستر بھی آپ ﷺ کو میسر نہیں آپ ﷺ کے جسم پر چٹائی کے نشان پڑے ہوئے ہیں جبکہ آپ ﷺ اللہ کے محبوب اور اس کے رسول ہیں؟

حضور ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: (یہ وہ دنیا دار لوگ ہیں جو اس دنیا ہی میں عیش و آرام سے رہنا چاہتے ہیں)'' ان کو دنیا ہی میں سب عیش و آرام دے دیا گیا ہے' اور ہم وہ ہیں جنہیں آخرت میں عیش و آرام سے رکھا جائے گا۔

حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں مجھے تم پر دو باتوں سے خطرہ محسوس ہوتا ہے: ''لمبی امید باندھنا اور خواہشات میں پھنس جانا۔ (دنیا میں) لمبی امید باندھنے سے لوگ آخرت کو بھول جاتے ہیں' اور خواہشات نفس حق بات کہنے اور حق بات قبول کرنے سے روکتی ہیں دنیا پیٹھ پھیر کر دوڑی جا

رہی ہے اور آخرت سامنے ہے' ان دونوں کے چاہنے لوگ ہیں' تم آخرت کے چاہنے والے بنو' دنیا کی محبت چھوڑ دو' یہ زندگی عمل کے واسطے ہے' یہاں حساب نہیں ہوگا۔ کل قیامت کے روز حساب ہوگا وہاں عمل کی مہلت نہیں ملے گی۔ یعنی جو نیک عمل کرنا ہے' دنیا میں کر لو تا کہ وہ قیامت کے دن تمہارے کام آئے۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: مجھے حضور ﷺ کے اس خطبہ کی تلاش تھی جو آپ ﷺ ہر جمعہ ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ معلوم ہوا وہ ایک انصاری حضرت جابر ابن عبد اللہ ؓ کے پاس موجود ہے۔ میں نے ان سے معلوم کیا انہوں نے وہ خطبہ مجھے سنایا۔ اس میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''لوگو! تمہارے واسطے علم کے دروازے کھلے ہیں' وہاں پہنچو اور علم حاصل کرو' اور پوری طرح علم حاصل کرو کہ تمہیں علم میں درجہ کمال حاصل ہو جائے اور مسلمان دوہرے خوف میں ہے۔ اس زندگی کا خوف جو گذر چکی ہے نہ معلوم اللہ اسکے بارے میں کیا فیصلہ کرے اور باقی زندگی کہ نہ معلوم اس میں اللہ نے ہمارے لئے کیا مقدر فرمایا ہے۔

لہٰذا ہر انسان کو اس زندگی میں خود (اپنے عمل سے) اپنے واسطے سفر آخرت کا سفر خرچ تیار کرنا ہے' اسی زندگی میں موت کی تیاری کرنی ہے' جس طرح کہ انسان اپنی جوانی میں بڑھاپے کے واسطے سرمایہ بچا کر رکھتا ہے' اسی طرح اس دنیا کی زندگی میں آخرت کی زندگی کے واسطے نیک اعمال کا ذخیرہ جمع کرنا ہے۔ یہ دنیا تمہارے واسطے پیدا کی گئی ہے کہ یہاں تم اچھے عمل کرو' اور تم کو آخرت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

اس خدائے برحق کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ موت کے بعد کسی کو توبہ کی مہلت نہیں ملے گی' اور اس دنیاوی زندگی کے بعد انسان کے دو ہی ٹھکانے ہیں۔ جنت یا دوزخ۔ یہی بات تھی جو تمہیں بتا دی گئی اب اللہ سے اپنی اور تمہاری مغفرت کے واسطے دعا کرتا ہوں''

طالب آخرت اپنے کچھ نہیں رکھتا

حضرت عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اور بہن بھائی حضرت عبد اللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس شکایت لے کر آئے کہ عبد اللہ تستری اپنی ساری دولت راہ خدا میں فقیروں اور محتاجوں پر خرچ کر رہا ہے۔ ہمیں خطرہ ہے وہ خود فقیر ہو کر نہ رہ جائے۔ حضرت ابن مبارک نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی تو انہوں نے جواب دیا: اگر ایک شخص شہر چھوڑ کر دیہات میں آباد ہونا

چاہتا ہو تو کیا وہ شہر میں اپنی کوئی چیز چھوڑے گا؟

حضرت ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: نہیں اس پر عبد اللہ تستری نے کہا: بس اسی طرح سمجھ لیں میں دنیا چھوڑ کر آخرت کی طرف جا رہا ہوں جہاں مجھے ہمیشہ رہنا ہے پھر میں دنیا میں اپنی کوئی چیز کیوں چھوڑ دوں؟

ایک عقلمند انسان جسے اپنی آخرت کی فکر ہوتی ہے۔ وہ دنیا میں اتنی ہی دلچسپی لیتا ہے جتنی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ دولت جمع کرنے کی فکر میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتا' اور آخرت کی تیاری میں زیادہ وقت صرف کرتا ہے' کیونکہ وہاں اسے ہمیشہ رہنا ہے۔ دنیا کی زندگی اس کے واسطے عمل کرنے اور اپنی عاقبت سنوارنے کی ایک مہلت ہے جو اسے اللہ کی طرف سے عطا کی گئی۔ یہ ہمیشہ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ ایک فارسی شاعر صائب اصفہانی نے کیا خوب کہا ہے:

صائب فراز عرش طلب کیں متاع خاک
منزل گہست لیک مقام نشست نیست

(صائب! عرش کی بلندیوں تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ یہ دنیا سفر کی ایک درمیانی منزل ہے' یہاں مستقل قیام کی اجازت نہیں ہے۔

جنت کے مقابلہ میں زمین کی ناگوار بو کا اثر

حضرت ضحاکؒ بیان کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے آدم اور حوا علیہما السلام کو زمین پر اتارا وہ زمین کی بو کی وجہ سے چالیس روز تک بے ہوش رہے' کیونکہ جنت کی خوشبو کے مقابلہ میں جہاں وہ اب تک رہے تھے زمین کی بو ان کے دماغ کو بہت ناگوار محسوس ہوتی تھی۔

ایک روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص آخرت کی دائمی زندگی کا یقین و اعتقاد رکھتے ہوئے بھی اس فانی دنیا کی تعمیر میں لگا رہتا ہے۔''

آخرت کی رغبت

حضرت جابر ابن عبد اللہؓ روایت کرتے ہیں: ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ کہ اچانک ایک خوبصورت شخص آیا جس کے سر کے بال عمدہ طریقے سے سنوارے ہوئے تھے۔ جسم پر صاف ستھرا سفید لباس تھا۔ السلام علیکم کہہ کر مجلس میں آیا۔ آپ ﷺ نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ فرما کر اس کے سلام کا جواب دیا۔ اور وہ مجلس میں آ کر حضور کے قریب (سامنے) بیٹھ گیا' اس کے

بعد اس شخص نے آپ ﷺ سے سوال شروع کر دیے اور آپ ﷺ اسے جواب دیتے رہے۔

پہلا سوال: دنیا کیا ہے؟

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: (دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کہ) ایک آدمی سوتے ہوئے خواب دیکھتا ہے۔ یہاں کے رہنے والے اپنے اعمال کی جزا پائیں گے یا گناہوں کی انہیں سزا ملے گی۔

دوسرا سوال: آخرت کیا ہے؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: وہ ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی ہے۔ وہاں کچھ لوگ جنت میں عیش و آرام سے رہیں گے اور کچھ لوگ جہنم میں اپنے گناہوں کی سزا پائیں گے۔

تیسرا سوال: جنت کیا ہے؟

جواب: اس دنیا کے نیک اعمال کا بدلہ۔ اس دنیا کی محبت میں نہ پھنسنے والوں کو وہاں انعامات سے نوازا جائے گا اور عیش و آرام سے وہاں رہیں گے۔

چوتھا سوال: جہنم کیا ہے؟

جواب: اس دنیا میں کی گئی بداعمالیوں کا بدلہ ہے۔ اس دنیا کی محبت میں مگن رہنے والوں کو وہاں مسلسل عذاب برداشت کرنا ہوگا۔

پانچواں سوال: اس (آپ ﷺ کی) امت کے خوش نصیب لوگ کون ہیں؟

جواب: جو اللہ کے احکام کی پابندی اور نیک عمل کریں۔

چھٹا سوال: اس دنیا میں انسان کس طرح رہے؟

جواب: جیسے کوئی قافلہ کے ساتھ چلنے والا مسافر قافلہ کے ساتھ چلتا ہے۔

ساتواں سوال: یہاں (دنیا میں) کتنی دیر ٹھہر سکتا ہے؟

جواب: جتنا ایک سانس لینے کے لیے ایک پیچھے رہ جانے والا مسافر سانس لے کر پھر آگے بڑھتا ہے تاکہ قافلہ میں شامل ہو جائے۔

آٹھواں سوال: دنیا اور آخرت میں کتنا فاصلہ ہے؟

جواب: جتنا پلک جھپکنے میں۔

راوی (حضرت جابر ؓ) کہتے ہیں: پھر وہ شخص اچانک اٹھ کر چلا گیا اور کسی کو نظر نہ آیا۔ کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ جبرائیل تھے۔ تمہیں دنیا سے اجتناب اور

آخرت کی رغبت کی تعلیم دینے آئے تھے۔" کہتے ہیں: کسی شخص نے حضرت ابراہیم ؑ سے پوچھا: آپ کو اللہ نے کن خوبیوں کی وجہ سے اپنا دوست بنالیا ہے؟

حضرت ابراہیم نے جواب میں فرمایا: ان تین باتوں کی وجہ سے۔

۱۔ میں نے ہر معاملہ میں اللہ کی رضا (خوشی) کو مدنظر رکھا۔

۲۔ میں کبھی اپنی روزی کے لیے فکر مند نہ ہوا' کیونکہ اس کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے۔

۳۔ میں ہمیشہ مہمان کے ساتھ کھانا کھاتا ہوں۔

ایک بزرگ کا قول ہے: دل کی زندگی چار چیزوں سے وابستہ ہے:

(۱) علم (۲) رضائے الٰہی (۳) قناعت (۴) صبر (۵) زہد (تقویٰ)

۱۔ علم، خدا کی پہچان سکھاتا ہے اور انسان اپنے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوششوں میں لگ جاتا ہے۔

۲۔ رضا اسے قناعت تک پہنچا دیتی ہے۔

۳۔ قناعت انسان کو (تقویٰ) تک پہنچا دیتی ہے۔

۴۔ زہد (تقویٰ) زہد کے ذریعے انسان میں یہ تین باتیں پیدا ہوتی ہیں۔

۱۔ دنیا کی حقیقت کو سمجھ کر دنیا کو چھوڑ دینا۔

۲۔ اللہ کی عبادت کا شوق اور اس کے آداب کا لحاظ۔

۳۔ آخرت کا شوق اور وہاں کی زندگی کی کامیابی کے لیے عملی محنت و کوشش کرنا۔

عقل سے محروم رہنے والے لوگ

حضرت یحییٰ ابن معاذ رازیؒ کہتے ہیں: حکمت (دانائی، عقل) آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ مگر وہ آدمی اس سے محروم رہتا ہے' جس کا دل ان چار برائیوں سے خالی نہ ہو۔

۱۔ دنیا اور اہل دنیا پر بھروسہ۔ خدا پر بھروسہ کرنے کی بجائے دنیا والوں سے امید لگالینا۔

۲۔ کل کی فکر: کھانے کے لیے کہاں سے آئے گا۔ حالانکہ رزق پہنچانا اللہ کی ذمہ داری ہے۔

۳۔ حسد: دوسرے کی دولت کو دیکھ کر حسد کرنا۔

۴۔ دنیاوی عزت: کے لیے ناجائز طریقے سے دوڑ دھوپ کرنا۔

عقل مند انسان

۱۔ اس سے قبل کہ دنیا اسے ٹھکرائے وہ دنیا کو ٹھکرا دے۔
۲۔ قبر تک پہنچنے سے پہلے قبر کی تیاری کر لے۔
۳۔ اللہ سے ملاقات (موت) سے پہلے اللہ کو راضی کر لے۔

حضرت علی ﷜ کہتے ہیں: جس نے یہ چھ باتیں اپنے اندر پیدا کر لیں وہ کامیاب ہے:

۱۔ اللہ کو پہچانا اور اس کے احکام کی پابندی کی۔
۲۔ شیطان کو پہچان لیا اور اس کی کوئی بات نہ مانی۔
۳۔ حق کو پہچانا اور اس کی پیروی کی۔
۴۔ باطل کو پہچانا اور اسے چھوڑ دیا۔
۵۔ دنیا کی حقیقت کو سمجھا اور اسے ٹھکرا دیا۔
۶۔ آخرت کو سمجھا اور اس میں کامیابی کی کوششوں میں لگ گیا۔

بد بخت آدمی

حضور ﷺ نے حضرت علی ﷜ کو بدبختی کی چار باتیں بتائیں۔

۱۔ آنکھیں خشک ہو جانا۔ حیا و شرم باقی نہ رہنا۔
۲۔ دل کا سخت ہو جانا۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسا شخص کسی پر رحم نہیں کھاتا۔
۳۔ دنیا کی محبت۔۔۔۔۔۔۔۔ ایسا آدمی آخرت کو بھول جاتا ہے۔
۴۔ لمبی امید۔۔۔۔۔۔۔۔ خدا کو بھول کر دنیا اور اہل دنیا سے ہر طرح کی امید وابستہ کر لینا۔

ایک دوسری روایت ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اگر دنیا کی حیثیت مچھر کے ایک "پر" کے برابر بھی ہوتی۔ اللہ اس میں سے کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی پینے کے لیے نہ دیتا۔"

دنیا کی حقیقت

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے راستہ میں بکری کے ایک مردہ بچے کو پڑا دیکھ کر فرمایا: دنیا والوں کی نگاہ میں بکری کا یہ مردہ بچہ بالکل حقیر اور ناکارہ چیز ہے۔ خدا کی قسم! اللہ کی نظر میں دنیا اس سے بھی حقیر و بے قیمت ہے۔"

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

دنیا مسلمان کے لیے قید خانہ ہے۔ قبر اس کے لیے (ایک محفوظ) قلعہ ہے اور جنت اس کی (اصل) منزل ہے۔"

حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ "دنیا مومن و مسلمان کے لیے قید خانہ ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن اگر اس دنیا میں خوش حالی اور عیش و آرام کی زندگی بھی گزار رہا ہے تب بھی جب اسے موت آتی ہے اسے جنت کا منظر دکھایا جاتا ہے۔ اسے دیکھ کر دنیا کی آرام کی زندگی بھی اسے قید خانہ کی زندگی معلوم ہونے لگتی ہے۔

اسی طرح کافر کو موت کے وقت دوزخ کا نظارہ کرایا جاتا ہے تو وہ اس دنیا کو اپنے لئے جنت سمجھتا ہے۔

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے دنیا اور آخرت کو مثالیں دے دے کر سمجھایا ہے۔

اسی طرح بڑے بڑے فلسفی اور دانشوروں نے بھی مثالوں کے ذریعہ دنیا کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھنے والا ایک عقل مند آدمی دنیا کی زندگی میں کیسے مطمئن رہ سکتا ہے۔

لہٰذا ایک عقل مند انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان مثالوں پر غور و فکر کرتا رہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّیَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ.

(سورہ یونس۔ ۲۴)

"دنیا کی زندگی کی مثال ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا۔ وہ زمین کی ان نباتات میں پھیل گیا جنہیں انسان اور حیوان خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جب زمین سرسبز ہو گئی اور کھیتی پک کر تیار ہو گئی اور زمین کے مالکوں نے سمجھا کہ اب وہ کھیتیوں کو کاٹ لیں گے اچانک (اہل زمین کی نافرمانیوں کی بدولت)

ہمارا حکم (عذاب) رات میں یا دن میں آیا اور ہم نے اسے اس طرح برباد کردیا۔ کہ (ادھر آکر) دیکھنے والا سمجھتا ہے یہاں کل کچھ تھا ہی نہیں۔ اسطرح غوروفکر کرنے والوں کے لیے ہم اپنی (قدرت کی) نشانیاں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔"

عقل مند آدمی کو اس بات پر غور کرنا چاہیے۔ جس طرح یہ کھیتی پوری طرح تیار ہونے کے بعد اچانک کسی آسمانی آفت سے تباہ ہوگئی اسی طرح انسان کی زندگی بھی قدرت کے اشاروں اور حادثات کی زد میں ہے اور موت کسی وقت بھی اس زندگی کا خاتمہ کرسکتی ہے۔

ایک حدیث میں ہے شام سے کچھ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ان سے وہاں کے حالات اور پیداوار کے بارے میں دریافت فرمایا: انہوں نے وہاں کے کھانوں اور خوراک کی تفصیل بتائی اور بتایا کہ ہم عمدہ عمدہ کھانے کھاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا "وہ کھانے پیٹ میں جانے کے بعد کیا بنتے ہیں؟"

انہوں نے جواب دیا: آپ ﷺ بھی جانتے ہیں وہ فضلہ بن جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بس یہی مثال دنیا کی ہے"

حضرت یحیٰ ابن معاذ رازی کہتے ہیں: دنیا اللہ کی کاشتکاری کی زمین ہے۔ انسان اس کی کھیتی ہیں۔ موت درانتی ہے۔ موت کا فرشتہ اس کا کاٹنے والا ہے۔ قبرستان اس کا کھلیان ہے قیامت کا میدان اس فصل کے غلہ کو ڈھیر کرنے کی جگہ ہے۔ جنت و دوزخ اس اچھے برے غلہ کو ذخیرہ کرنے کی جگہ ہے۔ اچھا غلہ جنت میں رکھا جائے گا۔ خراب اور ناکارہ غلہ دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

ایک روایت ہے: حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: بیٹا! یہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے جس میں بہت سے انسان ڈوب کر ہلاک ہوچکے ہیں۔ "تم تقویٰ" کو اپنی کشتی بنالو۔ اس کے ذریعہ پار اتر جاؤ گے۔ یعنی تمہیں آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی۔

کسی شاعر نے کہا ہے:

اشعار کا ترجمہ: (۱) اللہ کے کچھ ایسے خاص ہوشیار بندے تھے۔ جو دنیا کے فتنوں سے بچتے ہوئے گزر گئے۔

۲۔ انہوں نے دنیا کو غور سے دیکھا۔ انہیں پتہ چل گیا یہ زندہ دل اور باہوش لوگوں کے رہنے

کی جگہ نہیں ہے۔

۳۔ انہوں نے اپنے اعمال سے ایک کشتی تیار کی اور دنیا کے سمندر کی موجوں کے جال سے نکل گئے۔

اے انسان! اس سفر میں نیک اعمال تیری پونجی (سرمایہ) ہے جسے اپنی تقویٰ کی کشتی میں رکھ کر لے جاسکتا ہے اور اعمال صالحہ کا شوق تیرا نفع ہے۔ دن اس (دنیا کے) سمندر کی موجیں ہیں۔ توکل (خدا پر بھروسہ) اس کا بادبان اللہ کی کتاب (قرآن) اور رسول ﷺ کی سنت (حدیث) تیرے رہبر ہیں۔ نفس کو خواہشات سے بچا کر رکھنا اسکی رسیاں (کشتی ساحل پر پہنچ جائے تو اسے رسیوں سے باندھ دیتے ہیں۔)

موت اس کا ساحل اور قیامت کا میدان تجارت گاہ ہے۔ جہاں تجھے پہنچنا ہے اس تجارت گاہ کا مالک اللہ ہے۔

حضرت فضیل ابن عیاض کہتے ہیں: ہم نے سنا ہے قیامت کے روز دنیا بن سنور کر اٹھلاتی ہوئی آئے گی اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گی۔ پروردگار! مجھے بھی اپنے کسی نیک بندے کا گھر بنا دے۔ اللہ تعالیٰ اسے جواب دے گا۔ میں تجھے اپنے کسی نیک بندے کا گھر بنانا نہیں چاہتا۔ جا۔ دفع ہو اور مٹی بن کر ہوا میں اڑتی پھر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں! قیامت کے روز دنیا کو ایک جنگلی چڑیل کی شکل میں اللہ کی بارگاہ میں لایا جائے گا۔ جو بھی اسے دیکھے گا نفرت سے منہ پھیر لے گا۔ اللہ اسے لوگوں کے سامنے لا کر پوچھے گا۔ تم اسے پہچانتے ہو؟ لوگ کہیں گے خدا اس کی صورت نہ دکھائے۔ پہچاننا تو دور کی بات ہے۔ اللہ کہے گا یہ وہی دنیا ہے جس کے حاصل کرنے پر تم فخر کیا کرتے تھے اور اس کے واسطے آپس میں لڑا کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے: دنیا کو جب جہنم میں پھینکا جائے گا وہ کہے گی: پروردگار وہ لوگ کہاں ہیں جو مجھ پر جان دیا کرتے تھے؟ چنانچہ ان کو بھی اس کے ساتھ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔

یہ دنیا کا جہنم میں ڈالا جانا بھی ایسا ہی ہوگا جیسا کہ بتوں کو بھی ان کے پجاریوں کے ہمراہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تاکہ ان کو عبرت اور حسرت وافسوس ہو کہ جن کی ہم پوجا کرتے تھے وہ تو خود بھی ہمارے ساتھ جہنم کا ایندھن بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ، اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ.

(سورہ انبیاء، ۹۸)

"تم اور جن کو تم نے اللہ کو چھوڑ کر معبود بنایا ہوا تھا سب جہنم کا ایندھن ہو۔ تم سب وہاں (جہنم میں) پہنچنے والے ہو۔"

لہٰذا ایک مسلمان کو ان آیات پر غور کرتے ہوئے ایسی باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسے چاہیے صرف ایک خدا کی عبادت کرے اور ایسی تمام باتوں سے باز رہے۔ جن میں غیر اللہ پرستی کا شبہ ہو سکتا ہو۔ اسی اوثان پرستی میں قبر پرستی بھی شامل ہے۔ دنیا دار العمل ہے۔ یہاں رہ کر نیک اعمال کے ذریعہ اپنی عاقبت کو سنوارنا ہے اور سفر آخرت کی تیاری کرنا ہے دنیا سے اتنا ہی تعلق رکھا جائے جتنا ضروری ہو فضول دولت جمع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں جسے یہیں چھوڑ کر چلے جانا ہے۔ دنیا میں رزق دینے کا وعدہ اللہ نے کر رکھا ہے جو بسا اوقات انسان کو ہاتھ پیر ہلائے بغیر بھی مل جاتا ہے۔ لیکن آخرت کا اجر و ثواب بغیر عمل اور بغیر محنت کے نہیں ملے گا اور یہ عمل و محنت اس زندگی میں کرنی ہے۔ آخرت میں اس عمل کا بدلہ ملے گا۔ ایک روایت میں ہے: حضرت عیسیٰ نے فرمایا "حیرت ہے تم دنیا کے لیے محنت میں جتے رہتے ہو جبکہ یہاں تمہیں بغیر عمل و محنت کے بھی روزی میسر آجاتی ہے اور آخرت کے واسطے کچھ نہیں کرتے جہاں محنت و عمل کے بغیر تمہیں کچھ نہیں ملے گا۔"

دنیا طلبی میں انسان کو ان تین مصیبتوں سے واسطہ پڑتا ہے

حضرت ابو عبیدہ اسدی نے حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کے دل پر دنیا کی محبت چھا جاتی ہے اس کے اندر یہ تین چیزیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

۱۔ (دنیاوی کاموں میں) ایسی مصروفیت جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔

۲۔ ایسی امید جو کبھی پوری نہیں ہوتی۔

۳۔ ایسی حرص جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

دنیا طالب بھی ہے اور مطلوب بھی اور آخرت بھی طالب ہے اور مطلوب بھی۔ جو آخرت کا طالب ہوتا ہے دنیا اس کے پیچھے دوڑتی ہے اور اسے روزی پہنچاتی رہتی ہے۔ اور جو دنیا کا طالب ہوتا ہے آخرت اس کی طالب ہوتی ہے اور موت آکر اچانک اسے اٹھا کر لے جاتی

ہے" (یعنی دنیا کے لیے اس کی ساری دوڑ دھوپ بے نتیجہ رہتی ہے)

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: حضور ﷺ! سب سے بڑا متقی (برگزیدہ پرہیزگار) کون ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ جو اپنی قبر کو یاد کرتا رہے اپنے بڑھاپے سے خوف زدہ ہو۔ بے فائدہ دنیا کے پیچھے نہ دوڑتا پھرے۔ دنیا کی فضول زیب و زینت کو چھوڑ دے۔ دنیا پر آخرت کو ترجیح دے اور خود کو آخرت کی راہ کا مسافر سمجھے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں: ہم نے چار چیزیں حاصل کرنے کی کوشش کی مگر غلط طریقہ سے۔

(۱) **اصل غنا:** غنا (بے نیازی): ہم نے سمجھا غنی: مال و دولت سے حاصل ہوتی ہے۔ حالانکہ اصل طریقہ یہ تھا کہ ہم اسے صبر و قناعت سے حاصل کرتے۔ مطلب یہ کہ ایک بھوکا آدمی اگر صبر کرلے تو لوگ اسے غنی اور دولت مند ہی سمجھتے ہیں۔ اور اسکی عزت قائم رہتی ہے۔

(۲) **اصل آرام و راحت:** ہم نے سمجھا کہ زیادہ مال و دولت سے راحت و آرام ملتا ہے لیکن یہ غلط ہے اصل راحت و آرام تھوڑے مال سے یعنی بہ قدر ضرورت مال پر صبر کر لینے سے حاصل ہوتا ہے۔

(۳) **اصل عزت:** ہم نے سمجھا لوگ ہماری عزت کریں تو ہم عزت دار لوگ کہلائیں گے۔ لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ اصل عزت تقویٰ اختیار کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ "ان اکرمکم عند اللہ اتقکم"۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرلے اور پرہیزگار بن کر زندگی گزارے۔

(۴) **اصل نعمت:** ہم نے سمجھا اچھا کھانا اور اچھا لباس نعمت ہے۔ لیکن اصل نعمت اسلام ہے (کہ ہم مسلمان ہیں) دوسری نعمت یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ہمارے گناہوں اور عیوب کی پردہ پوشی ہوتی ہے۔

ہر وقت دنیا کی فکر میں رہنے والے کی مصیبتیں

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح بیدار ہوتے ہی دنیا کی فکر میں لگ جائے۔ اللہ اس کے دل کو ان تین مصیبتوں میں ڈال دیتا ہے۔

۱۔ غم اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔

۲۔ مصروفیت اسے سر اٹھانے کی فرصت نہیں دیتی۔

۳۔ غربت (محتاجی) جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود ﷜ کہتے ہیں: ہر انسان آج (آج کے دن) کا مہمان ہے یا آج کے ہاتھوں میں دی ہوئی امانت ہے' مہمان کو رخصت ہونا ہے' اور امانت اس کے اصل مالک کو واپس کر دی جائے گی۔

حضرت فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تمام برائیاں اور گناہ ایک کمرہ میں بند ہیں۔ اس کمرہ کی چابی دنیا کی محبت ہے۔ جو دنیا سے محبت کرے گا وہ ان برائیوں اور گناہوں میں پھنس جائے گا۔

اسی طرح تمام اچھائیاں اور اچھے اعمال ایک کمرے میں بند ہیں۔ اس کمرے کی چابی تقویٰ (پرہیزگاری) ہے۔ جو تقویٰ اختیار کرے گا وہ یہ سب اچھے اعمال بھی کرے گا۔

مال و دولت آزمائش ہے

حضرت انس ابن مالک ﷜ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کو دولت دیتا ہوں تو وہ خوش ہو جاتا ہے' حالانکہ یہ دولت اسے مجھ سے دور کر دے گی' اور جب میں بندے پر تنگدستی اور غربت ڈالتا ہوں وہ غمگین ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہ غربت اسے میرے قریب کر سکتی ہے۔ اس طرح کہ اپنی ضروریات وہ اللہ سے طلب کرے۔

''اَیَحۡسَبُوۡنَ اَنَّمَا نُمِدُّہُمۡ بِہٖ مِنۡ مَّالٍ وَّ بَنِیۡنَ o نُسَارِعُ لَہُمۡ فِی الۡخَیۡرٰتِ ؕ بَلۡ لَّا یَشۡعُرُوۡنَ.

(سورہ مؤمنون. ۵۶)

''کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو مال و دولت اور اولاد انہیں دے رہے ہیں یہ ان کے واسطے کوئی اچھی بات ہے۔ یہ لوگ (ہماری اصل منشاء) سمجھ نہیں پا رہے۔''

اس دولت و اولاد کی نعمت کے ذریعہ ہم ان کی آزمائش کر رہے ہیں۔

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں: ایک روز رسول اللہ ﷺ حضرت ابوذر ﷜ کا ہاتھ تھامے ہوئے باہر تشریف لائے' اور فرمایا اے ابوذر! تیرے سامنے ایک دشوار گزار گھاٹی

ہے۔ اس پر وہی لوگ چڑھ سکتے ہیں جو ہلکے پھلکے اور کم سامان والے ہوں۔''

حضرت ابوذر ﷜ نے پوچھا: حضور ﷺ! میں ہلکے پھلکے لوگوں میں سے ہوں یا بھاری بوجھ والوں میں؟

آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: تمہارے پاس آج کی خوراک ہے؟''

انہوں نے کہا: ہاں ہے۔

پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کل کی خوراک ہے؟''

انہوں نے جواب دیا: ہاں ہے۔

پھر آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: پرسوں کی خوراک؟''

انہوں نے کہا: نہیں۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر تمہارے پاس تین دن کی خوراک ہوتی' تو تم بوجھل لوگوں میں شمار ہوتے۔

تنگدستی اور آزمائش کے وقت صبر کرنا

حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''اے لڑکے میں تمہیں ایسی باتیں بتادوں جن سے اللہ تمہیں نفع بخشے؟''

ہمیشہ اللہ کو یاد رکھو

میں نے عرض کیا: ضرور بتائیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اللہ کو یاد کرتے رہو۔ وہ ہر وقت تمہارے سامنے ہوگا خوشحالی کے دنوں میں (صدقہ وخیرات کر کے) اللہ سے اپنا تعارف کرادو۔ وہ تنگدستی میں تمہیں پہچان لے گا (تمہاری مدد کرے گا) کچھ مانگنا ہو تو اللہ سے مانگو۔ مدد چاہو تو اللہ سے چاہو۔ جو کچھ ہونا ہے (تقدیر کا) قلم اسے لکھ چکا ہے۔ (اب) اگر پوری دنیا بھی تمہیں (ایسا) نفع پہنچانا چاہے جو تمہاری تقدیر میں نہیں تو نہیں پہنچا سکتی۔ (اسی طرح) تمہیں پوری دنیا ایسی تکلیف تمہیں پہنچانا چاہے جو اللہ نے تمہاری تقدیر میں نہیں لکھی نہیں پہنچا سکتی۔ عمل کرتے رہو اور اللہ کا شکر کرتے رہو اور اسی پر یقین واعتماد رکھو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے جو صبر تمہیں ناگوار محسوس ہوتا ہے۔ اس میں بڑی خیر وبرکت ہے۔ (ہر مقصد میں) کامیابی صبر سے ہوتی ہے۔ تکلیف کے بعد راحت ہے اور سختی کے بعد آسانی۔''

تقریباً پچاس مستند اہل علم نے یہ پانچ باتیں حضرت علی ؓ سے منسوب کرتے ہوئے لکھی ہیں۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: لوگو! میری یہ پانچ باتیں یاد کرلو۔

گناہوں سے بچنا

۱۔ گناہوں سے بچتے رہو۔ ان کی وجہ سے اللہ ناراض ہوجاتا ہے۔

امید صرف اللہ سے رکھو

۲۔ ہر امید اللہ سے رکھو۔ اس کے سوا کوئی تمہاری امید پوری کرنے والا نہیں۔

جو مسئلہ معلوم نہ ہو معلوم کرلینا چاہیے

۳۔ جس بات یا مسئلہ کے بارے میں تمہیں معلومات حاصل نہیں۔ ان کے معلوم کرنے میں عار (شرم) محسوس نہ کرو۔ بلکہ کسی عالم سے معلوم کرلو۔

مسئلہ بتانے والے کو اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو معذرت کرے

۴۔ اگر کسی شخص (یا عالم) سے کوئی ایسی بات معلوم کی جائے جس کا اسے علم نہیں' اسے اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے شرمانا نہیں چاہیے۔

صبر کی حیثیت

۵۔ صبر کی حیثیت تمام معاملات میں ایسی ہے جیسے جسم کے اوپر سر کی۔ اگر سر جسم سے جدا کردیا جائے سارا جسم ختم ہوجائے گا۔

اس کے بعد حضرت علی ؓ نے فرمایا: عالم وہ ہے: جو لوگوں کو اللہ کی عنایت ورحمت سے مایوس وناامید نہ کرے۔ لیکن ساتھ ہی وہ ان کو اللہ کی گرفت سے بے خوف بھی نہ کردے۔ لوگوں کو واضح طور پر بتائے: گناہ گناہ ہے۔ اس پر ملمع سازی کرکے گناہ کو حسین بنا کر پیش نہ کرے۔ جو صرف متقی اور پرہیزگار لوگوں کو ہی جنت کا ٹھیکیدار نہ بنادے۔ نہ ہی بلا سوچے سمجھے تمام گناہ گاروں کو دوزخ میں پھینکتا رہے۔ گناہ گاروں کو گناہ سے بچنے کے طریقے بتائے انہیں توبہ واستغفار کی تعلیم دے۔ اور جنت ودوزخ۔ کا فیصلہ اللہ پر چھوڑ دے۔ کیونکہ آخری فیصلہ اسی کے اختیار میں ہے۔

اس امت کے اچھے لوگ (بزرگانِ دین' اولیاء اللہ' صلحاء وعرفاء) کبھی اللہ کے عذاب سے بے خوف ہوکر نہ رہے۔ وہ ہمیشہ توبہ واستغفار کرتے رہے۔ اور خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ. (سورہ اعراف۔ ۹۹)

''اللہ کی گرفت سے بے خوف رہنے والے (آخرت میں) نقصان اٹھائیں گے۔

اور اس کی رحمت وعنایت سے بھی صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

إِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَّوْحِ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ. (سورہ یوسف۔ ۸۷)

''اللہ کی عنایت ورحمت سے صرف کافر ہی مایوس ہوتے ہیں۔''

صبر کا درجہ

حضرت یزید رقاشیؒ کہتے ہیں: جب ایک نیک بندے کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے نماز اس کے دائیں جانب اور زکوٰۃ بائیں طرف کھڑی ہو جاتی ہے' احسان اس پر سایہ کر لیتا ہے اور صبر کہتا ہے: اپنے اس ساتھی کو ہر صورت عذاب سے بچانا ہے اگر تم میرے ساتھ رہو تو ٹھیک ہے ورنہ میں تنہا ہی اسے عذاب سے بچالوں گا۔"

اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ" (سورہ زمر۔ ۱۰)

صبر کرنے والوں کو بے حد وحساب اجر وثواب دیا جائے گا۔

حضرت محمد ابن مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے شکوہ کرتے ہوئے کہا: حضور ﷺ! میرا سارا مال برباد ہو گیا اور مجھے بیماری نے گھیر لیا۔

حضور ﷺ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: (بندۂ خدا!) وہ بھی کوئی آدمی ہے جو نہ کبھی بیمار ہو نہ اسے کبھی کوئی مالی پریشانی لاحق ہو۔ صبر کرو" اللہ جب اپنے کسی بندہ سے محبت کرتا ہے اس طرح اس کی آزمائش کرتا ہے اور آزمائش کرتا ہے تو صبر کی قوت بھی عطا کرتا ہے۔" (اگر وہ صبر کرلے تو اس کے اجر وثواب میں بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔)

حضرت علیؓ کہتے ہیں: جس شخص کو کسی ظالم حکمران نے بے گناہ قید کر دیا اور وہ قید میں مر گیا' وہ شہید ہے۔ اگر اسے سزا کے طور پر مارا اور وہ مر گیا وہ بھی شہید ہے۔ ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر اللہ نے آخرت میں اپنے کسی بندے کا کوئی خاص درجہ متعین کر دیا ہے اور بندہ اپنے عمل کے ذریعہ اس مرتبہ تک نہ پہنچ سکا تو اسے کسی جسمانی بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے اور اس پر ثواب دے کر اس مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔"

"من یعمل سوٗا یجز به" (سورہ نساء۔ ۱۲۳)

"جو برا عمل کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! اب ہمارے واسطے خوشی ومسرت کی کونسی گنجائش رہ گئی ہے۔ جب چھوٹی موٹی بھول چوک پر بھی سزا کی تنبیہ آ گئی؟ اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ابو بکرؓ! اللہ تم پر رحم کرے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے: جب تمہیں بیماری یا کسی مالی پریشانی سے تکلیف ہوتی ہے یہ تمہارے گناہوں کا

کفارہ ہے۔" (اس طرح گویا دنیا ہی میں بیماری جیسی سزا دے کر خاص بندوں کو گناہوں سے پاک کر دیا جاتا ہے)

درج بالا روایات واحادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ کسی بندے کو اس وقت تک کوئی اعلیٰ درجہ اور مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک صبر ورضا کی منزل سے نہ گزرے چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ کو صبر کی تلقین کی جا رہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل.

"آپ بھی اسی طرح صبر کریں جس طرح بڑے بڑے صاحب حوصلہ رسول صبر کرتے رہے ہیں۔"

اللہ والوں کا صبر

حضرت خباب ابن ارتؓ روایت کرتے ہیں: ایک موقعہ پر ہم نے کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آ کر آپ ﷺ سے کفار کے مظالم کی شکایت کی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ ہمارے واسطے اللہ سے دعا نہیں کریں گے کہ وہ ہماری مدد کرے۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا (اور ناراض ہوئے) فرمایا: "تم سے پہلی امتوں میں لوگ ایک خدا پرست کو پکڑ کر لاتے اس کے سامنے اس کی قبر کھودتے اور آرے سے چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیتے۔ مگر اتنی کڑی سزا دیکھ کر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرے۔" (یعنی جس طرح ان لوگوں نے صبر و برداشت سے کام لیا تم بھی صبر کرو۔)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے روز ایک ایسے شخص کو جس کی تمام دنیوی زندگی عیش وآرام میں گزری خداوند تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا اور تھوڑی دیر اسے جہنم کی آگ میں ڈال کر نکال لیا جائے گا۔ اس کے بعد اس سے پوچھا جائے گا۔ تجھے کبھی آرام وسکون کی زندگی بھی نصیب ہوئی؟ وہ جواب دے گا: مجھے کبھی آرام نہیں ملا میں تو ہمیشہ سے اس مصیبت میں مبتلا ہوں۔

پھر دنیا کے ایک سب سے غریب اور مصیبت زدہ آدمی کو تھوڑی دیر کے واسطے جنت میں بھیجا جائے گا اور واپس بلا کر پوچھا جائے گا تجھ پر کبھی کوئی مصیبت وپریشانی بھی آئی؟ وہ کہے گا: بھی نہیں میں تو ہمیشہ سے اسی عیش آرام میں ہوں" یعنی دوزخ کے عذاب کو دیکھ کر کافر دنیا

کے عیش و آرام کو بھول جائے گا اور دنیا میں مصیبت جھیل کر جانے والے کو جنت کی ایک جھلک
دیکھ کر دنیا کے غم اور مصیبت یاد نہیں رہے گی۔

حضرت ابن عباس ﷺ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز سب سے
پہلے جنت میں اللہ کے ان نیک بندوں کو داخل کیا جائے گا جو رنج و خوشی تنگدستی و خوش حالی میں
اللہ کا شکر ادا کرتے اور اس کی حمد و ثنا کرتے رہے۔''

لہٰذا بندے کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا رہے مصیبت و پریشانی کے وقت صبر
کرے اور سمجھے کہ اللہ نے کسی اور بڑی مصیبت کو مجھ سے ٹال دیا ہے جو میری برداشت سے باہر
تھی اس کے مقابلہ میں یہ بہت ہلکی مصیبت ہے۔ اس پر وہ اللہ کا شکر اور اس کی حمد و ثنا کرے۔ اس
سلسلہ میں مسلمانوں کو خاص طور پر مصیبت و پریشانیوں سے گھبرانا نہ چاہیے کیونکہ مصائب جھیلنا
ہمارے نبی ﷺ کی سنت ہے آپ ﷺ نے عرصہ تک کفار مکہ کے ظلم و ستم برداشت کئے تھے۔

حضرت ابن عباس ﷺ روایت کرتے ہیں: انبیائے سابقین میں سے ایک نبی نے اللہ
سے شکوہ کیا: پروردگار! تیرا ایک مومن بندہ تیری عبادت کرتا تیرے احکام کی پابندی کرتا ہے۔
گناہوں سے بچتا ہے اور تیری نافرمانی نہیں کرتا ہے مگر اسی سے تو دنیا چھین لیتا ہے اور نئی نئی
آزمائشوں میں ڈالتا رہتا ہے' اور کافر جو تیری نافرمانی کرتا ہے۔ نڈر اور بے خوف ہو کر گناہ کرتا
ہے اس کو خوشحال رکھتا اور کسی طرح کی آزمائش و پریشانی میں بھی اسے نہیں ڈالتا۔

اللہ نے اس نبی کو وحی کے ذریعہ بتایا: میں جن کو مصیبت میں ڈالتا ہوں وہ میرے خاص
بندے ہوتے ہیں۔ وہ میری طرف سے بھیجی گئی مصیبت و پریشانی ہنسی خوشی برداشت کر لیتے ہیں۔
اور ہر حال میں میرا شکر ادا کرتے اور حمد و ثناء کرتے رہتے ہیں۔ میں ان پر جو آزمائشیں اور
مصیبتیں ڈالتا ہوں وہ ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ قیامت کے روز جب وہ
میرے سامنے آئیں گے ہر گناہ سے پاک ہوں گے۔ اور میں ان کے اچھے اعمال کا بدلہ دے کر
انہیں اعلیٰ درجات پر فائز کر دوں گا۔

اور کافر کو اس لئے خوش حال رکھتا ہوں اور اس پر کوئی مصیبت بھی نہیں ڈالتا کہ وہ تو ہے ہی
نافرمان اس کے گناہوں کا پلڑا اتنا بھاری ہو جائے کہ پوری طرح جہنم کا مستحق ٹھہرے۔ یہاں
جب وہ آئے گا اسے اس کے گناہوں کے مطابق سزا دی جائے گی۔''

حضرت انس ابن مالک ﷺ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ کسی
بندے سے بھلائی کرنے کا ارادہ کرتا ہے یا اسے گناہوں سے پاک صاف کرنا چاہتا ہے۔ اس
پر پے در پے آزمائشیں اور مصیبتیں ڈالتا ہے۔

اور جب وہ بندہ اللہ کو پکارتا ہے فرشتے کہتے ہیں: پروردگار! یہ تو کوئی جانی پہچانی آواز ہے
اور وہ دوبارہ اے یارب کہہ کر پکارتا ہے اللہ اس کے جواب میں کہتا ہے: ہاں میں تیرے سامنے
موجود ہوں تو خوش نصیب ہے۔ آ جو تو مانگے گا میں دوں گا۔ یا تیری کسی مصیبت کو ٹال دوں گا اور
آخرت میں تیرے واسطے بہتر صورت میں اجر و ثواب جمع کر دوں گا۔ جو تجھے دنیا میں دیئے جانے
والے اجر سے بہت بہتر ہوگا۔ پس جب قیامت کے دن لوگوں کو ان کی نماز روزہ زکوٰۃ حج جیسے
اعمال کا ثواب ان کے میزان میں تول کر دیا جائے گا۔ لیکن مصائب برداشت کر لینے والوں کے
اعمال کو میزان میں نہیں تولا جائے گا نہ ان کا اعمال نامہ کھول کر دیکھا جائے گا۔ ان پر اجر و ثواب کی
بھی اس طرح بارش ہوگی جیسے ان پر مصیبتیں پڑی تھیں اس وقت آرام و ستائش میں رہنے والے بھی
یہ تمنا کریں گے کاش! ہمارے جسم دنیا میں قینچیوں سے کاٹے جاتے۔ کہ آج ہم بھی ان مصیبت
برداشت کرنے والوں کی طرح اجر و ثواب کے مستحق ہوتے۔ جیسے کہ اللہ نے خود فرمایا ہے:

انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔

''صبر کرنے والوں کو بے حد حساب اجر و ثواب سے نوازا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے: پہلے زمانے میں ایک مومن اور ایک کافر ایک دریا پر مچھلی کا شکار
کرنے گئے کافر نے اپنے معبودان باطل کا نام لے کر دریا میں جال پھینکا پہلے ہی جال میں ڈھیر
ساری مچھلیاں پھنس گئیں اس طرح اس نے شام تک بہت سی مچھلیاں شکار کر لیں۔

ادھر مومن نے اللہ کا نام لے کر دریا میں جال ڈالا مگر اس کے جال میں کوئی مچھلی نہ آئی
اس طرح دن بھر کوشش کرتا رہا مگر ناکام رہا۔ شام کو غروب آفتاب کے وقت اس کے جال
میں صرف ایک مچھلی پھنسی جال پانی سے نکال کر مچھلی پکڑنی چاہی تو وہ بھی ہاتھوں سے پھسل کر پھر
دریا میں چلی گئی۔ نتیجہ یہ کہ وہ دن بھر میں کوئی مچھلی شکار نہ کر سکا اور خالی ہاتھ واپس لوٹا۔ جبکہ اس کا
ساتھی کافر بہت ساری مچھلیاں لے کر گھر لوٹا۔ اس مومن کے ساتھ جو نگران فرشتہ تھا وہ جب
آسمان پر پہنچا اس نے اللہ سے اس کا شکوہ کیا تو اللہ نے جنت میں اس مومن کا ٹھکانہ فرشتہ کو
دکھایا۔ اسے دیکھ کر فرشتہ نے کہا: جس مومن کا یہ مقام ہے اس کے واسطے دنیا کے مصائب و

مشکلات کوئی معنی نہیں رکھتے وہ دنیا میں جتنی بھی مشکلات برداشت کرلے آخرت میں اس کے واسطے ہر طرح کا عیش وآرام موجود ہے۔ اس کے بعد اللہ نے فرشتے کو دوزخ میں کافر کا ٹھکانہ دکھایا۔ اسے دیکھ کر فرشتے نے کہا بخدا! اسے دنیا میں جو عیش وآرام میسر ہے وہ ایک وقتی چیز ہے اسے یہاں آکر جو عذاب بھگتنا ہے وہ اتنا سخت ہے کہ دنیا کے عیش وآرام کی کوئی حقیقت ہی نہیں اس تھوڑے سے آرام کے نتیجہ میں اسے یہاں آخرت میں دائمی عذاب بھگتنا ہوگا۔

ایک روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ چار طرح کے لوگوں کے عذر کے جواب میں اپنے چار خاص بندوں کو بطور دلیل پیش کرے گا۔

۱۔ دولت مند یا سربراہان حکومت سے جب اللہ پوچھے گا: تم نے میری عبادت اور میرے احکام کی اطاعت کیوں نہیں کی؟ وہ یہ عذر پیش کریں گے ہمیں کاروباری مصروفیات یا حکومت کے معاملات میں الجھے رہنے کی وجہ سے اتنی فرصت ہی نہیں ملی کہ ہم تیری عبادت واطاعت کرسکتے۔

اللہ ان کے سامنے بطور دلیل حضرت سلیمان علیہ السلام کو پیش کرے گا اور کہے گا کیا تم اس شخص سے بھی زیادہ مصروف تھے جس کو ہم نے تمام روئے زمین کی حکومت دی۔ حتیٰ کہ ہوا کو بھی وہ اپنی مرضی کے مطابق پھیر لیتا تھا' اور ہوا اس کے تخت شاہی کو جہاں وہ چاہتا پہنچادیتی تھی۔ مگر اتنی وسیع سلطنت کا حکمران ہونے کے باوجود وہ ہماری اطاعت وعبادت سے غافل نہ رہا' اور ہماری بندگی کے تمام آداب پورے کرتا رہا۔

۲۔ ایک غلام (ملازم) سے اللہ پوچھے گا: تونے میری عبادت واطاعت سے کیوں اعراض کیا؟
غلام یا ملازم کہے گا میری گردن میں مالک کے احکام کی پابندی کا پھندا تھا۔ اس کے کاموں سے مجھے اتنی فرصت ہی نہ ملتی تھی کہ تیری عبادت کے لیے وقت نکالتا۔ اللہ اس کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش کرے گا کیا تو ان سے بھی زیادہ مصروف تھا۔ یہ غلام تھے تب بھی میری عبادت کرتے رہے حکومت وسلطنت کے اختیارات ملے تب بھی انہوں نے ہماری اطاعت وفرمانبرداری سے منہ نہ موڑا۔

۳۔ غریب اور فقیر آدمی یہ عذر پیش کرے گا: میری غربت اور روزگار کی فکر نے اتنی مہلت نہ دی کہ میں تیری عبادت کرسکتا۔

اللہ ان کے سامنے دلیل کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش کرے گا۔ کیا تم ان سے بھی

زیادہ محتاج ومجبور تھے۔ انہوں نے ہر طرح کی مجبوریاں برداشت کیں مگر ہماری یاد سے غافل نہ رہے۔

۴۔ مریض سے پوچھا جائے گا تونے کیوں میری عبادت نہیں کی؟
مریض کہے گا میں بیمار تھا اس بیماری نے مجھے تیری یاد سے غافل کردیا۔ اس کے سامنے بطور دلیل حضرت ایوب علیہ السلام کو لایا جائے گا۔ کیا تو ان سے بھی زیادہ بیمار تھا یہ شدید بیمار تھے مگر یہ زبان سے ہمارا ذکر کرتے رہے۔

ان میں سے کسی کا کوئی عذر تسلیم نہیں کیا جائے گا اور ان کو اپنی نافرمانی کی سزا بھگتنی ہوگی۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم کسی حال میں بھی اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت سے غفلت نہ برتیں۔ اللہ کے نیک بندے قیامت کے روز خوش ہوں گے۔ کیونکہ وہ دولت وحکومت اللہ کی عطا کردہ نعمت سمجھتے ہوئے اس کا شکر ادا کرتے تھے۔ غریبی اور محتاجی ان کے لیے قرب الٰہی کا ذریعہ تھی بیماری کو وہ مصیبت نہیں بلکہ اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے تھے کہ اللہ ان کو گناہوں کی سزا بیماری کی صورت میں دے کر گناہوں سے پاک کررہا ہے تاکہ قیامت کے روز وہ اپنے رب کے سامنے پیش ہوتے وقت ہر طرح کے گناہوں سے پاک اور صاف ہوں۔

ایک روایت میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: لوگ غریبی اور محتاجی کو برا سمجھتے ہیں۔ مگر میں اسے پسند کرتا ہوں۔ لوگ موت سے بھاگتے ہیں میں اس سے پیار کرتا ہوں۔ لوگ بیماری سے ڈرتے ہیں میرے واسطے بیماری ایک پسندیدہ چیز ہے۔

۱۔ غریبی اور محتاجی کو اس لئے پسند کرتا ہوں کہ اس کی وجہ سے مجھے اپنے رب سے مانگنے کا موقع مل جاتا ہے۔
۲۔ موت سے اس لئے محبت کرتا ہوں کہ موت کے بعد اپنے رب سے ملاقات ہوجائے گی۔
۳۔ بیماری کو اس واسطے اچھا سمجھتا ہوں کہ اس کے ذریعہ میرے گناہ دھل جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا:
''جس شخص کو یہ تین چیزیں مل گئیں۔ اسے دونوں جہان کی دولت مل گئی۔''
(۱) تقدیر پر راضی رہنا: (جو کچھ اللہ نے تقدیر میں لکھ دیا وہ ٹھیک ہے۔)
(۲) مصیبت پر صبر کرنا: (اس طرح اللہ اپنے خاص بندوں کی آزمائش کرتا ہے اور

گناہوں کا کفارہ بھی ہو جاتا ہے۔)

(۳) خوش حالی میں اللہ کا شکر ادا کرنا: (اور اس کی یاد سے غافل نہ ہونا)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: ایک شخص ملاقات کے لیے حاضر ہوا اس وقت رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے آرام فرما رہے تھے: اس شخص نے پوچھا آپ کو کوئی تکلیف ہے؟ فرمایا: ہاں "بھوک کی وجہ سے کچھ کمزوری محسوس ہو رہی ہے۔"

وہ شخص واپس چلا گیا اور ایک باغ کے کنویں پر پانی نکالنے کی مزدوری کی جس کی اجرت میں اسے کچھ کھجوریں مل گئیں کھجوریں لے کر وہ دوبارہ آیا اور کھجوریں ہدیہ کے طور پر آپ کو پیش کر دیں۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: "تم نے یہ کام میری محبت کی وجہ سے کیا ہے؟" اس نے اقرار کیا: ہاں آپ ﷺ کی محبت ہی کی وجہ سے کیا ہے۔

فرمایا: "مجھ سے محبت کرنے والوں پر بلائیں اور مصیبتیں اس طرح آتی ہیں جیسے کسی پہاڑ کی بلندی سے سیلاب کا پانی نشیب میں گرتا ہے۔ تم اگر میری محبت میں سچے ہو تو ایسی بلاؤں کے واسطے تیار رہو۔"

حضرت عقبہؓ ابن عامر روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تم دیکھو کہ ایک شخص خدا کا نافرمان ہونے کے باوجود خوش حال ہے اور اللہ اسے ہر طرح کی نعمت سے نواز رہا ہے۔ سمجھ لو اسے ڈھیل دی جا رہی ہے۔" پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ. (سورہ انعام: ۴۴)

"پھر جب انہوں نے ہمارے ان احکام کو جن کی انہیں یاد دہانی بھی کرائی جاتی رہی تھی (بالکل ہی) بھلا دیا۔ ہم نے ان پر ہر طرح کی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے۔ یہاں تک کہ جب وہ نعمتیں پا کر خوشی میں مگن ہو گئے ہم نے انہیں اچانک دبوچ لیا اب وہ بے چارگی اور مایوسی میں تلملانے لگے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا: مصیبت کن لوگوں پر زیادہ آتی ہے؟

آپ ﷺ نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: نبیوں پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اور پھر

درجہ بدرجہ نیک لوگوں پر۔

کہا جاتا ہے یہ تین عمل نیکیوں کے خزانے ہیں:

۱۔ خاموشی سے کسی کو صدقہ دے دینا (کہ لوگوں کو پتہ نہ چلے)

۲۔ اپنی تکلیف کو چھپاتے رہنا۔ (مثلاً فاقہ و تنگ دستی)

۳۔ اور کسی ناگہانی مصیبت کو خاموشی سے برداشت کر لینا۔ اس سے آدمی کی عزت کا بھرم قائم رہتا ہے اور خدا بھی خوش ہوتا ہے۔

مصیبت انبیاء اور نیک لوگوں پر آتی ہے اور خوشحالی دنیا داروں پر

حضرت وہب ابن منبہ کہتے ہیں: میں نے ایک حواری (حضرت عیسیٰ کا پیروکار) کی کتاب میں لکھا دیکھا ہے: جب تم پر کوئی مصیبت آئے خوش ہو جاؤ تمہارے ساتھ نبیوں اور نیک لوگوں جیسا برتاؤ ہو رہا ہے اور خوشحالی آئے تو رویا کرو کہ تمہارے ساتھ دنیا داروں جیسا سلوک ہو رہا ہے۔

حضرت فتح موصلیؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ان کے گھر میں فاقے ہونے لگے تو ان کی زبان سے نکلا: پروردگار! کاش مجھے پتہ چل جائے۔ یہ خوش قسمتی کس عمل کی برکت سے میرے حصے میں آئی ہے؟

غریب آدمی جو نماز کا پابند ہو اور کسی کی غیبت نہ کرتا ہو قیامت کے روز حضور ﷺ کے ساتھ ہو گا

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

جس کے پاس مال کم ہے۔ نماز کا پابند ہے اور کسی کی غیبت نہیں کرتا۔ وہ اور میں قیامت کے دن اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر دکھایا:

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا اور بھوک کی وجہ سے تڑپ رہا تھا۔ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی غرض سے مسجد کے دروازے کے باہر راستہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نکلے میں نے انہیں متوجہ کرنے کے لیے ایک آیت کا مطلب پوچھا مگر وہ خاموشی سے گزر گئے۔ پھر حضرت عمرؓ آئے انہیں بھی میں نے اسی طرح متوجہ کرنا چاہا وہ بھی خاموشی سے نکل گئے۔ آخر میں نبی کریم ﷺ مسجد سے باہر تشریف لائے

آپ ﷺ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ابوہریرہ! میرے ساتھ آؤ آپ ﷺ کے ساتھ میں بھی اجازت لے کر گھر کے اندر چلا گیا۔ گھر میں دودھ سے بھرا ایک پیالہ رکھا تھا آپ ﷺ نے گھر والوں سے دریافت کیا: یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بتایا گیا: فلاں شخص ہدیہ دے کر گیا ہے آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا: جاؤ صفہ والوں کو بلا کر لے آؤ۔ مجھے یہ حکم ناگوار تو گزرا مگر تعمیل کے علاوہ کیا چارہ کار تھا کیونکہ میں سوچ رہا تھا آپ ﷺ یہ دودھ مجھے پلا دیتے تو اچھا تھا میری بھوک مٹ جاتی اور ایک پیالہ دودھ سے اتنے لوگوں کا کیا بھلا ہوگا۔ چاروناچار میں صفہ والوں کو بلا کر لے آیا۔ وہ بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا: ابوہریرہ! یہ دودھ ان کو پلاؤ۔ میں نے دودھ کا پیالہ اٹھا کر انہیں پلانا شروع کیا۔ ہر ایک نے سیر ہو کر پیا۔ سب پی چکے تو میں نے پیالہ حضور ﷺ کو پیش کر دیا آپ ﷺ نے پیالہ مجھے دیتے ہوئے فرمایا: ابوہریرہ! اب تم پیو۔ میں نے خوب سیر ہو کر پیا۔ اور پیالہ آپ ﷺ کو دے دیا آپ ﷺ نے پیالہ مجھے دیتے ہوئے فرمایا: اور پیو میں نے جو کچھ دودھ پیا اس سے میرا پیٹ بھر چکا تھا اور کوشش کے باوجود پی نہ سکتا تھا۔ میں نے معذرت کرتے ہوئے عرض کیا: اس ذات برحق (اللہ) کی قسم! جس نے آپ ﷺ کو سچا نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ میرے پیٹ میں گنجائش نہیں رہی ہے۔ میں نے پیالہ آپ ﷺ کو دے دیا آپ ﷺ نے اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوئے سب سے آخر میں بچا ہوا دودھ نوش فرمایا:

ہر مسلمان جانتا ہے (نہیں جانتا تو اسے جاننا چاہیے) کہ ابتدائے اسلام میں آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے اصحاب ﷺ نے کس طرح دن گزارے۔ کفار کا ظلم وستم سہا اور بھوک پیاس کی شدت بھی برداشت کی۔ آخر اللہ نے ان کی مصیبت کے دن ختم کئے اور انہیں خوشحالی و فارغ البالی عطا فرمائی۔ اسی طرح جو آدمی صبر کرتا ہے اللہ اس کی مصیبت ٹال دیتا ہے اور پھر مشقت ومحنت کے بعد ہی تو انسان کو راحت وآرام نصیب ہوتا ہے اور اس امت کے نیک لوگ تو بھوک پیاس اور فاقہ برداشت کر کے بھی خوش رہتے تھے کیونکہ انہیں اپنے رب سے اجروثواب کی امید رہتی تھی۔

ایک عورت دولتمند ہو کر ناخوش تھی

حضرت مسلم ابن یسارؒ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ بحرین جاتے ہوئے وہاں ایک امیر عورت کے ہاں قیام کیا۔ اس کے پاس مال و دولت کی کوئی کمی نہ تھی۔ جوان بیٹے اور نوکر چاکر خدمت کے لئے موجود تھے مگر وہ ہمیشہ رنجیدہ اور پریشان سی دکھائی دیتی تھی۔ کچھ دن کے قیام کے بعد میں وہاں سے رخصت ہوا تو اس نے کہا: دوبارہ اس شہر میں آنا ہو تو میرے گھر ضرور آنا۔

غربت آئی تو وہ خوش رہنے لگی

کئی سال بعد جب دوبارہ بحرین گیا تو اس کے گھر پر بھی گیا۔ لیکن اب گھر کی حالت بدلی ہوئی تھی پہلے ہر طرف اس کے کارندے اور بیٹے وغیرہ نظر آتے تھے اب گھر میں سناٹا تھا کسی طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ مگر وہ عورت اب پہلے کے مقابلہ میں خوش نظر آئی میں نے اس سے حالات پوچھے اور اس خوشی کی وجہ دریافت کی۔ اس نے بتایا: پہلے ہمارا تجارت کا مال سمندر اور خشکی کے راستہ دور دور تک جاتا تھا۔ مگر بعد میں سمندر سے جو مال بھیجا وہ غرق ہو گیا خشکی کے راستہ جو مال جاتا وہ کسی نہ کسی وجہ سے خراب اور برباد ہو جاتا۔ بیٹے سب فوت ہو گئے نوکر چاکر رخصت ہو گئے۔ میں نے پوچھا: پھر تم اتنی خوش کیوں ہو؟ اس نے کہنا شروع کیا: جن دونوں خوش حال تھی مجھے دھڑکا لگا رہتا تھا کہ میرا رب کہیں ساری نعمتوں سے مجھے دنیا ہی میں نہ نواز دے اور آخرت میں میرے لئے کچھ نہ رہے۔ اب اس لئے خوش ہوں کہ دنیاوی ناز و نعم ختم ہوا۔ میری نیکیوں کا جو بھی صلہ ہوگا وہ میرے لئے آخرت میں جمع ہوتا رہے گا۔

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں: ایک صحابیؓ کو راہ چلتے ہوئے ایک عورت ملی جس سے دور جاہلیت میں ان کی شناسائی تھی: کچھ دیر بات کی وہ عورت اپنی راہ چلی گئی۔ یہ اپنی راہ پر چل دیے مگر بار بار پلٹ کر دیکھتے رہے اسی بے دھیانی میں راستہ چلتے ہوئے ایک دیوار سے ٹکرا گئے: جس سے چہرہ پر چوٹ آ گئی۔ حضور ﷺ کے سامنے آ کر یہ قصہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ جس بندے پر احسان کرنا چاہتا ہے اسے غلطی کی دنیا ہی میں فوری طور پر سزا دے کر گناہ سے پاک کر دیتا ہے۔

حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں: قرآن کریم میں یہ آیت مومن کے واسطے سب سے زیادہ امید افزا ہے۔

"وَمَا أَصَابَكُمْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ."

(سورہ۔شوریٰ۔۳۰)

"(دنیا میں) تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ تمہارے اپنے کئے کی سزا ہے اور بہت سی غلطیاں تو اللہ معاف بھی کر دیتا ہے۔

اس کا مطلب ہے کہ دنیا میں جو مصیبتیں اور پریشانیاں آتی ہیں وہ ہمارے گناہوں کی سزا ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے جس گناہ کی سزا انسان کو یہاں مل جائے گی اللہ اس گناہ کی سزا آخرت میں نہیں دے گا۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن پر جو مصیبت پڑتی ہے حتیٰ کہ اگر اسے کانٹا بھی چبھتا ہے اللہ اس کی ایک خطا معاف کر دیتا ہے۔

مصیبت پر صبر کرنا

حضرت معاذ ابن جبل ؓ کے بیٹے کی وفات پر حضور ﷺ کی طرف سے ارسال کردہ تعزیت نامہ

حضرت معاذ ابن جبل ؓ بیان کرتے ہیں: میرے بیٹے کی وفات پر رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ تعزیت نامہ تحریر فرمایا: ''محمد ﷺ کا تعزیت نامہ معاذ ؓ ابن جبل کے نام اس خدائے وحدہ لاشریک کی تعریف جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امابعد۔ اللہ تم کو یہ صدمہ صبر وضبط سے برداشت کرنے کی توفیق بخشے اور اس مصیبت کے برداشت کرنے پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو اپنی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی توفیق دے۔ ہماری جانیں، ہمارے مال و دولت ہمارے اہل وعیال سب اللہ کی بخشش ہیں اور ہمارے پاس ایک مقررہ وقت تک کے لیے امانت ہیں۔ جن سے ہم فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ (اللہ) انہیں موعودہ وقت پر واپس لے لیتا ہے۔ ان نعمتوں کے حاصل کرتے وقت ہمیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور ان کی واپسی کے وقت صبر و برداشت سے کام لینا چاہیے۔ تمہارا یہ بیٹا بھی تمہارے پاس اللہ کی ایک خوشگوار امانت تھا اور ایک مقررہ وقت تک عاریت کے طور پر دی جانے والی چیز کی طرح تمہیں اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع دیا تھا تم نے خوش ہو کر اس سے فائدہ اٹھایا۔ اب اس نے اپنی امانت واپس لے لی ہے۔ اگر تم نے صبر وضبط سے کام لیا تو وہ تمہیں بڑا اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ معاذ! جزع فزع (رونا۔ پیٹنا) اور ماتم کر کے اپنا اجر وثواب ضائع نہ کر دینا۔ ورنہ تمہیں بعد میں (قیامت کے روز) افسوس ہوگا اگر تم اس سانحہ (مصیبت) کو اس اجر وثواب کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھو تو یہ اجر وثواب اس مصیبت کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے۔ دیکھو! یہ رونا دھونا اور ماتم کرنا مرنے والے کو واپس نہیں لا سکتا نہ اس طرح تمہارا غم ختم ہو سکتا ہے اور تم اپنی موت کو یاد کرو یہ غم خود بہ خود ختم ہو جائے گا۔ سمجھ لو کہ یہ وقت ایک دن تم پر بھی آنا ہے۔ والسلام۔

قرآن پڑھ کر اسکے احکام پر عمل نہ کرنے والے

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص دنیا کا غم وفکر لے کر صبح بیدار ہوا وہ گویا اپنے پروردگار سے ناراضگی کا اظہار کر رہا ہے۔ جو شخص ایسی مصیبت کی شکایت کرتے ہوئے بیدار ہوتا ہے جو اس پر گزر چکی ہے وہ گویا اللہ کے فیصلہ کی شکایت کر رہا ہے۔ جو شخص کسی لالچ میں دولت مند آدمی کی تعریف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کا دو تہائی حصہ ضائع کر دیتا ہے۔ اور جسے اللہ نے قرآن کا علم عطا کیا اور وہ اس پر عمل نہ کر کے جہنم کا مستحق ہو گیا اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔'' یہ اس لئے ہوا کہ اس نے قرآن کے احترام کا لحاظ نہ رکھا۔''

حضرت وہب ابن منبہ ؓ کہتے ہیں: تورایت میں یہ چار سطریں ایک ساتھ لکھی ہوئی ہیں۔

توریت کی چار سطریں

(۱) جو شخص اللہ کی کتاب کو پڑھ کر بھی یہ سمجھے کہ اس کی بخشش (مغفرت) نہیں ہوگی وہ گویا خدا کے کلام کا مذاق اڑاتا ہے۔

(۲) جو شخص اپنے اوپر گزرنے والی مصیبت پر شکوہ کرتا ہے۔ وہ اپنے رب کی شکایت کرتا ہے۔

(۳) جو شخص اپنی کسی فوت شدہ یا گم شدہ چیز پر دکھ اور غم کا اظہار کرتا ہے وہ گویا اپنے رب کے فیصلے پر ناراض ہے۔

(۴) جو شخص کسی دولت مند کی خوشامد کرتا ہے وہ اپنے دین کا دو تہائی حصہ ضائع کر دیتا ہے۔ یعنی خدا پر اس کا یقین کمزور پڑ جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے تین بچے فوت ہو جائیں وہ دوزخ میں نہیں جائے گا؟ مگر اللہ کی اس قسم کو پورا کرنے کی حد تک۔

وان منکم الاواردھا (سورہ مریم: ۷۱)

''تم میں سے ہر شخص کو اس تک پہنچنا ہے۔''

بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ پل صراط دوزخ کے اوپر ہوگا جس پر سے سب لوگ گزریں گے۔

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آئی اور اس نے اس پر "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھ لیا۔ اس پر اللہ اسے اجر و ثواب دے گا۔ اور پھر جب بھی وہ مصیبت یاد آئی اور اس نے انا للہ۔۔۔۔۔۔ پڑھ لیا اسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا پہلے دن پڑھنے پر ملا تھا۔ حضرت عثمان کے متعلق ایک روایت مشہور ہے: جب بھی ان کے گھر کوئی بچہ پیدا ہوتا ساتویں روز اسے اپنی گود میں لے لیتے اور پھر اکثر اسے اپنے سامنے رکھتے۔ کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا: میں چاہتا ہوں کہ اس بچے کی زیادہ سے زیادہ محبت میرے دل میں پیدا ہو جائے تاکہ اگر خدانخواستہ یہ فوت ہو گیا تو آخرت میں میرے لئے اجر و ثواب کا ذریعہ بن جائے گا۔

بچہ کی سفارش پر ماں باپ بھی جنت میں پہنچ جائیں گے

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں: ایک صحابیؓ جب بھی حضورﷺ کی مجلس میں آتے ان کا کم سن بیٹا (بچہ) ان کے ساتھ ہوتا۔ ایک دفعہ کافی دنوں تک وہ صحابیؓ نظر نہ آئے تو آپﷺ نے ان کے بارے میں دریافت کیا لوگوں نے بتایا: ان کا وہ بچہ فوت ہو گیا ہے جسے ساتھ لے کر آیا کرتے تھے۔

آپﷺ نے فرمایا: "تم لوگوں نے اس کے بارے میں مجھے بتایا کیوں نہیں۔ چلو اپنے اس بھائی کی تعزیت کر کے آئیں۔" جب اس کے گھر پہنچے تو اس شخص نے غم زدہ آواز میں کہا: حضورﷺ! میں اسے اپنے بڑھاپے کا سہارا بنانے کے لیے پال رہا تھا۔ رسول اللہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ قیامت کے روز جب تم اللہ کے روبرو پہنچو گے اللہ تعالیٰ اس بچے کو حکم دے گا: جا جنت میں چلا جا۔

بچہ کہے گا: پروردگار! اور میرے ماں باپ؟

"بچہ کو تین مرتبہ جنت میں جانے کے لیے کہا جائے گا۔ مگر وہ اسی طرح ماں باپ کی سفارش کرتا رہے گا۔ آخر اللہ اس کی سفارش قبول کر کے تم سب کو جنت میں داخل کر دے گا۔"

تعزیت کرنا سنت ہے

اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ کسی مسلمان بھائی کو کوئی صدمہ یا تکلیف پہنچے تو سب بھائیوں کو چاہیے کہ اس سے تعزیت کریں۔ کیونکہ تعزیت کرنا حضورﷺ کی سنت بھی ہے۔

بیمار کی عیادت کا ثواب

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے دریافت کیا:

حضرت موسیٰؑ: پروردگار! بیمار پرسی کرنے والے کا اجر و ثواب کیا ہے؟

اللہ نے جواب میں فرمایا: میں اس کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتا ہوں گویا وہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔

حضرت موسیٰؑ: جنازہ کے ساتھ جانے والے کو کتنا ثواب ملتا ہے؟

اللہ نے جواب دیا: جس دن اس کا جنازہ اٹھے گا میرے فرشتے جھنڈا ہاتھوں میں اٹھائے ہوئے اس کے جنازے کے ساتھ ہوں گے اور روز محشر بھی قبر سے میدان حشر تک جھنڈوں کے سائے میں لے کر آئیں گے۔

تعزیت کا اجر

حضرت موسیٰؑ: غم زدہ کی تعزیت کرنے کا ثواب کیا ہے؟

اللہ نے جواب میں فرمایا: قیامت کے دن جب کہیں سایہ نہ ہو گا میں اسے اپنے عرش کا سایہ مہیا کروں گا۔

پسندیدہ گھونٹ

حضرت انس ابن مالکؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہﷺ نے فرمایا: "اللہ کو دو گھونٹ بہت پسند ہیں: ایک غصہ کا گھونٹ پی لینا (غصہ ضبط کر جانا) دوسرا صبر کا گھونٹ پی لینا۔ (مصیبت کو خاموشی سے جھیل لینا)

قطرے جو اللہ کو محبوب ہیں

اسی طرح دو قطرے اللہ کو بہت محبوب ہیں: ایک شہید کے جسم سے گرنے والا خون کا قطرہ۔ دوسرا خوف خدا میں بندے کی آنکھ سے بہنے والا آنسو کا قطرہ"

اللہ کی پسند والے قدم

یہ دو قدم اللہ کو بہت محبوب ہیں: ایک وہ قدم جو نماز باجماعت کے لیے مسجد کی طرف اٹھتا ہے۔ دوسرا وہ قدم جو کسی روٹھے رشتہ دار کو منانے کے لیے اس کے گھر کی طرف اٹھتا ہے۔"

حضرت ابوداؤد روایت کرتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک بچہ فوت ہوگیا جس پر انہیں بہت رنج ہوا۔ ان کے پاس دو فرشتے انسانوں کی شکل میں ایک مقدمہ لے کر آئے۔ ایک نے کہا: میری کھیتی جو پک کر تیار ہو چکی تھی اس شخص نے پیروں سے روند کر ساری برباد کردی ہے۔

دوسرے نے کہا: اس نے لوگوں کے راستہ میں کھیتی بوئی ہوئی تھی میں نے راستہ تلاش کیا مگر راستہ وہی تھا جہاں اس نے کھیتی بوئی ہوئی تھی۔

آخرت کی طرف جانے والا موت ہی ایک راستہ ہے

حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسرے شخص سے پوچھا: تو نے راستہ میں کھیتی کیوں بوئی تھی۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ یہ راستہ ہے؟

اس پر فرشتوں نے ان سے کہا: پھر آپ کیوں بچہ کی وفات پر غم وافسوس میں ڈوبے ہوئے ہیں آپ کو معلوم نہ تھا کہ آخرت کی طرف جانے والا موت ہی ایک راستہ ہے؟

یہ سن کر حضرت سلیمان متنبہ ہوئے اللہ سے توبہ کی اور پھر کبھی بچہ کی موت پر رنج وغم کا اظہار نہیں کیا اور صبر کرلیا۔

حضرت ابن عباس کی بیٹی وفات

حضرت ابن عباس کی بیٹی فوت ہوگئی جس کی خبر انہیں سفر کے دوران ملی۔ انہوں نے یہ خبر سن کر انا للہ ۔۔۔۔۔۔ پڑھا تو پھر یہ الفاظ ان کی زبان سے نکلے: ایک پردے کی چیز تھی جسے اللہ نے پردہ مہیا کردیا۔ ایک ذمہ داری تھی جس سے اللہ نے مجھے سبکدوش کردیا اور اس نے اس پر ہم سے اجروثواب کا بھی وعدہ کیا ہے۔ پھر سواری سے اتر کر دو رکعت نماز ادا کی۔ نماز کے بعد فرمایا۔ ہم وہی کر سکتے ہیں جس کا حکم اللہ نے ہمیں اس آیت میں دیا ہے۔

"واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ"

"صبر اور نماز کے ذریعہ (اللہ سے) مدد طلب کر۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اگر کسی کے جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹے اس پر انا للہ ۔۔۔۔۔۔ پڑھ لیا کرے۔ کیونکہ یہ بھی ایک مصیبت ہے۔"

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ روایت کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص پر کوئی

مصیبت آئے وہ انا للہ ۔۔۔۔۔۔ پڑھ لیا کرے۔ یہ دعا پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کا بہتر بدل عطا کردے گا۔ دعا یہ ہے۔

"اللهم اجرنی فی مصیبتی واعقبنی خیراً منها."

"پروردگار! اس مصیبت کے وقت میری مدد کر اور مجھے اس سے بہتر عطا فرما۔"

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں: ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد میں نے اس دعا کا ورد کیا لیکن دل میں سوچتی رہتی کہ اب ابوسلمہ سے بہتر بدل کون ہوگا۔ مگر اللہ نے مجھے حضور اکرم ﷺ جیسا شوہر عنایت فرمادیا۔

حضرت انس ابن مالکؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص مصیبت کے وقت (غم کا اظہار کرتے ہوئے) اپنے زانوں پر دو ہتھڑ مارے گا وہ اپنا اجروثواب ضائع کر دے گا جو صبر پہلے صدمہ پر کیا جاتا ہے۔ اس کا اجروثواب بہت زیادہ ہے۔

مصیبت کے مطابق ہی اجروثواب ملتا ہے جو شخص اپنی مصیبت پر انا للہ۔ پڑھتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اسے نیا اجر دیتا رہے گا جتنا پہلی مرتبہ پڑھنے پر دیا تھا۔"

لہٰذا ہر عقلمند شخص کو چاہیے کہ مصیبت پر جزع فزع کرنے کی بجائے اس اجروثواب پر غور کیا کرے، جو اللہ تعالیٰ اس مصیبت پر صبر کرنے کی صورت میں اسے عطا فرمائے گا ایک روایت میں ہے کہ جب یہ مصیبت پر صبر کرنے والا شخص قیامت کے روز صبر کے اجروثواب کو دیکھے گا تو سوچے گا: کاش اس کے تمام عزیز واقارب اس سے پہلے فوت ہوجاتے کہ میں صبر کرنے پر زیادہ اجروثواب کا مستحق پاتا۔ مصیبت درحقیقت اللہ کی طرف سے بندے کی ایک آزمائش ہوتی ہے اگر بندہ ثابت قدمی اور صبر سے اسے برداشت کرلیتا ہے اللہ اس کے عوض بڑے اجروثواب سے نوازے گا۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

ولنبلونکم بشئی من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات. وبشر الصابرین ○ الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا لله و انا الیه راجعون. اولئک علیهم صلوات من ربهم و رحمة ○ واولئک هم المهتدون.

(سورہ بقرہ. ۱۵۷)

"اور ہم تمہیں آزمائیں گے۔ کچھ خوف (مسلط کرکے) بھوک میں مبتلا کرکے۔

مال وجان اور پھلوں میں نقصان دے کر۔ (لیکن) ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو کہ جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں ہم بھی اللہ ہی کے ہیں اور (ایک دن) اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں' اور یہی لوگ سیدھی راہ پر چل رہے ہیں۔ (اور کامیاب ہیں)''

حضرت سعید ابن مسیب ؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: مصیبت پر صبر کرنے والوں کو دیئے جانے والے دو بدل (اجر) ''صلوٰۃ و رحمت'' کتنے خوب ہیں اور مزید انعام ''مھتدون'' بہت ہی اچھا ہے۔''

روایت ہے: جب نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم فوت ہوئے آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف ؓ نے عرض کیا: حضور ﷺ! آپ ﷺ بھی روتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیں رونے سے منع کیا تھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میرا یہ رونا وہ رونا نہیں ہے: جس سے میں نے منع کیا تھا یہ تو پیار و محبت کا اظہار ہے۔ میں نے اس رونے سے منع کیا تھا جس میں بلند آواز سے مردے کے اوصاف گنا گنا کر رویا جاتا ہے اور نوحہ و ماتم کیا جاتا ہے۔

میرے آنسو تو اس رحمت و محبت کا اظہار ہیں جو اللہ نے ہر شفیق و مہربان دل کے اندر ودیعت کی ہے' اور جس کو خود کسی پر رحم نہیں آتا اس پر کون رحم کرے گا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: ''دل دکھتا ہے تو آنکھ روتی ہے۔ لیکن ہم کوئی ایسی بات زبان سے نہ نکالیں جس سے اللہ ناراض ہو۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے تمہاری بھول چوک معاف کر دی۔ تمہیں طاقت سے زیادہ عمل کرنے پر مجبور نہیں کرتا بوقت مجبوری تمہارے واسطے وہ چیزیں حلال کر دیں جو عام حالات میں حرام ہیں اور تمہیں یہ پانچ انعام عطا فرمائے:

۱۔ تمہیں اسنے اپنی عنایت سے مال و دولت عطا کیا اور پھر تم سے قرض مانگتا ہے۔ اگر تم نے خوشی سے دے دیا تو وہ تمہیں دس گنا سے سات سو گنا تک بلکہ بعض حالات میں اس سے بھی زیادہ اضافہ کے ساتھ واپس لوٹانے کا وعدہ کرتا ہے۔

۲۔ بعض چیزیں وہ تم سے واپس لیتا ہے جن کا دینا تمہیں ناگوار گزرتا ہے۔ لیکن تم نے اس پر صبر کر لیا' اور اس کے بدلے میں اللہ سے ثواب کی امید رکھی۔ تو وہ تم پر اپنی رحمتیں اور

برکتیں نازل فرماتا ہے' اور تمہیں راہ صراط مستقیم سے بھٹکنے نہیں دیتا۔

۳۔ اس نے تم سے یہ وعدہ بھی کیا ہے: لئن شکرتم لازیدنکم ''تم میری نعمتوں پر شکر کرو گے میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔

۴۔ تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ وعدہ کرتا ہے۔ توبہ کر لو میں تمہاری توبہ قبول کر لوں گا' اور گناہ معاف کر دوں گا۔ اسے توبہ کرنے والے پاک صاف انسان پسند ہیں۔

۵۔ اس نے تم سے یہ پختہ وعدہ بھی کیا ہے: ادعونی استجب لکم (تم مجھ سے دعا تو کرو میں تمہاری دعا قبول کر لوں گا)

حضرت یحییٰ ابن جابر طائی روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اگر کسی شخص کا بارہ سالہ بچہ فوت ہو جائے یہ اس کا گراں قدر سرمایہ ہے جو اس نے اپنے لئے آخرت میں ذخیرہ کیا ہے۔'' اگر اس نے اس صدمہ کو صبر و شکر سے برداشت کر لیا اللہ اسے بے حد وحساب اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

صبر وہ ہے جو صدمہ کی پہلی چوٹ پر کیا جائے۔ لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ کوئی صدمہ پہنچنے یا مصیبت آنے پر انا للہ۔۔۔۔۔۔ پڑھ کر اسے صبر و شکر سے برداشت کر لے اور امید رکھے کہ اللہ اس مصیبت کو ٹال دے گا اور اس صدمہ پر اجر و ثواب بھی عطا فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا بچہ فوت ہوا۔ اس موقعہ پر تعزیت کرنیوالے ایک مجوسی (آتش پرست) نے ان سے کہا: تم آج وہ کام کر لو جو ایک جاہل پانچ دن گزر جانے پر کرتا ہے۔ یعنی آج تم صبر کرو کہ اجر و ثواب کے مستحق ٹھہرو ورنہ پانچ دن کا وقت گزر جانے کے بعد تو جاہل بھی صبر کر لیتا ہے مگر اس کے صبر کی کوئی قیمت نہیں۔ ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرتا ہے (اسے تسلی دیتا ہے اظہار ہمدردی کرتا ہے) اسے بھی اتنا ہی اجر و ثواب ملے گا جتنا مصیبت زدہ کو صبر کرنے پر ملے گا''

صبر کی قسمیں اور ان کا ثواب

ایک دوسری روایت میں ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''صبر تین طرح کا ہوتا ہے:

۱۔ صبر علی المصیبۃ: مصیبت پر صبر کرنا۔ یہاں تک کہ وہ مصیبت ختم ہو جائے اور اس

شخص کی طبیعت اس پر اس کے ناگوار اثرات نہ ہوں۔ اللہ اس پر اسے تین سو گنا تک ثواب لکھ دیتا ہے۔

۲۔ صبر علی الطاعة: اللہ کے احکامات پر ثابت قدم رہنا اور صبر کر لینا اس صبر پر اللہ چھ سو گنا تک اجر و ثواب دے گا۔

۳۔ صبر علی المعصیة: گناہ سے بچنا اور اپنے آپ پر قابو رکھنا اس صبر پر اللہ نو سو گنا تک ثواب عطا فرمائے گا۔"

حضرت ابن عباس ؓ سے ایک روایت منقول ہے: کہتے ہیں سب سے پہلی بات اللہ نے لوح محفوظ پر یہ لکھی تھی: انی انا اللہ لا الہ الا انا و محمد رسولی (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ میرے رسول ہیں)

(اس کے بعد جو عبارت ہے اس کا ترجمہ یہ ہے): جس نے میرے فیصلے کو مان لیا: میری طرف سے نازل کردہ بلا (مصیبت) اور آزمائش پر صبر کیا۔ میری نعمتوں پر میرا شکر ادا کیا۔ میں اسے "صدیق" کا درجہ دوں گا اور قیامت کے روز اسے "صدیقوں" کے ساتھ اٹھاؤں گا۔

اور جس نے میرے اس فیصلے کو نہ مانا، میری طرف سے بھیجی گئی مصیبت و آزمائش پر صبر نہ کیا۔ نہ میری نعمتوں پر میرا شکر ادا کیا۔ وہ اپنے لئے کوئی دوسرا معبود ڈھونڈ لے" (مجھے ایسے بندے کی ضرورت نہیں ہے)

حضرت ابن مبارکؒ کہتے ہیں: مصیبت ایک ہوتی ہے اس پر آہ و فریاد اور رونا پیٹنا شروع کر دیا تو وہ دوہری ہو جاتی ہے۔ یعنی ایک تو خود مصیبت دوسری آخرت میں ثواب ضائع ہونے والی مصیبت۔

حضرت علی ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اسے لوگوں سے بیان کرنا شروع کر دے۔ وہ مصیبتیں بن جاتی ہیں۔" (یعنی ایک اصل مصیبت دوسری مصیبت: آخرت کا ثواب ضائع ہوا اور تیسری مصیبت دشمن لوگوں کی ہنسی مذاق کا نشانہ بن جانا ۔۔۔۔۔۔ فارسی زبان کا مشہور محاورہ ہے:

اول نقصان مایہ دوم شماتت ہم سایہ

"ایک اپنے مال کا نقصان، دوسرے اس پر پڑوسیوں کی خوشی و مسرت"

حضرت علی ؓ سے ایک اور روایت منقول ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

۱۔ "جسے جنت کی طلب ہو۔ بھلے کا کام کرے۔

۲۔ جو دوزخ سے ڈرتا ہو۔ خواہش نفس کے پیچھے دوڑنا چھوڑ دے۔

۳۔ جسے موت کا خوف ستائے۔ وہ دنیا طلبی میں وقت ضائع نہ کرے بلکہ زیادہ وقت نیک عمل کرنے میں گزار دے۔

۴۔ جس نے تقویٰ اختیار کیا۔ اس کی مصیبتیں آسان ہو گئیں۔

بعض قدیم کتابوں میں یہ چھ سطریں لکھی ہوئی ملتی ہیں:

۱۔ جو دنیا کی فکر لے کر بیدار ہوتا ہے ۔۔۔۔۔ وہ گویا خدا سے ناراض ہے (اسے خدا پر توکل نہیں)

۲۔ جو اپنی پچھلی مصیبت کا ذکر کرتا رہتا ہے ۔۔۔۔۔ وہ گویا اللہ سے شکوہ کرتا ہے۔

۳۔ جو اپنی روزی میں حلال حرام کی تمیز نہیں کرتا ۔۔۔۔۔ اسے گویا اس کی بھی پرواہ نہیں کہ جہنم میں کون سے درجہ میں ہوگا۔

۴۔ جو گناہ کر کے خوش ہوتا ہے ۔۔۔۔۔ وہ جہنم میں روئے گا۔

۵۔ جو ہر وقت نفسانی خواہشات کے پیچھے دوڑتا ہے ۔۔۔۔۔ اللہ اس کے دل سے آخرت کا خوف نکال دیتا ہے۔ (بہت بڑا بدبخت ہے)

۶۔ جو دولت کی وجہ سے کسی امیر کی خوشامد کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ فقیر محتاج ہی رہے گا۔

وضو کی فضیلت

حضرت عمرو بن عنبسہ ؓ روایت بیان کرتے ہیں: میں شروع ہی سے بتوں سے نفرت کرتا تھا جب کہ عرب کی عام آبادی بت پرستی کی گمراہی میں پھنسی ہوئی تھی۔ میں یہ بات سن کر مکہ آیا کہ وہاں ایک شخص غیب کی باتیں بتاتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ مکہ میں ہر شخص اس کا مخالف ہے اور وہ پوشیدہ طور پر اپنی باتوں کی تبلیغ کرتا ہے۔ میں کسی نہ کسی طرح نبی کریم ﷺ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔

میں نے آپ ﷺ سے پہلا سوال کیا: آپ ﷺ کون ہیں؟

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ”میں نبی ہوں“

میں نے عرض کیا: نبی کون ہوتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”نبی کے معنی ہیں اللہ کا پیغام پہنچانے والا“

میں نے عرض کیا: کیا آپ ﷺ کو اللہ نے بھیجا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں“

میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کو کیا پیغام دے کر بھیجا گیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کو ایک مانیں۔ کسی کو اس کا شریک نہ مانیں۔ بتوں کو توڑ دیں اور صلہ رحمی اختیار کریں۔

میں نے عرض کیا: اب تک کون کون سے لوگ آپ ﷺ کی بات مان کر آپ ﷺ کے ساتھ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آزاد شخص ہے اور ایک غلام (اس وقت تک حضرت ابوبکر ؓ اور حضرت بلال ؓ مسلمان ہوئے تھے)

میں نے عرض کیا: میں بھی اسلام قبول کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابھی تم اس کا اظہار نہ کرو کیونکہ یہ مصائب تم نہ جھیل سکو گے۔ اپنے گھر واپس چلے جاؤ جب دیکھو کہ مجھے اللہ نے کچھ غلبہ عطا کر دیا ہے اس وقت آ جانا۔“

عنبسہ ؓ (راوی) کہتے ہیں: اس وقت تک اسلام قبول کرنے والوں میں میں چوتھا آدمی تھا میں اس وقت گھر واپس چلا گیا۔ پھر میں نے سنا رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آ گئے ہیں۔ میں مدینہ پہنچا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

میں نے عرض کیا: آپ ﷺ مجھے پہچانتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تم مکہ میں میرے پاس آئے تھے نہ؟

میں نے عرض کیا: ”ہاں اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے بھی ان باتوں کی تعلیم فرمائیں جو اللہ نے آپ ﷺ کو بتائی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: صبح فجر کی نماز پڑھو اور اس کے بعد اس وقت تک کوئی نماز نہ پڑھو جب تک سورج طلوع ہو کر دو نیزہ (تقریباً تین یا چار میٹر) کے برابر اوپر نہ آ جائے۔ (کیونکہ سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کافر اور سورج کے پجاری اسے سجدہ کرتے ہیں) دو نیزہ کے برابر سورج اوپر اٹھ جائے اس وقت تم نماز پڑھ سکتے ہو۔ پھر زوال کے وقت نماز نہ پڑھو اس وقت جہنم میں ایندھن ڈالا جاتا ہے۔ زوال کا وقت ختم ہو جائے اور ہر چیز کا سایہ نیچے اتر جائے تب ظہر کی نماز پڑھو۔ پھر عصر کا وقت ہونے پر عصر کی نماز پڑھو۔ عصر کے بعد سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہ پڑھو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے گزر کر غروب ہوتا ہے۔

عنبسہ ؓ (کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: مجھے وضو کرنے کا طریقہ بتائیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص وضو کرے۔ اسے چاہیے کہ پہلے گٹوں تک اپنے دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر کلی کرے ناک صاف کرے اس طرح پانی کے ساتھ اسکے گناہ بھی دھل جاتے ہیں۔ پھر اللہ کے بتائے ہوئے طریقہ (ترتیب کے مطابق) چہرہ دھوئے پانی کے ساتھ اس کے چہرے کے گناہ دھل جائیں گے۔ پھر اللہ کے حکم (ترتیب) کے مطابق کہنیوں تک ہاتھ دھوئے اس کے ہاتھوں کے گناہ انگلیوں کے پوروں سے پانی کے ساتھ دھل جائیں گے۔ پھر اللہ کے حکم (ترتیب) کے مطابق سر کا مسح کرے اس طرح سر کے سارے گناہ بالوں کے کناروں سے جھڑ جائیں گے۔ پھر اللہ کے حکم (ترتیب) کے مطابق ٹخنوں سمیت پیر دھوئے پیروں کی انگلیوں کی طرف سے پیروں کے سارے گناہ دھل جائیں گے۔ پھر کھڑا ہو کر (نماز کی نیت باندھ کر) اللہ کی حمد و ثنا کرے اور دو رکعت نماز ادا کرے۔ وہ گناہوں سے اس طرح پاک اور صاف ہو گا جیسے آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔“

دشمن (شیطان) سے بچاؤ کے لیے مضبوط قلعہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں وہ عمل بتائے دیتا ہوں جس کی بدولت اللہ (بندے کی) خطائیں معاف کر دیتا ہے۔ اور آخرت میں درجات بڑھا دیتا ہے۔ تمام اعضائے وضو پر پوری طرح پانی بہا کر وضو کرنا۔ مصیبت پر صبر کرنا۔ زیادہ دور سے مسجد میں (جماعت سے) نماز ادا کرنے کے لیے آنا۔ ایک (فرض) نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ یہ دشمن (شیطان) سے بچاؤ کے لیے سب سے زیادہ مضبوط چاردیواری یعنی محفوظ قلعہ ہے۔

صفائی کی برکت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے پاک جسم کے ساتھ پاک لباس میں رات گزاری خواہ وہ رات میں گھڑی بھر کے لیے بھی نہ جاگا ہو (یعنی عبادت نہ کی ہو) مگر اس کے ساتھ رہنے والا فرشتہ اللہ سے اس کی سفارش کرتا ہے: اے اللہ اپنے فلاں بندے کو بخش دے وہ رات بھر پاک صاف رہا ہے۔“

حضرت عمران ابن ابان روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے انہوں نے (پہلے) اپنے دونوں ہاتھوں پر (پہنچوں تک) پانی بہایا اور دھویا تین مرتبہ۔ تین مرتبہ کلی کی۔ تین مرتبہ پانی ڈال کر ناک صاف کی۔ تین مرتبہ چہرہ دھویا۔ تین مرتبہ دایاں ہاتھ کہنی سمیت دھویا اور اسی طرح تین مرتبہ بایاں ہاتھ کہنی سمیت دھویا۔ سر کا مسح کیا پھر دونوں پیر (پہلے دایاں پھر بایاں) ٹخنوں سمیت دھوئے۔ اور اس کے بعد فرمایا: میں نے دیکھا تھا رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح وضو کیا جیسے میں نے یہ وضو کیا ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے اس طرح وضو کیا جیسے میں نے کیا ہے اور پھر اس نے دو رکعت نماز ادا کر لی اور ان دونوں (وضو اور نماز) کے درمیان کوئی دوسری (دنیاوی) بات نہ کی اس کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔“

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہمیشہ ثابت قدم رہو گو کہ یہ بہت محنت طلب کام ہے اور تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ تمام اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے اور وضو کی حفاظت مومن ہی کر سکتا ہے۔“

آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ ”وضو کی حفاظت مومن ہی کر سکتا ہے“ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ باوضو رہنا مومن کے خصائل و عادات میں شامل ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مومن (سچا مسلمان) ہمیشہ باوضو رہے۔ دن بھی باوضو رہنے کی حالت میں گزرے اور رات کو بھی وضو کے ساتھ سوئے۔ جس نے ایسا کر لیا اس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ فرشتے بھی اس سے محبت کریں گے جو اس کی حفاظت پر اللہ کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں اور ایسا شخص ہمیشہ اللہ کی حفاظت میں اور امن سے رہے گا۔

توریت میں وضو کی برکت وفضیلت کا ذکر

مصنف ابواللیث سمرقندی کہتے ہیں یہ واقعہ میرے والد مرحوم نے مجھ سے بیان کیا تھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو خانہ کعبہ کا غلاف تیار کرانے کے لیے مصر بھیجا تھا۔ یہ صحابی رضی اللہ عنہ جب شام پہنچے اور وہاں قیام کیا قریب ہی ایک حبر (یہودی عالم) کا مکان تھا۔ یہ کچھ علمی معلومات کے لیے اس کے گھر کی طرف چل دیے حبر نے انہیں دیکھ کر اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ یہ باہر کھڑے دروازہ کھلنے کا انتظار کرتے رہے۔ کافی دیر کے بعد دروازہ کھلا اور ان کو اندر بلا لیا گیا۔ انہوں نے اس یہودی عالم سے پوچھا: ”تم نے دروازہ کیوں بند کر لیا تھا۔ اس نے بتایا میں نے توریت میں پڑھا ہے: خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا: موسیٰ! جب تمہیں کسی حکمران یا حکومت کے کسی کارندے سے خوف محسوس ہو تم اور تمہارے گھر والے وضو کر لیا کرو جو وضو کر لیتا ہے وہ میری (اللہ کی) امان و حفاظت میں آ جاتا ہے۔“ چنانچہ ہم سب گھر والوں نے آپ سے ڈر کر وضو کیا اور نفل پڑھے اور پھر دروازہ کھولا کہ اب ہم اللہ کی امان میں ہیں۔ اور آپ کو دیکھ کر ہمیں جو خوف محسوس ہوا تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔

وضو بہت اہم چیز ہے وضو کرنے والے کو چاہیے کہ وضو شروع کرتے وقت ”بسم اللہ“ پڑھے اور دل میں توبہ استغفار کرتا رہے کیونکہ وضو کرنے سے انسان کے بہت سے گناہ دھل جاتے ہیں۔ وضو پوری طرح مسنون طریقہ کے مطابق کرے ہر عضو تین تین بار دھوئے۔ تین بار کلی کرے تین بار ناک میں پانی ڈالے اور صاف کرے۔ کلی کرنے سے جھوٹ اور غیبت کے گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔ چہرہ دھونے سے نظر کا گناہ ختم ہو گیا۔ اسی طرح ہر عضو کا گناہ ختم ہو جاتا ہے۔ وضو سے فارغ ہو کر حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق: جس بندۂ مومن نے وضو کے بعد یہ کلمات پڑھے:

سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت. استغفرک و اتوب الیک

''اے اللہ تو ہر عیب سے پاک ہے تو ہی ہر طرح کی تعریف کا مستحق ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں''

یہ کلمات مہر لگا کر عرش کے نیچے رکھ دیے جاتے ہیں اور قیامت کے روز اللہ کی بارگاہ میں پیش کئے جائیں گے۔

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله

''میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں''

وضو کے بعد ان کلمات کے پڑھنے والے کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں وہ جس سے چاہے اندر چلا جائے۔

ابو درداء روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے بحالت ایمان یہ پانچ عمل کر لئے وہ جنت میں داخل ہو گیا:

۱۔ باوضو اور خشوع و خضوع کے ساتھ پابندی سے وقت پر نماز ادا کرنا۔

۲۔ خوشی سے اللہ کے حکم کے مطابق اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ کام پوری دیانتداری سے ایک سچا مسلمان ہی کر سکتا ہے۔''

۳۔ رمضان کے روزے رکھنا۔

۴۔ استطاعت ہو تو حج کرنا۔

۵۔ امانت ادا کرنا۔

حضرت ابو درداء سے لوگوں نے پوچھا: ''امانت'' سے کیا مراد ہے؟

حضرت ابو درداء نے جواب دیا: ''امانت'' سے مراد ''غسل جنابت ہے'' (ناپاک ہو تو غسل کرے) کیونکہ ناپاک آدمی کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ''تم کیا عمل کرتے ہو میں نے معراج کی شب جنت میں تمہارے جوتوں کی آواز سنی تھی؟''

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتایا: میں دن یا رات میں جب بھی وضو کرتا ہوں۔ کچھ نفل ادا کر لیتا ہوں۔

ایک دوسری روایت میں ہے: جب بھی میرا وضو ٹوٹتا ہے وضو کر لیتا ہوں اور دو رکعت نفل ادا کر لیتا ہوں۔

پانچ نمازیں

حضرت حسن روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''پانچ نمازوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ تمہارے گھر کے سامنے ایک پانی سے پوری طرح لبریز نہر بہتی ہے تم اس میں پانچ مرتبہ غسل کرتے ہو۔ کیا تمہارے جسم پر کوئی میل باقی رہ جائے گا۔''

یعنی پانچ نمازیں اس کے تمام صغیرہ گناہوں کو دھو ڈالیں گی۔ لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب نماز کو اس کے پورے آداب کے ساتھ پاک صاف اور سنت کے مطابق وضو کر کے خشوع وخضوع اور تمام ارکان نماز کو پوری طرح اطمینان وتسلی سے ادا کیا جائے۔ جیسا کہ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ جلدی جلدی اور بے اطمینانی سے رکوع وسجود کرنے والے کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ہم حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ اسی دوران ایک شخص آیا۔ نماز ادا کی اور نماز کے بعد وہ بھی مجلس میں آیا سلام کیا۔ بیٹھنا چاہتا تھا کہ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا: جاؤ نماز پڑھ کر آؤ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ واپس گیا۔ نماز پڑھی پھر آ گیا۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا: جاؤ نماز پڑھ کر آؤ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس طرح دو یا تین مرتبہ اس سے آپ ﷺ نے فرمایا:

آخر اس شخص نے عرض کیا: حضور ﷺ! فرمائیں: میری نماز میں کیا کمی ہے جو میں پوری نہیں کر پا رہا ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہوتی جب تک اللہ کے حکم (ترتیب) کے مطابق وضو نہ کرے۔ چہرہ دھوئے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے سر کا مسح کرے اور ٹخنوں سمیت دونوں پیر دھوئے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیت باندھے حمد وثنا پڑھے اور قرآن سے جتنا حصہ پڑھ سکتا ہو۔ پڑھ لے۔ پھر اطمینان سے رکوع کرے۔ رکوع میں اپنے ہاتھ کی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھے۔ اتنی دیر کہ جسم کا ہر جوڑ پوری طرح سکون محسوس کرے۔ پھر ''سمع الله لمن حمده'' کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اس طرح کہ کمر سیدھی ہو جائے اور ہر جوڑ اپنی جگہ واپس آ جائے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے۔ سجدہ میں اپنے چہرے کو پوری طرح

زمین پر رکھ دے اور اتنے اطمینان سے سجدہ کرے کہ جسم کا ہر جوڑ پر سکون ہو جائے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے سے اٹھے اور اطمینان سے اس طرح بیٹھے کہ کمر سیدھی رہے۔"

(راوی کہتے ہیں) اس طرح آپ ﷺ نے چاروں رکعتوں کی تفصیل سمجھائی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "ان تمام بیان کردہ باتوں کے بغیر نماز پوری طرح ادا نہیں ہوتی۔"

لہٰذا ہر نمازی کو چاہیے کہ نماز پڑھتے وقت ان سب باتوں کا لحاظ رکھے۔ رکوع وسجدے اطمینان سے کرے بلکہ نماز کے تمام ارکان کامل سکون واطمینان سے ادا کیے جائیں۔ تاکہ ہماری نماز کو اللہ قبول کرے اور یہ نماز ہماری لغزشوں اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ بنے۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام) روایت کرتے ہیں: ایک روز ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ مؤذن نے اذان دی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پانی منگا کر وضو کیا اور وضو کے بعد فرمایا: میں نے دیکھا ہے رسول اللہ نے اسی طرح وضو کیا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اس طرح وضو کیا جیسے میں یہ وضو کیا ہے پھر ظہر کی نماز ادا کی اس کے وہ تمام (صغیرہ) گناہ معاف ہو گئے جو فجر اور ظہر کی نمازوں کے درمیان کے وقت میں ہوئے تھے۔ اس کے بعد (عصر کے وقت) عصر کی نماز ادا کی وہ گناہ معاف ہو گئے جو ظہر اور عصر کے درمیان اس سے صادر ہوئے تھے۔ پھر مغرب کی نماز ادا کی وہ سب گناہ معاف ہو گئے جو عصر اور مغرب کے درمیان ہوئے تھے۔ پھر عشاء کی نماز ادا کی تو وہ سارے گناہ بخشے گئے جو عشاء اور مغرب کی نمازوں کے درمیانی وقت میں ہوئے سرزد ہوئے تھے۔ یہ وہ نیک اعمال ہیں جو برائیوں کو ختم کر دیتے ہیں۔"

صحابہؓ نے عرض کیا: ان کے علاوہ اور کونسی نیکیاں ہیں؟

فرمایا: "سبحان اللہ . والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم."

"پاک وبے عیب ہے اللہ کی ذات۔ ہر طرح کی تعریف اللہ کے واسطے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ ہر طرح کی طاقت وقوت اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے جو عظیم وبرتر ہے۔"

تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں باجماعت نماز پڑھنے کا ثواب پچیس گنا زیادہ ہے

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جو کل (قیامت کے روز) مسلمان کی حیثیت سے اللہ کے روبرو پیش ہونا چاہتا ہے۔ ان فرض نمازوں کو وقت پر پابندی سے ادا کرے جن کے واسطے اذان دے کر بلایا جاتا ہے۔ اللہ نے اپنے نبی کو ہدایت کے طریقے عطا فرمائے تھے یہ نمازیں بھی ان طریقوں میں شامل ہیں اگر تم مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے کی بجائے اپنے گھر میں الگ نماز پڑھنے لگو گے جیسے کہ جماعت سے پیچھے رہ جانے والا فلاں شخص تنہا اپنے گھر میں نماز پڑھ لیتا ہے تو تم اپنے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ بیٹھو گے اور اگر تم نے اپنے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ دیا' گمراہ ہو جاؤ گے۔ ہم نے وہ زمانہ دیکھا ہے کہ نماز باجماعت سے ایک منافق شخص ہی پیچھے رہ سکتا تھا' اور ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ ایک کمزور یا بیمار آدمی کو دو آدمی سہارا دے کر لاتے اور صف میں کھڑا کر دیتے تھے۔ جو شخص سنت طریقہ کے مطابق وضو کر کے باجماعت نماز کے لیے کسی مسجد میں جاتا ہے اللہ اس کے ہر قدم پر ایک نیکی لکھ دیتا ہے، اس کا ایک درجہ بڑھا دیتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ہم نیکیوں کے لالچ میں چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے ہوئے مسجد کی طرف جایا کرتے تھے۔ تنہا نماز پڑھنے کے مقابلہ میں جماعت سے نماز پڑھنے کا ثواب پچیس گنا زیادہ ہے۔"

حضرت جابر ابن عبداللہ روایت کرتے ہیں: ہمارا مکان مسجد سے دور تھا اور مسجد کے قریب ہمارا ایک خالی پلاٹ تھا ہم نے سوچا: اپنی رہائش کے لیے یہاں مکان بنا لیں تو آسانی سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھ لیا کریں گے۔ آپ ﷺ کو ہمارے ارادے کا پتہ چلا تو آپ ﷺ ہمارے محلّے میں پہنچے اور فرمایا:

"اے بنی سلمہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ مسجد کے قریب اپنی رہائش منتقل کرنا چاہتے ہو۔ تم اپنے انہیں گھروں میں رہو۔ نماز کے لیے تمہارے جتنے قدم اٹھتے ہیں ان پر نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد ہم نے پھر کبھی ادھر منتقل ہونے کی خواہش نہ کی۔

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے چالیس روز اس طرح باجماعت نماز ادا کی کہ اس کی کسی نماز کی کوئی رکعت نہ چھوٹی اللہ اسے دوزخ میں نہیں بھیجے گا' اور اس کے دل کو منافقت سے محفوظ رکھے گا۔"

خشوع وخضوع والی نماز

حضرت عبادہ ابن صامت روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے پوری طرح (مسنون طریقہ کے مطابق) وضو کیا پھر نماز کے لیے کھڑا ہوا اور سکون واطمینان سے خشوع وخضوع کے ساتھ رکوع، سجدے کئے اور قرأت کی نماز اسے کہتی ہے: تو نے میری حفاظت کی اللہ تجھے ہر (بلا سے) محفوظ رکھے۔ پھر وہ نماز آسمانوں پر لے جائی جاتی ہے اس میں سے روشنی اور نور کی شعاعیں نکل رہی ہوتی ہیں۔ آسمانوں کے دروازے کھلتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کی جاتی ہے۔ وہاں پہنچ کر وہ اپنے ادا کرنے والے نمازی کی سفارش کرتی ہے اور جس نے بے توجہی سے نماز کو ضائع کیا نہ قرأت تسلی سے کی نہ رکوع اور سجدے اطمینان سے کئے۔ نماز اس سے کہتی ہے: تو نے مجھے برباد کیا ہے اللہ تجھے برباد کرے۔ وہ آسمانوں کی طرف لے جائی جاتی ہے۔ مگر اس کے واسطے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے۔ وہاں سے پرانے کپڑے کی طرح پھینک کر اس نماز کے ادا کرنے والے کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔"

حضرت حسن ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں تمہیں یہ بتادوں کہ سب سے بڑا چور کون ہے؟"

صحابہ ؓ نے عرض کیا: ضرور بتایئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ جو نماز میں چوری کرتا ہے۔"

صحابہؓ نے عرض کیا: "حضور! وہ کیسے چوری کرتا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: (وہ اس طرح چوری کرتا ہے) "وہ رکوع اور سجدے پوری تسلی و اطمینان سے ادا نہیں کرتا۔"

حضرت سلمان فارسی ؓ کہتے ہیں: نماز۔ ترازو کے پلڑے میں تولے جانے والے سودے کی طرح ہے۔ پورا سودا دو گے پوری قیمت (ثواب) لوگے۔ اور کمی کرنے والے کے بارے میں تمہیں معلوم ہے جو کچھ اللہ نے سورہ مطففین (پارہ: ۳۰) میں فرمایا ہے۔ یعنی ہلاکت وبربادی۔

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"منافق پر دو نمازیں بڑی شاق گزرتی ہیں لیکن اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ ان کا ثواب کتنا ہے۔ وہ گھٹنوں کے بل چل کر بھی مسجد آیا کریں۔"

حضرت بریدہ اسلمی روایت بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اندھیری رات میں نماز باجماعت کے لیے مسجد میں آنے والوں کو خوشخبری سنادو قیامت کے دن وہ روشنی میں ہوں گے۔"

نماز باجماعت سے پیچھے رہنے والے

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں نے ارادہ کیا تھا کہ کسی کو نماز باجماعت ادا کرانے کے لیے کہدوں اور خود چند نوجوانوں کو ساتھ لے کر جن کے سروں پر جلنے والی لکڑیوں کے گٹھے ہوں ان لوگوں کے گھروں میں آگ لگادوں جو اذان سن کر بھی نماز کے لیے مسجد میں نہیں آتے۔"

حضرت عبادہ ابن صامت ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس نے انہیں پوری توجہ سے ادا کیا اور کوئی چیز معمولی سمجھ کر نہ چھوڑی اللہ کا اس سے وعدہ ہے اسے جنت میں داخل کرے گا اور جس نے نماز کو معمولی چیز سمجھ کر چھوڑ دیا اللہ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں چاہے اسے بخش دے اور چاہے عذاب دے۔"

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اس میں ذکر سے مراد فرض نمازوں کی جماعت سے ادائیگی ہے۔

"رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله" (سورہ نور: ۳۷)

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو تجارت وخرید وفروخت کی مصروفیت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔"

اور اس آیت میں عشاء کی نماز کی جماعت میں حاضری مراد ہے۔

"تتجافى جنوبهم عن المضاجع"

"ان کے پہلو خوابگاہوں (بستروں) کو چھوڑ کر علیحدہ ہوتے ہیں۔"

ہر حالت میں اللہ کی حمد وثنا اور شکر کرنے والے

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں: قیامت کے روز جب تمام جن اور انسان ایک میدان میں (میدان محشر میں) جمع ہوں گے اور سب قطار در قطار سر جھکائے کھڑے

ہوں گے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا: آج تمہیں معلوم ہوگا کہ معزز لوگ کون ہیں پھر وہ کہے گا: وہ لوگ سامنے آئیں جو ہر حالت میں اللہ کی حمد وثنا کرتے رہتے تھے۔ ایسے لوگ سامنے آئیں گے انہیں جنت کی طرف روانہ کردیا جائے گا۔ پھر اعلان ہوگا۔ آج سب کو معلوم ہوجائے گا کہ عزت واحترام کے مستحق کون ہیں۔

راتوں کو تہجد پڑھنے والے

وہ لوگ سامنے آئیں جو اپنے نرم وگرام بستروں کو چھوڑ کر راتوں کو عبادت کیا کرتے اور اپنے رب کو امید وبیم کی حالت میں پکارا کرتے اور اس سے اپنی مغفرت کی دعائیں کیا کرتے تھے۔ ایسے لوگ سامنے آئیں گے۔ انہیں بھی جنت کی طرف روانہ کردیا جائے گا۔

تجارتی ودیگر کاروباری مصروفیت کے باوجود نماز باجماعت کے پابند

تیسری مرتبہ پھر اعلان ہوگا: وہ لوگ سامنے آئیں جنہیں ان کی کاروباری مصروفیات اور تجارتی خرید وفروخت کی مشغولیتیں اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل نہیں کرسکتی تھیں۔ ایسے لوگ سامنے آئیں گے انہیں جنت میں بھیج دیا جائے گا۔

ظالم لوگ

جب نیک لوگوں کی یہ تینوں جماعتیں جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گی۔ دوزخ سے ایک لمبی گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی وہ کہے گی: مجھے ان تین قسم کے لوگوں کو چھانٹ چھانٹ کر نکالنے کا حکم دیا گیا ہے جو دنیا میں ہر وقت لوگوں پر ظلم وستم کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ وہ ایسے لوگوں کو اس طرح چن چن کر اٹھائے گی جیسے پرندہ دانوں کو چگتا ہے' اور دوزخ میں پھینکتی رہے گی۔

اللہ کے رسول کی راہ میں روڑے اٹکانے والے

پھر دوبارہ اعلان کرے گی: مجھے ان لوگوں کو چھانٹ چھانٹ کر نکالنے کا حکم دیا گیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کو ستایا کرتے تھے اور ساتھ ہی ایسے لوگوں کو چن چن کر نکال کر دوزخ میں پھینکتی رہے گی۔

تصویر بنانے اور فروخت کرنے والے

پھر وہ تیسری مرتبہ (ایک ابوالمنہال روای کے مطابق) پھر یہ اعلان کرے گی۔ مجھے ان لوگوں کو پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے جو دنیا میں تصویریں بنانے یا ان کی تجارت کا کاروبار کرتے تھے۔ ان تینوں طرح کے لوگوں کو چن چن کا اٹھالینے کے بعد وہ گردن واپس جہنم میں چلی جائے گی اس کے بعد اہل جنت کو جنت میں بھیج دینے اور دوزخیوں کو دوزخ میں جھونک دینے کے بعد لوگوں کے اعمال نامے کھولے جائیں گے اور لوگوں کو حساب دینے کے لیے بلایا جائے گا۔

شیطان انسان کو نماز چھوڑنے اور جھوٹی قسم کھانے کی ترغیب دیتا ہے

مشہور ہے ابتدائے زمانہ میں ابلیس (سب سے بڑا شیطان) لوگوں کو نظر آتا تھا۔ ایک شخص نے اس سے کہا: میں تیرے جیسا بننا چاہتا ہوں اس کے لیے کیا طریقہ اختیار کروں؟ ابلیس نے کہا: آج تک کسی انسان نے مجھ سے اس خواہش کا اظہار نہیں کیا کہ وہ میرے جیسا بننا چاہتا ہے۔ آخر تو کیوں ایسا چاہتا ہے؟ اس شخص نے کہا: بس مجھے تیرے جیسا بن کر رہنا پسند ہے۔ ابلیس نے کہا: اگر یہ بات ہے تو تو نماز کی ادائیگی میں سستی کیا کر' اور قسم کی پابندی تیرے لیے ضروری نہیں جھوٹی سچی قسمیں کھاتا رہا کر۔ اس شخص نے ابلیس کو جواب دیا: میں تو اللہ سے نماز ترک نہ کرنے اور جھوٹی قسم نہ کھانے کا عہد کرچکا ہوں اس پر ابلیس نے جھلا کر کہا: اس طرح حیلہ بازی سے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں بات کی تھی۔ میں بھی آج سے عہد کرتا ہوں: کبھی کسی انسان کو کوئی نصیحت نہیں کروں گا۔"

حضرت ابودرداءؓ کہتے ہیں: اللہ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محترم وہ ہے جو سورج اور چاند کے طلوع وغروب پر نظر رکھتا ہے یعنی نماز کے اوقات اور مہینوں اور چاند کی تاریخوں کا لحاظ (خیال) رکھتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: کیا اس سے مراد موذن حضرات ہیں؟ ابودرداءؓ نے جواب دیا: اس سے ہر وہ مسلمان مراد ہے جو نماز کے اوقات اور دوسری عبادات کو یاد رکھتا ہے۔

نماز کی اہمیت وفضیلت

حضرت جعفر ابن محمد اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں: وہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نماز اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ذریعہ ہے: فرشتوں کا پسندیدہ عمل ہے۔ معرفت کا نور ہے۔ ایمان کی بنیاد ہے۔ دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔ مقبول عمل

نمازی کے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ انسانی بدن کی صحت کو وسیلہ ہے۔ دشمن کے خلاف ہتھیار ہے۔ شیطانوں کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ ہے۔ انسان اور ملک الموت کے درمیان سفارشی ہے قبر میں روشن قندیل (روشنی کا بلب) قبر کی سخت زمین میں نرم بستر قبر میں حساب کے لیے آنے والے فرشتوں (منکر نکیر) کو انسان کی طرف سے جواب دینے والا محافظ اور قیامت تک کے لیے قبر میں انسان کا ہمدرد دوست ہے۔ نماز قیامت کے تپتے ہوئے دن میں اپنے پڑھنے والے پر سایہ کیے ہوگی۔ اس کے سر کا تاج بن جائے گی۔ اس کے جسم کا لباس بن جائے گی۔ تاریکیوں میں نمازی کے سامنے روشنی بن کر دوڑے گی۔ نمازی اور دوزخ کے درمیان پردہ اور آڑ بن جائے گی۔ اللہ کے روبرو پیش ہوتے وقت نمازی کی وکیل بن جائے گی۔ میزان عمل میں سب عملوں سے زیادہ وزن نماز کا ہوگا۔ پل صراط سے نمازی کو آسانی اور تیزی گزار لے جائے گی اور نماز ہی جنت کی چابی ہے۔ کیونکہ نماز تمام تر اپنے رب کی تسبیح وثنا ہے اس کی پاکیزگی کا اس کی عظمت کا اظہار قرآن کی تلاوت اور دعاؤں کا عمل ہے اور سب سے بڑا عمل وقت پر نماز پڑھنا ہے۔

قیامت کے روز سب سے نماز کے بارے میں پوچھا جائے گا

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے روز انسان سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا' اگر نماز کے حساب میں کامیابی ہوگئی۔ بعد کا تمام حساب آسان ہو جائے گا۔ اگر اس میں کوئی معمولی فروگذاشت یا بھول چوک سے کمی رہ گئی ہوگی' تو وہ کسی نفلی عبادت سے پوری کر دی جائے گی' اور اس کے تمام اعمال کے حساب میں اسی طرح رعایت ہوتی جائے گی۔''

کہا جاتا ہے: جس نے پانچ فرض نمازوں کی باجماعت عمر بھر پابندی کر لی۔ اللہ اسے یہ پانچ انعام عطا فرمائے گا:

۱۔ اسے دنیا میں روزی کی تنگی نہ ہوگی۔

۲۔ اسے قبر میں عذاب نہیں ہوگا۔

۳۔ قیامت کے روز اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا (ایسے لوگوں کا حساب آسانی سے ہوگا)

۴۔ پل صراط سے بجلی کے کوندنے کی طرح گزر جائے گا۔

نماز میں سستی کرنے والوں کی مصیبت

اور جس نے پانچ فرض نمازیں جماعت سے پڑھنے میں سستی کی اللہ اسے ان بارہ مصیبتوں میں مبتلا کر دے گا: جن میں سے تین زندگی میں اور تین موت کے وقت تین قبر میں اور تین قیامت کے دن پیش آئیں گی۔

تین دنیا میں پیش آنے والی مصیبتیں

۱۔ اس کے روزگار اور رزق سے برکت اٹھ جائے گی۔

۲۔ اس کا کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔

۳۔ اس کے چہرے کی رونق ختم ہو جائے گی اور ہر شخص اس سے نفرت کرنے لگے گا۔

موت کے وقت کی مصیبتیں

موت کے وقت وہ: (۱) پیاسا ہوگا (۲) بھوکا ہوگا (۳) اس کی جان سختی سے نکالی جائے گی۔

قبر کی مصیبتیں

(۱) منکر نکیر سوال و جواب میں سختی سے پیش آئیں گے۔ (۲) قبر میں اندھیرا ہوگا (۳) قبر تنگ ہو جائے گی۔

قیامت کے دن کی مصیبتیں

• (۱) حساب سختی سے ہوگا۔ (۲) اللہ کی ناراضگی کا سامنا ہوگا۔ (۳) دوزخ میں ڈال کر عذاب دیا جائے گا۔

حضرت ابوذر ؓ نے اسی مفہوم کی ایک حدیث رسول اللہ ﷺ سے بھی بیان کی ہے۔

حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے حضرت ابن عباس ؓ سے پوچھا: آدمی رات بھر تہجد پڑھتا ہے۔ دن میں روزہ رکھتا ہے۔ مگر نہ جمعہ کی نماز میں شریک ہوتا ہے۔ نہ پنج وقتہ نمازیں جماعت سے ادا کرتا ہے وہ کہاں ہوگا؟ حضرت ابن عباس ؓ نے جواب دیا: وہ جہنم میں ہوگا۔ سوال کرنے والا ایک مہینہ تک ان سے یہی سوال پوچھتا رہا اور وہ یہی جواب دیتے رہے۔

حضرت علی ؓ نے فرمایا: ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف الفاظ رہ جائیں گے۔ (لوگ صرف الفاظ پڑھتے رہیں گے معانی سمجھنے کی کوئی کوشش نہیں کریں گے۔

علماء سوء کے باعث مساجد ہدایت کی روشنی سے خالی ہوں گی

مسجدیں بظاہر لوگوں سے بھری نظر آئیں گی۔ مگر وہاں سے کسی کو ہدایت نہیں ملے گی۔ اس وقت کے علماء مخلوق کے بدترین لوگ ہوں گے۔ وہ فتنے اٹھائیں گے اور خود ہی ان فتنوں میں الجھتے رہیں گے۔

نماز مصیبت سے چھٹکارے کا ذریعہ

حضرت وہب ابن منبہ ؒ کہتے ہیں: پہلے زمانے میں اللہ سے اپنی حاجات و ضروریات طلب کرنے کا سب سے بہتر طریقہ نماز ہی رہا ہے اور بڑی بڑی مصیبتیں نماز کی بدولت ہی ٹلا کرتی تھیں۔ جب کسی پر کوئی مصیبت پڑتی وہ دعا و نماز ہی کا سہارا لیتا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فلو لا ان کان من المسبحین للبث فی بطنه الی یوم یبعثون ○

اگر وہ (حضرت یونس ؑ) (ہماری) تسبیح کرنے والوں میں شامل نہ ہوتے۔ وہ یوم حشر (قیامت) تک اس (مچھلی) کے پیٹ میں ہی رہتے۔"

حضرت ابن عباس ؓ نے "مسبحین" کی تشریح میں کہا: یہاں 'مسبحین' 'مصلین' کے معنی میں استعمال ہوا (یعنی اگر وہ نماز ادا کرنے والوں میں شامل نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ سے باہر نہ آتے)

حضرت حسن بصری کہتے ہیں: میں خوشحالی میں اللہ کا ذکر اور مصائب سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہنا مصیبت کے وقت کام آ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں پر کوئی مصیبت آ بھی جاتی تو انہیں کوئی نہ کوئی سہارا مل جاتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "انسان کی سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ اسے (اللہ کی طرف سے) دو رکعت نماز پڑھنے کی توفیق نصیب ہو جائے"

حضرت محمد ابن سیرینؒ کہتے ہیں: اگر مجھے دو رکعت نماز پڑھنے اور جنت کے اندر جانے میں اختیار دیا جائے تو میں دو رکعت نماز پڑھنے کو ترجیح دوں گا۔ کیونکہ دو رکعت نماز پڑھنا اللہ کی پسند ہے اور جنت میری اپنی پسند ہے۔

نماز فرشتوں کے بہت سے اعمال کا مجموعہ ہے

ایک روایت میں ہے: جس روز اللہ نے آسمان پیدا کئے۔ ہر آسمان پر فرشتے متعین کر دیئے۔ یہ سب فرشتے اس کی عبادت میں مصروف ہیں۔ ہر آسمان کے فرشتوں کی عبادت کسی دوسرے آسمان کے فرشتوں کی عبادت سے مختلف ہے۔ ایک آسمان کے فرشتے قیامت تک کے واسطے حالتِ قیام میں ہیں ایک آسمان کے فرشتے رکوع کی حالت میں جھکے ہوئے ہیں۔

ایک آسمان کے فرشتے سجدے میں ہی پڑے ہیں۔ ایک آسمان فرشتے اپنے پیروں کو ڈھیلا چھوڑے ہوئے اپنے پروردگار کے خوف سے کانپ رہے ہیں۔ اعلیٰ علیین اور عرش والے فرشتے عرش الٰہی کے گرد طواف کرتے ہوئے اللہ کی تسبیح اور حمد و ثنا کرتے اور اہل زمین کی مغفرت و بخشش کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

مؤمن

عبادت کے یہ سب طریقے نماز میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جو مومن کے واسطے ایک عزت و اکرام کی حیثیت سے اظہار ہے اور مزید فضل قرآن کی تلاوت ہے۔ اس انعام کے صلے میں اللہ تعالیٰ انسانوں سے شکر کا مطالبہ کرتا ہے اور شکر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ نماز کو اس کی پوری شرائط و لوازمات کے ساتھ ادا کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والذین یؤمنون بالغیب و یوبقیمون الصلوة و ممارزقنهم ینفقون.

(سورة بقره. ٣)

"مومن وہ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں نماز ادا کرتے ہیں اور ہماری عطا کردہ دولت میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔"

قرآن کریم میں جہاں بھی نماز کا حکم دیا گیا ہے قیام کے لفظ کے ساتھ دیا گیا ہے۔ جس کا مطلب ہے ہمیشہ پابندی کے ساتھ وقت پر اور باجماعت ادا کی جائے۔

اقیموا الصلوة

(سوره بقره. ٤٣)

"نماز قائم کرو۔ (جمع کے صیغے کے ساتھ)

والمقیمین الصلوة

(سوره نساء. ١٦٢)

"اور پابندی سے نماز ادا کرنے والے" (یہاں بھی جمع کا صیغہ ہے)

غرض کہ جہاں بھی نماز کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے وہاں قیام کا ذکر بھی ساتھ ہی کیا گیا ہے اور یہ صیغہ جمع کے ساتھ ذکر کیا گیا جس سے نماز باجماعت پر زور دینا مقصود ہے۔ یہ تمام احکام مومنوں اور مسلمانوں کے لیے ہیں۔

اس کے علاوہ جہاں منافقوں کا ذکر نماز کے ضمن میں آیا ہے۔ وہاں ان کے واسطے ''مصلین'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ دل سے اور حضور قلب کے ساتھ نماز ادا کرنے نہیں آتے بلکہ محض رسمی طور پر لوگوں کو دکھانے کے لیے کہ ہم بھی نمازی ہیں اور مسلمان ہیں۔ نماز میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ان کی نماز میں خلوص اور نیک نیتی نہیں ہوتی اسی لئے قرآن کریم میں ایسے لوگوں کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون. (سورہ ماعون ۴، ۵)

''ایسے نمازیوں کے واسطے ہلاکت و بربادی ہے جو اپنی نمازوں کو بھلا دیتے ہیں۔''

ایسے لوگوں کو نماز کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ یہ لوگ صرف دوسروں کو دکھانے کے لیے نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں اس بات کی پروا نہیں ہوتی۔ کہ ہماری یہ نمازیں اللہ کی بارگاہ میں قبول ہوں گی یا الٹی ہمارے منہ پر ماردی جائیں گی۔ بدقسمتی سے آج کل ایسے ہی لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ جبکہ حقیقی معنی میں نماز ادا کرنے والے بہت کم لوگ ہیں۔ خداوند تعالیٰ ہمیں حقیقی نمازی بنائے۔ (آمین)

بعض راویوں نے یہ روایت نقل کی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ مگر ان کی نمازوں کا چوتھا پانچواں چھٹا یا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا وہی ادا کر دیا جاتا ہے۔ حصہ نماز شمار ہوتا ہے جو پوری طرح توجہ اور دھیان سے ادا کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: ''جس نے دو رکعت نماز اپنے دل کو اللہ کی طرف متوجہ رکھ کر ادا کر لی وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو گیا جیسے اس دن تھا جب اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔''

نماز کی شرطیں (فرائض)

کچھ حضرات کا خیال ہے: نماز کی بارہ ہزار شرائط تھیں جنہیں اختصار کے ساتھ بارہ شرطوں یا فرائض میں جمع کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ان بارہ شرطوں کا لحاظ رکھا جائے۔ ان میں سے چھ شرطیں یا فرائض نماز سے قبل ہیں اور چھ نماز کے اندر ہیں۔

نماز سے باہر کی چھ شرطیں یا فرائض

۱۔ پہلی شرط ''علم'' نمازی کو یہ علم ہو کہ میں جو نماز ادا کرنا چاہتا ہوں وہ کون سی نماز ہے۔ فرض ہے سنت ہے یا نفل ہے: کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''علم کے ساتھ تھوڑا عمل بھی بے علمی کے ساتھ بہت زیادہ عمل سے بہتر ہے۔''

۲۔ دوسری شرط ہے ''وضو'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''طہارت (وضو) کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔''

۳۔ تیسری شرط ہے لباس (ستر عورت) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

خذوا زينتكم عند كل مسجد.

''مسجد میں آتے وقت صاف ستھرا اور پاک لباس پہن کر آؤ۔''

اس کا مطلب ہے نماز کے وقت تمہارے جسم پر لباس ہونا چاہیے۔

۴۔ چوتھی شرط ہے ''وقت'' نماز کا وقت ہو: اللہ کا ارشاد ہے:

"**ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا**" (سورۃ نساء، ۱۰۳)

''مومنوں پر نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔''

۵۔ پانچویں شرط ہے ''قبلہ کی طرف رخ ہونا'' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"**فول وجهك شطر المسجد الحرام و حيث ماكنتم فولوا وجوهكم شطره**" (سورہ بقرہ، ۱۴۴)

''اپنا رخ مسجد حرام (کعبہ) کی طرف پھیر لو اور تم جہاں کہیں بھی ہو (نماز کے وقت) اپنا رخ اس کی طرف کر لیا کرو۔''

۶۔ چھٹی شرط ہے ''نیت'': نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''اعمال کی بنیاد ''نیت'' پر ہے ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے۔ جس کی اس نے نیت کی''

نماز کی اندرونی یا (داخلی) شرطیں۔ ان کو ارکان یا فرائض نماز بھی کہا جاتا ہے۔

(۱) تکبیر تحریمہ: اللہ اکبر کہہ کر نماز کی نیت باندھ لینا: حضور کا فرمان ہے:

''نماز میں داخلہ تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے اور سلام پھیر کر نماز سے خارج ہوتے ہیں''

۲۔ قیام: نماز کی دوسری داخلی شرط قیام ہے: اللہ کا ارشاد ہے:

"قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ" (سورہ بقرہ: ۲۳۸)

''اللہ کے سامنے عاجزی (و نیازمندی) سے کھڑے ہوجایا کرو۔''

۳۔ قرأت: نماز کی تیسری داخلی شرط قرأت۔ یعنی قرآن کا جتنا حصہ آسانی سے پڑھ سکے اتنا پڑھ لے۔ حکم ہے:

"فاقرء و ا ماتیسر من القران"

''قرآن کا جتنا حصہ آسانی سے پڑھ سکتے ہو۔ پڑھ لو۔''

۴۔ رکوع: چوتھی داخلی شرط رکوع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"وَارْكَعُوْا" (سورہ حج: ۷۷)

''اور رکوع کرو۔''

۵۔ سجدہ: پانچویں داخلی شرط سجدہ ہے: قرآن کریم میں اللہ کا ارشاد ہے:

"وَاسْجُدُوْا" (سورہ حج: ۷۷)

۶۔ قعدہ: نماز کی چھٹی داخلی شرط قعدہ ہے: نماز کی آخری رکعت کے سجدہ کرنے کے بعد بقدر تشہد بیٹھنا۔

ان بارہ خارجی اور داخلی شرائط کے مکمل ہونے پر اس عمل صلوٰۃ کے آخر میں اخلاص کی مہر لگنا ضروری ہے کہ یہ عمل نیک نیتی اور دل کے خلوص کے ساتھ صرف اللہ کی رضا کے لیے کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:

"لیعبدو اللہ مخلصین لہ الدین"

''دین (اسلام میں اپنے (دل کے) خلوص (نیک نیتی) کے اظہار کے لیے اللہ کی عبادت کریں۔''

ان خارجی اور داخلی شرائط (ارکان) کی مزید تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

(۱) علم: نمازی کے لیے اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ وہ جو نماز ادا کرنا چاہتا ہے وہ فرض ہے یا سنت یا نفل کیونکہ اس علم کے بغیر نماز ادا نہیں ہوگی۔

۱۔ اسے یہ بھی علم ہو کہ وضو اور نماز میں کیا چیزیں فرض ہیں اور کیا چیزیں سنت ہیں۔

۲۔ اسے یہ بھی علم ہو کہ نماز میں اس کے خیالات کو منتشر کرنے کے لیے شیطان کیا حربے استعمال کرسکتا ہے اور اس کے ان حربوں سے خود کو کس طرح محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

(۲) وضو: وضو ان تین باتوں سے مکمل ہوگا:

۱۔ وضو کرنے والے کا دل دغا فریب اور حسد جیسی آلائشوں سے پاک ہو۔

۲۔ بدن گناہوں سے پاک ہو۔

۳۔ وضو والے اعضا کو اچھی طرح پانی بہا کر دھویا جائے لیکن پانی ضرورت سے زیادہ نہ بہایا جائے۔

(۳) ستر عورت: (لباس) تیسری خارجی شرط ستر عورت یا لباس ہے اس میں بھی ان تین باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ حلال آمدنی سے تیار ہوا ہو۔

۲۔ ہر طرح کی نجاست اور گندگی سے پاک ہو۔

۳۔ سنت کے مطابق ہو۔ اس سے فخر وغرور اور تکبر کا اظہار نہ ہوتا ہو۔

(۴) وقت: نماز کی چوتھی خارجی شرط وقت ہے اس میں ان تین چیزوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

۱۔ سورج' چاند اور ستاروں کو دیکھ کر وقت معلوم کرنے کی صلاحیت ہو (آج کل یہ کام گھڑی سے لیا جاتا ہے)

۲۔ نمازی کے کان اذان کی آواز سننے کے منتظر رہیں۔

۳۔ نمازی کا دل وقت پر باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے بے چین رہے۔

(۵) قبلہ رخ ہونا: اس کے لیے ان باتوں کے لحاظ رکھنا چاہیے۔

۱۔ نمازی کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو۔

۲۔ دل اللہ کی طرف متوجہ ہو۔

۳۔ نمازی کی حالت سے عاجزی وانکساری کا اظہار ہو۔

(۶) نیت: نماز کی نیت کے لیے ان تین باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۱۔ نمازی کو یہ علم ہو کہ جو نماز وہ ادا کرنا چاہتا ہے۔ وہ فرض ہے یا سنت ہے یا نفل ہے۔

۲۔ نماز میں یہ تصور کرے وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

۳۔ اس کی حالت سے عاجزی وانکساری کا اظہار ہونا چاہیے۔

یہ نماز کی چھ خارجی شرطوں کی تشریح تھی۔

نماز کی چھ داخلی شرائط کی تشریح

(۱) تکبیر تحریمہ: تکبیر تحریمہ کے لیے یہ تین چیزیں ضروری ہیں:

۱۔ بہ قائمی ہوش وحواس صحیح طور "اللہ اکبر" کہا جائے۔

۲۔ تکبیر کہتے وقت کانوں تک ہاتھ اٹھائے جائیں۔

۳۔ دل میں پوری طرح اللہ کی عظمت وبرتری کا خیال رکھتے ہوئے اللہ اکبر کہا جائے۔

(۲) قیام: نماز کی دوسری داخلی شرط ہے قیام۔ قیام میں ان تین باتوں کا لحاظ رکھا جائے۔

۱۔ نظر سجدہ کی جگہ پر ہو۔

۲۔ دل پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہو۔

۳۔ دائیں بائیں نہ دیکھا جائے۔

(۳) قرأت: نماز کی تیسری داخلی شرط "قرأت" ہے۔ اس میں ان تین باتوں کا خیال رکھیں۔

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم شروع کرتے ہوئے سورہ فاتحہ پڑھی جائے (الفاظ کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے) ترتیل کے ساتھ پڑھا جائے اور لحن سے گریز کرنا چاہیے۔

۲۔ الفاظ معنی کو سمجھتے ہوئے پڑھا جائے۔

۳۔ جو کچھ پڑھا جائے اس پر عمل بھی کیا جائے۔

(۴) رکوع: چوتھی داخلی شرط یا رکن رکوع کرنا ہے۔ رکوع کرتے وقت ان تین چیزوں کا خیال رکھا جائے۔

۱۔ کمر پوری طرح بچھ جائے (برابر ہو) کہیں سے اونچی یا زیادہ جھکی ہوئی نہ ہو۔

۲۔ اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں کے اوپر رکھیں اور انگلیاں کھلی رکھیں۔

۳۔ رکوع سے اٹھنے میں جلدی نہ کی جائے۔ پورے اطمینان سے اللہ کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے رکوع کی تسبیحات پڑھی جائیں۔

(۵) سجدہ: نماز کی چوتھی داخلی شرط یا رکن سجدہ ہے۔ سجدہ کرتے وقت ان تین چیزوں کا دھیان رکھنا ضروری ہے۔

۱۔ ہاتھ کانوں کے برابر زمین پر رکھے جائیں۔

۲۔ بازو زمین پر نہ پھیلائے جائیں۔

۳۔ اطمینان وسکون سے سجدہ کیا جائے اور اللہ کی شان وعظمت کا خیال دل میں رکھتے ہوئے سجدہ کی تسبیحات پڑھی جائیں۔

(۶) قعدہ: نماز کی چھٹی داخلی شرط یا رکن "قعدہ" ہے۔ قعدہ میں بیٹھتے وقت یہ تین چیزیں ذہن میں رکھیں۔

۱۔ بائیں پیر پر بیٹھیں دایاں پیر کھڑا رکھیں۔

۲۔ اللہ کی عظمت کا خیال رکھتے ہوئے تشہد کی دعائیں پڑھیں اپنے لئے اور تمام مومنین (مسلمانوں) کے لیے دعا کریں۔

۳۔ سلام پھیرتے وقت پوری طرح سلام کریں اور پوری طرح سلام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سلام پھیرتے وقت یہ نیت کی جائے کہ دائیں جانب جو فرشتے اور انسان ہیں ان سب پر سلامتی ہو اسی طرح بائیں طرف سلام پھیرتے وقت بھی یہی نیت کی جائے۔

(۷) اخلاص: اخلاص کے لیے ان تین باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:

۱۔ نماز پڑھنے کا مقصد اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنا ہو۔ کسی انسان کو راضی کرنا یا دکھانا مقصود نہ ہو۔

۲۔ نماز ادا کرنے کی توفیق اللہ کی طرف حاصل ہوئی ہے۔

۳۔ زندگی کے آخری سانس تک نماز کی پابندی کرنی ہے۔ کیونکہ قیامت کے روز بھی پر خلوص نماز میرے کام آئے گی کیونکہ اللہ نے بھی من جاء بالحسنة" (جو نیکیاں (یعنی خلوص۔ اخلاص) لے کر آئے گا حسنہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ عمل حسنہ نہیں کہا۔

نمازی کے لیے ضروری ہے: اسے نماز کی حقیقت واہمیت کا علم ہو تا کہ وہ اللہ کی اس بات

پر تعریف اور اس کا شکر ادا کر سکے کہ اس نے اسے نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

نماز: قیام' قرأت' رکوع و سجود اور دعاؤں کی صورت میں بہت سے نیک اعمال کا مجموعہ ہے۔ جب نمازی "اللہ اکبر" کہہ کر نماز کی نیت باندھتا ہے۔ تو اللہ کہتا ہے: "میرا بندہ جانتا ہے کہ میں سب سے بڑا ہوں' اور وہ میرے سامنے حاضر ہوا ہے" تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے جب وہ رفع یدین (دو کانوں تک ہاتھ اٹھانا) کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے: میں اللہ کے سوا کسی کو عبادت کے قابل نہیں سمجھتا۔ پھر وہ کہتا ہے: "سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک" جس کے معنی ہیں تیری شان سب سے بلند ہے۔ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اسکے بعد نمازی کہتا ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (شروع اللہ کے نام جو بہت رحم کرنے والا مہربان ہے) الحمد للہ رب العالمین. (ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) الرحمن الرحیم (وہ بہت رحم کرنے والا نہایت مہربان) مالک یوم الدین (قیامت کے دن کا مالک ہے) ایاک نعبد و ایاک نستعین: (اے اللہ! ہم تیرے عاجز بندے) تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے (ہر طرح کی) مدد چاہتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم. (ہمیں (اپنی بندگی کی) سیدھی راہ دکھا دے) صراط الذین انعمت علیھم. (ان لوگوں کی راہ جن کو تو نے انعام و اکرام سے نوازا ہے) غیر المغضوب علیھم ولا الضالین. (اور) ان لوگوں کی راہ سے بچا جن پر تیرا قہر و غضب نازل ہوا۔ اور ان کی راہ سے بھی ہمیں بچا جو بھٹک گئے اور گمراہ ہوئے)۔۔۔ آمین۔

اس ساری دعا (فاتحہ) کا ماحصل و مفہوم یہ ہے: پروردگار! مجھے نبیوں اور اپنے محبوب بندوں کی راہ پر چلا' اور گمراہوں کی راہ سے مجھے بچالے۔ قیام و قرأت کے بعد نمازی اپنے دل میں یہ سوچے پروردگار! میں تیرا ایک عاجز بندہ ہوں۔ میں نے اپنے گناہ گار نفس کو تیرے سامنے جھکا دیا ہے۔ اس امید پر کہ تو مجھے معاف کر دے گا اور مجھ پر رحم فرمائے گا۔ پھر رکوع کرے اور یہ دعاء پڑھے۔ "سبحان ربی العظیم" (میرا رب عظیم ہر شے سے بالا و برتر ہے)۔ پھر "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتا ہوا اٹھے۔ جس کا مطلب ہے: اللہ نے اس کو معاف کر دیا جس نے اسے واحد مانا اور اس کی اطاعت کی) پھر "ربنا لک الحمد" کہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے: تیرا شکر کہ تو نے ہمیں نماز ادا کرنے کی توفیق بخشی۔ پھر سجدہ کرے۔ سجدہ کرنے کا مطلب یہ ہے اے پروردگار! تو نے مجھے جو حسین و جمیل صورت (چہرہ) عطا کی تھی۔ جس میں تو نے

آنکھیں بنائیں۔ کان بنائے زبان پیدا کی۔ یہ مجھے بہت پسند تھی یہ بھی میں نے تیرے سامنے لا کر زمین پر ڈال دی ہے کہ شاید اسی طرح تو میرے حال زار پر ترس کھائے اور میری خطائیں معاف کر دے۔ پھر یہ دعا پڑھے۔ "سبحان ربی الاعلیٰ" "میرا رب ہر چیز سے اعلیٰ و ارفع ہے عزت و شان میں اس سے برتر کوئی نہیں۔

دو یا چار رکعت اسی طرح پوری کرنے کے بعد جب نمازی قعدہ اخیرہ میں بیٹھتا ہے اور "التحیات للہ" پڑھتا ہے: اس کا مطلب یہ ہے ہر چیز کا مالک اللہ ہے وہی ہر طرح کی تعریف و ثنا کا حق دار ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت منقول ہے: وہ کہتے ہیں دور جاہلیت میں بتوں کے پجاری اپنے بتوں کی پوجا کرتے وقت یہ کہا کرتے تھے۔ "الحیات الباقیۃ لک" (ہماری باقی زندگی تیرے نام) اس پر مسلمانوں کو نماز میں التحیات للہ۔ (ہمیشگی اور دائمی بقا اور قدرت و طاقت اللہ کے لیے) پڑھنے کا حکم دیا گیا اور الصلوٰت سے مراد پانچ نمازیں ہیں جو اللہ کے حکم سے اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے پڑھی جاتی ہیں اور "طیبات" سے مراد اشھد ان لا الہ الا اللہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں خدائے واحد کے سوا کوئی معبود نہیں اس میں "توحید کا اقرار ہے۔ "السلام علیک ایھا النبی" کے معنی ہیں: اے محمد ﷺ آپ پر سلام آپ ﷺ نے اپنے رب کا پیغام بڑے عمدہ طریقے سے لوگوں تک پہنچایا اور اپنی امت کی خیر خواہی میں لوگوں کو اچھی باتیں بتائیں۔ و رحمۃ اللہ" کے معنے ہیں: اللہ کی رضا و خوشنودی آپ ﷺ کے لیے "وبرکاتہ" کے معنی ہیں: اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی برکتیں آپ ﷺ کے اور آپ ﷺ کے اہل بیت کے لیے۔ "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین" کے معنے ہیں اللہ کی طرف سے مغفرت و بخشش ہمارے واسطے اور اللہ کے تمام برگزیدہ بندوں نبیوں' صدیقوں اور ان کے طریقوں پر عمل کرنے والوں کے لیے اشھد ان لا الہ الا اللہ۔ کے معنی ہیں: زمین اور آسمان میں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' اور "اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ" کے معنی ہیں: محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی اور اللہ کی مخلوق میں سب سے برگزیدہ ہیں۔ اس کے بعد نمازی درود شریف پڑھے درود کے بعد اپنے واسطے اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کرے۔ پھر پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرے۔ "السلام علیکم" کہتے ہوئے اس کی نیت یہ ہو: اے مسلمانو! تم میری طرف سے مطمئن رہو۔ میں تمہیں

کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ نہ تمہارے ساتھ کسی طرح دغا وفریب کروں گا۔

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نمازی کو ان تین انعامات سے نوازا جاتا ہے: (۱) آسمان سے اس پر عطاو بخشش کی بارش ہوتی ہے۔ (۲) زمین سے آسمان تک اسے فرشتے اپنے گھیرے میں لیتے ہیں اور (۳) ایک فرشتہ کہتا ہے: اگر اس شخص کو یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ کس (مہربان) سے مناجات میں مصروف ہے۔ وہ کبھی اپنی نماز ختم نہ کرتا۔" یہ انعامات ہیں۔ جو نمازی کو حاصل ہوئے ہیں۔ لہٰذا ہمیں چاہیے نماز کی قدر و منزلت پہچانیں اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہمیں نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی۔

حضرت قتادہ ؓ کہتے ہیں: حضرت دانیال علیہ السلام نے امت محمد ﷺ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: یہ لوگ ایسی نماز پڑھیں گے کہ اگر ایسی نماز حضرت نوح کی قوم پڑھ لیتی وہ کبھی غرق نہ ہوتی۔ قوم ثمود پڑھ لیتی۔ آسمانی چیخ سے نہ مرتی۔ قوم عاد پڑھ لیتی۔ طوفانی ہوا سے نہ مرتی۔ اس کے بعد حضرت قتادہ ؓ نے فرمایا: نماز کی پابندی کرو۔ یہ سب سے بہتر تحفہ ہے، جو مسلمانوں کو عطا ہوا ہے۔

حضرت لیث ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت وہ امت ہے جس پر اللہ کی خاص رحمت ہے اور اس کے لوگوں کی پرخلوص دعاؤں۔ ان کی نمازوں اور غربا و مساکین کی بدولت عام بلائیں نہیں آئیں گی۔

اذان اور اقامت کی فضیلت

حضرت سلمہ ابن ضرار ایک شامی راوی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی: مجھے کوئی ایک ایسا عمل بتا دیجیے جس کی بدولت مجھے جنت مل جائے۔
آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: مؤذن ہو جاؤ لوگ تیری بدولت نماز کیلئے جمع ہو جایا کریں گے۔"

اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں یہ نہ کر سکوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنی قوم کا امام بن جاوہ تیرے ساتھ نماز پڑھ لیا کریں گے۔"

اس نے کہا: "اگر مجھ سے یہ بھی نہ ہو سکے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: "پھر ہر نماز کی جماعت کے وقت پہلی صف میں شامل ہوا کر۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: یہ آیت مؤذن حضرات کے بارے میں نازل ہوئی تھی:

"وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَ عَمِلَ صَالِحاً وَّ قَالَ اِنَّنِىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ."

(حم سجدہ: ۳۳)

"اس سے زیادہ بات کا سچا کون ہے جو (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور کہے میں مسلمان ہوں۔"

جس کا مطلب ہے: (مؤذن) لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہے اور اذان و اقامت درمیانی وقت میں نماز (سنت یا نفل) پڑھ لیتا ہے۔

حضرت ابو امامہ باہلی ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جہاں تک مؤذن کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک ہر چیز مؤذن کے لیے مغفرت کی دعا کرتی ہے۔ اور جتنے لوگ اس کی آواز سن کر نماز کے لیے آئیں گے ان سب کے ثواب کے برابر اس کو بھی ثواب ملے گا جبکہ ان لوگوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

حضرت سعد ؓ ابن وقاص حضرت خولہ بنت حکم سلمی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک بیمار آدمی جب تک بیماری میں مبتلا رہتا ہے۔ اللہ کا مہمان ہوتا ہے۔ اس کے لیے روزانہ ستر شہیدوں کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے اگر وہ تندرست ہو گیا تو

گناہوں سے اس طرح پاک ہوتا ہے جیسے پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک تھا۔ اور اگر اس بیماری میں فوت ہوگیا اللہ اسے بغیر حساب جنت میں داخل کردے گا۔ مؤذن اللہ کا دربان ہے۔ اسے ہر اذان پر ہزار نبیوں کے ثواب کے برابر ثواب ملتا ہے۔ امام اللہ کا وزیر ہے اسے ہر نماز پر ہزار صدیقوں کے عمل کے برابر ثواب ملتا ہے۔ حدیث کا درس دینے والا عالم اللہ کا وکیل ہے۔ اسے اللہ قیامت کے روز ہر حدیث کی تعلیم کے صلہ میں نور کا تحفہ عطا کرے گا اور ہر حدیث کی تعلیم پر اس کے حساب میں ہزار سال کی عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے اور علم حدیث کا طالب علم مرد ہو خواہ عورت اللہ کے خادم ہیں۔ ان کو ان کے محنت کے صلہ میں جنت عطا کی جائے گی۔"

آپ ﷺ نے مؤذن کو حاجب (یعنی دربان) کہا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دربان لوگوں کو بادشاہ کے دربار یا حکمران کے سامنے مقررہ وقت پر بلاتا ہے اسی طرح مؤذن بھی نمازوں کے اوقات میں لوگوں کو اللہ کے سامنے حاضری کے لیے بلاتا ہے۔ امام کے وزیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اس کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں اور اس کی نماز کے ساتھ ہی سب کی نماز مکمل ہوتی ہے ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے صرف اللہ کی رضا کی خاطر سات سال تک اذان دی اللہ اسے دوزخ کے ساتوں طبقوں سے آزاد کردیتا ہے (وہ دوزخ کے کسی طبقے میں بھی نہیں بھیجا جائے گا)

حضرت عطا ابن یسار روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مؤذن کی آواز خشکی و تری میں جہاں تک سنی جاتی ہے وہاں تک ہر چیز اس کے واسطے مغفرت کی دعا کرتی ہے اور قیامت کے روز اس کے اس عمل کی تصدیق کرے گی۔"

حضرت ابوسعید خدری ؓ کہتے ہیں: جب تم کسی جنگل میں ہو خوب بلند آواز سے اذان دو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: "مؤذن کی آواز کو درخت، پتھر، زمین کے ذرات اور جن و انسان جو بھی سنتا ہے قیامت کے روز اللہ کے سامنے اس کی گواہی دے گا۔"

مؤذن کا درجہ

حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن بلال ؓ کو جنت کی ایک اونٹنی پر سوار کیا جائے گا۔ وہ اس پر سوار ہو کر اذان دیتے ہوئے پورے میدان حشر کا چکر لگائیں گے اور جب وہ اشہد ان لا الہ الا اللہ "اور اشہد ان محمدا رسول اللہ"

کہیں گے میدان حشر میں کھڑے ہوئے لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہیں گے۔ جس طرح تم شہادت (گواہی) دے رہے ہو ہم بھی شہادت دیتے ہیں۔ بلال ؓ جب پورے میدان حشر کا چکر لگا چکیں گے جنت کے لباس لائے جائیں گے۔ سب سے پہلے بلال ؓ کو جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ اس کے بعد دوسرے نیک نیتی سے اذان دینے والے مؤذنوں کو جنت کا لباس پہنا دیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ ؓ فرمایا کرتے تھے: قیامت کے روز مؤذنوں کی گردنیں سب سے اونچی ہوں گی۔ سب سے پہلے نبیوں اور شہیدوں اور مؤذنوں کے فیصلے کیے جائیں گے۔ مؤذنوں میں سے پہلے خانہ کعبہ اور بیت المقدس کے مؤذنوں کو بلایا جائے گا ان کے بعد دوسرے مؤذن بلائے جائیں گے۔"

حضرت ابن مسعود ؓ کہتے ہیں: "اگر میں مؤذن ہوتا تو مجھے اس کی پروا نہ ہوتی کہ میں کسی غزوہ میں شریک ہوا یا نہیں۔"

حضرت عمر ؓ ابن خطاب فرماتے ہیں: اگر میں مؤذن ہوتا تو ایک فرض حج کرنے کے بعد میں ثواب میں اضافہ کے لیے حج و عمرہ کی بھی پروا نہ کرتا۔

حضرت علی ؓ کہتے ہیں: مجھے دنیا کی کسی چیز پر افسوس نہیں ہوتا۔ صرف اس بات کا افسوس ہے کہ میں نبی کریم ﷺ سے حسن ؓ و حسین ؓ کو مؤذن مقرر کردینے کی درخواست نہ کرسکا۔

ایک روایت میں ہے: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس شہر میں مؤذن زیادہ ہوتے ہیں وہاں سردی کم ہوتی ہے۔"

حضرت جابر ابن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا" جب مؤذن اذان دیتے ہیں شیطان بھاگتا ہے اور "روحاء" میں جا کر دم لیتا ہے" "روحاء" مدینہ سے تیس میل دور ایک جگہ کا نام ہے۔

مؤذن کے لیے ضروری ہدایات

مصنف ابو اللیث سمرقندی کہتے ہیں: مؤذن کے لیے دس چیزیں ضروری ہیں۔

۱۔ وہ نمازوں کے اوقات کو جانتا ہو اور یاد رکھ سکتا ہو۔
۲۔ وہ اپنے حلق سے نکلنے والی متوازن آواز میں اذان دے گلا پھاڑ کر اذان دینے کی

کوشش نہ کرے۔

۳۔ اگر اس کی غیر موجودگی میں کوئی دوسرا شخص اذان دے دے۔ اس پر ناراض نہ ہو۔

۴۔ اذان خوش الحانی سے دے مگر اس میں گانے کا انداز پیدا نہ کرے۔

۵۔ اذان کے ثواب کی امید اللہ سے رکھے۔ لوگوں کی تعریف وتوصیف سے متاثر نہ ہو۔

۶۔ لوگوں کو اچھی باتیں بتائے۔ بری باتوں سے باز رہنے کی نصیحت کرتا رہے۔ حق بات کہنے میں کسی کی امیری غریبی کا لحاظ نہ کرے۔

۷۔ امام اگر موجود نہ ہو تو اس کا اتنی ہی دیر انتظار کرے جتنا عام مقتدیوں کو ناگوار نہ گزرے۔ نہ آئے تو خود امام بن کر نماز پڑھادے۔

۸۔ صف میں اس کی جگہ کوئی دوسرا شخص بیٹھ جائے۔ اس پر ناراض نہ ہو۔

۹۔ اذان اور اقامت کے درمیانی وقت میں سنتیں ادا کرتے ہوئے ضرورت سے زیادہ دیر نہ لگائے۔

۱۰۔ اپنی مسجد کا خوب خیال رکھے، کوڑا کرکٹ سے پاک صاف رکھے، بچوں کو آنے سے ہٹاتا رہے۔

امام کے لیے دس ضروری شرائط

امام ان دس باتوں کو مدنظر رکھے تا کہ اس کی اور مقتدیوں کی نماز میں خلل واقع نہ ہو۔

۱۔ قرآن کی تلاوت قرأت کے اصولوں کے مطابق کرسکتا ہو' قرآن کی تلاوت میں گانے کا لہجہ نہ پیدا کرے۔

۲۔ نماز کی تکبیرات صحیح طور پر (الفاظ کی صحت کے ساتھ) کہہ سکتا ہو۔

۳۔ رکوع اور سجدے پورے اطمینان سے کرے۔

۴۔ ذاتی طور پر حرام اور مشتبہ چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرے۔

۵۔ لباس پاک اور صاف ستھرا ہو۔

۶۔ نماز میں زیادہ لمبی سورتیں نہ پڑھے۔

۷۔ اپنے دل میں غرور پیدا نہ ہونے دے۔

۸۔ نماز کی امامت سے پہلے توبہ واستغفار کرلیا کرے۔ کیونکہ وہ اپنے مقتدیوں کی نماز کا بھی ذمہ دار ہے۔

۹۔ سلام کے بعد صرف اپنی ذات کے لیے دعا نہ کرے سب مقتدیوں بلکہ پوری قوم کے لیے دعا کرے۔

۱۰۔ مسجد میں کوئی اجنبی مسافر آئے تو اس کی ضرورت کے متعلق اس سے پوچھ لے۔

حضرت ابوسعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"پانچ آدمیوں کو میں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (۱) نیک اور اپنے خاوند کی وفادار و فرمانبردار عورت۔ (۲) اپنے ماں باپ کا فرمانبردار بیٹا (۳) (حج یا عمرہ کی نیت سے جانے والا) مکہ کی راہ میں فوت ہو جانے والا انسان (۴) وہ آدمی جس کا اخلاق اچھا ہو۔ (۵) اور وہ آدمی جو محض ثواب کی نیت سے کسی مسجد میں اذان دیتا ہے۔"

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "امام مقتدیوں کی نماز کا ضامن (ذمہ دار) ہے اور مؤذن امانتدار ہے۔ اے اللہ! اماموں کی رہنمائی فرما اور مؤذنوں کی بھول چوک معاف فرما۔"

مؤذن کو امانتدار اس لئے کہا گیا ہے کہ لوگوں نے اس کو اس بات کا ذمہ دار بنایا ہے کہ وہ فجر کی اذان صبح صادق ہونے سے پہلے نہ دے۔ تا کہ خصوصاً رمضان کے دنوں میں لوگوں کی سحری اور فجر کی نماز میں شبہ نہ پیدا ہو۔ اسی طرح مغرب کی اذان سورج غروب ہو جانے پر دے تا کہ افطار کرتے وقت پریشانی نہ ہو۔ ایسے ہی معاملات کی وجہ سے مؤذن کو "امانتدار" کہا گیا ہے۔

امام کو ضامن (ذمہ دار) اس لئے قرار دیا گیا ہے۔ کہ مقتدیوں کی نماز کی صحت کا دارومدار امام کی اپنی نماز کے صحیح ہونے پر ہے۔ اگر اس کی نماز صحیح ادا ہوگی تو مقتدیوں کی نماز بھی صحیح ادا ہو جائے گی۔ امام کی نماز فاسد ہوگی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن تین آدمی مشک (کستوری) کے ٹیلوں پر کھڑے ہوں گے۔ انہیں نہ حساب کا کھٹکا ہوگا نہ قیامت کے ہولناک دن کا ان پر کوئی اثر ہوگا۔

(۱) وہ امام جس سے اس کے مقتدی خوش ہوں۔ (۲) وہ مؤذن جو محض رضائے الٰہی کی خاطر پانچوں وقت اذان دیتا ہے (۳) اور وہ غلام (یا ملازم) جو اپنے آقا (اور اپنے مالک) کے حکم کی فرمانبرداری کرتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کسی مسلمان کے لیے بلا

اجازت دوسرے کے مکان میں جھانکنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے ایسا کیا وہ گویا اس کے گھر میں داخل ہو گیا۔ اور جو کسی کے گھر میں داخل ہو گیا اس نے اپنا عہد توڑ دیا۔

نماز شروع کرنے سے پہلے انسان اپنی فطری ضرورت پیشاب وغیرہ سے فارغ ہو لے (اگر شدید تقاضا ہو) کسی شخص کو اگر لوگ جائز وجوہات کی بناء پر امام بنانا پسند نہ کرتے ہوں تو وہ زبردستی امام بن کر نماز نہ پڑھائے۔ ورنہ مقتدیوں کی نماز تو ہو جائے گی مگر اس کی اپنی نماز نہیں ہوگی۔ امام صرف اپنے واسطے دعا نہ کرے بلکہ سب کے لیے دعا کرے۔"

اذان دینے والے اور پہلی صف میں شامل ہونے والے کا ثواب

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان دینے اور پہلی صف میں شامل ہونے میں کتنا اجر و ثواب ہے تو وہ ان دونوں کے لیے قرعہ اندازی کیا کریں۔ اگر معلوم ہو کہ تپتی دھوپ میں ظہر کی نماز کی جماعت میں شریک ہونے کے واسطے آنے میں کتنا ثواب ہے تو وہ اس کے لیے ایک دوسرے سے پہلے آنے کی کوشش کرنے لگیں۔ اور انہیں معلوم ہو کہ عشاء اور فجر کی نماز میں شریک ہونے کا کتنا اجر و ثواب ہے وہ گھسٹتے ہوئے بھی آئیں۔"

حضرت ضحاک ؓ روایت کرتے ہیں: جب حضرت عبداللہ ابن زید ؓ نے خواب میں اذان کو دیکھا اور حضرت بلال ؓ کو سکھائی اور نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال ؓ کو چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم فرمایا: "مدینہ کے لوگوں نے ایک سخت دھماکے جیسی آواز سنی۔

قیامت کے روز موذن کا مقام

نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو متعجب دیکھ کر ان سے دریافت کیا: تمہیں معلوم ہے یہ کیسی آواز تھی؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے رب کے حکم سے بلال کی آواز سننے کے لیے عرش تک تمام آسمانوں کے دروازے کھولے گئے ہیں (یہ ان کے کھلنے کی آواز تھی) حضرت ابو بکر ؓ نے دریافت کیا: یہ صرف بلال ؓ کی اذان کے لیے ہوا ہے یا دوسرے موذنوں کی اذان کے وقت بھی ایسا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "ایسا ہر موذن کی اذان کے وقت ہوگا" اور قیامت کے روز ایک آواز لگانے والا (فرشتہ) آواز لگائے گا موذن کہاں ہیں؟ تو یہ لوگ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر کھڑے نظر آئیں گے۔"

مقتدی جائز وجوہ سے کسی کو ناپسند کریں تو اسے امامت نہیں کرنی چاہیے

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ان پانچ آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ (۱) وہ عورت جو اپنے خاوند سے ناراض ہو۔ (۲) وہ غلام جو اپنے آقا کے پاس سے بھاگ گیا ہو۔ (۳) وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی سے تین روز سے زیادہ ناراض رہے۔ (۴) ہمیشہ شراب پینے والا (۵) اور وہ امام جو مقتدیوں کی (جائز وجوہ کی بناء پر) ناپسندیدگی کے باوجود امامت کرے اور انہیں نماز پڑھائے۔"

امامت کے معاملہ میں یہ بات خاص طور پر مدنظر رکھنی چاہیے کہ مقتدی اگر جائز اور شرعی وجوہات کی بناء پر امام کی مخالفت کرتے ہیں اور امام کے اندر واقعی کوئی خامی ہے۔ تو بہتر یہی ہے کہ وہ امامت نہ کرے۔ لیکن اگر امام میں ذاتی طور پر کوئی خامی نہیں اور کوئی دوسرا شخص بھی ایسا نہیں جو امامت کر سکے اور مقتدی لوگ صرف اپنی کم علمی اور دیگر غیر شرعی وجوہات کی بناء پر اس کی مخالفت کرتے ہیں تو اس کی پرواہ نہ کرے اور امام کے فرائض انجام دیتا رہے اور لوگوں کو صحیح بات سمجھانے کی کوشش کرے۔

حضرت جابر ابن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ موذن جو محض ثواب کی نیت سے اذان دیتے ہیں قیامت کے روز اذان دیتے ہوئے اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ موذن کی اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے خشکی ہو یا سمندر ہر چیز درخت اور پتھر وغیرہ سب اسکے حق میں گواہی دیں گے اور اس کے واسطے مغفرت کی دعا کرتے ہیں جتنے لوگ اس کی آواز سن کر نماز کے لیے آتے ہیں ان سب کے ثواب کے برابر اسے بھی ثواب ملتا ہے۔ اذان اور اقامت کے درمیانی وقت میں وہ جو دعا بھی کرتا ہے قبول ہوتی ہے۔ اس کی طلب دنیا میں پوری کر دی جاتی ہے یا آخرت میں اس کا ثواب اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے۔ قیامت کے روز جنت کا لباس سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے بعد حضرت محمد ﷺ اور تمام نبیوں کو پہنایا جائے گا۔ ان کے بعد موذنوں کو جنت کا لباس پہنایا جائے گا اور فرشتے عمدہ سرخ یاقوتوں کے تحفے پیش کریں گے۔ ہر موذن کو ستر ہزار فرشتے اس کی قبر سے میدان حشر تک جلوس کی شکل میں لے کر آئیں گے۔

حضرت ابن عباس ؓ کا قول ہے: تین آدمیوں کو اللہ قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا:

(۱) موذن (۲) شہید (۳) اور جمعہ کی رات یا دن میں فوت ہونے والا مسلمان۔

حضرت عبدالاعلیٰ تیمیؒ کہتے ہیں: قیامت کے دن تین آدمی اس وقت تک کستوری (مشک) کے ٹیلوں پر آرام و اطمینان سے کھڑے رہیں گے جب تک لوگ حساب سے فارغ ہوں: (۱) وہ امام جو صرف رضائے الٰہی کی خاطر امامت کرتا رہا۔ (۲) وہ شخص جس نے رضائے الٰہی کی خاطر قرآن کی تعلیم حاصل کی اور اس پر عمل کرتا رہا (۳) اور وہ موذن جو محض رضاء الٰہی کی خاطر اذان دیتا رہا اور لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا رہا۔

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اذان کے جواب میں وہی الفاظ کہتا رہا جو موذن کہتا ہے تو اس کو موذن کے برابر ثواب ملے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: نبی کریم ﷺ اذان کے جواب میں وہی الفاظ زبان سے ادا فرمایا کرتے تھے جو موذن کہتا تھا۔ اور **اشهد ان لا اله الا الله** اور **اشهد ان محمداً رسول الله** کے جواب میں آپ ﷺ بھی یہی الفاظ دہرایا کرتے تھے اور **حی علی الصلاة. حی علی الفلاح** کے جواب میں آپ ﷺ **لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم**" فرمایا کرتے تھے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ جب وہ اذان کی آواز سنے تو اذان کے جواب میں وہی الفاظ کہتا رہے جو موذن کہتا جائے حتیٰ کہ جب موذن **حی علی الصلوة.** کہے۔ اس کے جواب میں "**لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم.** کہے اور جب موذن **حی علی الفلاح** کہے اس کے جواب میں "**ماشاء الله كان**" کہے۔

بہتر ہے کہ اذان کا مفہوم و مطلب سمجھ لیا جائے: موذن جب **الله اکبر الله اکبر** کہتا ہے اس کے لفظی معنی تو یہ ہیں: اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بلند و برتر ہے۔ اور اس کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ اللہ سب سے بڑا ہے اس کے حکم پر عمل کرنا واجب ہے۔ لہٰذا اس کے حکم کی تعمیل میں لگ جاؤ اور اپنے دنیاوی مشاغل چھوڑ دو۔

موذن جب "**اشهد ان لا اله الا الله**" کہتا ہے تو اس کے لفظی معنی ہیں میں گواہی دیتا ہوں اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کا مفہوم و مطلب یہ ہے: اللہ نے تمہیں ایک کام کا حکم دیا ہے اس کا حکم مانو۔ اللہ کے علاوہ کوئی تمہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اس کا حکم مانے بغیر تم اس کے عذاب سے نجات نہیں پا سکتے۔

موذن جب "**اشهد ان محمدا رسول الله**" کہتا ہے۔ تو اس کے لفظی معنی یہ ہیں: میں گواہی دیتا ہوں محمد ﷺ کو اللہ نے تمہارے پاس اپنا پیغام بر بنا کر بھیجا ہے۔ تم ان پر ایمان لاؤ اور ان کی تصدیق کرو اور اس کا مفہوم و مطلب یہ ہے: رسول اللہؐ نے تم کو نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا ہے ان کا حکم مانو۔

جب موذن "**حی علی الصلوة**" کہتا ہے تو اس کے لفظی معنی ہیں: جلد سے نماز ادا کرنے آؤ۔ اور مفہوم یہ ہے: نماز کا وقت ہو گیا ہے نماز ادا کر لو۔ دیر نہ کرو۔

موذن "**حی علی الفلاح**" کہتا ہے تو اس کے لفظی معنے ہیں۔ کامیابی و خوش نصیبی کی طرف دوڑ کر آؤ اور اس کا مطلب یہ ہے: اللہ تعالیٰ نے نماز کو تمہاری نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔ اسے ادا کرو۔ اللہ کے عذاب سے نجات پا جاؤ گے۔

اور جب موذن (آخر میں) "**الله اکبر**" کہتا ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں: اللہ تعالیٰ عظیم ہے برتر ہے اور مطلب اس کا یہ ہے: اللہ نے تمہارے ذمے ایک کام لگایا ہے۔ اس کے کام میں تاخیر نہ کرو۔

اور جب موذن **لا اله الا الله** کہتا ہے: اس کے لفظی معنی ہیں: وہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مطلب یہ ہے: اپنی نماز کو خلوص نیت سے محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے ادا کرو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

پاکیزگی وصفائی

مسواک کے فوائد

حضرت اسماعیل ؑ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مسواک ضرور کیا کرو اس میں دس فائدے ہیں:

۱۔ منہ کو صاف کرتی ہے۔
۲۔ اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔
۳۔ فرشتے خوش رہتے ہیں۔
۴۔ آنکھوں کی بینائی میں اضافہ کرتی ہے۔
۵۔ دانتوں کو سفید چمکدار بناتی ہے۔ مسوڑھوں کو مضبوط کرتی ہے۔
۶۔ دانتوں کو جڑوں کو کھوکھلا ہونے سے بچاتی ہے۔
۷۔ کھانے کے ہضم ہونے میں مدد دیتی ہے۔
۸۔ بلغم کو ختم کرتی ہے۔
۹۔ نماز کے ثواب میں اضافہ کا ذریعہ ہے۔
۱۰۔ منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے جو قرآن کے الفاظ کے (دل ودماغ سے) باہر آنے کا راستہ ہے۔

حضرت حسان ابن عطیہ ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا:
"وضو آدھا ایمان ہے اور مسواک آدھا وضو ہے۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ اس سے میری امت پر بوجھ پڑ جائے گا تو میں اپنی امت کے لوگوں کو حکم دیتا کہ وہ ہر نماز کے لئے (وضو کرتے وقت) مسواک ضرور کیا کریں۔ وہ دو رکعتیں جن سے پہلے (وضو کرتے وقت) مسواک کر لی گئی ہو ان ستر رکعتوں سے ثواب میں افضل ہیں جن سے پہلے مسواک نہ کی گئی ہو۔"

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"پانچ چیزیں (انسانی) فطرت میں شامل ہیں۔

۱۔ مونچھیں کتروانا ۲۔ ناخن کاٹنا ۳۔ خط بنوانا
۴۔ بغل اور زیر ناف بال صاف کرنا ۵۔ اور مسواک کرنا

حضرت ابن عمر ؓ کا قول ہے: کھانے کے بعد مسواک کر لینا دونوں عمر غلاموں سے زیادہ قیمتی (کارآمد) ہے۔

ایک روایت میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! "جبرائیل ہمیشہ مجھے پڑوسی کے حقوق کا لحاظ رکھنے کی تاکید کرتے رہے۔ حتی کہ میں نے یہ سمجھا کہ شاید غلام کو آزاد کرنے کا ایک وقت مقرر کر دیں گے۔ مسواک کے بارے میں اتنی تاکید کی کہ میں نے خیال کیا کہ شاید مسواک سے میرے مسوڑھے اکھڑوا دیں گے۔ عورتوں کے حقوق کے سے متعلق ان کی تاکید سے معلوم ہوتا تھا وہ طلاق کو ممنوع کرا دیں گے۔ اور رات کی نماز (تہجد) کا اس قدر حکم دیا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید میری امت کے نیک لوگ سو بھی نہ سکیں گے۔

حضرت مجاہد ؒ روایت کرتے ہیں:
"ایک مرتبہ حضرت جبرائیل خلاف معمول دیر سے آئے۔ نبی کریم ﷺ نے وجہ معلوم کرنا چاہی۔ انہوں نے کہا: ہم کیسے آئیں آپ کے یہاں لوگ اپنے ناخن کاٹتے ہیں نہ مونچھیں ترشواتے ہیں، انگلیاں صاف کرتے ہیں نہ مسواک کرتے ہیں۔ اس کے بعد جبرائیل نے کہا: ہم اپنے رب کے حکم ہی سے تو آپ ﷺ کے پاس آسکتے ہیں۔"

ایک روایت میں ہے: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"ہر مسلمان پر لازم ہے کہ کم از کم جمعہ کے روز ضرور غسل کرے۔ مسواک کرے اور خوشبو لگائے۔"

حضرت حمید ابن عبدالرحمٰن کہتے ہیں۔ جو شخص جمعہ کے روز ناخن تراشتا ہے اللہ اس کے جسم سے بیماری کو نکال دیتا ہے، اور تندرستی عطا فرماتا ہے۔"

ایک روایت میں ہے: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب معراج کی شب میں آسمان پر پہنچا تو خوبصورت آنکھوں والی حوروں نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھ سے درخواست کی کہ میں اپنی امت کے لوگوں تک ان کا یہ پیغام پہنچا دوں کہ وہ مسواک کیا کریں۔ اس سے (حوروں کو خوشی ہوتی ہے اور) ان

کے حسن میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن شہاب روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص جمعہ کے روز اپنے ناخن تراشتا ہے وہ جزام (کوڑھ) کی بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔

بعض احادیث میں مذکور ہے: ”نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”اپنے منہ میں بو نہ پیدا ہونے دو (مسواک کرتے رہو) اس سے قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ (مصنف) کہتے مسواک کی تین شکلیں ہیں۔

اگر مسواک رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر رسول ﷺ کی سنت سمجھ کر کی جائے اس پر اجر وثواب ملے گا اور نماز میں ستر گنا ثواب کا اضافہ ہو جائے گا۔

اگر ثواب کی نیت کے بغیر صرف اپنے دانتوں کی صفائی کے لیے مسواک کی جاتی ہے۔ اس پر کوئی اجر نہیں اور ممکن ہے اس میں تضییع وقت کا حساب لیا جائے، اور اگر ریاکاری و دکھاوے کے لیے مسواک کی جائے تو یہ گناہ ہے اور اس کا حساب لیا جائے گا۔

”و اذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمٰتٍ فاتمھن ط قال انی جاعلک للناس اماما“ط (سورہ بقرہ)

”اور جب ابراہیم ؑ کو ان کے رب نے چند باتوں میں آزمایا اور ابراہیم نے وہ باتیں پوری کردیں۔ رب نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کا امام بنانا چاہتا ہوں۔“

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں: ”اللہ نے ابراہیم ؑ کو دس چیزوں کی صفائی کا حکم دے کر آزمایا تھا۔ ان میں سے پانچ کا تعلق جسم کے بالائی حصے یعنی سر سے ہے (۱) مونچھیں تراشنا (۲) کلی کرنا (۳) ناک میں پانی ڈال کر صاف کرنا (۴) مسواک کرنا (۵) اور سر کے بالوں کے درمیان مانگ نکالنا۔

پانچ چیزیں جن کا تعلق جسم کے باقی حصہ سے ہے۔ (۱) ناخن تراشنا (۲) ختنہ کرانا (۳) بغل اور زیر ناف کے بال صاف کرنا (۴) داڑھی کا خط بنوانا (۵) اور پانی سے استنجا کرنا۔

جمعہ کی فضیلت

حضرت اوس بن ابی واس کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تمہارے دونوں میں سے افضل دن جمعہ کا ہے۔ اس دن آدم پیدا ہوئے اسی دن فوت ہوئے۔ اسی دن قیامت کا صور پھونکا جائے گا۔ اس دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ وہ درود میری وفات کے بعد بھی پیش کیا جاتا رہے گا۔ صحابہ نے دریافت کیا، آپ کا جسم اطہر جب مٹی میں مل چکا ہوگا ہمارا درود کس طرح آپ کو پیش کیا جائے گا۔

ارشاد فرمایا: ”یہ تم کیا کہتے ہو۔ حالانکہ اللہ نے زمین کے واسطے نبیوں کے جسم کا کھانا حرام کردیا ہے (میرا جسم صحیح سلامت رہے گا)

ایک دوسری روایت میں ہے صحابہ نے دریافت کیا۔ آپ ﷺ کا جسم جب مٹی میں مل چکا ہوگا تو کس طرح ہمارا درود آپ کو پیش کیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے زمین پر نبیوں کے جسم کو کھانا حرام کردیا ہے۔ جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجے گا اللہ میرے جسم میں روح کو لوٹا دے گا۔ میں اس شخص کے درود کا جواب دوں گا۔“

حضرت اوس ابن اوس روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا جس نے وضو اور غسل کیا اور جلدی سے مسجد میں پہنچ کر (پہلی صف میں) امام کے قریب بیٹھ کر خاموشی سے خطبہ سنا اور کوئی فضول بات نہ کی۔ اسے ہر قدم پر ایک سال کے روزوں کا ثواب ملتا ہے اور راتوں کی عبادت کا ثواب ملے گا۔)

حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جمعہ کے دن سے بہتر کوئی دن نہیں جس میں سورج طلوع اور غروب ہوتا ہو اور اس دن انسانوں اور جنات کے علاوہ ہر جاندار سہما ہوا اور خوف زدہ ہوتا ہے۔ (کیونکہ جمعہ کے روز قیامت کے واقع ہوگی) جمعہ کے روز مسجد کے ہر دروازہ پر دو فرشتے متعین ہوتے ہیں۔ جو مسجد میں آنے والوں کے بارے میں لکھتے رہتے ہیں۔ کون پہلے آیا اور کون بعد میں آیا۔ سب سے پہلے آنے والے کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملتا ہے۔ اس کے بعد درجہ بدرجہ آنے والے کو بکری کی قربانی کا اور اسی طرح درجہ بدرجہ

کسی کو پرندہ کا اور کسی کو انڈا صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور جب امام خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھ جائے فرشتے آنے والوں کا نام لکھنا بند کر دیتے ہیں۔"

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اچھی طرح (سنت کے مطابق) وضو کر کے مسجد میں آئے اور پہلی صف میں امام کے قریب بیٹھ کر خاموشی سے خطبہ سنے اور کوئی بات نہ کرے اس کے ایک جمعہ سے اگلے جمعہ تک بلکہ مزید تین دن تک کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی (خطبہ کے دوران) کنکریوں وغیرہ سے کھیلنے لگ جائے۔ وہ فضول کام کرتا ہے اور جو فضول کام کرتا ہے اسے جمعہ کا ثواب نہیں ملے گا۔

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سورج جمعہ کے روز سب سے بہترین دن میں طلوع وغروب ہوتا ہے۔ اسی روز اللہ نے آدم کو پیدا کیا، اسی روز جنت میں داخل کیا اسی روز جنت سے زمین پر اُتارا۔ اسی روز قیامت ہوگی۔ اسی دن وہ گھڑی بھی ہے کہ اگر کسی مسلمان کو میسر آ جائے وہ اس میں جو دعا بھی کرے گا قبول ہوگی اور اللہ سے جو مانگتا ہے وہ اسے مل جاتا ہے۔

حضرت ابوسلمہ ؓ کہتے ہیں! حضرت عبداللہ ابن سلام نے کہا "میں اس گھڑی کے بارے میں جانتا ہوں وہ دن کے آخری حصہ میں ہے۔ حضرت آدم ؑ کی تخلیق اسی گھڑی میں ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"خلق الانسان من عجل" (سورہ انبیاء: ۳۷)

"انسان جلدی میں پیدا کیا گیا ہے۔"

حضرت سعید ابن مسیب ؓ کہتے ہیں! میرے نزدیک جمعہ کا خطبہ سننا نفلی حج سے بہتر ہے۔

حضرت کعب احبار کہتے ہیں! شراب کے مقابلے میں آگ سے لبریز پیالہ پینا پسند کرتا ہوں۔ جمعہ کا چھوڑنے کے مقابلے میں شراب کا پیالہ پینا پسند کروں گا، اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے کی صف میں جانے کی کوشش سے بہتر ہے کہ میں جمعہ کی حاضری ترک کردوں۔

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے (خطبہ جمعہ کے دوران) منبر پر ایک آیت تلاوت فرمائی جس پر حضرت ابن مسعود ؓ نے حضرت ابی ابن ابی کعب ؓ سے پوچھا یہ آیت کب نازل ہوئی تھی؟

ایک دوسری روایت میں ہے حضرت ابودردا نے حضرت ابی ؓ بن کعب سے پوچھا یہ

آیت کب نازل ہوئی تھی؟ حضرت ابی ؓ نے انہیں آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے منع کیا اور جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر باہر آئے حضرت ابی نے ابودرداء سے کہا بس تمہیں تو اس نماز میں یہ فضول بات ہی ملی ہے۔ (یعنی تمہیں خطبہ کا کوئی ثواب نہیں ملا) وہ حضور سے معلوم کرنے آئے آپ ﷺ نے فرمایا! ابی ؓ ٹھیک کہتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا:

"جو شخص جمعہ کے روز غسل کرتا ہے اور تیار ہو کر جمعہ پڑھنے کو آتا ہے۔ کسی کو تنگ نہیں کرتا نہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آگے آنے کی کوشش کرتا ہے جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جاتا ہے اور جب امام خطبہ شروع کرے خاموشی سے بیٹھ کر خطبہ سنتا ہے اللہ اس کے دو جمعوں کے درمیان ہونے والے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابولبابہ ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور اللہ کے نزدیک بھی اس کی بڑی اہمیت ہے۔ جمعہ کا دن اللہ کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ (بقرعید) سے بھی زیادہ اہم ہے۔ پانچ بڑے کام اس سے وابستہ ہیں۔ اسی دن اللہ نے آدم کو پیدا کیا، اسی دن اللہ نے آدم ؑ کو زمین پر اتارا، اسی دن حضرت آدم ؑ کی وفات ہوئی۔ اسی دن وہ گھڑی بھی آتی ہے جس میں انسان جو دعا بھی کرتا ہے اللہ اسے قبول کرتا اور انسان جو کچھ مانگتا ہے دے دیتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کوئی حرام چیز نہ مانگے۔ اسی دن قیامت واقع ہوگی۔ جمعہ کے روز تمام فرشتے خواہ وہ زمین پر ہوں یا آسمان پر ڈرے اور سہمے ہوئے رہتے ہیں اس خیال سے کہ یہ قیامت کا دن نہ ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، کہتے ہیں! جمعہ کے روز شیطان ہاتھوں میں جھنڈے لئے نکلتے ہیں اور لوگوں کے سامنے ایک بازار سجا دیتے ہیں اور لوگوں کو اس طرح طرف مائل کرنے لگتے ہیں۔ دوسری طرف فرشتے مسجدوں کے دروازوں پر اپنا دفتر لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ جو لوگوں کی مسجد میں آمد کو حساب سے لکھتے رہتے ہیں۔ (یعنی یکے بعد دیگرے آنے والوں کے نام) اور اس وقت تک لکھتے رہتے ہیں جب تک امام خطبہ شروع کرے۔ خطبہ شروع ہو جائے تو وہ لکھنا بند کر دیتے ہیں۔ جو شخص پہلی صف میں امام کے قریب بیٹھ کر خطبہ سنتا ہے اور کوئی فضول کام نہیں کرتا اسے دوہرا اجر ملتا ہے، اور جو پہلی صف میں امام کے قریب بیٹھ کر فضول حرکتیں کرتا ہے اسے دوہرا گناہ ہوتا ہے۔ خطبہ کے دوران "نہ" کہنا یا "چپ رہ" کہنا بھی بات کرنے میں شامل ہے۔ جو ایسا کرتا ہے وہ اپنا جمعہ کا ثواب کھو بیٹھتا ہے۔ اس کے بعد

حضرت علی ؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہؐ سے اسی طرح سنا ہے۔

حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں حضرت جبرائیل ایک آئینہ لے کر آئے اور رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا۔ آئینہ کے درمیان نقطہ کی طرح ایک سیاہ نشان تھا۔ آپ نے جبرائیل سے دریافت کیا یہ کیا ہے؟ جبرائیل نے بتایا یہ جمعہ کا دن ہے۔ اللہ نے یہ دن آپ کو پیش کیا ہے۔ تا کہ آپ کے اور آپ کی امت کے واسطے یہ ایک خوشی کا دن قرار پائے۔ اس دن جو شخص کوئی دعا کرے گا وہ قبول ہوگی، اور مانگی جانے والی چیز اس کا مقدر ہے تو اسے عطا کر دی جائے گی۔ مقدر نہیں ہے تو اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ کر دیا جائے گا۔ اسے ہم "یوم مزید" (زیادہ عنایات ومہربانی کا دن) اور سید الایام بھی کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: وہ کیوں؟ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا جنت میں ایک وسیع میدان ہے جس میں سفید مشک کا ایک ٹیلہ ہے۔

جمعہ کے روز تمام انبیاء وہاں آتے ہیں، اور اپنے لئے مخصوص مرصع منبروں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ان منبروں کے پیچھے نورانی کرسیاں لگی ہیں۔ ان پر صدیق اور شہداء حضرات آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور جنت عدن میں رہنے والے لوگ مشک کے اس سفید ٹیلے پر بیٹھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے خطاب فرماتا ہے: میں ہی وہ عظیم ہستی ہوں جس نے تم سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کیا اور تمام نعمتیں تمہیں عطا کیں۔ آج کا دن میرے لئے عزت وافتخار کے اظہار کا دن ہے۔ مجھ سے سوال کرو لوگ سوال کرتے ہیں: پروردگار! ہم تیری رضا (خوشنودی) چاہتے ہیں اور تیری جنت کے طلب گار ہیں۔

رب ذوالجلال فرماتا ہے: میں نے اپنی رضا (خوشی) ہی سے تو تمہیں اپنے اس گھر (جنت) میں مہمان بنا کر ٹھہرایا ہے۔ پھر لوگ اس سے اس کی رضا کا ہی سوال کرتے ہیں۔ اللہ انہیں اپنی رضا اور انعامات ان کی توقع اور امید سے کہیں زیادہ عطا فرماتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اتنی دیر میں ہو جاتا ہے جتنی دیر میں امام جمعہ کی نماز سے فارغ ہوتا ہے۔ اس کے بعد انبیاء شہداء اور صدیقین اپنے اپنے مقامات پر اور جنت کے بالاخانوں کے رہنے والے اپنے اپنے بالاخانوں میں واپس چلے جاتے ہیں۔ انہیں اتنا کچھ دیا جاتا ہے کہ آئندہ جمعہ تک انہیں کچھ مانگنے کی ضرورت نہیں پڑتی اسے یوم مزید کہا جاتا ہے۔ اسی دن قیامت واقع ہوگی۔"

مسجد کا احترام اور مسجد میں داخلے کے آداب

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مکروہ اوقات میں مسجد میں جانے کی ضرورت پیش آجائے تو اس وقت نماز نہ پڑھے تسبیحات و درود شریف پڑھ سکتا ہے، اور قرآن کی تلاوت کر سکتا ہے یہ چیزیں نماز کا نعم البدل ہو جائیں گی اور مسجد میں داخلہ کا حق ادا ہو جائے گا۔

حضرت ابو درداء قاری ؓ کو حضرت سلمان فارسی ؓ (جو ابو درداء کے مواخاتی بھائی تھے) کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ انہوں نے ایک غلام خریدا ہے۔ اس پر ابو درداء نے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں لکھا۔

بھائی کوئی ناقابل برداشت مصیبت آنے سے پہلے خود کو عبادت الٰہی میں مصروف رکھو۔ مصیبت زدہ مسلمانوں کی بلائیں لوٹانے اور مصیبت کے وقت ان کی مدد کر کے ان کی دعائیں لیتے رہو۔ یتیم بچوں پر رحم کھاؤ ان کے سروں پر محبت وشفقت سے ہاتھ پھیرو۔ انہیں اپنے کھانے میں سے کھلا دیا کرو۔ اس سے تمہارا دل نرم رہیگا۔ اس میں دوسروں کے لیے رحم کے جذبات پیدا ہوں گے۔ اور خداوند تعالیٰ تمہاری حاجات وضروریات پوری کرتا رہے گا۔ پھر ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

میں ایک روز نبی کریم ﷺ کی مجلس میں موجود تھا کہ ایک شخص نے حضور ﷺ سے اپنی "قساوت قلبی" (دل کی سختی) کی شکایت کی۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا! "کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے؟" ------ اس شخص نے کہا "ہاں" آپ نے اس سے فرمایا "یتیم بچے کے سر پر محبت وشفقت سے ہاتھ پھیرو۔

اور اسے اپنے کھانے میں سے کھانا کھلا دیا کرو۔" تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری حاجات بھی پوری ہوتی رہیں گی۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں: بھائی مسجد کو اپنا گھر بناؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے "مساجد متقی لوگوں کے گھر ہیں۔" "جن لوگوں نے مسجد کو گھر بنالیا اللہ نے ان کے واسطے آرام وراحت کے

اسباب پیدا کر دیئے۔ انہیں قیامت کے روز پل صراط سے آسانی سے گزارنے اور دوزخ سے نجات کی بھی ضمانت دے دی۔ بھائی! اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

خط میں مسجد کو گھر بنانے کا جو ذکر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ وقت عبادت کرتے ہوئے مسجد میں گزارا جائے۔

حضرت حکیم ابن عمیر ؓ فرماتے ہیں: دنیا میں مہمانوں کی طرح رہو۔ زیادہ وقت مسجد میں رہتے ہوئے عبادت میں گزارو۔ اپنے دل میں نرمی اور گداز پیدا کرو۔ آخرت کے بارے زیادہ غور وفکر کرو۔ اپنے رب کے حضور روتے اور گڑگڑاتے رہو اور خواہشات نفس کو اپنے پیچھے نہ لگاؤ۔

حضرت قتادہ ؓ کہتے ہیں: دنیا کی زندگی میں صرف ان تین چیزوں کی طرف دھیان دے سکتے ہو۔ (۱) مسجد کو اللہ کے ذکر سے آباد رکھو (۲) سر چھپانے کے لیے ایک سادہ سا گھر بنا لو۔ (۳) اور وہ چیز جائز طریقہ سے کرلو جو زندہ رہنے کے لیے ضروری ہو۔

حضرت زال ابن سبرہ کا قول ہے: منافق کا مسجد میں دل نہیں لگتا۔ جب تک مسجد میں رہتا ہے اسے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ایک پرندہ پنجرے میں قید کر دیا گیا ہو۔ حضرت خلف ابن ایوب مسجد میں بیٹھے تھے کہ ان کا غلام ان سے کوئی بات پوچھنے آیا۔ وہ اٹھ کر مسجد سے باہر آئے اور باہر آ کر اسے جواب دیا۔ لوگوں نے ان سے اس کی وجہ معلوم کی۔ تو انہوں نے بتایا۔ میں نے کئی سال سے مسجد میں کوئی دنیاوی بات نہ کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔ آج میں اس عہد کو کیسے توڑتا۔

اللہ کے احکام کی پابندی اور اس کے گھر کے ادب واحترام سے اللہ بندے کے درجات بڑھا دیتا ہے۔ مسجد اللہ کا گھر ہے۔ مسجد کا ادب واحترام کرنا، اللہ کا احترام کرنا ہے۔

ایک بزرگ کا قول ہے: میں مسجد میں کبھی کسی چیز سے ٹیک لگا کر نہیں بیٹھا۔ نہ میں نے پیر پھیلائے اور نہ کبھی کوئی دنیاوی بات کی۔ ہر آدمی کو ایسی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے پانچ باتوں کا حکم فرمایا اور آپ کے تابعین نے ان پر پوری طرح عمل کیا: (۱) نماز باجماعت (۲) سنت کی پیروی (۳) مساجد کو اللہ کے ذکر سے آباد رکھنا۔ (۴) تلاوت قرآن اور (۵) جہاد فی سبیل اللہ۔

حضرت حسن ابن علی ؓ فرماتے ہیں: تین چیزوں سے انسانوں کو اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے۔

۱۔ مسجد میں صرف اللہ کی عبادت کی نیت سے داخل ہو۔ جب تک مسجد میں رہے گا۔ اللہ کا مہمان ہو گا۔

۲۔ محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرنے جائے۔ جب تک اس کے پاس رہے گا اللہ کے ملاقاتیوں میں شمار ہو گا۔

۳۔ حج یا عمرے کی نیت سے گھر سے چلے۔ جب تک واپس اپنے گھر نہیں پہنچتا، اللہ کے دربار میں حاضری دینے والے وفد میں شامل ہو گیا۔

تین چیزیں مومن کا قلعہ ہیں (۱) مسجد میں عبادت کرنا (۲) چلتے پھرتے اللہ کا ذکر کرتے رہنا۔ (۳) اور تلاوت قرآن۔ جب تک ان میں سے کسی ایک عمل میں بھی مصروف رہے گا، شیطان اس پر قابو نہ پا سکے گا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسجد میں جھاڑو دینا (صفائی کرنا) اور اللہ کے ذکر میں مصروف رہنا۔ جنت کی حوروں کا مہر ہے۔

حضرت انس بن مالک ؓ کہتے ہیں: جس نے مسجد میں چراغ جلایا (روشنی کا انتظام کیا) جب تک وہ روشنی دیتا رہے گا، عرش کے اٹھانے والے فرشتے اور دوسرے تمام فرشتے اس کے واسطے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے۔

حضرت عمر ابن خطاب فرماتے ہیں: زمین پر مسجد اللہ کا گھر ہے۔ اس میں نماز کے لیے آنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔ میزبان پر لازم ہے کہ وہ مہمانوں کا احترام کرے۔

مسجد کے پندرہ ثواب

مسجد کے ادب واحترام میں پندرہ ثواب شامل ہیں۔

۱۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کیا جائے۔ اگر مسجد میں کوئی آدمی نہیں ہے یا نماز ہو رہی ہے تو پھر اس طرح سلام کرے۔ ''السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین.'' (ہم پر اور تمام نیک بندوں پر اللہ امن وسلامتی نازل فرمائے)

۲۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی دو رکعت نماز ادا کی جائے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے'' لکل شئی تحیۃ. و تحیۃ المسجد رکعتین'' ہر مقام کا ادب واحترام ہے۔ مسجد کا ادب واحترام دو رکعت نماز ہے۔

۳۔ مسجد کے اندر کوئی خرید و فروخت نہ کی جائے۔
۴۔ مسجد کے اندر تلوار نیام سے نہ نکالی جائے۔ (کوئی ہتھیار نہ اٹھایا جائے)
۵۔ مسجد میں کسی گم شدہ چیز کا اعلان نہ کیا جائے۔
۶۔ مسجد میں ذکر الٰہی، قرأت (نماز میں) تلاوت قرآن (مگر بہت اونچی آواز نہیں) کے علاوہ کوئی اونچی آواز نہ نکالی جائے۔
۷۔ مسجد میں دنیاوی معاملات سے متعلق کوئی گفتگو نہ کی جائے۔
۸۔ لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اگلی صفوں میں جانے کی کوشش نہ کی جائے۔
۹۔ کوئی آپ کی جگہ بیٹھ گیا ہے تو اسے اٹھانے کے لیے جھگڑا نہ کریں۔
۱۰۔ صف میں جگہ نہ ہو تو اپنے بیٹھنے کے لیے دوسروں کو تنگ نہ کریں۔
۱۱۔ نماز پڑھنے والے کے سامنے سے نہ گزریں۔
۱۲۔ مسجد میں تھوکنے سے پرہیز کریں۔
۱۳۔ مسجد میں بیٹھ کر انگلیاں نہ چٹخائیں۔
۱۴۔ مسجد کی صفائی کا خیال رکھیں۔ ناسمجھ آدمی اور چھوٹے بچوں کو مسجد میں اپنے ساتھ نہ لائیں اور مسجد کے اندر کسی مجرم کو جرم کی سزا نہ دی جائے (مسجد سے باہر لا کر سزا دیں)
۱۵۔ مسجد کے اندر جب تک رہیں عبادت اور ذکر الٰہی میں مصروف رہیں۔

حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا جب لوگ مسجد میں بیٹھ کر دنیاوی معاملات پر باتیں کرنے لگیں گے۔ اللہ ایسے لوگوں سے بیزار ہے۔ تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں دنیا میں اجنبی مسافر کی طرح ہوں گی۔

۱۔ ظلم پیشہ شخص کے سینے میں قرآن مجید (جس پر وہ عمل کرنے کے لیے تیار نہ ہو)
۲۔ کسی آبادی میں وہ مسجد جس میں کوئی شخص نماز ادا کرنے نہ آئے۔
۳۔ گھر میں رکھا ہوا قرآن مجید جسے پڑھا نہ جائے۔
۴۔ ایک نیک آدمی جو برے لوگوں کے ساتھ رہنے پر مجبور ہو۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے روز مساجد سفید بختی اونٹوں کی طرح میدان حشر میں لائی جائیں گی۔ ان کے ستون عنبر کے مینار زعفران کے میناروں کی برجیاں مشک اذخر کی گنبد سبز زبرجد (قیمتی پتھر) کے بنے ہوئے ہوں گے۔ مؤذن ان کو آگے سے کھینچتے اور امام پیچھے سے دھکیل کر لائیں گے۔ وہ حشر کے میدانوں سے بجلی کے کوندے کی طرح گزر جائیں گے۔ انہیں دیکھ کر دوسری امتوں کے لوگ کہیں گے ان کو لے جانے والے تو فرشتے یا نبی معلوم ہوتے ہیں' اس وقت یہ اعلان ہوگا۔ اے میدان حشر کے لوگو! یہ فرشتے ہیں نہ نبی۔ یہ محمد ﷺ کی امت کے لوگ ہیں جو نماز باجماعت کی حفاظت (پابندی کرتے اور پابندی کراتے تھے) کرتے تھے۔"

مسجدیں اپنے نمازیوں کی شفاعت کریں گی

حضرت وہب ابن منبہؓ کہتے ہیں: قیامت کے روز مسجدیں قیمتی موتیوں اور یاقوتوں سے سجا کر کشتیوں کی شکل میں لائی جائیں گی۔۔۔ وہ اپنے آباد رکھنے والوں کی شفاعت کریں گی۔

قرب قیامت کی مساجد اور ان کے امام

﴿ف﴾ حضرت علی ابن ابی طالب فرماتے ہیں: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا جب اسلام کا صرف نام رہ جائے گا۔ (اس کے احکام پر لوگ عمل نہیں کریں گے) قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ لوگ صرف الفاظ کو پڑھ کر کہیں گے ہم نے قرآن پڑھ لیا۔ (اس کے معنی و مطلب پر لوگ دھیان نہیں دیں گے) مسجدیں بھری نظر آئیں گی۔ لیکن ذکر الٰہی سے خالی ہوں گی۔ (ان میں امامت کرنے والے (بزعم خود عالم (کہلائیں گے مگر) اس دور کے بدترین لوگ علماء ہوں گے جو فتنوں کے گڑھ ہوں گے فتنے اٹھائیں گے اور ان فتنوں میں خود بھی الجھے رہیں گے۔

صدقہ کی فضیلت

حضرت ابوذر غفاری ؓ کہتے ہیں: نماز دین اسلام کا ستون ہے۔ جہاد سب سے بلندی کا عمل ہے' لیکن صدقہ ایک بہت عجیب وغریب چیز ہے صدقہ ایک عجیب وغریب ہے۔ (یہ فقرہ انہوں نے تین مرتبہ دہرایا) ان سے روزہ کے بارے میں دریافت کیا گیا' جواب دیا: روزہ قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اس میں افضل وکمتر کا سوال نہیں ہے۔ پوچھا گیا: کون سا صدقہ زیادہ بہتر ہے؟ جواب دیا جو زیادہ ہو زیادہ اچھا ہو' اور پھر یہ آیت تلاوت کی:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون (سورہ آل عمران: ۹۲)

''تم نیکی (کے اعلیٰ درجہ) کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے ۔ جب تک اپنی پسندیدہ چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کر دو۔''

صدقہ دوزخ سے نجات کا ذریعہ ہے

ان سے لوگوں نے دریافت کیا: ''اگر کسی کے پاس ایسی کوئی چیز (مال) نہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اپنے اخراجات کے بعد جو کچھ بچے وہی خرچ کر دے۔ پوچھا گیا جس کے پاس مال ہی نہ ہو؟ جواب دیا بچا ہوا کھانا راہ خدا میں دے دیا کرے۔ پھر ان سے دریافت کیا گیا: جس کے پاس اتنا کھانا بھی نہ ہو وہ کیا کرے؟ جواب دیا: وہ کسی غریب وکمزور آدمی کے کام میں ہاتھ بٹا کر اس کی مدد کر دیا کرے۔ پوچھا گیا اگر کوئی شخص یہ بھی نہ کر سکے؟ انہوں نے کہا: ''(صدقہ کے ذریعہ) جہنم سے بچنے کی کوشش کرو خواہ آدھی کھجور ہی صدقہ میں دے سکو۔ پوچھا گیا اگر کسی سے یہ بھی نہ ہو سکے؟ جواب دیا: وہ اپنی ذات کو ظلم وزیادتی سے بچا کر رکھے کسی پر ظلم نہ کرے۔ ایک روایت میں ہے: یہ حدیث انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے منسوب کر کے بیان کی تھی۔

صدقہ کے مال میں برکت

حضرت ابو درداء ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب سورج (صبح کے وقت) طلوع ہوتا ہے اس کے دائیں بائیں دو فرشتے کھڑے ہو کر یہ اعلان کرتے ہیں اور ان کی

آواز کو انسان و جنات کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے۔ لوگو! (صدقہ کے ذریعہ) اپنے رب کے قریب آنے کی کوشش کرو۔ وہ تھوڑا صدقہ جو کسی کی ضرورت پوری کر دے اس زیادہ (صدقہ) سے بہتر ہے جو صدقہ کرنے والے کو غرور میں مبتلا کر دے۔

کنجوس کے مال پر لعنت

دو فرشتے یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ (راہ خدا میں) خرچ کرنے والے کے مال میں برکت دے' اور بخیل (کنجوس) کے مال کو برباد کر دے۔''

بخل اور کنجوسی جہنم میں لے جائے گی

حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ خانہ کعبہ کے قریب سے گزرے۔ دیکھا کہ ایک شخص کعبہ کے پردے کو پکڑے ہوئے یہ دعا کر رہا ہے۔ اے اللہ اپنے اس گھر کے صدقہ میں میرا گناہ معاف کر دے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''بندۂ خدا اپنی ذات کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کر کیونکہ اللہ کے نزدیک اس گھر سے زیادہ محترم بندۂ مومن کی ذات ہے۔'' اس شخص نے عرض کیا: حضور! میرا گناہ بہت بڑا ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ''تیرا گناہ کیا ہے؟'' اس نے بتایا: میرے پاس بے انتہا مال و دولت ہے مویشی ہیں گھوڑے ہیں۔ لیکن کوئی سائل مجھ سے کوئی چیز مانگ لے تو میرے بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور آنکھوں سے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''دفع ہو جا میرے سامنے سے تیری آگ کے شعلے کہیں مجھے بھی اپنی لپیٹ میں نہ لے لیں۔ اس ذات پاک کی قسم! جس کے ہاتھوں میں میری جان ہے۔ تو ہزار سال تک نمازیں پڑھتا رہے اور روزے رکھتا رہے تب بھی اللہ تعالیٰ تجھے جہنم میں الٹے منہ پھینکے گا کیا تجھے معلوم نہیں بخل (کنجوسی) کفر ہے۔ اور کفر جہنم میں لے جاتا ہے' اور سخاوت ایمان کی نشانی ہے اور ایمان انسان کو جنت میں پہنچا دیتا ہے۔''

سخاوت جنت کا درخت

حضرت عائشہ ؓ روایت کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سخاوت جنت کا درخت ہے اس کی شاخیں دنیا کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ جو کوئی اس کی کسی شاخ کو پکڑ لیتا ہے وہ اسے اوپر اٹھا لی اور جنت پہنچا دیتی ہے۔

کنجوسی جہنم کا درخت

(اسی طرح) بخل (کنجوسی) دوزخ کا درخت ہے جو اس کی کسی شاخ کو پکڑتا ہے وہ اسے اوپر اٹھا کر جہنم میں پھینک دیتی ہے۔"

بخیل اللہ سے دور اور مخلوق سے بھی دور

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بخیل اللہ سے دور ہے۔ جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے اور دوزخ سے قریب ہے۔

سخی اللہ سے قریب اور لوگوں سے بھی قریب

اور سخی اللہ کے قریب، جنت کے قریب، لوگوں کے قریب اور دوزخ سے دور ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زکوٰۃ ادا کر کے اپنے مال کو محفوظ کر لو۔ اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو اور دعا کے ذریعے بلاؤں کو ٹالو۔"

کسی سائل کو نہ دھتکارو

حضرت عبدالرحمٰن سلمانی ؓ (حضرت عمر ؓ کے غلام) روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب کوئی سائل تم سے سوال کرے اس کی پوری بات سن لو۔ بیچ میں اس کی بات نہ کاٹو۔ جب وہ اپنی بات پوری کر لے۔ اگر تم اسے کچھ دے سکتے ہو تو خاموشی سے دے دو اور نہ دے سکو تو اس سے حسن اخلاق سے مناسب الفاظ میں معذرت کر لو۔ کبھی کبھی ایسا سائل بھی تمہارے سامنے آ جاتا ہے جو انسان یا جن نہیں ہوتا (اسے کچھ لینے کی حاجت نہیں ہوتی ہے) وہ صرف تمہاری آزمائش کے لیے آتا ہے کہ اللہ نے تمہیں دولت وخوشحالی دے رکھی ہے۔ اس میں عام لوگوں کے ساتھ تمہارا رویہ اور برتاؤ کیا ہے؟"

صدقہ کی برکت

حضرت سعید ابن مسعود ؓ کندی روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو شخص کسی (وقت) دن یا رات میں کوئی صدقہ کرتا ہے اللہ اسے زہریلے جانور کے کاٹنے ڈسنے یا کسی چھت وغیرہ کے نیچے دب کر مرنے اور مرگ مفاجات (حادثاتی موت) سے محفوظ و مامون کر دیتا ہے۔"

صدقہ سے مال کم نہیں ہوتا

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "صدقہ دینے والے کے مال میں کوئی کمی نہیں آتی۔"

قدرت کے باوجود ظالم کو معاف کر دینا، عاجزی وانکساری

جو شخص (بدلہ کی قدرت کے باوجود) کسی ظالم کو معاف کر دے اللہ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے۔ جس نے اللہ کی رضا کی خاطر عاجزی اختیار کی اللہ اس کے درجات بڑھا دیتا ہے۔"

حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں: شیطان دو برائیاں تمہارے سامنے لاتا ہے اور اللہ دو اچھی باتوں کا وعدہ کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ آیت تلاوت کرتا ہے۔

الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء ۚ واللہ یعدکم مغفرۃ منه و فضلا ۚ و اللہ واسع علیم

(سورہ بقرہ۔ ۲۶۸)

"شیطان تمہیں فقیری ومحتاجی سے ڈراتا ہے اور بے حیائی پر آمادہ کرتا ہے اور اللہ تم سے مغفرت اور کثرت انعامات کا وعدہ کرتا ہے اور (یاد رکھو) اللہ کا علم بہت وسیع ہے۔"

قومی سطح پر بدعہدی

حضرت بریدہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جو قوم اپنا عہد و پیمان توڑتی ہے اللہ اسے قتل وغارت جیسی مصیبت میں پھنسا دیتا ہے۔"

فحاشی وبے حیائی کا نتیجہ

جس قوم میں فحاشی اور بے حیائی در آئے اللہ اس پر موت کو مسلط کر دیتا ہے اور جو قوم زکوٰۃ ادا نہ کرے تو اللہ اس (کی کھیتیوں) پر بارش نہیں برساتا۔"

زکوٰۃ نہ دینے کا انجام قحط سالی

حضرت نزال ابن سبرہ ؓ کہتے ہیں: جنت کے دروازے پر یہ تین سطریں لکھی ہوئی ہیں۔

۱۔ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔ امۃ مذنبۃ و رب غفور۔ انسانوں کا گروہ گنہگار ہے اور پروردگار معاف کر دینے پر آمادہ ہے۔

۳۔ وجدنا ما عملنا ربحنا ما قدمنا و خسرنا ما خلفنا — ہم نے جو عمل کئے اور جو (کچھ صدقات کی صورت میں) آگے بھیجا ان کا نفع پالیا اور جو پیچھے چھوڑ آئے وہ نقصان کا سودا ہے۔

پانچ مصیبتیں

انسان پانچ چیزیں روکتا ہے اللہ پانچ مصیبتیں ڈال دیتا ہے۔

۱۔ جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتا۔ اللہ اس کے مال کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیتا۔

۲۔ جو صدقہ نہیں دیتا۔ اللہ اس کی زندگی کا سکون ختم کر دیتا ہے۔

۳۔ جو عشر (زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ) روکتا ہے۔ اللہ اس کی پیداوار میں برکت نہیں دیتا۔

۴۔ جو دعا نہیں کرتا ہے۔ اسے قبولیت نہیں ملتی۔

۵۔ جو نماز میں سستی کرتا ہے۔ اسے موت کے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحت و تندرستی میں ایک درہم صدقہ کر دینا موت کے وقت سو درہم کی وصیت کرنے سے بہتر ہے۔

تکبر و گھمنڈ کی وجہ سے عابد کی زندگی بھر کی عبادت بے کار ہوگی

ایک عبرت آموز حکایت: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بخیل آدمی تھا جسے لوگ ملعون کے نام سے پکارتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے اس سے کہا: مجھے جہاد پر جانا ہے ایک تلوار دے دو۔ ملعون نے انکار کر دیا۔ وہ شخص واپس لوٹ گیا ملعون نے کچھ سوچ کر اسے بلایا اور تلوار دے دی۔ اس شخص کو راستے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملے جن کے ساتھ ایک ستر سالہ عبادت گزار بھی آ رہا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: یہ تلوار کہاں سے لائے ہو؟ اس شخص نے بتایا: ملعون نے دی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ اس ملعون کی دوکان اسی راستے پر تھی جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام چلے آ رہے تھے جب وہ قریب آئے۔ ملعون ان کے دیدار کے لیے کھڑا ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ آنے والا بولا: میں اس ملعون کی شکل

دیکھنا نہیں چاہتا۔ اللہ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ اطلاع دی گئی۔ میں نے اس ملعون کو اس کے صدقہ (تلوار) اور اس کے دل میں تمہاری محبت پیدا ہو جانے کی وجہ سے بخش دیا ہے اور اس اپنے ساتھ والے عابد کو بتاؤ وہ جنت میں اس کا ساتھی ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بات جب عابد کو بتائی اس نے کہا: مجھے اس کے ساتھ جنت میں رہنا بھی پسند نہیں۔ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی اس عابد کو میرا یہ فیصلہ منظور نہیں اس نے چونکہ میرے پہلے فیصلہ کو پسند نہیں اور اسے حقارت سے ٹھکرا دیا ہے اب میرا فیصلہ یہ ہے دوزخ میں ملعون کا جو ٹھکانہ تھا وہ اس عابد کو دیا جاتا ہے اور عابد کا جو مقام جنت میں تھا وہ ملعون کو ملے گا۔

زندگی موت کے لیے اور تعمیر بربادی کے لیے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "آسمان کے ایک دروازے سے ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے: آج (زندگی میں) کون ہے جو اللہ کو قرض دے اور کل آخرت میں اضافہ کے ساتھ وصول کرے۔ دوسرا فرشتہ کہتا ہے: اے انسانو! تم موت کے لیے پیدا ہوتے ہو اور جو عمارتیں بنا رہے ہو وہ بھی برباد ہو جائیں گی۔"

زندگی بہتر یا موت

ایک روایت میں ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: آپ ﷺ کے دنیا سے رخصت ہو جانے (وفات) کے بعد ہمارے واسطے زندگی بہتر ہے یا موت؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس سلسلے میں روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جب تمہارے پسندیدہ اور بہتر لوگ ہوں۔ تمہارے دولتمند سخاوت کرتے ہوں اور تمہارے آپس کے حکومتی معاملات باہم مشورے سے طے ہوتے ہوں۔ اس وقت تمہارے واسطے زندگی بہتر ہے۔ اور جب تمہارے بدکردار لوگ حاکم بن جائیں۔ تمہارے مال دار لوگوں میں بخل اور کنجوسی سرایت کر جائے اور تمہارے باہمی معاملات عورتیں طے کرنے لگیں۔ اس وقت تمہارے لئے موت بہتر ہے۔"

صدقہ اور مال کی حفاظت

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہتے ہیں: اگر تم اپنی دولت کو کیڑوں اور چوروں سے بچانا چاہتے ہو تو صدقہ کیا کرو۔

ایک روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو زکوٰۃ ادا کرتا ہے مہمان کی مہمانداری کرتا

ہے۔ کسی کی امانت ہو تو اسے واپس کر دیتا ہے۔ اس نے خود بخل کو اور کنجوسی سے بچالیا۔''

درج بالا احادیث و اقوال کے پیش نظر ہر مسلمان کو چاہیے کہ صدقہ کرتا رہے۔ جس قدر ممکن ہو زیادہ صدقہ دے جو زیادہ دے سکتے ہیں وہ زیادہ دیں اور جو کم دے سکتے ہیں وہ کم ہی دے دیا کریں وہ یہ نہ سوچیں کہ تھوڑی چیز کیا صدقہ میں دی جائے۔ اللہ خلوص نیت کو دیکھتا ہے کمی و بیشی ایک ثانوی چیز ہے۔

صدقہ کے دس فائدے

صدقہ کے دس فائدے ہیں۔ پانچ دنیا میں حاصل ہو جاتے ہیں اور پانچ آخرت میں حاصل ہوں گے۔

صدقے کے دنیا میں حاصل ہونے والے پانچ فائدے:

۱۔ صدقہ دینے سے مال پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے (بسا اوقات) لین دین اور خرید و فروخت میں کچھ لغو باتیں، جھوٹی قسمیں وغیرہ شامل ہو جاتی ہیں۔ صدقہ دے کر اپنے مال کو ان سے پاک کر لیا کرو۔

۲۔ صدقہ دینے سے انسان کا دل و دماغ پاک ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

صدقہ مال طہارت

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا (سورہ توبہ ۱۰۳)

''ان کے مالوں میں سے صدقہ لیا کریں اس طرح آپ ان کو صاف کرتے رہا کریں۔''

۳۔ صدقہ سے بیماریوں اور مصیبتوں کا دفاع ہو جاتا ہے: جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''اپنے مریضوں کا صدقہ سے علاج کرو۔''

۴۔ صدقہ سے صدقہ لینے والے غریب و مسکین لوگوں کو خوشی و مسرت ہوتی ہے اور کسی مسلمان کے دل خوش کر دینا بہت بڑی نیکی ہے۔

۵۔ صدقہ دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وما انفقتم من شئی فھو یخلفہ"

''اور جو مال تم (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو گے وہ برکت کی صورت میں اپنا اثر چھوڑ جائے گا۔''

وہ پانچ فائدے، جو صدقہ دینے والے کو آخرت میں ہوں گے:

۱۔ صدقہ قیامت کے روز کی شدید گرمی میں صدقہ دینے والے پر سایہ کرے گا۔

۲۔ صدقہ دینے والے کا حساب نرمی سے ہوگا۔

۳۔ میزان میں اعمال کے تولے جانے کے وقت صدقہ دینے والے کے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہوگا۔

۴۔ صدقہ دینے والا پل صراط پر سے آسانی کے ساتھ گزر جائے گا۔

۵۔ صدقہ جنت میں درجات کی بلندی کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

فائدہ: صدقہ کے صلے میں اگر غرباء و مساکین کی دعاؤں کے علاوہ اور کچھ بھی نہ ہوتا تب بھی ایک عقلمند آدمی شوق سے صدقہ دیتا' اور اب تو صدقہ دینے والے سے اللہ بھی خوش ہوتا ہے اور وہ شیطان کے شر سے بچ جاتا ہے۔ بلکہ صدقہ دینے سے ستر شیطانوں کے سر شرم و ندامت سے جھک جاتے ہیں۔ وہ اس بات پر شرمندہ ہوتے ہیں کہ انتہائی کوشش کے باوجود وہ انسان کو صدقہ دینے سے نہیں روک سکے۔۔۔۔۔اس کے علاوہ صدقہ ہمیشہ سے نیک لوگوں کا پسندیدہ عمل رہا ہے' اور صدقہ دینے والا بھی نیک لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔

صدقہ نیک لوگوں کی عادت ہے

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن زبیر ؓ نے (جو حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن اسماءؓ بنت ابو بکر ؓ کے بیٹے تھے) حضرت عائشہؓ کے پاس دو تھیلیوں میں ایک لاکھ اسی ہزار درہم بھیجے وہ روزہ سے تھیں' بیٹھ کر درہم لوگوں میں بانٹنے شروع کر دیئے' شام ہوئی تو ساری رقم تقسیم کر چکی تھیں۔ اپنی خادمہ سے فرمایا: افطاری کے واسطے کچھ لے آ' خادمہ نے ایک روٹی روغن زیتون کے ساتھ پیش کر دی اور ساتھ ہی اس نے کہا: آج آپ نے اتنی دولت لوگوں میں خیرات کی ہے ایک درہم کا گوشت ہی منگا لیا ہوتا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: اب کیا فائدہ پہلے یاد دلاتی تو یہ بھی ہو جاتا۔

حضرت عروہ ؓ ابن زبیر ؓ (یہ بھی حضرت عائشہ کے بھانجے ہیں) بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے صدقہ میں ستر ہزار درہم لوگوں کو بانٹ دیئے جبکہ ان کے اپنے کرتے میں پیوند لگے ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ عبدالملک ابن ابجر نے پچاس ہزار درہم تھیلیوں میں بھر کر اپنے بھائیوں کو بھیجے

اور کہا: ہم اپنے بھائیوں کے واسطے آخرت میں جنت کی دعائیں کرتے ہیں۔ پھر دنیا میں ان کے حق میں بخل و کنجوسی کیوں کی جاتی ہے۔

ایک روایت میں ہے: حسان ابن ابی سنان کے پاس ایک بھکاری عورت آئی اور کچھ سوال کیا: انہوں نے دیکھا حسین عورت ہے اپنے ملازم سے کہا: اسے چار سو درہم دے دو۔ ملازم نے حکم کی تعمیل کی اور چار سو درہم عورت کو دے دیئے۔ مگر بعد میں ان سے پوچھا: وہ عورت آپ سے ایک درہم مانگ رہی تھی آپ نے اسے چار سو درہم دے دیئے۔ انہوں نے جواب دیا ہاں اس لئے کہ وہ ایک حسین عورت تھی کسی گناہ میں نہ پھنس جائے' ان چار سو درہم کی بدولت لوگ اسے دولت مند سمجھیں گے اور کوئی شخص اس سے شادی کرے گا۔ اس طرح وہ کسی گناہ میں ملوث ہونے سے بچ جائے گی۔ احادیث کی کتابوں میں ایک روایت ملتی ہے: ایک صحابیؓ کو کسی نے ایک بکرے کی سری تحفہ میں بھیجی ان صحابی نے سری لے کر آنے والے شخص سے کہا: دیکھو! یہ سری فلاں شخص کو دے دو وہ ضرورت مند ہے وہ اس کے پاس لے گیا۔ اس نے کسی دوسرے شخص کے گھر کا پتہ بتا دیا۔ اس طرح وہ سری سات گھروں میں گھومتی رہی ہر ایک نے اپنے کسی دوسرے ضرورت مند مسلمان بھائی کے اسے پاس بھیج دیا آخر وہ پہلے شخص کے پاس ہی واپس آ گئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصة. (سورہ حشر: ۹)

''وہ دوسرے ضرورتمندوں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے ہیں۔ چاہے خود ان پر فاقے گزر رہے ہوں۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب یہ واقعہ پیش آیا تھا۔۔۔ ایک صحابیؓ نے روزہ رکھا شام ہوئی مگر ان کے پاس افطار کے لیے کچھ نہ تھا پانی پی کر روزہ افطار کر لیا۔ دوسرے دن پھر انہوں نے روزہ رکھ لیا۔ مگر دوسرے دن بھی شام کو کھانے کے واسطے کوئی چیز میسر نہ آئی پانی پی کر روزہ افطار کر لیا۔ تیسرے دن پھر انہوں نے اسی حال میں روزہ رکھ لیا۔ ایک انصاری نے دیکھا وہ بھوک سے نڈھال ہو رہے ہیں۔ شام کو انہیں اپنے گھر لے گئے بیوی سے معلوم کیا: کھانے کے واسطے کچھ ہے؟ بیوی نے بتایا: بس اتنا ہے کہ ایک آدمی کا گزارا ہو سکے جبکہ یہ دونوں میاں بیوی بھی روزے سے تھے اور ان کا ایک بچہ بھی تھا۔ بچے کو بہلا کر سلا دیا گیا۔ ایک انصاری نے بیوی سے کہا جب کھانا سامنے آئے تو چراغ بجھا دینا۔

اندھیرے میں مہمان سمجھے گا کہ ہم بھی ساتھ کھا رہے ہیں۔ عورت نے چراغ درست کرنے کے بہانے اسے بجھا دیا۔ ادھر انصاری یوں ہی پیالہ میں ہاتھ ڈالتا رہا مگر کھایا کچھ نہیں البتہ اس طرح مہمان نے سیر ہو کر کھا لیا۔ انصاری نے فجر کی نماز مسجد نبوی میں باجماعت ادا کی۔ نبی کریم ﷺ نے نماز کا سلام پھیرنے کے بعد اس انصاری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو تم دونوں (میاں بیوی) کا یہ عمل بہت پسند آیا ہے۔'' اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة. و من یوق شح نفسه فاولٓئک ھم المفلحون (سورہ حشر: ۹)

''اور وہ لوگ (دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہوئے) ایثار کرتے ہیں۔ خواہ خود کتنے ہی ضرورت مند ہوں' اور جو اپنے نفس کے بخل (کنجوسی) سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ (آخرت میں) کامیاب ہوں گے۔''

حضرت حامد لفاف رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلقین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: میں تمہارے لئے ان چار باتوں کو پسند کرتا ہوں۔ اگرچہ اسلاف کا طریقہ اس سے مختلف تھا:

۱۔ تم صرف فرائض کو حسن اہتمام سے ادا کر لو۔ جب کہ ہمارے بزرگ فرائض کو حسن اہتمام سے ادا کرنے کے ساتھ ساتھ نوافل کو بھی فضیلت کا ذریعہ سمجھتے تھے۔
۲۔ تمہیں اللہ سے یہ خوف ہو کہ وہ تمہارے گناہوں کو معاف کرے گا یا نہیں جبکہ ہمارے بزرگ اس بات سے خوف زدہ رہتے تھے کہیں ان کی عبادت ہی رد نہ کر دی جائے۔
۳۔ تم حرام چیزوں سے پرہیز کرو۔ جبکہ ہمارے بزرگ حلال چیزوں کے استعمال میں بھی احتیاط کرتے تھے۔
۴۔ تم اپنے بھائی بندوں اور دوست احباب سے محبت و خلوص سے پیش آؤ۔ جبکہ ہمارے بزرگ دشمنوں سے بھی حسن سلوک کا برتاؤ کرتے تھے۔

صدقہ سے انسان کی بہت سی مصیبتیں ٹل جاتی ہیں

صدقہ کی برکت سے ایک دھوبی سانپ کے ڈسنے سے بچ گیا

حضرت ابوالفرج ازدیؒ بیان کرتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک بستی میں تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے ایک دھوبی کی شکایت کی: وہ کپڑے دیر سے دیتا ہے، کم کر دیتا ہے اور پھاڑ بھی دیتا ہے۔ دعا کریں کہ کل وہ گھاٹ پر کپڑے دھونے جائے تو واپس نہ آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی مگر وہ دھوبی دوسری شام کو صحیح سلامت واپس آ گیا۔ لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اطلاع دی۔ انہوں نے دھوبی کو بلا کر پوچھا آج تو نے کون سا نیک کام کیا ہے؟ دھوبی نے کہا: اور تو کچھ نہیں صرف یہ کیا ہے۔ ان پہاڑوں کی طرف سے میرے پاس ایک شخص آیا اور مجھ سے کہا کہ میں کئی دن سے بھوکا ہوں تیرے پاس روٹی ہو تو مجھے دے یا دور ہی سے دکھا دے تاکہ میں اسے دیکھ کر ہی دل کو تسلی دے لوں اور صبر کر لوں۔ میرے پاس تین چپاتیاں تھیں میں نے ایک چپاتی دے دی اسے کھا کر اس نے دعا کی: اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے اور تیرے دل کو ہر طرح کی بدنیتی سے پاک کر دے۔ میں نے اسے دوسری چپاتی بھی دے دی۔ اسے کھا کر اس نے دعا کی: اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دے۔ آخر میں نے تیسری چپاتی بھی اسے کھلا دی۔ اسے کھا کر اس نے دعا کی: اللہ تجھے جنت میں ایک محل عطا فرمائے۔ یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دھوبی کو حکم دیا اپنی کپڑوں کی گٹھری کھول کر دکھا! اس نے گٹھری کھول کر سامنے رکھ دی۔ گٹھڑی میں ایک بہت بڑا کالا سانپ بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ نے سانپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے کالے ناگ کیا تجھے اس دھوبی کو ڈسنے کے لیے نہیں بھیجا گیا تھا؟ سانپ نے جواب دیا: اے اللہ کے پیغمبر! یہ صحیح ہے کہ مجھے اس کو ڈسنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ لیکن جب وہ بھوکا پیاسا مسافر آیا اور اس دھوبی نے اسے اپنی تینوں چپاتیاں کھلا دیں اور وہ اسے دعائیں دیتا رہا وہاں کھڑا ایک فرشتہ ہر دعا پر آمین کہتا رہا۔ اللہ نے ایک دوسرا فرشتہ بھیج کر میرے منہ میں لوہے کی لگام ڈلوا دی۔ بتائیے میں اسے کیسے ڈستا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دھوبی سے کہا: دھوبی! یہ تیرے صدقہ کی برکت ہے کہ اس زہریلے ناگ سے بچ گیا۔

فقیر کو ایک روٹی دینے پر بھیڑیا بچے کو واپس چھوڑ گیا

حضرت سالم ابن ابی جعدؒ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں: ایک بھیڑیا ایک عورت کے بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ عورت نے اس کا پیچھا کیا راستہ میں ایک بھکاری ملا عورت کے پاس ایک روٹی تھی وہ اس نے بھکاری کو دے دی۔ کیا دیکھتی ہے کہ بھیڑیا واپس آیا اور بچے کو اس کے پاس چھوڑ گیا۔ اسی وقت غیب سے ایک آواز آئی: یہ اس فقیر کو صدقہ میں روٹی دینے کا صلہ ہے۔

ساٹھ سال کی عبادت اور ایک روٹی کا صدقہ

حضرت مصعب ابن سمی بیان کرتے ہیں: ایک راہب ساٹھ سال تک اپنے عبادت خانے میں عبادت کرتا رہا۔ ایک روز اس نے جنگل کی طرف جھانک کر دیکھا۔ خوبصورت منظر تھا سیر کی غرض باہر نکل آیا۔ سامنے سے ایک خوبصورت عورت آتی ہوئی دکھائی دی اپنے نفس پر قابو نہ رکھ سکا اور اس عورت سے زنا کر بیٹھا۔ مگر اس جرم کا احساس اس کے دل ودماغ پر چھایا رہا۔ ایک روز ایک بھکاری آیا راہب کے پاس ایک روٹی تھی وہ اس نے بھکاری کو دے دی۔ جب اس کی موت ہوئی۔ اس کے اعمال میزان میں تولے جانے لگے ساٹھ سالہ عبادت وریاضت کے مقابلہ میں گناہوں کا پلڑا بھاری تھا۔ آخر اس صدقہ میں دی ہوئی روٹی والے عمل کو پلڑے میں رکھا گیا۔ اب گناہوں کے مقابلہ میں سب نیکیوں کا پلڑا بھاری تھا۔

مشہور ہے: ”صدقہ مصیبت کے ستر دروازوں کو بند کر دیتا ہے“

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ایک بار صدقہ کرنے سے ستر شیطانوں کو شرمسار ہونا پڑتا ہے۔ جو اس کو صدقہ سے روکنے کی سرتوڑ کوشش کرتے رہے تھے۔

صدقہ نہ کرنے والوں کے لیے درس عبرت

حضرت قتادہ کہتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے: صدقہ گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح پانی سے آگ بجھا دی جاتی ہے۔ ایک روایت میں ہے: حضرت عائشہؓ کے پاس ایک بھکاری عورت آئی اس نے اپنا دایاں ہاتھ آستین میں چھپایا ہوا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے اس سے پوچھا: تو نے اپنا دایاں ہاتھ آستین میں کیوں چھپا رکھا ہے؟ عورت نے جواب دیا: ام المومنین!

اس کے بارے میں نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: نہیں ضرور بتاؤ۔

اس عورت نے کہنا شروع کیا: میرے والد کو زندگی میں صدقہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ والد کو جتنا شوق تھا میری والدہ صدقہ سے اتنا ہی گریز کرتی تھی۔ اس نے زندگی میں کسی کو پرانے کپڑے یا فالتو چربی کے سوا کبھی کوئی چیز صدقہ میں نہیں دی۔ آخر قضائے الٰہی سے دونوں کی وفات ہوگئی۔ ان کی موت کے بعد میں نے ایک روز خواب میں دیکھا: قیامت کا دن ہے سب مخلوق میدان حشر میں جمع ہے اور میری والدہ اس مجمع میں ایک پرانے کپڑے سے بہ مشکل اپنا ستر ڈھانپے ہوئے چربی کا ٹکڑا چاٹتے ہوئے پیاس! ہائے پیاس! پکار رہی ہے۔ دوسری طرف میرے والد ایک حوض کے کنارے بیٹھے ہوئے لوگوں کو پانی پلا رہے ہیں' اور زندگی میں بھی یہی کار خیر انہیں زیادہ پسند تھا۔ میں نے پانی کا ایک گلاس لے کر والدہ کو پلا دیا۔ اسی وقت فضا سے ایک آواز سنائی دی۔ جس نے اسے پانی پلایا ہے اس کا ایک ہاتھ شل ہو جائے۔'' گھبرا کر نیند سے بیدار ہوئی تو میرا ہاتھ شل تھا۔

جہنم کے آدھے عذاب سے صدقہ کر کے چھوٹ سکتے ہیں

حضرت مالک ابن دینار فرماتے ہیں: ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لا کر جہنم کے آدھے عذاب سے خود کو بچالیا' اور باقی آدھے عذاب سے ہمیں صدقہ کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے۔

حضرت محمد ابن فضل بیان کرتے ہیں: ایک دیہاتی عرب کے پاس بہت سی بکریاں تھیں۔ مگر وہ کم ہی صدقہ کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے بکری کا ایک کمزور سا بچہ صدقہ میں دے دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک روز خواب میں دیکھا: اس کی تمام بکریاں اسے سینگوں سے مار رہی ہیں اور وہ بچہ اسے بکریوں کے حملوں سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ بیدار ہوا تو اس نے کہا: میں اس (صدقہ والے بچہ) کے ساتھیوں میں اضافہ کروں گا۔ پھر اس نے کثرت سے صدقہ وخیرات دینا شروع کر دیا۔

جس قدر بھی ممکن ہو صدقہ ضرور کرو

حضرت عدی ابن حاتم روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر شخص کو اللہ کے سامنے پیش ہونا ہوگا اور اس سے (زندگی کا حساب) لیا جائے گا۔ وہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو سوائے اس نیک عمل (صدقہ) کے اور کچھ نظر نہیں آئے گا۔ جو اس نے آخرت میں ذخیرہ کر دیا پھر بائیں طرف دیکھے گا ادھر بھی اس کے آگے بھیجے عمل کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔

سامنے دیکھے گا تو دوزخ کی دہکتی آگ نظر آئے گی اس آگ سے بچنے کی کوشش کرو۔ خواہ ایسی کوشش ایک آدھی کھجور ہی صدقہ میں دے کر سکو۔''

نیک انسان

انسان اگر ان دس باتوں پر عمل کرلے تو وہ خدا کے نیک بندوں اور صالحین میں شامل ہو سکتا ہے اور آخرت میں بلند درجات پا سکتا ہے۔

۱۔ زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کرتا ہے۔

۲۔ کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔

۳۔ ایسے نیک لوگوں کے ساتھ تعلق رکھے جن کی مجلسوں میں آخرت کا ذکر زیادہ رہتا ہو۔ تاکہ ان کی باتیں سن کر اسے بھی اپنی آخرت سنوارنے کی فکر رہے۔

۴۔ دنیا اتنی ہی کمائے جتنی زندگی کے لیے ضروری ہو۔ خدا رسول ﷺ کے حکم کے مطابق جن رشتے ناتوں کا قائم رکھنا ضروری ہے انہیں قائم رکھے۔

۵۔ بیمار لوگوں کی عیادت کرتا ہے' اور ممکن حد تک ان کی ضروریات پوری کرتا ہے۔

۶۔ ایسے دولتمند لوگوں سے میل جول نہ رکھے جو اپنی دولت کے نشے میں آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔

۷۔ آخرت کی فکر کرتا ہے جہاں اسے کل (موت کے بعد) جانا ہے۔

۸۔ دنیاوی زندگی سے زیادہ امیدیں نہ لگائے۔ کہ پوری نہ ہوں تو موت کے وقت ان کے بارے میں سوچتے ہوئے کلمہ پڑھنا بھی بھول جائے۔

۹۔ فضول باتوں سے پرہیز کرے۔

۱۰۔ عام زندگی میں عاجزی وانکسار کو اپنی عادت بنالے۔ جو جائز کمائی سے لباس میسر آجائے۔ پہن لے۔ جو جائز وحلال طریقہ سے کھانے کو مل جائے کھالے۔ فقیر اور غریب لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ معاشرے کے یتیم بچوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا رویہ رکھے۔ ان کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرے' اور ہو سکے تو ان کی مدد بھی کر دیا کرے۔

فضیلت صدقہ کی عادات

سات باتیں جن سے صدقہ کی قدر وقیمت بڑھ جاتی ہے۔

۱۔ صدقہ حلال اور جائز آمدنی میں سے کیا جائے اور عمدہ چیز صدقہ میں دی جائے۔ کیونکہ اللہ

تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔

انفقو من طیبات ما کسبتم

''اپنی جائز آمدنی سے (صاف) ستھری چیز لے کر (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو (صدقہ وخیرات کردو۔)

۲۔ غریب آدمی محنت مزدوری کر کے جو کچھ کمائے اس میں سے بھی کچھ نہ کچھ مگر اپنی پسند کے مطابق اچھی چیز اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا کرے۔ اس صدقہ کی قدر و قیمت اللہ کے ہاں امیروں کے صدقہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔

۳۔ جو چیز صدقہ میں دینی ہو فوراً دے دی جائے۔

۴۔ صدقہ میں اچھی چیز دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون ولستم باخذیه الا ان تغمضوا فیه و اعلموا ان اللہ غنی حمید.

''اللہ کی راہ میں ایسی) بری چیز دینے کا ارادہ مت کرو۔ جو تمہیں دی جائے تو تم اسے لینے کے لیے تیار نہ ہو (اور لینی پڑ جائے) تو چشم پوشی کرتے ہوئے (بے دلی سے) لو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ بڑا بے نیاز ہے (اسے تمہاری ردی چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔)

۵۔ صدقہ خاموشی سے دیا جائے۔ ریاکاری ودکھاوا نہ ہو۔

صدقہ دے کر احسان جتانے سے صدقہ کا ثواب ختم ہو جاتا ہے

۶۔ کسی کو صدقہ دے کر اس پر احسان نہ جتایا جائے۔ اس سے صدقہ کا ثواب ختم ہو جاتا ہے۔

۷۔ جس کو صدقہ دیا جائے اس کو کسی طرح کی ذہنی یا جسمانی تکلیف نہ دی جائے۔ (مثلاً ایسے آدمی سے آپ زبردستی اپنا کوئی کام کرائیں) کیونکہ اس سے ثواب کی بجائے صدقہ دینے والے کو گناہ ہوتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

"لا تبطلوا صدقاتکم بالمن و الاذیٰ"

''(صدقہ لینے والے پر) احسان جتا کر یا (اسے کسی طرح کی) تکلیف دے کر اپنے صدقات (کا ثواب) ضائع نہ کرو۔

ماہ رمضان کی فضیلت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا: آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''جنت کو سال بھر تک رمضان کے استقبال کے لیے سجایا جاتا ہے۔ رمضان کی پہلی رات کو عرش الٰہی کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جسے ''میثرہ'' کہا جاتا ہے۔ اس ہوا کے جھونکوں سے جنت درختوں کے پتے اور جنت مکانات کے دروازوں کی زنجیریں اور حلقے بجنے لگتے ہیں اور ان آوازوں کے باہم ٹکرانے سے ایسی سُر کی موسیقی ہوتی ہے کہ آج تک کسی نے نہیں سنی۔

جنت کی حوروں کی نیک بندوں سے محبت

اسے سن کر جنت کی حوریں بالاخانوں سے نکل آتی ہیں اور با آواز بلند اعلان کرتی ہیں: کون ہے جو اللہ کے پاس ہمارے ساتھ اپنی شادی کا پیغام بھیجے اور اللہ اس پیغام کو قبول کر کے ہماری شادی اس بندے سے کر دے۔ پھر وہ (جنت کے نگران فرشتے) رضوان سے پوچھتی ہیں: آج کونسی رات ہے؟ رضوان انہیں مخاطب کرتے ہوئے جواب دیتا ہے: آج ماہ رمضان کی پہلی رات ہے۔

اللہ کی طرف سے حکم ہوتا ہے: رضوان! جنت کے تمام دروازے امت محمد ﷺ کے روزہ داروں کے لیے کھول دو۔ جہنم کے داروغہ کو حکم دیا جاتا ہے۔ جہنم کے سارے دروازے بند کر دو۔ حضرت جبرائیل کو حکم ملتا ہے: زمین پر جا کر شیاطین کے سارے مردود شیاطین کو قید کر دو اور شیطانوں کو گلے میں طوق ڈال کر اور بیڑیاں پہنا کر سمندر میں پھینک دو۔ تا کہ وہ میرے محبوب ﷺ کی امت کے روزہ داروں کے روزوں کو خراب کرتے نہ پھریں۔

رمضان کی ہر رات اللہ کی طرف سے تین بار اعلان ہوتا ہے:

کوئی مانگنے والا ہے؟ میں اسے عطا کروں۔ کوئی توبہ کرنے والا ہے؟ میں اس کی توبہ قبول کر لوں کوئی مغفرت چاہنے والا ہے؟ میں اسے معاف کر دوں۔

پھر یہ اعلان ہوتا ہے: مجھے کون قرض دے گا؟ کہ اس کا قرض مارا نہ جائے گا بلکہ پورا پورا ادا کیا جائے گا۔

رمضان کی آخری رات کئی گناہ گاروں کی بخشش

اللہ تعالیٰ رمضان کے دنوں میں ہر روز افطار کے وقت دس لاکھ ایسے گناہ گاروں کو جہنم سے رہائی کا پروانہ عطا فرماتا ہے۔ جن کے واسطے جہنم کا عذاب لازم ہو چکا ہوتا ہے۔ رمضان کے آخری دن اللہ تعالیٰ جہنم سے اتنے بندوں کو آزاد کر دیتا ہے۔ جتنے اس نے پورے مہینہ میں آزاد کئے تھے۔ جمعہ کے دن اور رات کی ہر گھڑی میں ایسے دس لاکھ گناہ گاروں کو رہائی ملتی ہے جن کے واسطے جہنم کا عذاب واجب ہو چکا ہوتا ہے۔

لیلۃ القدر میں فرشتوں کا نزول

لیلۃ القدر میں اللہ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک فوج لے کر زمین پر اترتے ہیں۔ ان کے ہاتھ میں ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے اسے وہ خانہ کعبہ کی چھت پر نصب کر دیتے ہیں۔ جبرائیل کے چھ سو بازو ہیں جس میں سے دو بازو کو وہ صرف لیلۃ القدر میں کھولتے ہیں۔ جو مشرق سے مغرب تک پھیل جاتے ہیں۔ فرشتے جبرئیلؑ کے حکم سے زمین میں پھیل جاتے ہیں جہاں بھی امت محمد کا کوئی فرد نماز کے قیام قعدہ میں یا نماز کی کسی حالت میں اور اللہ کے ذکر میں معروف ملتا ہے اسے سلام کرتے ہیں اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر "آمین" کہتے ہیں۔ اس طرح فجر تک ان کا یہ دورہ جاری رہتا ہے۔ فجر طلوع ہوتے پر جبرائیل اعلان کرتے ہیں:

فرشتو! واپس چلو۔ فرشتے جبرائیل سے پوچھتے ہیں: اللہ نے ان اہل ایمان کی دعاؤں اور حاجات کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟

جبرائیل (انہیں جواب دیتے ہوئے) بتاتے ہیں: اللہ نے انہیں دیکھ لیا ہے۔ انہیں معاف کر دیا ہے اور ان کی بخشش کر دی ہے۔ مگر چار قسم کے افراد کو معاف نہیں کرتا۔

وہ لوگ جن کی بخشش نہیں ہوتی

(۱) مستقل شراب کا عادی (۲) والدین کی نافرمان اولاد (۳) خدا اور رسولؐ کے احکام کے مطابق رشتوں ناطوں کا لحاظ نہ رکھنے والا۔ (۴) اور وہ شخص جو اپنے مسلمان بھائی سے (بلا کسی جائز وجہ کے) تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھے۔

عید کے دن اللہ تعالیٰ کی بخشش و عنایات

عید الفطر کی رات کو انعامات کی رات کا نام دیا گیا ہے۔ عید الفطر کی صبح ہر آبادی اور ہر شہر میں فرشتے بھیج دیئے جاتے ہیں۔ جو محلوں اور گلیوں کے باہر کھڑے ہو کر یہ اعلان کرتے ہیں۔ (ان کی آواز کو جن اور انسانوں کے علاوہ ہر مخلوق سنتی ہے۔)

اے محمد ﷺ کے امتیو! آؤ اپنے رب کریم کے دربار میں چلو۔ وہ انعامات دے رہا ہے۔ بڑی بڑی خطائیں معاف کر رہا ہے اور جب لوگ عید گاہ پہنچ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے: میرے فرشتو! بتاؤ اس مزدور کو کیا دیا جائے جو اپنا کام پوری دیانتداری سے پورا کر دے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: ہمارے آقا! ہمارے مولا! اس کا حق یہ ہے کہ اسے اس کے کام کی پوری اجرت عطا کر دی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فرشتو! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں: میں رمضان کے روزوں اور عبادات کے صلے میں انہیں اپنی رضا (خوشی) عطا کرتا ہوں اور ان کے واسطے میں نے مغفرت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بندو! مجھے اپنی عزت اور اپنی شان وشوکت کی قسم! آج تم اپنی دنیا و آخرت کی جو چیز مجھ سے مانگو گے میں تمہیں عطا کر دوں گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے مہینہ میں میری امت کو پانچ خاص انعامات سے نوازا گیا ہے۔ جن سے پچھلی کسی امت کو نہیں نوازا گیا:

۱۔ روزہ دار کے منہ میں پیدا ہونے والی بو کو مشک سے زیادہ بہتر خوشبو کا درجہ دیا گیا۔
۲۔ فرشتے روزہ دار کے لیے سحر سے افطار تک مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔
۳۔ شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ اب وہ دوسرے مہینوں کی طرح آزاد نہیں پھر سکتے۔
۴۔ روزانہ جنت کو سجایا جاتا ہے اور اللہ اس سے کہتا ہے شاید میرے نیک بندے محنت و مشقت سے تھک کر تیرے اندر داخل ہوں۔
۵۔ اور رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

صحابہؓ نے دریافت کیا: کیا یہ لیلۃ القدر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں بلکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے مزدور کو کام ختم کرنے پر فوراً اس کی اجرت دے دی جائے۔"

رمضان کی برکتیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے: تمہیں رمضان کا مہینہ نصیب ہو رہا ہے۔ یہ بہت مبارک مہینہ ہے۔ اس میں تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ سرکش شیطانوں کو بیڑیاں پہنا کر قید کر دیا جاتا ہے۔ اسی میں لیلۃ القدر ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔"

عبادات کی پابندی سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

حضرت خثیمہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: صحابہ رضی اللہ عنہم کہا کرتے تھے: جو لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں۔ ان کے واسطے ایک رمضان سے دوسرے رمضان۔ ایک حج سے دوسرے حج۔ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ اور ایک نماز سے دوسری نماز کا درمیانی وقت گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

رمضان کی آمد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خوشی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رمضان کی آمد پر فرمایا کرتے تھے: خوش آمدید ہمیں پاک کرنے والا مہینہ آ گیا۔ رمضان کا تمام مہینہ خیر ہی خیر ہے۔ اس کے دنوں میں روزہ رکھا جاتا ہے۔ راتیں عبادت میں گزرتی ہیں۔ اس میں بندے کا ذاتی خرچ بھی انفاق فی سبیل اللہ (اللہ کی راہ میں خرچ) شمار ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جس نے بحالت ایمان ثواب سمجھ کر رمضان کے دنوں میں روزہ رکھا اور راتوں میں عبادت کی۔ اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔"

روزہ اللہ کے لیے ہوتا ہے اور روزہ کا ثواب اللہ جتنا چاہے دے دیتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ فرماتا ہے: انسان جو اچھا کام کرتا ہے اس کا ثواب دس سے چار سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ مگر روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا ثواب عطا کروں گا کیونکہ روزہ دار اپنی پسندیدہ چیزوں اور کھانے پینے سے میرے حکم کے تحت رک جاتا ہے۔" روزہ ڈھال ہے۔ روزہ دار کو خوشی کے دو موقعے ملتے ہیں: ایک افطار کے وقت اور ایک اس وقت حاصل ہوگا جب وہ قیامت کے روز اپنے رب سے ملے گا۔"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! تمہارے لئے ایک بڑا مبارک مہینہ آیا ہے۔ اس مہینہ میں لیلۃ القدر بھی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے اللہ نے اس مہینہ کے روزے فرض کئے ہیں اور راتوں کے قیام (تراویح) کو نفل کا درجہ دیا ہے۔ جس نے اس مہینہ میں خالصۃً ثواب کی نیت سے نفل ادا کئے ان کا درجہ غیر رمضان کے فرضوں کے برابر ہے۔ اور اس مہینہ میں ادا کئے گئے فرض کا ثواب دوسرے دنوں کے ستر فرضوں کے برابر ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کی جزا اور ثواب جنت ہے۔

رمضان باہمی محبت و ہمدردی کا مہینہ ہے

یہ آپس میں ہمدردی اور محبت کے اظہار کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ میں مومن کے رزق میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اس میں جو شخص کسی دوسرے روزہ دار کا روزہ افطار کرائے گا۔ اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوگا اور اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں سے ہر شخص تو دوسرے کا روزہ افطار نہیں کرا سکتا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اتنا ثواب اس کو بھی دے گا۔ جو ایک گھونٹ دودھ، ایک کھجور یا ایک گلاس پانی سے کسی کا روزہ افطار کرا دے اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا۔ اس کے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور قیامت کے روز اللہ اسے میرے حوض (کوثر) کا پانی پلا کر سیراب کر دے گا۔ کہ پھر اسے جنت میں داخلہ تک پیاس نہیں لگے گی۔ نیز اسے روزہ دار کے برابر ثواب ملے گا جبکہ روزہ دار کے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

رمضان رحمت اور جہنم سے نجات کا مہینہ ہے

یہ وہ مہینہ ہے جس کا اول (عشرہ) رحمت اور دوسرا (عشرہ) مغفرت اور تیسرا (عشرہ) جہنم کی آگ سے رہائی اور آزادی ہے۔"

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے رمضان قریب آنے پر ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان میں کیا کیا برکتیں ہیں: میری امت کے لوگ اسکے سال بھر رہنے کی تمنا کرنے لگیں۔ یہ سن کر بنی خزاعہ کے ایک شخص نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اس کی کچھ وضاحت فرما دیجیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: رمضان کے استقبال کے لیے جنت کو سال بھر آراستہ کیا جاتا ہے۔ رمضان کی پہلی رات کو عرش کے نیچے

سے ہوا چلتی ہے۔ جس کے جھونکوں سے جنت کے درختوں کے پتے آپس میں ٹکرانے سے ایک پرکیف نغمہ پیدا ہوتا ہے اور حوریں اپنے خیموں سے نکل آتی ہیں' اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتی ہیں: پروردگار! اس مہینہ میں اپنے بندوں میں سے ہمارے لئے شوہر مقرر فرما دیجئے' جن سے ہم سکون حاصل کریں اور وہ ہم سے سکون پائیں۔ پس رمضان میں روزہ رکھنے والے روزہ دار کو دو حوریں دی جائیں گی۔ ان کی رہائش کے لیے موتیوں سے بنے ہوئے خیمہ نما آراستہ محلات ہوں گے۔ جن کی تعریف قرآن کریم میں اس طرح کی گئی ہے:

"حور مقصورات فی الخیام" (سورہ رحمٰن۔ ۷۲)

"وہ حوریں (اپنے لئے مخصوص) خوشنما (خیمہ کی طرح بنے) محلوں میں قیام پذیر ہوں گی۔"

ان میں سے ہر حور کے پاس لباس کے ستر جوڑے ہوں گے۔ ہر جوڑے کا رنگ مختلف ہوگا۔ ہر جوڑے سے ستر قسم کی خوشبوئیں مہک رہی ہوں گی۔ ہر حور کے پاس ایک موتیوں سے آراستہ یاقوتی پلنگ ہوگا۔ ہر پلنگ پر ستر ریشمی بستر ہوں گے۔ ہر حور کی خدمت کے لیے ستر خادمائیں ہوں گی۔ یہ رمضان کے ہر روزہ دار کے روزہ کا ثواب ہے باقی دوسرے نیک اعمال کا اجر اور دوسرے احسانات اس کے علاوہ ہیں۔"

ایک روایت کی رو سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ماہ رجب میری امت کا مہینہ ہے۔ اس کو دوسرے مہینوں پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جس طرح میری امت کو دوسری امتوں پر فضیلت ہے۔ شعبان میرا مہینہ ہے۔ وہ دوسرے مہینوں سے اتنا ہی افضل ہے جتنا میں تمام انبیاء پر فضیلت رکھتا ہوں اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے اسے وہی فضیلت و برتری حاصل ہے جو اللہ کو اپنی تمام مخلوق پر فضیلت ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے قیام لیل (رات کی عبادت) اور دن کے روزے کے ضمن میں ایمان اور احتساب کی شرط رکھی ہے۔ ایمان کا مطلب ہے: اللہ نے ثواب کا جو وعدہ فرمایا ہے۔ اس پر یقین کامل ہو' اور احتساب کے معنی یہ ہیں۔ کہ عبادت عاجزی و انکسار اور خشوع و خضوع کے ساتھ کی جائے لہٰذا بندہ اگر اللہ سے روزہ اور عبادت کا بھرپور ثواب لینا چاہتا ہے' اور ان فضائل و برکات کو حاصل کرنا چاہتا ہے جو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں تو اسے چاہیے رمضان کے مہینہ کا پورا احترام کرے۔ اپنی زبان کو جھوٹ، غیبت اور ہر طرح کی فضول باتوں سے محفوظ رکھے۔ اپنے جسم

کے دیگر اعضا کو خطاؤں اور لغزشوں سے بچائے' ایک بزرگ یہ دعا کیا کرتے تھے: پروردگار! تو نے روزہ دار سے وعدہ کیا ہے کہ اسے دنیا میں اس کا اجر دے گا' اور آخرت میں ثواب عطا فرمائے گا۔ پروردگار! ہمارا روزہ تیری بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل نہ کر سکے تو ہمیں اس کی محنت و مشقت کے اجر سے محروم نہ رکھنا کیونکہ تو اپنے بندوں پر ہمیشہ احسان کرتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری ؓ روایت کرتے ہیں: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (رمضان کے) روزے رکھے تیئسویں شب آپ ﷺ نے قیام فرمایا اور نماز ادا کی یہاں تک کہ رات کا ایک تہائی حصہ بیت گیا۔ چوبیں شب آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ نماز تراویح ادا نہیں کی۔ پچیسویں شب آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ نماز تراویح ادا کی یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ ہم نے عرض کیا: اچھا ہوتا آج پوری رات ہم آپ ﷺ کے ساتھ نفل ادا کرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص گھر سے نکل آیا اور امام کے ساتھ نماز ادا کر لی اور وہ واپس گھر جا کر سو گیا تو اس کے حساب میں ساری رات کی نماز لکھ دی جاتی ہے۔ چھبیسویں شب آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ تراویح یا نوافل ادا نہیں کئے۔ ستائیسویں شب آپ ﷺ نے اپنے اہل خانہ کو (مسجد میں) جمع فرمایا اور ہمارے ساتھ رات کی نماز ادا کی' اور یہ سلسلہ اتنی دیر تک چلتا رہا کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ ہم لوگ سحر کے کھانے سے نہ رہ جائیں۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: رمضان کی ایک شب آپ ﷺ رات کے ابتدائی حصہ میں (مسجد میں) تشریف لائے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ لوگوں نے بھی آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ اگلی صبح اس نماز کے بارے میں عام طور پر لوگ گفتگو کر رہے تھے (کیونکہ عام دنوں میں پانچ فرض نمازیں باجماعت ادا کی جاتی تھیں۔ یہ نئی چھٹی باجماعت نماز تراویح تھی)۔۔۔۔ دوسری شب (اس نماز کے شوق میں) لوگ اور زیادہ جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے یہ نماز تراویح ادا کی اور تمام لوگوں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ یہ نماز ادا کی۔ تیسری شب لوگوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ مسجد میں گنجائش نہ رہی لیکن آپ ﷺ نماز تراویح کے لیے مسجد میں تشریف نہ لائے۔ آپ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ رات کی نماز کے لیے تم نے میرا انتظار کیا تھا۔ (لیکن میں اس لئے نہ آیا کہ) مجھے اندیشہ ہوا یہ نماز (تراویح) اگر تم پر لازم کر دی گئی تو نبھا نہ سکو گے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ تراویح کی لوگوں کو ترغیب دلایا کرتے مگر (فرض کی طرح) اسکی ادائیگی کا حکم نہیں فرماتے

تھے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی ایام میں بھی یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابی ابن کعبؓ کی امامت میں نماز تراویح کی باجماعت ادائیگی شروع کرائی۔

حضرت عمرؓ کے دور میں باجماعت نماز تراویح کا آغاز

حضرت علیؓ نے بیان کیا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں: ”خداوند تعالیٰ کے عرش کے چاروں طرف خالی جگہ ہے جسے ”حظیرۃ القدس“ (بارگاہ خداوندی کی نورانی حدود) کہا جاتا ہے۔ اس کے اندر ہر وقت اتنے فرشتے اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں جن کی تعداد کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ ان کی عبادت میں کسی وقت بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ رمضان کے دنوں میں وہ فرشتے اللہ سے اجازت لیتے ہیں: کہ وہ زمین پر جا کر انسانوں کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ ہر رات زمین پر اترتے ہیں۔ جو ان سے چھو جاتا ہے یا وہ اسے چھو لیتے ہیں۔ وہ اتنا خوش نصیب ہو جاتا ہے۔ کہ پھر کبھی اس پر بدنصیبی کا دور نہیں آتا“ ۔۔۔۔۔ یہ حدیث سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ایسی خوش نصیبی کے حقدار شب سے زیادہ ہم ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کو جمع کیا اور تراویح کی نماز باجماعت شروع کرا دی۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے: ایک مرتبہ رمضان کی شب وہ باہر نکلے تو دیکھا مسجدوں میں قندیلیں روشن تھیں اور قرآن کی تلاوت کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہ منظر دیکھ کر بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا: خداوند تعالیٰ حضرت عمرؓ کی قبر منور فرمائے۔ جس طرح انہوں نے ہماری مساجد کو قرآن سے روشن کیا ہے۔۔۔ اور حضرت عثمانؓ سے بھی اسی طرح کا قول منقول ہے۔

عشرہ ذوالحجہ کے فضائل

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”کوئی نیک عمل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو یہ دن یعنی عشرہ ذوالحجہ کے دن زیادہ پسند ہیں۔

لوگوں نے عرض کیا: جہاد فی سبیل اللہ سے بھی ان دنوں کا عمل زیادہ ہے؟ فرمایا: ہاں اس سے بھی زیادہ پسند ہے۔ مگر جو شخص اپنی جان و مال لے کر جہاد کے لئے نکلے اور پھر لوٹ کر واپس گھر نہ آئے“ (اور شہید ہو جائے وہ البتہ اس سے مستثنیٰ ہے یعنی اس شخص کا یہ پرخلوص عمل ان دنوں کے عمل سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

حضرت جابر ابن عبداللہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ کے (دس) دن سب سے افضل اور زیادہ پسند ہیں۔“

پوچھا گیا: کیا جہاد فی سبیل اللہ کے دنوں سے زیادہ پسند ہیں؟

فرمایا: ہاں مگر ایسے شخص کا عمل جس کا گھوڑا جہاد میں کام آ جائے اور خود بھی شہید ہو جائے۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: ایک نوجوان گانے وغیرہ سننے کا بہت شوقین تھا۔ مگر ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے وہ سب مشاغل چھوڑ کر روزہ رکھنا شروع کر دیتا۔ یہ بات حضور ﷺ کو معلوم ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس نوجوان کو بلا کر سبب دریافت فرمایا: اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! یہ حج کے ارکان کی ادائیگی کے دن ہیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ مجھے ان کی دعاؤں میں شریک کرلے۔

آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: تمہیں ہر دن کے روزہ کا ثواب سو غلام آزاد کرنے سو اونٹوں کی قربانی اور سو گھوڑے راہ خدا میں جہاد کے لیے پیش کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور ”یوم الترویہ“ (۸ ذوالحجہ) کے روزہ کا ثواب: ہزار غلام آزاد کرنے، ہزار اونٹ قربان کرنے اور ہزار گھوڑے فی سبیل اللہ جہاد کے لیے دینے والے کے برابر ثواب ملے گا۔ اس دن کے روزے کا ثواب اگلے پچھلے دو سال کے روزوں کے برابر ہے۔“ ایک دوسری روایت میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: ”یوم عرفہ“ (۹ ذی الحجہ) کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر ہے اور عاشورہ (۱۰ محرم) کے روزہ

کا ثواب ایک سال روزوں کے برابر ہے۔"

"و واعدنا موسیٰ ثلاثین لیلۃ واتممنٰھا بعشرٍ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ" (سورہ اعراف، ۱۴۲)

"ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا۔ پھر ہم نے ان میں دس اور شامل کر دیں۔ اس طرح اس کے لیے رب سے ملاقات کا وقت چالیس رات طے ہو گیا۔"

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں: یہ راتیں جو بعد میں شامل کی گئیں ماہ ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں۔ انہیں دس دنوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور انہیں خصوصی گفتگو سے نوازا۔ انہیں دس دنوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے وحی والی تختیاں تیار ہوئیں اور انہیں عطا کی گئیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: کہتے ہیں: ذی الحجہ کے ابتدائی نو دنوں میں پابندی سے روزہ رکھا کرو۔ کثرت سے استغفار و دعا کرو اور صدقہ دیا کرو۔ میں نے تمہارے نبی محمد ﷺ سے سنا ہے: آپ ﷺ فرماتے ہیں: "بدنصیب ہے وہ شخص جو ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں کی خیر و برکت سے محروم رہ گیا اور نویں ذی الحجہ کا روزہ ضرور رکھو اس دن کے روزہ کا اتنا ثواب ہے جس کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اللہ کو وہ عمل سب سے زیادہ پسند ہے جو ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں کیا جاتا ہے۔ ان دنوں میں کثرت سے اللہ اکبر۔ الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ پڑھتے رہا کرو۔"

حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ ذی الحجہ کی ابتدائی دس دنوں میں ہر وقت اٹھتے بیٹھتے اپنے بستر پر اور عام مجلسوں میں "اللہ اکبر" پڑھتے رہا کرتے تھے۔

حضرت عطاء ابن رباحؒ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں چلتے پھرتے حتیٰ کہ بازار میں خرید و فروخت کے وقت بھی "اللہ اکبر" پڑھتے رہتے تھے۔"

حضرت ابو زیاد کا بیان ہے: حضرت سعید ابن جبیرؒ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ اور دوسرے تمام فقہائے اسلام جن کو ہم نے دیکھا ہے۔ عید الاضحی اور ایام تشریق (۹-۱۰-۱۱-۱۲ اور ۱۳) کے دنوں میں۔ "اللہ اکبر. اللہ اکبر. لا الہ الا اللہ. واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد" پڑھا کرتے تھے۔

حضرت جعفر ابن سلیمان بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت ثابت بنانیؒ کو دیکھا ہے وہ اکثر ذی الحجہ کے ابتدائی دس دنوں میں اپنی وعظ و نصیحت کی محفلوں میں بھی سلسلہ کلام روک کر اللہ اکبر، اللہ اکبر پڑھا کرتے تھے اور فرماتے: یہ (عشرہ ذی الحجہ) اللہ کے ذکر کے دن ہیں۔ اور تمام بزرگان دین کا یہی عمل رہا ہے۔ اس کے بعد حضرت جعفر ابن سلیمان نے کہا: میں نے حضرت مالک ابن دینار کو دیکھا ہے۔ ان کا بھی یہی معمول تھا۔

عید الاضحی اور ایام تشریق کے دنوں میں ہر شخص کے لئے اپنے طور پر دھیمی آواز میں آہستہ آہستہ تکبیرات پڑھتے رہنا افضل ہے۔ لیکن اگر دوسرے لوگوں کو یاد دلانا مقصود ہو تو بلند آواز سے بھی پڑھ سکتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ نے چار دنوں کا باقی دنوں سے انتخاب فرمایا ہے اور چار ایسے مردوں کو پسند فرمایا جو جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے اور چار وہ مرد ہیں۔ جس کی جنت بھی مشتاق ہے۔

۱۔ وہ چار دن جو اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہیں۔ (۱) ان میں پہلا دن جمعہ ہے۔ جس میں ایک ایسی گھڑی بھی آتی ہے کہ جس انسان کو وہ میسر آ جائے وہ بہت خوش نصیب جو دعا مانگے گا قبول ہو گی اور دنیا و آخرت کی جو چیز مانگے اسے عطا کر دی جائے گی۔

۲۔ دوسرا یوم عرفہ (۹ ذی الحجہ حج کا دن) ہے۔ اس کا ذکر اللہ فخریہ انداز میں فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے: میرے فرشتو! میرے ان بندوں کو دیکھو! دور دراز کے سفر کی مشقت برداشت کر کے اور اپنا مال خرچ کر کے کس حال میں یہاں تک پہنچے ہیں۔ بال بکھرے ہوئے اور جسم گرد و غبار سے اٹے ہوئے تم گواہ رہو۔ میں نے ان کو بخش دیا ہے۔

۳۔ تیسرا دن یوم النحر (قربانی کا دن ۱۰ ذی الحجہ) جب یہ دن آتا ہے اور بندہ قربانی کرتا ہے۔ قربانی کے جانور کے گلے سے بہنے والا خون کا پہلا قطرہ بندہ کے تمام سابقہ گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ چوتھا دن عید الفطر کا دن ہے: جب لوگ مہینہ بھر کے روزے رکھ کر عید گاہ کی طرف جاتے ہیں۔ اللہ فرشتوں سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے: ہر کام کرنے والا اپنے کام کی اجرت (مزدوری) طلب کرتا ہے۔ میرے ان بندوں نے بھی میرے حکم سے مہینے بھر کے روزے رکھے ہیں۔ اب عید پڑھنے نکلے اور مجھ سے اپنی اجرت طلب کر رہے ہیں۔ تم گواہ رہو

میں نے ان سب کو بخش دیا ہے۔ پھر ایک منادی کرنے والا اعلان کرتا ہے۔ اے محمد ﷺ کے امتیو! اب خوشی خوشی اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ تمہارے سارے گناہ نیکیوں میں تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔

چار پسندیدہ مہینے

(۱) رجب جو اکیلا ہے۔ اور تین ساتھ ساتھ ہیں۔ (۱) ذی قعدہ (۲) ذی الحجہ (۳) اور محرم۔
چار منتخب اور پسندیدہ عورتیں:
(۱) حضرت مریمؑ (حضرت عیسیٰؑ کی والدہ)
(۲) حضرت آسیہ (فرعون کی بیوی) جو خاموشی سے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لا چکی تھیں۔
(۳) حضرت خدیجہؓ رسول اللہ ﷺ کی سب سے پہلی بیوی (جو عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لائیں)
(۴) حضرت فاطمہ۔ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی جن کو سیدۃ النساء اہل الجنت (خاتون جنت) کا خطاب ملا۔

وہ مرد جو اپنی قوم کے تمام لوگوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔
۱۔ حضرت محمد ﷺ تمام عرب قوم سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔
۲۔ حضرت سلمان فارسیؓ تمام ایرانی قوم سے پہلے جنت میں جائیں گے۔
۳۔ حضرت صہیب رومیؓ تمام اہل روم سے پہلے جنت میں جائیں گے۔
۴۔ حضرت بلال حبشیؓ (اسلام کے سب سے پہلے مؤذن) تمام اہل حبش (افریقہ) سے پہلے جنت میں پہنچیں گے۔

وہ چار مرد حضرات جن کی خود جنت مشتاق ہے:
(۱) حضرت علیؓ چوتھے خلیفہ راشد (۲) حضرت سلمانؓ (فارسی) (۳) حضرت عمار ابن یاسرؓ (۴) مقدادؓ ابن اسود۔

حضرت سالمؓ ابن ابی جعد روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا: "اپنے قربانی کے جانور کے قریب کھڑی ہو جاؤ۔ اس کی گردن سے بہنے والا خون کا پہلا

قطرہ تمہارے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔۔۔۔ اس موقعہ پر ایک صحابی عمران ابن حصین نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: یہ خصوصیت صرف آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خاندان کے لئے ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حکم تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔"

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قربانی (خلوص نیت) اور دلی مسرت کے ساتھ کرو۔ جس نے قربانی کے روز اپنے قربانی کے جانور کو پکڑا اسے قبلہ رخ لٹایا (اور پھر ذبح کیا) اس جانور کے سینگ، پیٹ کا مواد اس کا خون، اس کے بال اس کی اون وغیرہ ہر چیز قیامت کے سامنے لائی جائے گی۔ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی خداوند تعالیٰ کی حفاظت میں پہنچ جاتا ہے (یہاں) تھوڑا خرچ کرلو۔ (آخرت میں) بہت زیادہ ثواب پاؤ گے۔"

٩۔ عاشورہ کے دن ہی حضرت سلیمان علیہ السلام سلطنت کے وارث ہوئے۔

١٠۔ ایک روایت کے مطابق عاشورہ کے روز ہی حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں: اسی دن اللہ تعالیٰ نے اس امت محمد کو ان دس انعامات سے نوازا اسلئے اس دن کا نام عاشورہ مشہور ہوا۔

١۔ اس ماہ ''رجب'' اس امت کو بطور انعام عطا ہوا جو اسی طرح تمام مہینوں سے افضل ہے جس طرح یہ امت سابقہ تمام امتوں پر فضیلت رکھتی ہے۔

٢۔ اسی دن ماہ شعبان اس امت کو ملا جس کو دوسرے مہینوں پر اسی طرح فضیلت حاصل ہے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ دیگر انبیاء پر فضیلت رکھتے ہیں۔

٣۔ اسی دن ماہ رمضان عطا ہوا۔ رمضان کو دوسرے مہینوں پر اسی طرح فضیلت و برتری حاصل ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے افضل و برتر ہیں۔

٤۔ اسی دن لیلۃ القدر اس امت کو ملی جس کے اندر عبادت کرنے کا ثواب ہزار مہینے کی عبادت کے ثواب سے زیادہ ہے۔

٥۔ اسی روز عید الفطر کا دن ملا جس دن اللہ تعالیٰ رمضان کے روزہ داروں کو انعامات دیتا ہے۔

٦۔ اسی روز اس امت کو ذی الحجہ کے پہلے دس دن ملے جن کا ذکر خود اللہ نے فرمایا ہے۔

٧۔ اسی دن یوم عرفہ (حج کا پہلا دن) ملا۔ اس دن کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

٨۔ اسی دن اس امت کو یوم النحر (قربانی کا دن ١٠ ذی الحجہ عید الاضحیٰ) ملا۔ جس دن قربانی کر کے بندہ اپنے رب کی مہربانیوں کا مستحق قرار پاتا ہے۔

٩۔ اسی دن اس امت کو جمعہ کا دن ملا جو تمام دنوں کا سردار ہے۔

١٠۔ یوم عاشورہ۔ عطا ہوا۔ اس دن کے روزہ سے سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ اس دن کا روزہ دور جاہلیت میں قریش مکہ بھی رکھتے تھے اور مکہ میں آپ ﷺ بھی اس دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ مدینہ تشریف لائے تو رمضان کے روزے فرض ہو گئے۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے یوم عاشورہ کے روزہ کا حکم دیا گیا تھا اب چونکہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے ہیں۔ لہٰذا عاشورہ کا روزہ نفلی روزہ ہے جس کا جی چاہے رکھے۔ جو چاہے نہ رکھے۔

ایام بیض (ہر مہینہ ١٣/١٤ اور ١٥ کے روزے)

ایام بیض کے روزے

حضرت زید ابن اسلم روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اعمال کی پانچ قسمیں ہیں: (١) وہ عمل جس کا اجر عمل کے برابر ہی ملتا ہے۔ (٢) وہ جو جنت کو واجب کرتا ہے (٣) وہ جو دس گنا اجر پاتا ہے (٤) وہ جو جس کا اجر سات سو گنا ہے۔ اور (٥) وہ عمل جس کا اجر اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔

١۔ وہ عمل جس کا اجر یا بدلہ اس عمل کے برابر ہی ملتا ہے۔ برائی کا عمل ہے جو ایک ہی لکھی جاتی ہے اور اس کا بدلہ بھی اس کے برابر ہی ملے گا۔ اسی طرح وہ نیکی جو ایک ہی نیکی لکھی جاتی ہے جس کے کرنے کا بندہ نے ارادہ کیا۔ مگر کسی وجہ سے کر نہ سکا وہ ارادہ ہی ایک نیکی کا درجہ رکھتا ہے اور ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے۔

جنت میں پہنچانے والا عمل

٢۔ وہ عمل جو جنت کو واجب کر دیتا ہے۔ وہ عمل ہے کہ جس کا کرنے والا انسان جب موت کے بعد یا قیامت کے روز اللہ کے سامنے اس حالت میں پہنچے گا کہ اس نے شرک نہ کیا ہو۔ صرف اللہ کی عبادت کرتا رہا ہو۔ یہ عبادت اس کو جنت میں پہنچا دے گی۔ اسی طرح جو شخص اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسری شخصیت یا بت وغیرہ کی پوجا کرتا رہا۔ وہ جہنم میں پہنچ جائے گا۔

٣۔ وہ عمل جس کا دس گنا ثواب ملتا ہے وہ نیکی ہے۔ کہ ہر نیکی کرنے والے کے اعمال نامہ میں۔ ایک نیکی کی جگہ دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے۔

٤۔ ایسا عمل جس کا ثواب سات سو گنا ملتا ہے۔ وہ عمل ہے جو بندے نے محض اللہ کی رضا کی خاطر کیا۔ یا اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کر دیا۔ جس کا مقصد صرف اللہ کی رضا حاصل کرنا تھا۔ اس کا ثواب سات سو گنا تک ملتا ہے۔

روزہ وہ عمل جس کا ثواب اللہ جتنا زیادہ چاہے دے دے گا

۵۔ اور وہ عمل جس کے ثواب کے بارے میں اللہ کے سوا کسی کو علم نہیں "روزہ" ہے جس کا ثواب خود اللہ دے گا جتنا چاہے دے دے۔"

روزہ دار کے لیے فرشتوں کی دعائے مغفرت

حضرت ابوصدقہ رحمۃ اللہ علیہ یمانی بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت بلال ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بلال ؓ کو کھانے کی دعوت دی۔ لیکن بلال ؓ نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ وہ روزہ سے ہیں اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا: "ہم (یہاں) کھا رہے ہیں اور بلال ؓ جنت میں کھائیں گے۔ (اس کے بعد آپ نے فرمایا): ایک روزہ دار اگر کھانا کھانے والوں کے پاس بیٹھا ہو۔" اس کے اعضائے جسم تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور جب تک روزہ دار اس جگہ بیٹھا رہے فرشتے اس کے لیے اللہ سے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔"

حضرت ابن ابی بردہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: حضرت ابوموسیٰ اشعری سخت گرمی کے دنوں میں روزہ رکھا کرتے تھے۔

بڑے نیک اعمال

حضرت ابومالک اشعری ؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چھ عمل بڑی نیکی شمار ہوتے ہیں۔ (۱) تلوار لے کر اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنا (۲) گرمی کے دنوں میں روزہ رکھنا۔ (۳) مصیبت کے وقت صبر کرنا۔ (۴) جھگڑا نہ کرنا (خواہ سچا ہی ہو) (۵) اور سخت سردی کے موسم میں اچھی طرح وضو کرنا۔"

زندہ رہنے کی وجہ سے

حضرت ابودرداء ؓ کہتے ہیں اگر دنیا میں یہ تین باتیں نہ ہوتیں میں زندگی پر موت کو ترجیح دیتا (۱) اللہ کی عبادت کرنا (۲) لمبے دنوں میں روزہ رکھنا۔ (۳) اور ایسے لوگوں کی ہم نشینی جو اچھی باتوں کی اس طرح جستجو میں رہتے ہیں۔ جیسے اچھی کھجوروں کو چھانٹا جاتا ہے۔

حضور ﷺ کے بتائے ہوئے خصوصی عمل

حضرت ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھے تین عمل بتائے ہیں۔ میں انہیں مرتے دم تک نہ چھوڑوں گا۔" (۱) رات کو وتر پڑھ کر سویا کروں۔ (۲) ہر مہینے ایام بیض

(۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کے روزے رکھا کروں۔ (۳) اور چاشت کی نماز نہ چھوڑوں۔"

حضرت حفصہ ؓ بیان کرتی ہیں: یہ چار عمل نبی کریم ﷺ نے کبھی نہ چھوڑے: (۱) یوم عاشورہ (۱۰ محرم) کا روزہ (۲) ماہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے روزے (۳) ہر مہینہ ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کے روزے (۴) اور چاشت کے وقت کے دو نفل۔

عمر کے بھر کے روزہ رکھنے کے ثواب والے اور دل کی گرمی دور کرنے والے روزے

حضرت علی ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ماہ رمضان کے روزے رکھا کرو۔ اس کے علاوہ ہر مہینہ تین (۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کے) روزے بھی رکھا کرو یہ روزے ایسے ہیں جیسے تم نے عمر بھر کے روزے رکھے ہوں نیز یہ روزے دل کی گرمی میں میل کچیل اور دھوکہ و فریب کے جذبات) کو ختم کر دیتے ہیں۔"

حضرت عبداللہ ابن شقیق عقیلی روایت کرتے ہیں مدینہ میں حضرت ابوذر غفاری ؓ سے میری ملاقات ہوئی میں نے ان سے پوچھا: کیا آپ روزے سے ہیں؟ انہوں نے کہا "ہاں" پھر ہم حضرت عمر ؓ سے ملاقات کرنے گئے۔ وہاں حضرت عمر ؓ نے کھانا کھلایا حضرت ابوذر ؓ بھی کھانے میں شریک ہو گئے۔ میں نے انہیں روزہ یاد دلایا۔ انہوں نے فرمایا میں بھولا نہیں ہوں میں نے تم سے کہا تھا: میں روزے سے ہوں اصل بات یہ ہے کہ میں ہر مہینے ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کے روزے رکھتا ہوں یہ تین روزے رکھنے والا ہمیشہ روزے کی حالت میں ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاص کہتے ہیں: میں نوجوانی میں بھی عبادت کا بہت شوقین تھا۔ میرے والد نے میری شادی کر دی ایک روز میری عدم موجودگی میں میرے والد میرے گھر آئے اور میری بیوی سے میری مصروفیات کے بارے میں پوچھا۔ میری بیوی نے انہیں بتایا: بہت اچھے آدمی ہیں رات بھر عبادت میں مصروف رہتے ہیں سوتے بالکل نہیں دن میں ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں کبھی ناغہ نہیں کرتے۔ میرے والد نے مجھے تنبیہ کرتے ہوئے کہا: میں نے تیری شادی اس عورت سے اس لئے تو نہیں کی تھی کہ تو اس سے اس طرح بے توجہی برتے۔ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئی۔ آپ ﷺ نے (مجھے نصیحت کرتے ہوئے) فرمایا: (دیکھو) میں رات کے وقت سوتا بھی ہوں اور نماز (تہجد) بھی پڑھ لیتا ہوں دن میں روزہ بھی رکھتا ہوں کبھی ناغہ بھی کرتا...

بھی رات میں نماز پڑھتے ہو تو کچھ دیر سو بھی لیا کرو۔ اور ہر مہینہ ایام بیض (۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) کے روزے رکھ لیا کرو۔"

حضرت داؤد کے روزے

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے اندر قوت ہے اس سے زیادہ بھی رکھ سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (پھر) ایک دن روزہ رکھو ایک دن ناغہ کر لیا کرو۔ یہ حضرت داؤد کی سنت ہے۔

آپ ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: "قرآن کتنے دن میں ختم کر لیتے ہو؟" میں نے عرض کیا دو دن اور دو راتوں میں:

فرمایا: "پندرہ دن میں ختم کر لیا کرو۔" میں نے عرض کیا حضور ﷺ! میں اس سے کم وقت میں بھی ختم کر سکتا ہوں۔

فرمایا: "سات دن میں قرآن ختم کیا کرو پھر فرمایا: شروع شروع میں ہر عمل کرنے والے میں جوش و جذبہ ہوتا ہے مگر بعد میں وقت اور عمر کے ساتھ یہ جوش و جذبہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ جس نے ابتدائی (جوانی) میں میری سنت کے اتباع کو ملحوظ رکھ لیا۔ وہ کامیاب ہے اور جس نے (اس کا لحاظ نہ رکھا) کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا وہ گمراہ اور برباد ہو گیا۔"

حضور ﷺ کے حکم پر عمل کرنے کا جذبہ

حضرت عبداللہ بن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کاش میں نے حضور ﷺ کے پہلے مشورے پر عمل کیا ہوتا وہ مشورہ میرے واسطے دنیا کی ہر دولت و نعمت سے بڑا درجہ رکھتا ہے آج میں بوڑھا ہو چکا ہوں۔ اعضائے جسم میں کمزوری آ گئی ہے۔ مگر آپ ﷺ نے جن آخری اعمال کی رعایتہ اجازت عطا فرمائی تھی انہیں چھوڑنا بھی مجھے گوارا نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے روزوں کے متعلق دریافت کیا۔

آپ ﷺ نے اسے جواب دیتے ہوئے فرمایا: حضرت داؤد عمر بھر ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر ماہ کے پہلے عشرہ میں تین دن دوسرے عشرہ میں تین دن اور تیسرے عشرے میں تین دن روزے رکھا کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ روزہ

رکھتے جو کی روٹی کھاتے اور موٹی اون کا لباس پہنتے رات ہوتے ہی نماز پڑھنا شروع کر دیتے حتیٰ کہ فجر کا وقت ہو جاتا اور دوران سفر جہاں قیام کرتے وہاں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ اور ان کی والدہ حضرت مریم کا طریقہ یہ تھا کہ وہ دو دن روزہ رکھتیں اور دو دن ناغہ کرتی تھیں۔ اور آخر میں فرمایا:۔

"تمہارے نبی (حضرت) محمد ﷺ کا طریقہ (سنت) یہ ہے۔

(آپ ﷺ) مہینہ میں تین دن (۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ) یعنی ایام بیض کے روزے رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ روزے عمر بھر کے روزے رکھنے کا درجہ رکھتے ہیں۔"

شوال کے چھ روزے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جس نے رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے مہینہ میں چھ (۶) روزے رکھ لئے اس نے گویا پوری عمر کے روزے رکھے ہیں۔"

اپنے گھر کے افراد پر خرچ کرنا

کچھ صحابی ؓ حضرات ایک جگہ بیٹھے تھے کہ ایک تنومند نوجوان ادھر سے گزرا ان حضرات نے اسے دیکھ کر کہا: کاش یہ شخص اپنی طاقت کو جہاد فی سبیل اللہ میں لگا دے۔ نبی کریم ﷺ کو جب اس بات کا علم ہوا آپ ﷺ نے ان اصحاب ؓ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا: ”تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ”جہاد فی سبیل اللہ“ صرف دشمن سے قتال وجدال کا نام ہے بلکہ یہ کام بھی جہاد فی سبیل اللہ میں شامل ہیں: کوئی شخص اس نیت سے محنت کرتا ہے کہ وہ دوسروں کے سامنے دستِ سوال پھیلانے سے بچ جائے یہ بھی جہاد ہے جو شخص محنت کر کے اپنے والدین کی کفالت کرتا ہے یہ بھی جہاد ہے۔ اور جو شخص محنت سے اپنے اہل وعیال کی روزی کماتا ہے وہ بھی جہاد فی سبیل اللہ ﷺ کرتا ہے۔“ مگر جو شخص صرف دولت جمع کرنے کے لئے محنت کرتا ہے وہ شیطان کے فریب میں مبتلا ہے۔

بہتر دولت

حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”بہترین دولت وہ ہے جو اپنے اہل وعیال پر خرچ کی جائے۔ اس کے بعد وہ دولت بہتر ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی سواری پر خرچ کی جائے۔ پھر وہ دولت جو شخص اللہ کی رضا کے لئے اپنے ضرورت مند دوستوں پر خرچ کی جائے۔“

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ان تین اشخاص کے قرض کا ضامن ہو جاتا ہے۔

(۱) جو اس نیت سے شادی کے لئے قرض لیتا ہے کہ فسق وفجور (زنا) سے بچا رہے، لیکن کوشش کے باوجود قرض ادا نہ کر سکے اور موت آ جائے اللہ قیامت کے روز اس کے قرض کے حساب بے باق کر دے گا۔

(۲) دوسرے اس شخص کا قرض جو مسلمانوں کی معاونت کے لئے جہاد میں شریک ہونے کے لئے سواری اور ہتھیار وغیرہ خریدنے کے لئے قرض لے۔

(۳) تیسرے اس شخص کا قرض جس نے کسی لاوارث شخص کی میت کو کفن دینے کے لئے قرض لیا۔ لیکن کوشش کے باوجود یہ لوگ قرض ادا نہ کر سکے اور موت آ گئی۔

ایسے لوگوں کے قرض خواہوں کو اللہ قیامت کے روز خوش کر دے گا“ (اور قرض دار قرض کے بوجھ سے سبکدوش ہو جائیں گے۔) یہ حدیث جب حضرت حسن بصری ؒ نے سنی تو فرمایا: ان میں وہ قرض دار بھی شامل ہے جو اپنے اہل وعیال کا جائز خرچ پورا کرنے کے لئے قرض لے مگر کوشش کے باوجود ادا نہ کر سکے۔

حضرت ابو سلمہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ دے کر دولت مند اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوتا ہے۔ دینے والا ہاتھ بہر حال لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ خرچ کرتے وقت پہلے اپنے اہل وعیال کا خیال رکھو۔“

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”آسمان میں دو فرشتے ہیں جن میں سے ایک فرشتہ دعاء کرتا ہے:

سخی: اے اللہ! سخی کے مال میں برکت دے۔

بخیل: اور دوسرا فرشتہ یہ دعا کرتا ہے: اے اللہ بخیل (کنجوس) کے مال کو برباد کر دے۔

حضرت مکحول ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”جس نے حلال طریقے (ذرائع) سے اس نیت سے دنیا کی دولت کمائی کہ وہ کسی کے سامنے (بھیک کے لیے) ہاتھ پھیلانے سے بچا رہے اور اپنی (جائز) کمائی سے اپنے اہل وعیال کا خرچ پورا کرتا رہے اور اپنے پڑوسیوں (اگر کوئی ضرورت مند ہو) کی ضرورت پوری کر دے۔ قیامت کے روز اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا، اور جس نے (جائز) حلال طریقہ (ذرائع) سے صرف اس نیت سے دولت جمع کی کہ وہ مال دار (دولت مند) کہلائے دولت کو فخر وعزت کا ذریعہ بنائے اور مرتے وقت وارثوں کے لئے چھوڑ جائے۔ قیامت کے روز اللہ اس سے ناراض ہوگا۔“

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: میں (کسی بھوکے شخص کو) ایک روٹی صدقہ دے دوں آپ ﷺ کو پسند ہے یا یہ کہ میں سو رکعت نفل ادا کر لوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”تیرا ایک روٹی کا صدقہ مجھے زیادہ پسند ہے۔“ (بہ نسبت اس کے کہ تو سو رکعت نفل کی تعداد پوری کرتا رہے اور تیرا غریب پڑوسی بھوکا رہ کر رات گزارے)

اس کے بعد میں نے پوچھا: کسی مسلمان کی ضرورت پوری کر دینا آپ ﷺ کو زیادہ پسند ہے یا نفل عبادت کی سو رکعتیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”مجھے سو رکعت نفلی عبادت کی بجائے کسی مسلمان کی ضرورت پوری کر

دینا زیادہ پسند ہے۔"

میں نے عرض کیا: حلال ذرائع سے اپنی روزی حاصل کرنا بہتر ہے یا سو رکعت نفل عبادت؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے حلال ذرائع سے اپنی روزی حاصل کرنے کے لئے محنت کرنا نفل عبادات میں مشغول رہنے سے بہتر ہے۔"

میں نے عرض کیا: غیبت سے پرہیز کر لینا بہتر ہے یا نفل عبادت؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "غیبت سے پرہیز نفل عبادات سے بہتر ہے"۔

میں نے عرض کیا: کسی بیوہ (بے سہارا) عورت کی (معاشی) ضروریات پوری کر دینا بہتر ہے یا نفل کی نماز کی دس ہزار رکعت پوری کرنے لگے رہنا؟

آپ ﷺ تے فرمایا: "کسی بیوہ کی (جائز معاشی) ضروریات پوری کر دینا میرے نزدیک نفل نماز کی تیس ہزار رکعتوں سے بہتر ہے۔"

میں نے عرض کیا: ایک گھڑی اپنے اہل وعیال کے ساتھ بیٹھ کر گزارنا بہتر ہے یا مسجد میں بیٹھنا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے اہل وعیال کے ساتھ بیٹھ کر ایک گھڑی گزارنا میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں بہ نیت اعتکاف کچھ دیر بیٹھنے سے بھی بہتر ہے۔"

میں نے عرض کیا: اپنے اہل وعیال پر خرچ (جائز حدود میں) کرنا بہتر ہے یا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اہل وعیال پر ایک درہم (چند روپے) خرچ کرنا راہ خدا میں ہزار دینار (لاکھوں روپے) خرچ کر دینے سے بہتر ہے۔"

میں نے عرض کیا: والدین کے ساتھ حسن سلوک (والدین کی فرمانبرداری) بہتر ہے یا ہزار نفل کی عبادت؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "انس! اب حق (اسلام) آ چکا ہے اور باطل (کفر) مٹ چکا ہے کیونکہ کفر کی قسمت میں ہی مٹنا لکھا تھا۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا (ان کی فرمانبرداری کرنا) میرے نزدیک ایک لاکھ سال کی نفل عبادت سے بھی بہتر ہے۔"

حضرت ابو کبشہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے دولت کا مسئلہ چار آدمیوں کی مثال دیکر سمجھایا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی کو اللہ نے علم دیا اور مال بھی عطا فرمایا۔ اب یہ شخص اپنے علم کی روشنی میں جائز طریقے سے اپنا مال خرچ کرتا رہتا ہے۔

دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ نے علم دیا ہے مگر دولت سے محروم رکھا ہے وہ تمنا کرتا ہے کاش! میرے پاس دولت ہوتی میں بھی اسے اس عالم کی طرح جائز طریقے سے راہ خدا میں صرف کرتا یہ چونکہ اپنی نیت میں مخلص ہے اسے بھی اپنی نیت کے اخلاص کی وجہ سے اس دولت مند عالم کے برابر ثواب مل جائے گا۔

تیسرا وہ شخص ہے جسے اللہ نے دولت دی ہے مگر علم سے محروم رکھا ہے۔ وہ اپنی دولت کو بے جا اور فضول طریقے سے عیش وعشرت میں لٹاتا رہتا ہے چوتھا شخص وہ ہے جس کے پاس نہ علم ہے نہ دولت وہ سوچتا رہتا ہے میرے پاس دولت ہوتی میں بھی اس (جاہل) دولت مند کی طرح اپنی عمر عیش وعشرت میں آرام سے گزار لیتا۔ اس کی نیت کا رخ چونکہ ناجائز مشاغل کی طرف ہے اس لئے اسے بھی اس جاہل دولت مند کے برابر بے جا اسراف کی سزا ملے گی۔"

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایسے مکانات ہیں کہ جن کے اندر سے باہر کا منظر صاف دکھائی دیتا ہے اور باہر سے اندر کا منظر دیکھا جا سکتا ہے۔

آپ ﷺ سے اصحابؓ نے دریافت کیا: ان مکانوں میں کون سے لوگ رہیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "ان میں وہ رہیں گے جو بھوکوں (یتیم، مسکین، بیوہ و بے سہارا ضعیف العمر ومعذور) کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ناشائستہ (غیر اخلاقی) گفتگو سے پرہیز کرتے ہیں ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں ہر شناسا و ناشناسا مسلمان کو سلام کرتے ہیں رات کو جب لوگ میٹھی نیند سو رہے ہوں یہ لوگ اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے (نماز تہجد پڑھتے) ہیں۔"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ (نیک عمل کرنے والے) اس کے حقدار ہوئے اور جو (متقی) مسلمان اتنے اعمال نہ کر سکے اس کا کیا ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص سبحان اللہ و الحمد للہ و لا الٰہ الا اللہ، واللہ اکبر" پڑھتا رہے۔ وہ فضول باتوں سے بچ گیا (اور صحیح گفتگو کرنے والوں میں شامل ہو گیا) جس نے اپنے اہل وعیال کو کھانا کھلایا اس نے گویا بھوکوں کو کھانا کھلا دیا۔ جس نے رمضان کے فرض روزے رکھ لئے اس نے گویا ہمیشہ روزہ رکھا ہے۔ جس نے اپنے (مسلمان) بھائی کو سلام کیا اس نے گویا سب کو سلام کر لیا۔ اور جس نے عشاء اور فجر کی نمازیں جماعت سے ادا کر لیں اسے رات بھر کی عبادت کا ثواب مل جاتا ہے۔"

غلاموں اور ماتحت لوگوں سے نرم رویہ رکھنا

حضرت ابوذر ؓ نے اپنے غلام کے چہرے پر طمانچہ مار دیا تھا یہ معاملہ حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اپنے غلام (یا ماتحت) کے چہرے پر نہ مارا کرو جو خود کھاتے ہو وہی انہیں کھلاؤ جیسا لباس تم خود پہنتے ہو ویسا ہی لباس انہیں بھی پہناؤ اگر تمہیں ان کی کوئی بات ناپسند ہے تو انہیں بیچ کر یا (ملازم کو ملازمت سے الگ کر کے) ان سے چھٹکارا حاصل کر لو۔''

حضرت عامر شعبی ؓ روایت کرتے ہیں: ایک صحابی نے اپنے گھر والوں سے پینے کے واسطے پانی مانگا۔ بیوی نے اپنی باندی کو پانی لانے کے لئے کہا باندی کو پانی لانے میں کچھ دیر ہو گئی عورت نے اسے بدکار کہہ دیا۔ خاوند (صحابی ؓ) نے اپنی بیوی سے کہا: تجھے قیامت کی باز پرس کا خوف نہیں؟ تو نے اس پر تہمت لگائی یا تو اس تہمت پر چار گواہ پیش کر ورنہ کل قیامت کے روز تجھے اللہ کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ عورت نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا۔ خاوند (صحابی ؓ) نے اس سے کہا: شاید تیری طرف سے اس لونڈی کو آزاد کر دینا تیرے اس گناہ کا کفارہ ہو جائے۔

حضرت ابوذر رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ نے فرمایا: ''تمہارے غلام (گھریلو ملازمین) تمہارے بھائی بہن ہیں اللہ نے انہیں تمہاری ماتحتی میں دے دیا ہے جس کے پاس ایسا کوئی آدمی لونڈی۔ غلام (یا گھریلو ملازم) ہو اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور ویسا ہی لباس پہنائے جیسا خود پہنتا ہے۔ ان کی طاقت سے زیادہ ان پر کام کا بوجھ نہ ڈالے۔ اگر کسی کو مشکل کام کے لئے ان سے کہے تو خود بھی اس میں ان کی مدد کرے۔''

حضرت ابوبکر صدیق ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''بداخلاق آقا (یا سربراہ خانہ سربراہ ادارہ) جنت میں نہ جا سکے گا۔ اپنے غلام (گھریلو ملازم) سے وہی سلوک کرو جو اپنی اولاد سے کرتے ہو جو خود کھانا کھاتے ہو وہی انہیں بھی کھلاؤ۔''
راوی (حضرت ابوبکر ؓ) کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: ہم دنیا سے کس قدر فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جہاد کی غرض سے ایک گھوڑا (سواری) رکھ سکتے ہو اور ضروری کاموں میں مدد کے واسطے ایک غلام (گھریلو ملازم) کافی ہے اگر مسلمان ہے تو وہ تمہارا بھائی ہے۔''

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا: میں اپنے (ملازم) کی کتنی غلطیاں معاف کر سکتا ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر ایک دن میں ستر بار بھی غلطی کرے اسے معاف کر دو۔''

حضرت قتادہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک یہ نصیحت فرماتے رہے: ''نماز کی پابندی کرو اور اپنے غلاموں (ماتحت ملازمین) کے حقوق کا خیال رکھو۔''

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
ایک عورت محض اس جرم میں جہنم میں بھیج دی جائی گی کہ اس نے اپنی ایک بلی کو گھر میں بند کر دیا اور بھوکا پیاسا مار دیا۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ دن کے ابتدائی حصے میں اپنی کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے دیکھا کہ ایک اونٹ بندھا ہوا ہے۔ ضرورت سے فارغ ہو کر واپس آئے تب بھی اونٹ بندھا ہوا تھا آپ ﷺ نے اس کے مالک سے پوچھا: آج تو نے اپنے اونٹ کو چارہ کھلایا ہے یا نہیں؟

اس نے جواب دیا: نہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ اونٹ (جسے تو نے بھوکا پیاسا باندھ رکھا ہے) قیامت کے روز اللہ کے روبرو تجھ سے جھگڑا کرے گا۔'' (کہ تو نے اسے بھوکا پیاسا رکھا تھا)

حضرت علی ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا تھا: ''لوگو! اپنے ملازموں (ماتحت گھریلو ملازمین) کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو انہیں ایسا کام کرنے کا حکم نہ دو جو وہ نہ کر سکیں۔ آخر وہ بھی تمہارے جیسے گوشت پوست کے انسان ہیں۔ خبردار! اگر کسی نے ان پر ظلم کیا قیامت کے روز میں ان کا وکیل ہوں گا اور فیصلہ کرنے والا اللہ ہوگا۔''

کہتے ہیں حضرت عون ابن عبداللہ کا غلام جب ان کی کوئی بات نہ مانتا وہ اس سے کہتے:

تجھے یہ آقاؤں جیسے عادت کیسے پڑگئی؟

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمیوں کو دوہرا اجر ملے گا۔''

(۱) وہ شخص جس کے گھر میں ایک لونڈی ہو وہ اس کی اچھی تربیت (اپنی اولاد کی طرح) کرے پھر اسے آزاد کر کے (کسی شریف آدمی سے) اس کی شادی کردے۔

(۲) وہ شخص جو اہل کتاب (یہودی یا نصرانی) تھا پھر اس نے نبی (آخر الزماں) محمد ﷺ کا زمانہ پایا اور ان پر ایمان لا کر مسلمان ہوگیا۔

(۳) وہ شخص جس کے پاس کوئی غلام (یا گھریلو ملازم) تھا اس نے اپنے ماتحت کے حقوق ادا کیئے۔''

اپنے غلام یا ماتحت ملازم سے ایسا کام نہ کراؤ جو وہ کر نہ سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو ان کی طاقت کے مطابق ہی پابندی کا حکم دیتا ہے۔

لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا.

''اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ عمل کا مکلف قرار نہیں دیتا۔''

حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ سے مروی ہے: انہوں نے اپنے غلام کو حکم دیا: یہ روٹی کے ٹکڑے جو زمین پر گرے ہوئے ہیں انہیں اٹھا لو اور صاف کر کے رکھو، شام کو روزہ افطار کے وقت اس سے پوچھا: وہ ٹکڑے کہاں ہیں؟

اس نے جواب دیا: وہ تو میں نے کھالئے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ نے اسے آزاد کردیا۔ اور کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جسے روٹی کے ٹکڑے (زمین پر) گرے نظر آئے اور اس نے انہیں اٹھا کر کھالیا وہ اس کے معدے میں نہیں پہنچتے کہ اللہ اس بندے کی مغفرت کردیتا ہے۔'' تو ایسے شخص کو جسے اللہ نے (جہنم سے) آزاد کردیا ہو میں کیسے غلام رکھ سکتا ہوں۔

یتیم سے شفقت ومحبت کا برتاؤ

حضرت عبداللہ ابن ابی اوفیٰ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی یتیم بچے کے سر پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرا اللہ اسکے ہاتھ کے نیچے آنے والے ہر بال کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اس کی ایک خطا معاف کردیتا ہے اور ایک درجہ بڑھا دیتا ہے۔''

حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی مسلمان کے یتیم بچے کو اپنے کھانے میں شریک کرلیا: (اسے کھانا کھلا دیا) اللہ اس کے مال میں برکت دیتا ہے۔ اس کے واسطے جنت لکھ دیتا ہے۔ بشرطیکہ اس نے کوئی کبیرہ گناہ نہ کیا ہو۔''
(یعنی کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا)

اسی طرح اگر اللہ نے اپنے کسی بندہ کو اپنی کسی نعمت سے محروم کردیا ہو اور اس (بندے) نے اس پر صبر کرلیا اس کے لئے بھی اللہ جنت لکھ دیتا ہے۔ بشرطیکہ اس کے ذمہ کوئی کبیرہ گناہ نہ ہو جس کی تین بیٹیاں ہو وہ ان کی اسلامی طریقہ کے مطابق تربیت کر کے انہیں کھلائے پلائے پھر یا تو وہ فوت ہوجائیں یا ان کی شادی کردی جائے اس کے لئے بھی جنت لکھ دی جاتی ہے بشرطیکہ اس نے کوئی کبیرہ گناہ نہ کیا ہو۔ یہ سن کر ایک دیہاتی عرب نے دور سے پکار کر کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا دو لڑکیوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: دو لڑکیوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔

حضرت ابن عباس ؓ یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرمایا کرتے تھے:
بخدا! یہ حدیث بہت اہمیت رکھتی ہے۔

حضرت ابو داؤد روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل کے سخت ہونے کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا:

''یتیم بچوں کے سر پر محبت اور شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو انہیں کھانا کھلایا کرو تمہارا دل نرم ہوجائے گا۔''

حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ کہتے ہیں: یہ نو چیزیں کبیرہ گناہوں میں شامل ہیں۔

(۱) اللہ کی صفات وافعال میں کسی دوسری ہستی کو شریک ماننا۔

(۲) کسی مسلمان کو دانستہ قتل کر دینا۔

(۳) میدان جہاد سے پیٹھ دکھا کر بھاگنا۔

(۴) کسی پاک دامن پر بدکاری کی تہمت لگانا۔

(۵) یتیم کا مال ظلماً اور ناجائز طور پر کھانا۔

(۶) سود کھانا۔

(۷) والدین کی نافرمانی۔

(۸) جادو کرنا اور اسے پیشہ کے طور پر اختیار کرنا۔

(۹) اور حرام چیزوں کو حلال سمجھنا۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: چھ کبیرہ گناہ وہ ہیں جن کی سزا لازمی طور پر جہنم ہے اور ان میں توبہ کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

(۱) یتیم کا مال کھانا۔

(۲) کسی پاک دامن عورت پر بدکاری کی تہمت لگانا۔

(۳) میدان جہاد سے پیٹھ دکھا کر بھاگنا۔

(۴) جادو کرنا اور اسے پیشہ بنانا۔

(۵) شرک کرنا۔

(۶) اور کسی نبی کو قتل کر دینا۔

ان الذین یا کلون اموال الیتامیٰ ظلماً انما یا کلون فی بطونھم نارا و سیصلون سعیرا (سورہ نساء:۱۰)

”جو لوگ ظلم سے زبردستی یتیموں کا مال کھا لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں وہ عنقریب جہنم میں پہنچ جائیں گے۔“

حضرت ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں یہ لوگ یقینی طور پر جہنم میں جائیں گے (قرون اولیٰ میں) عام طور پر یہ محاورہ مشہور تھا:

مبارک ہے وہ گھر جس میں کوئی یتیم پرورش پا رہا ہے۔ اور منحوس ہے وہ گھر جو کسی یتیم کے

حقوق کو پامال کر رہا ہے۔

ایک روایت میں ہے: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا:
میرے گھر میں ایک یتیم بچہ ہے کیا میں کسی غلطی پر اسے مار سکتا ہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: کسی ایسی غلطی پر جس پر تم اپنے بچے کو سزا دیتے ہو اسی طرح اور اسی جذبہ سے اسے بھی سزا دے سکتے ہو۔ مگر ایسی چوٹ نہ مارو جس کا نشان جسم پر نظر آ جائے۔

حضرت فضیل ابن عیاضؒ فرماتے ہیں: تربیت دینے کے لئے ایک یتیم بچے کو طمانچہ مار دینا حلوہ کھلا دینے سے بہتر ہوتا ہے۔

لیکن تربیت میں کوئی ایسا طریقہ اختیار کر لیا جائے کہ جس سے اسے تنبیہ بھی ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اسے جسمانی سزا دی جائے کیونکہ اس سے یتیم کو دلی تکلیف ہوتی ہے وہ سوچتا ہے میرے والد زندہ ہوتے تو کوئی مجھے اس طرح مار پیٹ نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت عمر ابنؓ خطاب روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یتیم بچہ کو جب کوئی شخص مار پیٹ کرتا ہے اس کے رونے کی آواز سے رحمٰن (اللہ) کا عرش ہل جاتا ہے۔ اللہ فرشتوں سے پوچھتا ہے اس (لاوارث) بچہ کو کس نے رلایا ہے جس کے ماں باپ (اسے تنہا چھوڑ کر) زمین میں دفن ہو چکے ہیں؟ (حالانکہ اللہ سب کچھ جانتا ہے) فرشتے جواب دیتے ہیں: ہمیں کچھ معلوم نہیں۔

اللہ کہتا ہے: (فرشتو!) میں تمہیں گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں جو اس یتیم بچہ کو تسلی دے کر خوش کرے گا میں اسے قیامت کے روز خوش کر دوں گا۔“

راوی حضرت عمرؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ یتیم بچوں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرتے اور ان پر مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ اور خود حضرت عمرؓ بھی یتیم بچوں سے ایسی ہی شفقت و محبت کا رویہ رکھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابزیٰؒ بیان کرتے ہیں: اللہ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم دیا: یتیم کے لئے مہربان باپ بن کر رہو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے جو بوؤ گے وہ کاٹو گے (جیسا عمل کرو گے ویسا ہی نتیجہ سامنے آئے گا) نیک عورت کی مثال اس کے خاوند کے لئے ایسے ہے جیسے ایک بادشاہ سر پر سنہری تاج سجائے بیٹھا ہو اور لوگ اسے دیکھ کر خوش ہو رہے ہوں اسی طرح

خاوند بھی بیوی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اور بد خلق عورت کی مثال ایک بوڑھے شخص پر بھاری بوجھ لاد دینے کی سی ہے۔

حضرت زید ابن اسلم ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میں اور یتیم کی کفالت (پرورش) کرنے والا جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ ساتھ ہوں گے۔ آپ ﷺ نے انگشتِ شہادت اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھایا۔''

حضرت ابو خلیل بیان کرتے ہیں: حضرت داؤد ؑ نے اللہ سے جو سوالات کئے ان میں سے ایک سوال یہ بھی تھا: اے اللہ شخص کو کیا اجر ملے گا جو صرف تیری رضا کے لئے کسی یتیم یا بیوہ عورت کا سہارا بنے؟ اللہ نے جواب میں فرمایا: میں اسے قیامت کے روز اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں گا کہ اس دن میرے عرش کے سایہ کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا۔

حضرت عوف ابن مالک اشجعی روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جس مسلمان کی تین بیٹیاں ہوں وہ ان کی (اسلامی اصولوں کے مطابق) پرورش کرے۔ جب وہ شادی کی عمر کو پہنچیں ان کی شادی کر دے یا وہ فوت ہو جائیں وہ اس کے اور دوزخ کے درمیان آڑ (پردہ) بن جائیں گی۔'' اس وقت ایک عورت نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا دو لڑکیوں کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں دو لڑکیوں کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔''

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بازار سے بچوں کے لئے کوئی چیز لے کر آئے اس کی مثال اللہ کی راہ میں خیرات کرنے والے کی سی ہے تقسیم کرتے وقت پہلے بیٹیوں کو دے کیونکہ اللہ بیٹیوں پر زیادہ مہربان ہوتا ہے۔ جو بیٹیوں پر مہربان ہوا اس کی مثال اللہ کے خوف سے رونے والے کی سی ہے اور جو اللہ کے خوف سے روئے اس کی بخشش ہو جاتی ہے جس نے بیٹیوں کو خوش رکھا اللہ اسے غم و پریشانی (قیامت) کے دن خوش کر دے گا۔

زنا کا بیان

حضرت زید ابن خالدؓ اور حضرت ابو ہریرہ ؓ (دونوں) روایت کرتے ہیں: دو آدمی اپنا مقدمہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ایک نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! قرآن کے مطابق ہم دونوں کا فیصلہ فرما دیں دوسرے نے (جو ذرا ہوشیار تھا) کہا: حضور ﷺ! قرآن کے مطابق ہمارا فیصلہ فرما دیں اور مجھے کچھ کہنے کا موقعہ بھی دیں۔

آپ ﷺ نے (اس دوسرے شخص سے) کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔

اس نے کہا: میرا بیٹا اس کے گھر مزدوری کرتا تھا اس نے اس شخص کی بیوی سے زنا کر لیا۔ عام لوگوں نے مجھے کہا: تیرے بیٹے کو رجم (سنگ ساری) کی سزا ہوگی میں نے اس (بیٹے) کی طرف سے سو بکریاں اور ایک باندی فدیہ (جرم کے معاوضہ) میں دیدیں پھر میں نے عام لوگوں سے مسئلہ معلوم کیا۔ انہوں نے بتایا تیرے لڑکے کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اور اس کی عورت کو رجم (سنگ ساری) کی سزا دی جائیگی۔ یہ تفصیل سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے: میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ (قرآن) کے مطابق کروں گا۔ تیری بکریاں اور باندی تجھے واپس کی جاتی ہیں لیکن تیرے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے (کیونکہ وہ غیر شادی شدہ ہے) اور ایک سال کے لئے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ اور اس کی عورت کو رجم (سنگ ساری) کی سزا دی جائے گی (کیونکہ وہ شادی شدہ ہے)

پھر آپ ﷺ نے انیس اسلمی کو حکم دیا: اس کی عورت سے معلوم کرو اگر وہ زنا کا اعتراف کرلے تو اسے رجم (سنگ سار) کر دو۔ چنانچہ اس نے اعتراف کر لیا جس پر اسے رجم (سنگ سار) کر دیا گیا۔''

حدیث سے معلوم ہوا کہ زنا کا ارتکاب کرنے والا مرد یا عورت اگر (غیر شادی شدہ) کنوارا ہے تو اس کو سو کوڑے مارے جائیں گے جیسے قرآن کریم میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة

''زنا کرنے والی عورت اگر غیر شادی شدہ (کنواری) ہے اور زنا کرنے والے مرد (اگر کنوارا ہے) دونوں کو سو سو کوڑے مارو۔

ولا تاخذ کم بهما رافة فی دین الله ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الاخر ولیشهد عذابهما طائفة من المؤمنین (سورہ نور۔۲)

''تمہیں ایسے دینی احکام کے تحت سزا دیتے وقت ان دونوں (زانی وزانیہ) پر کوئی ترس نہیں آنا چاہیے۔ اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان (مسلمانوں) کا ایک گروہ موجود ہونا چاہیے۔

تاکہ سزا پانے والوں کو بھی شرم آئے اور سزا کا منظر دیکھنے والوں کو بھی عبرت ہو۔ اور وہ سوچیں کہ زنا کتنا گھناؤنا جرم ہے اور اس کی سزا بھی کتنی سخت اور رسواکن ہے۔

حدیث شریف میں متعدد واقعات کا ذکر ہے جن میں نبی کریم ﷺ نے زنا کی سزا رجم (سنگ ساری) کی شکل میں دی تھی۔

مشہور واقعہ حضرت ماعز ابن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ کا ہے جنہوں نے خود اعتراف کیا تھا اور آپ ﷺ نے ان کو رجم کی سزا دی تھی۔

اسی طرح ایک عورت نے زنا کا اعتراف کیا تھا اسے بھی سنگ سار کیا گیا تھا۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر زنا سے بچنے اور پرہیز کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة (سورہ اسراء ۳۲)

''زنا کے قریب نہ جاؤ (اس تک پہنچنے کے اسباب سے بھی دور رہو کیونکہ) یہ بڑی بے حیائی ہے۔''

ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن (سورۂ انعام۔۱۵۱)

''بے حیائی کے قریب تک نہ جاؤ خواہ وہ کھلی (بے حیائی) ہو یا پوشیدہ (بے حیائی کے اسباب)

اس آیت میں ''ظہر'' سے مراد ''زنا'' ہے اور ''بطن'' سے مراد وہ اسباب مراد ہیں جو زنا کا سبب بن سکتے ہیں مثلاً بوس وکنار وغیرہ۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذالک ازکی لهم ان الله خبیر بما یصنعون ○ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارهن ویحفظن فروجهن. (سورہ نور۔۳۰)

(اے پیغمبر!) مسلمان مردوں سے کہیں وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہتر ہے اللہ اس سے باخبر ہے جو کچھ لوگ کرتے ہیں۔ اور مومن (مسلمان) عورتوں سے (بھی) کہیں۔ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے۔

زنا کو توریت انجیل زبور اور قرآن غرض ہر آسمانی کتاب میں حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ انسانی معاشرہ میں سب سے بڑا گناہ ہے یہ ایک انسان کی عزت پر حملہ ہے۔ اس سے خاندانی حسب ونسب میں خلل اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ حضرت جعفر ابن ابوطالب فرماتے ہیں میں نے دور جاہلیت (اسلام سے پہلے کا زمانہ جب یہ لعنت عام تھی) میں بھی کبھی زنا نہیں کیا۔ نیز فرماتے تھے۔ جب مجھے یہ گوارا نہیں کوئی میری عزت پر حملہ آور ہو میں کسی دوسرے کی عزت پر حملہ کیوں کروں؟

زنا کے نتیجہ میں انسان پر یہ چھ مصیبتیں پڑ جاتی ہیں:۔

(۱) زناکار کا رزق گھٹا دیا جاتا ہے رزق میں برکت نہیں ہوتی۔

(۲) نیک اعمال سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۳) عام لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں۔

یہ تین مصیبتیں اسے دنیا میں پیش آتی ہیں۔ آخرت میں ان تین مصیبتوں کا سامنا ہوگا۔

(۱) اللہ کی ناراضگی اور غصہ۔

(۲) آخرت کی سزا۔

(۳) دوزخ میں جھونکا جائے گا۔ دوزخ کی آگ اتنی سخت گرم ہے کہ ہماری دنیا کی آگ کی گرمی اس کا سترواں حصہ ہے۔

نبی کریم ﷺ کے سامنے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جہنم کی کیفیات اس طرح بیان کی ہیں:
''جہنم کی آگ سیاہ تاریک اور اتنی گرم ہے کہ اس آگ کی سوئی کے ناکے کے برابر کوئی چنگاری زمین پر گر جائے تو زمین کی ہر شے کو جلا ڈالے گی جہنم کے لباس کا کوئی کپڑا آسمان و زمین کے درمیان لٹکا دیا جائے تو اس کی بدبو اور تعفن سے زمین پر چلنے پھرنے والی ہر جاندار مخلوق دم گھٹ کر مر جائے۔ اگر جہنم کے ان انیس فرشتوں میں سے کوئی ایک فرشتہ جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے بھی زمین پر نکل آئے اسے دیکھ کر دہشت سے روئے زمین کی ہر شے ہلاک ہو جائے۔ اور جہنم کی بیڑیوں (زنجیروں) کی کوئی کڑی زمین پر گر جائے تو وہ اتنی گرم ہے کہ سات زمینوں کو پھاڑتی ہوئی تحت الثریٰ تک پہنچ جائے گی۔

جہنم کی یہ تفصیلات سن کر آپ ﷺ پر گریہ طاری ہو گیا اور جبرائیل سے فرمایا: بس کرو (اب نہیں سنی جاتی) آپ ﷺ خوف سے رونے لگے اور جبرائیل علیہ السلام کو بھی رونا آ گیا۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام! تم کیوں روتے ہو تم تو اللہ کے مقرب فرشتے ہو؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: اے محمد ﷺ! پتہ نہیں کس وقت خدا کی نظر کرم بدل جائے اور میں وہ نہ رہوں جو آج ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں بھی ہاروت اور ماروت (دو فرشتے) کی طرح کسی آزمائش میں ڈال دیا جاؤں یا ابلیس مردود کی طرح راندہ درگاہ ہو جاؤں۔''

انسان خصوصاً مسلمان کو سوچنا چاہیے کہ جب جبرائیل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتہ کی یہ حالت ہے تو پھر ایک عام گنہگار انسان کی حیثیت ہی کیا جس سے ہر وقت گناہ سرزد ہونے کا امکان ہے اور گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہر وقت خدا سے ڈرتے رہیں اور توبہ و استغفار کرتے رہیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے بیٹھتا ہے مگر عام پبلک کے سامنے اپنی بدنامی کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کرتا اور دونوں (میاں بیوی) طلاق دینے کے باوجود زندگی بھر ساتھ رہتے ہیں۔

اور زنا کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں: یہ سب سے بڑا زنا ہے۔ اللہ ہر انسان کو خصوصاً زنا جیسی منحوس لعنت سے محفوظ رکھے۔ آمین

قرآن کریم میں زنا سے بچے رہنے والوں کی اس طرح تعریف کی گئی ہے:۔

والذین هم لفروجهم حافظون ٥ الاعلی ازواجهم اوماملکت ایمانهم فانهم غیر ملومین ٥ فمن ابتغیٰ وراء ذالک فاؤلئک هم العادون

(سورۃ معارج-۲۹)

''جو اپنے پردے والے اعضاء کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان حصوں کو صرف اپنی بیویوں یا لونڈیوں کے سامنے (بھی خاص وقت پر) کھولتے ہیں۔ اس (طریقہ) کے علاوہ وہ جو کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے (وہ) اور ایسے لوگ حد سے پار گزرنے والے (مجرم) ہیں۔''

ان ارشادات خداوندی کے پیش نظر ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ زنا جیسے گھناؤنے فعل سے خود پرہیز کرے اور دوسرے لوگوں کو اس سے بچے رہنے کی تلقین کرتا رہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے: جب تم دیکھو کسی معاشرہ میں تلوار ننگی ہوئی (ہتھیار عام استعمال ہونے لگیں) اور خون بہنے لگے سمجھ لو وہاں احکام خداوندی کی ناقدری (نافرمانی) ہو رہی ہے اور اس طرح انہیں آپس میں لڑا کر اللہ (اپنے احکام کی ناقدری) کا ان سے بدلے لے رہا ہے اور جب دیکھو کہ موسم میں بارش نہیں ہو رہی سمجھ لو لوگ دیانتداری سے زکوٰۃ نہیں ادا کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی بارش روک لی۔ اور جب دیکھو کسی قوم میں بیماریاں پھیل گئی ہیں۔ سمجھ لو اس قوم میں زناکاری عام ہو گئی ہے۔ گویا بیماریوں کی کثرت زنا کا نتیجہ ہے۔

سود خوری

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''شب معراج میں نے ساتویں آسمان پر اپنے سر کے اوپر کی جانب بادل کی گرج اور بجلی کے کڑکنے کی آواز سنی میں نے نظر اٹھا کر دیکھا کچھ لوگ نظر آئے جن کے پیٹ آگے کی طرف اس طرح بڑھے ہوئے تھے جیسے گھر ہوتے ہیں اور ان کے اندر سانپ پھرتے نظر آ رہے تھے۔ میں نے جبرائیل سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟

انہوں نے مجھے بتایا: یہ سود خور لوگ ہیں:''

حضرت عبداللہ ابن سلام ؓ کہتے ہیں سودی گناہ کے بہتر (۷۲) درجے ہیں ان میں سب سے کم درجہ ایسا ہے جیسے اسلام میں کسی بیٹے کا ماں کے ساتھ زنا کرنا۔ اور سود کا ایک درہم (روپیہ) لینے کا گناہ تیس مرتبہ زنا کرنے کے گناہ سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔

قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ سب کو اپنے سامنے کھڑا ہونے کا حکم دے گا سب کھڑے ہو جائیں گے۔ مگر سود خور ایک مرگی کے مریض کی طرح مخبوط الحواس انسان کی طرح گرنے لگے گا۔

حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں: سود کی حرمت والی آیت نبی کریم ﷺ کی زندگی کے آخری دنوں میں نازل ہوئی تھی آپ ﷺ کو اس کی تفصیل بیان کرنے کا موقع نہ ملا اور آپ ؓ انتقال فر گئے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ سود اور دوسری ایسی مشتبہ چیزوں کو چھوڑ دیں جن میں کس طرح بھی سود کا شبہ ہو سکتا ہو۔ جس طرح صغیرہ گناہ کو اس خوف سے چھوڑ دیا جاتا ہے کہ رفتہ رفتہ کبیرہ گناہ نہ بن جائے حضرت علی ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے سود کھانے اس کے دلانے والے اس کے گواہ اور اس کے لکھنے والے پر'

(اور لعنت فرمائی آپ ﷺ نے) جسم پر گودنے والی اور گدوانے والی پر۔

(اور لعنت فرمائی آپ ﷺ نے) حلالہ کرانے والے حلالہ کرنے والے پر اور صدقہ (زکوٰۃ) نہ دینے والے پر۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص

حرام ذریعہ کی آمدنی سے صدقہ کرتا ہے اسے کوئی اجر نہیں ملتا۔ جو کچھ اس سے خریدتا ہے اس میں برکت نہیں ہوتی اور مرتے وقت جو کچھ پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ وہ بھی اسے جہنم کی طرف دھکیلتا ہے۔

حضرت ابو رافع ؓ روایت کرتے ہیں: میں نے ابوبکر کے پاس ایک چاندی کی بنی ہوئی پازیب فروخت کی انہوں نے پازیب کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا اور دوسرے پلڑے میں وزن کے درہم رکھے پازیب کا وزن قدرے (تھوڑا سا) زیادہ تھا میں نے عرض کیا: (کوئی بات نہیں فالتو وزن کی چاندی) معاف کرتا ہوں مگر انہوں نے فالتو حصہ قینچی سے کاٹ کر الگ کر دیا اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:۔

چاندی زیادہ دینے والا اور زیادہ لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ عبادہ ابن صامت ؓ حضرت ابو ہریرہ ؓ اور دیگر متعدد صحابہ سے یہ روایت مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چاندی چاندی کے برابر اگر فالتو ہو تو سود ہوگا گیہوں کے بدلے گیہوں فالتو ہوا تو سود ہوگا۔'' کچھ راویوں نے اس روایت میں جو کھجور اور نمک کا بھی ذکر کیا ہے پھر فرمایا: جس نے زیادہ لیا دیا اس نے سود لیا۔''

حضرت ابن مسعود ؓ کہتے ہیں: ہم اس خوف سے کہ سود نہ ہو جائے حلال کے بھی نویں دسویں حصہ کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

اسی طرح کا قول حضرت عمر ؓ کا بھی مشہور ہے۔

کہا جاتا ہے: جس شہر (یا ملک) میں زنا اور سود خوری عام ہو جائے وہ خطہ تباہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عمر ؓ نے اپنے دور خلافت میں یہ حکم نافذ کر دیا تھا:۔

''جو لوگ دین اسلام کے تجارتی اصول وضوابط سے ناواقف ہیں وہ ہمارے بازاروں میں تجارت (خرید وفروخت) نہ کریں۔ کیونکہ ایسے ناواقف تاجر ناپ تول صحیح نہیں رکھتے۔''

حضرت عبدالرحمان ابن سابط فرماتے ہیں: جب کسی قوم میں یہ چیزیں عام ہو جائیں (لوگ ان کو گناہ نہ سمجھیں) وہ قوم ہلاک ہو جاتی ہے۔

(۱) ناپ تول میں کمی سے بارشیں نہیں ہوتیں اور ملک میں قحط پڑ جاتا ہے

(۲) زنا عام ہو جانے سے وبائی بیماریاں پھیل جاتی ہیں۔

(۳) سود خوری عام ہو جائے تو تلوار نیام سے باہر آجاتی ہے ہتھیاروں کا استعمال عام ہو جاتا ہے اور لوگ آپس میں قتل و غارت شروع کر دیتے ہیں۔

حضرت عبید محاربی کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے (دور خلافت میں) ساتھ بازار گیا ان کے ہاتھ میں ایک کلہاڑا ایک کوڑا (ہنٹر) تھا جب کسی کو کم تولتے دیکھتے تو اسے کوڑا مار کر کہتے: ''پورا تول''

حضرت ابن عباس کہتے ہیں: تم ان دو چیزوں سے پرہیز کرنا جن کی وجہ سے تم سے پہلی قومیں برباد ہو چکی ہیں۔ ((۱) کم تولنا اور (۲) پیمائش میں کمی کرنا) تم پورا تولا اور پورا ناپ کر دو۔

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک وقت ایسا آئے گا کوئی سود خوری سے نہ بچ سکے گا۔''

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیا سب لوگ سود کھانے لگیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص سود نہ کھائے گا (نہ کھانا چاہے گا) اس تک اس کا غبارا (اثر) پہنچ جائے گا۔'' اس میں کم از کم وہ سب لوگ شامل ہو جاتے ہیں جو سود کھانا نہیں چاہتے لیکن بینکوں میں کسی طرح کی ملازمت کرتے ہیں انہیں جو تنخواہ ملتی ہے وہ اسی رقم سے ملتی ہے جو سودی کاروبار سے نفع میں حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور ﷺ کا ارشاد پیچھے گذر چکا ہے: ''زیادہ لینے والا اور زیادہ دینے والا دونوں جہنمی ہیں۔''

لہٰذا ہر تاجر کے لئے ضروری ہے کہ وہ تجارت سے متعلق اسلام کے قائم کردہ اصولوں اور ضابطوں سے واقف ہو۔

اور قرآن کریم کی یہ تنبیہات تو اسے ہر حال میں سامنے رکھنی چاہئیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ویل للمطففین o الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون o واذا کالو ھم او وزنوھم یخسرون o الا یظن اولئک انھم مبعوثون o لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العالمین " (سورۃ مطففین ۱-۶)

''بڑی بربادی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے (یہ لوگ) جب دوسروں سے

لیتے ہیں پورا لیتے ہیں اور جب خود دوسروں کو دیتے ہیں ناپ تول میں کمی کر دیتے ہیں کیا انہیں یقین نہیں کہ انہیں (مرنے کے بعد دوبارہ) اٹھایا جائے گا اس بڑے دن (قیامت کے روز) جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونگے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عدل و انصاف دنیا میں اللہ کی میزان (ترازو) ہے جس نے اس کا لحاظ رکھا اسے جنت میں پہنچا دیتی ہے اور جس نے اس کا لحاظ نہ رکھا اسے جہنم کی طرف دھکیل دیتی ہے۔

دنیا میں عدل بادشاہ (حکمران) کی طرف سے رعیت (عوام) کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر عوام آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عدل کرنے کے پابند ہیں۔ لہٰذا عدل (انصاف) اختیار کرو تا کہ تمہاری نجات ہو سکے اور دوزخ کے عذاب سے بچ جاؤ۔

گناہوں کا بیان

حضرت جابر ابن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: آپ ﷺ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے جو تختیاں دی گئیں وہ دس ابواب پر مشتمل تھیں پہلا باب جو پہلی تختی پر تھا اس میں لکھا تھا:۔

اے موسیٰ علیہ السلام! شرک نہ کرنا میں نے فیصلہ کرلیا ہے مشرکین کے چہروں کو آگ میں جھلسایا جائے گا۔ میرا شکر کرتے رہو اور اپنے والدین کے شکر گزار ہو کر رہو میں تمہیں مصیبتوں اور ہلاکتوں سے بچاتا رہوں گا۔ تیری عمر میں برکت دوں گا اور تجھے خوشگوار زندگی عطا کروں گا۔ اور نیک اعمال میں تری مدد کرتا ہوں گا کسی ایسے جاندار کو قتل نہ کرنا جس کے قتل کو میں نے حرام کردیا ہے۔ اس جرم کی وجہ سے زمین اور آسمان اپنی وسعت وفراخی کے باوجود تم پر تنگ ہو جائیں گے۔ اور کسی گوشہ میں تمہیں پناہ نہ مل سکے گی اور میرے غصہ کی زد میں آکر جہنم میں پہنچ جاؤ گے۔ میرا نام لے کر جھوٹی قسم نہ کھانا۔ اور میرے ناموں کا احترام کرنا۔ نہ اس دولت یا مرتبے پر حسد کرنا جو میں نے لوگوں کو عطا کیا ہے۔ حاسد میری نعمتوں کا دشمن ہے اور میرے ان فیصلوں کو رد کرنا دیتا ہے جو میں نے مخلوق کے بارے میں کیے ہیں وہ میرے اس تقسیم پر بھی ناراضگی ظاہر کرتا ہے جو میں بندوں میں کی ہے۔ ایسے شخص کا مجھ سے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ ایسی بات کی گواہی نہ دو جو تمہارے کانوں سنکر نے محفوظ نہ رکھی ہو۔ تیرے دماغ اور عقل کی یادداشت میں نہ ہو اور تیرے دل کو اس پر اعتماد نہ ہو کیونکہ میں قیامت کے روز ان کی دی ہوئی شہادتوں (گواہیوں) کے بارے میں ان سے سختی سے پوچھوں گا۔

چوری نہ کرنا۔ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا نہ کرنا میں تم سے منہ پھیر لونگا اور تمہارے لئے آسمان کے دروازے بند کردوں گا۔ (میری مہربانیوں سے محروم ہو جاؤ گے) دوسرے لوگوں کے لئے بھی وہی چیز (بات) پسند کرو جو اپنے لئے کرتے ہو میرے علاوہ کسی (غیر اللہ) کے نام پر قربانی نہ دینا۔ میں اسی قربانی کو پسند (قبول) کرتا ہوں جو صرف میرے لئے اور میرا نام لے کر دی جائے اور میری رضا کی خاطر ہو۔ ہفتہ کے دن اپنے تمام گھر والوں کو ساتھ لے کر میری عبادت کرو۔"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"ہفتہ کا روز اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عید کے طور پر دیا تھا اور ہمیں (مسلمانوں کو) اس نے جمعہ کا دن عید بنا کر دیا ہے۔"

حضرت فضالہ ابن عبید روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع (حضور کا آخری حج ہے اس کے بعد آپ ﷺ کی وفات ہوگئی) کے خطبہ میں فرمایا تھا:۔

"مومن وہ ہے۔ جس کے ہاتھوں سے لوگوں کی جان، مال اور عزت محفوظ رہے۔ مسلم وہ ہے۔ جس کی زبان سے اور ہاتھ سے لوگ سلامتی محسوس کریں مجاہد وہ ہے جو اپنے سرکش نفس کو قابو کر کے اللہ کی عبادت میں لگادے اور مہاجر وہ ہے۔ جس نے گناہ چھوڑ کر تقویٰ اختیار کیا۔"

حضرت ابودرداء کہتے ہیں: اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو خود کو موت کے ہاتھوں میں سمجھو۔ تمہارے واسطے تمہاری جائز کمائی کی وہ تھوڑی آمدنی کافی ہے جو تمہیں خدا کی یاد سے غافل کردے۔ یادرکھو نیکی کبھی ضائع نہیں جاتی۔ اور گناہ کبھی بھلایا نہیں جاتا۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"نیک عمل کبھی ضائع نہیں جاتا گناہ بھلایا نہیں جاتا بدلہ دینے والی ہستی (اللہ) ہمیشہ سے قائم ودائم ہے۔ (اے انسان!) تو خود کو جیسا چاہے بنالے جیسا عمل کرے گا ویسا بدلہ پائے گا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس زندگی میں جو عمل کرے گا آخرت میں ویسا ہی بدلہ پائے گا۔ اگر یہاں نیک عمل کیے ہیں آخرت میں ان کا اجر وثواب ملے گا اور بدعملی کی زندگی گزاری ہے تو قیامت کے دن فیصلے کے بعد عملی سزا پائے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

ان احسنتم احسنتم لانفسکم وان اساتم فلھا (سورہ اسراء۔۷)

"اگر تم اچھے عمل کرو گے اپنی ذات کے نفع کے لئے کرو گے اور برے عمل کرو گے اس کا وبال بھی تمہاری ہی ذات پر ہوگا۔

یعنی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا وہ نہ کسی کے اچھے اعمال کے ثواب میں کمی کرتا ہے نہ کسی بے گناہ کو سزا دے گا۔ اس نے نیکی اور بدی کے راستے واضح طور پر سب کو سمجھا دیئے ہیں۔ اور انسانوں پر مزید مہربانی یہ فرمادی ہے کہ انسان کی ہدایت کے لئے رسولوں اور نبیوں کو بھیج دیا۔ اور اس آخری امت مسلمہ کی رہنمائی کی واسطے آخری پیغمبر محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا جن کی شریعت اب

قیامت تک کے لئے رشد و ہدایت کا معیار ہے۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری اور تمہاری (انسانوں کی) مثال ایسی ہے۔ جیسے ایک شخص نے آگ دہکائی ہو اور پروانے ہر طرف سے آ کر اس آگ میں گر رہے ہوں تم (انسان) بھی دوزخ کی طرف بڑھتے چلے جا رہے ہو میں تمہیں اس (دوزخ) میں گرنے سے بچانا چاہتا ہوں۔''

یعنی آپ ﷺ ہمیں گناہوں اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کی تلقین فرماتے ہیں کیوں کہ اللہ کی نافرمانی اور گناہ جہنم کی طرف لیجاتے ہیں۔

انسان اگر اپنے گناہ پر ندامت محسوس کرتے ہوئے توبہ کرے اس کی توبہ قبول ہو جاتی ہے جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ کی۔ ان کی توبہ قبول ہوگئی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے (۱) اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ (۲) قصور پر شرمندہ ہونے پر (۳) اپنے نفس کو مجرم سمجھتے ہوئے اسے ملامت کی۔ (۴) فوری طور پر توبہ کی (۵) اور اللہ کی رحمت و مغفرت سے مایوس و ناامید نہ ہوئے۔

جو شخص بھی ان پانچ باتوں کو سامنے رکھ کر توبہ کرے گا اللہ اس کی توبہ ضرور قبول فرمائے گا۔

حضرت مکحول شامی کہتے ہیں: جو شخص رات کو بستر پر لیٹتے وقت اپنے دن بھر کے اعمال کا جائزہ لے لیا کرے (حساب کر لیا کرے) اگر اچھے عمل کئے ہیں اللہ کا شکر ادا کرے اور برے عمل ہو گئے ہیں توبہ کر لیا کرے، اس کی مثال ایک کامیاب تاجر کی سی ہے۔ اور اگر ایسا نہیں کرتا تو وہ اس تاجر کی طرح ہے جو نفع کے نشہ میں بے پروائی سے خرچ کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اپنی اصل پونجی بھی کھا کر ختم کر دیتا ہے۔ اور بعد میں کف افسوس ملتا رہتا ہے۔

مشہور ہے: آسمانی کتاب میں لکھا ہے: اللہ کہتا ہے: میرے بندے! میں وہ بادشاہ ہوں جسے زوال نہیں میں نے تجھے جو حکم دیا ہے اسے مان جس چیز سے میں نے روکا ہے اس سے پرہیز کر۔ میں تجھے وہ زندگی عطا کروں گا جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ میرے بندے! میں وہ ہوں کہ جو چاہوں وہ ہو جاتا ہے۔''

حضرت محمد ابن یزید ؒ کہا کرتے تھے: اپنے دوست سے برائی کا برتاؤ نہ کرو کسی نے پوچھا: کیا کوئی شخص اپنے دوست کے ساتھ بھی برائی کا برتاؤ کرتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ہاں سنو! تمہارا نفس تمہارا پسندیدہ دوست ہے اگر تم خدا کی نافرمانی کرتے ہو اپنے نفس کے ساتھ برا برتاؤ کرتے ہو (کہ اسے خدا کے عذاب میں گرفتار کرا دیا)

ایک فلسفی عالم سے کسی شخص نے کہا: مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔

اس فلسفی عالم نے اسے نصیحت کی: اپنے رب سے بے وفائی نہ کرنا۔

مخلوق سے بے وفائی نہ کر اپنی ذات سے بے وفائی نہ کر۔

(۱) رب سے بے وفائی یہ ہے: انسان غیر اللہ کو اپنی تمناؤں اور آرزوؤں (عبادت) کا مرکز بنا لے۔

(۲) مخلوق سے بے وفائی یہ ہے: لوگوں کی ایک دوسرے کے سامنے غیبت اور برائی کرتا پھرے۔

(۳) اپنی ذات سے بے وفائی یہ ہے: انسان اپنے رب کی طرف سے عائد کردہ فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی میں سستی اور کاہلی سے کام لے اور اس طرح اپنی ذات کو خدا کے عذاب میں گرفتار کرا دے۔

ایک بزرگ کہمس ابن حسن ؒ کہتے ہیں: چالیس سال قبل مجھ سے ایک گناہ ہو گیا تھا، جس پر ندامت کی وجہ سے آج تک رو رہا ہوں لوگوں نے پوچھا حضرت! وہ کیا گناہ تھا؟

انہوں نے جواب میں فرمایا: چالیس سال قبل میرا بھائی مجھ سے ملنے آیا تھا۔ میں نے اس کے واسطے مچھلی تیار کرائی کھانے سے فارغ ہوئے، میں نے اپنے ہاتھ صاف کرنے کے لئے پڑوسی کی دیوار سے رگڑ کر صاف کر لئے۔ یہی گناہ ہے جس کا احساس مجھے چین نہیں لینے دیتا۔ مطلب یہ کہ کسی دوسرے کی چیز سے اس کی اجازت کے بغیر فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بعض گناہ اللہ کے ہاں بہت بڑے گناہ شمار ہوتے ہیں مگر انسان انہیں معمولی سمجھتا رہتا ہے۔ اور بعض گناہ اللہ کی نظر میں معمولی ہوتے ہیں لیکن انسان انہیں بڑا سمجھ لیتا ہے۔''

گناہ چھوٹا ہو یا بڑا اس سے بچے رہنا ہی بہتر ہے۔

بعض صحابہ ؓ کا یہ قول مشہور ہے: گناہ سے توبہ کر لی جائے تو بڑا گناہ بھی معاف ہو جاتا ہے۔ گناہ پر اصرار (بار بار کرتے رہنا) کیا جائے تو چھوٹا گناہ بھی بڑا گناہ ہو جاتا ہے۔

حضرت عوام ابن حوشب ؒ کہتے ہیں: گناہ کے بعد یہ چار باتیں گناہ سے بھی بدتر ہیں:

(۱) گناہ کو معمولی بات سمجھنا۔

(۲) گناہ کر کے اکڑنا۔

(۳) گناہ پر خوش ہونا۔

(۴) اور اسے اپنی عادت بنالینا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

"من جاء بالحسنة فله عشر امثالها- و من جاءبالسيئة فلا يجزىٰ الا مثلها وهم لا يظلمون" (سورة انعام ۱۶)

جو اچھا عمل لے کر آئے گا۔ اسے دس گنا زیادہ ثواب ملے گا۔ اور جو برا عمل کر کے آئے گا اسے عمل کے مطابق ایک ہی عمل کی سزا ملے گی۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

اس آیت سے نیک اعمال کرنے والوں کو مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ بسا اوقات انسان بظاہر نیک عمل کر لیتا ہے۔ اور دوسرے انسان بھی اسے نیک اور پارسا سمجھنے لگتے ہیں: مگر نیتیوں کا حال تو خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ وہی جانتا ہے کہ انسان کا یہ عمل اس کی بارگاہ میں قبول ہونے کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ بہر حال انسان کو اپنی طرف سے پوری کوشش کرنا چاہیے کہ اس کا عمل صرف اللہ کی رضا کے لئے ہے اس میں کسی طرح کی ریاکاری اور دنیاوی دکھاوا نہ ہو۔ اور رحمتِ خداوندی سے یہ امید بھی رکھے کہ اللہ اس کی کوشش ومحنت کو رد نہیں کرے گا۔

گناہ: ایک تو بذات خود گناہ ہے۔ مزید دس مصیبتیں بھی اس کے ساتھ شامل ہو جاتی ہیں:

(۱) گناہ گار انسان خود سے اللہ کو ناراض کر لیتا ہے۔

(۲) شیطان کو خوش کر دیتا ہے۔ جس کو اللہ نے رائدہ درگاہ کیا ہوا ہے۔

(۳) اپنے اچھے مقام (جنت) سے دور ہو جاتا ہے۔

(۴) بدترین جگہ (جہنم) کے نزدیک پہنچ جاتا ہے۔

(۵) اپنے نفس سے بے وفائی کرتا ہے کہ اسے عذاب الٰہی کا مستحق بنا دیا۔

(۶) اپنی ذات کو گندہ ناپاک کر لیا جب کہ اللہ نے اسے پاک صاف پیدا کیا تھا۔

(۷) اپنے محافظ فرشتوں کو دکھ پہنچایا۔ جبکہ وہ اسے کوئی تکلیف نہیں دیتے۔

(۸) اس نے نافرمانی سے اپنے نبی ﷺ کی پاک روح کو تکلیف پہنچائی۔

(۹) اپنے اوپر دن ورات کی گردش کو گواہ بنالیا یہ گناہ ان کی گردش کی ٹیپ میں ریکارڈ ہو گیا۔

(۱۰) مخلوق سے خیانت اگر کسی کو اس کی گواہی سے اپنا حق مل سکتا تھا۔ وہ اس سے محروم ہو گیا کیونکہ ایک اخلاقی جرم (گناہ) کی وجہ سے اس کی گواہی قابل قبول نہیں رہی اور عام مخلوق سے خیانت یہ ہے کہ جس سرزمین میں گناہ عام ہو جائے وہاں باران رحمت نہیں ہوتی۔ لہٰذا گناہ سے بچو کیوں جتنی چیزیں اوپر گنائی گئی ہیں سب میں انسان کا ذاتی نقصان نمایاں ہے۔

ایک عالم نے کہا: انسان کی سب سے بڑی بدبختی یہ ہے: کہ

(۱) اللہ انسان کو نعمت دے اور انسان اللہ کا شکر نہ کرے۔

(۲) انسان گناہ کرے اور توبہ نہ کرے۔

(۳) حلال وحرام کا علم ہوتے ہوئے عمل نہ کرے۔

(۴) نیک لوگوں کی صحبت میسر ہو مگر ان سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

(۵) مرنے والوں کو دفن کرتے ہیں مگر عبرت نہیں پکڑتے۔

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (درج ذیل مقامات پر) روزانہ پانچ فرشتے اترتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں:

(۱) مکہ میں اترنے والا فرشتہ اعلان کرتا ہے: جس نے اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض کو چھوڑا وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا۔

(۲) مدینہ میں اترنے والا فرشتہ کہتا ہے: جس نے نبی کی سنت کو چھوڑا وہ قیامت کے دن شفاعت سے محروم ہو جائے گا۔

(۳) بیت المقدس میں اترنے والا فرشتہ کہتا ہے: جس نے حرام مال کمایا (اور کھایا) اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔

(۴) مسلمانوں کے قبرستان میں اترنے والا فرشتہ کہتا ہے: اے قبروں میں سونے والو! (مُردو!) تمہیں اہل دنیا کی کس بات پر رشک ہے اور کس بات پر ندامت ہے؟ مردے جواب میں کہتے ہیں: ہمیں اپنی زندگیوں کے ختم ہو جانے پر ندامت وافسوس ہے (کہ ہم نیک عمل نہیں کر سکتے) اور ان لوگوں پر رشک آتا ہے جو جماعتوں میں شریک ہو کر اللہ کا کلام پڑھتے اور سنتے ہیں علمی بحث ومباحثہ کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجتے اور سنتے ہیں۔ توبہ واستغفار کرتے رہتے ہیں: اور ہم یہ سب کچھ نہیں کر سکتے۔

(۵) مسلمانوں کے بازاروں میں نازل ہونے والا فرشتہ کہتا ہے: لوگو! سنو! ٹھہرو! اللہ جل شانہ تمہاری سب حرکات (اعمال) کو دیکھ رہا ہے وہ نافرمانوں سے انتقام لینا بھی جانتا ہے توبہ واستغفار سے اپنے گناہوں کے زخموں کا علاج کر لو۔ ہم تمہیں توبہ واستغفار کا شوق دلاتے رہے۔ مگر تم نے کوئی توجہ نہ دی ہم تمہیں خدا کا خوف دلاتے رہے مگر تم باز نہ آئے۔ اگر روئے زمین پر کچھ خشوع وخضوع سے اللہ کی عبادت کرنے والے بزرگ معصوم بچے کچھ خوف خدا رکھنے والے اللہ کے نیک بندے اور بے زبان حیوانات نہ ہوتے۔ اللہ کا عذاب کبھی کا نازل ہو چکا ہوتا۔"

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عائشہ! چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچتی رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان کے بارے میں بھی پوچھے گا۔"

چھوٹے گناہوں کی مثال لکڑی کے ان چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں یا کوڑا کرکٹ کی سی ہے جنہیں آگ جلانے کے لئے جمع کیا جاتا ہے اور لکڑی کے یہی چھوٹے چھوٹے بے حیثیت ٹکڑے آگ کا بہت بڑا الاؤ دہکا دیتے ہیں' اسی طرح چھوٹے چھوٹے بہت سے گناہ جمع ہو کر گناہوں کے بڑے ڈھیر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں' جو انسان کو جہنم تک بھی پہنچا سکتا ہے۔ اس لئے کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر نہیں کر لینا چاہیے توریت میں لکھا ہے۔ "جو نیک عملی کا بیج بوئے گا سلامت رہے گا۔"

انجیل میں لکھا ہے:۔ "برائی کا بیج بونے والے کو شرمندگی ہوتی ہے۔"

اور قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

من یعمل سوءً ایجزبہ. (النسآء:۱۲۳)

"جو عمل کرے گا اس کا بدلہ پائے گا۔"

حضرت ابن عباسؓ سے کسی نے پوچھا: ایک شخص گناہ بہت زیادہ کرتا ہے ساتھ ہی عمل بھی بہت کر لیتا ہے اور ایک شخص گناہ بھی کم کرتا ہے اور نیک عمل بھی اس کے کم ہوتے ہیں۔ آپ کو ان دونوں میں سے کون سا شخص پسند ہے؟

ابن عباسؓ نے جواب دیا وہ جو آخرت میں معاف کر دیے جانے کے زیادہ قریب ہو یعنی کم گناہ والا۔

ایک فلسفی کا قول ہے: اللہ کی عبادت تو چھوٹے سے چھوٹا (دنیاوی اعتبار سے) آدمی بھی کر لیتا ہے مگر گناہ سے بچ جانا بڑے حوصلہ مند انسان کا کام ہے۔

قرآن کی آیات کے مطابق اطاعت وعبادت کے مطابق مقابلہ میں گناہ وخواہشات نفس کو ترک کر دینا اور چھوڑ دینا زیادہ اہم ہے۔

"من جاء بالحسنة فله عشر امثالها" (سورہ انعام ۱۶)

"جو قیامت کے روز نیک عمل لے کر آئے گا اسے دس گنا زیادہ اجر وثواب دیا جائے گا۔"

اس آیت میں نیک عمل کو آخرت میں لے کر آنے کی شرط ہے۔

جبکہ ترک گناہ والی آیت میں اس طرح کی کوئی شرط نہیں ہے بلکہ براہ راست انعام (جنت) دینے کا ذکر ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"ونهى النفس عن الهوى ○ فان الجنة هي الماوى" (سورہ نازعات ۴۱)

"اور جس نے اپنی ذات کو نفسانی خواہشات سے بچا لیا۔ (اس کا انعام) اس کا جنت میں ٹھکانہ ہے۔"

ظلم اور اس کی سزا

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ظالم کو ایک حد تک مہلت دیتا رہتا ہے لیکن جب اسے پکڑتا ہے چھوڑتا نہیں۔" پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وھی ظالمة ان اخذہٗ الیم شدید (سورہ ہود ۱۰)

"تیرے رب کی گرفت (پکڑ) ایسی ہے کہ جب ہو کسی ظالموں کی بستی کو اپنی گرفت (عذاب) میں لیتا ہے اس کی گرفت (پکڑ) بڑی سخت اور خوفناک ہوتی ہے۔"

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اپنے کسی بھائی پر کسی طرح کا مالی یا جسمانی ظلم کیا ہو وہ آج (دنیا کی زندگی میں) اس سے معاف کرالے (یا اس کا حق ادا کردے) اس دن سے پہلے (قیامت سے پہلے) جب اس سے (بدلہ میں دنیا ریا درہم (روپیہ پیسہ) نہیں دلایا جاسکے گا۔ اس دن اگر ظالم کے پاس کچھ نیکیاں ہوں گی مظلوم کو دیدی جائیں گی۔ اگر نیکیاں نہ ہونگی تو مظلوم کے گناہ اس (ظالم) کے کھاتے میں ڈال دیئے جائیں گے۔"

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا: جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: وہ شخص مفلس ہے جس کے پاس دولت (روپیہ پیسہ) نہ ہو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: مگر میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز (بڑے بڑے) نیک عمل نماز زکوٰۃ اور روزہ لے کر آئے گا۔ اور ساتھ ہی کسی کو گالی دی کسی پر جھوٹی تہمت لگائی کسی کا مال (ناجائز طور پر) کھالیا کوئی قتل کردیا اور کسی کو ظلماً مارا پیٹا جیسے گناہ دنیا میں اس نے کئے اب ایسے سب لوگ اس کے خلاف فریاد کرتے ہوئے بدلہ لینے آئیں گے ان لوگوں کو اس کی نیکیاں بدلے میں دیدی جائیں گے نیکیاں ختم ہوگئیں اور بدلہ لینے والے باقی رہ گئے تو ان مظلوموں کی برائیاں (گناہ) لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی اور

جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ظلم سب سے بڑا گناہ ہے اور یہ اس وقت تک معاف نہیں ہوتا جب تک کہ مظلوم کو اس کا حق ادا نہ کردیا جائے یا اس سے معافی مانگ کر معاف نہ کرالیا جائے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انسان ہر طرح کے ظلم سے پرہیز کرے کسی کا ناجائز طور پر مال دبالینا کسی کو ناجائز طور پر تنگ اور پریشان کرنا کسی کو گالی دینا غیبت کرنا وغیرہ سب ظلم میں شامل ہیں۔ لہٰذا ایسی باتوں سے ہر صورت پرہیز کرنا چاہیے اگر کسی مظلوم سے اپنے ظلم کی معافی مانگنا ممکن نہ ہو (یعنی مظلوم فوت ہو چکا ہو) تو ہر نماز کے بعد اس کے واسطے مغفرت کی دعا کردیا کرے۔ اس طرح اللہ نے چاہا تو اس کے ظلم کی تلافی ہوجائے گی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں جس نے ظلم کے سلسلے میں ظالم کی مدد کی اسے کوئی ایسی دلیل سمجھائی جس سے کسی مظلوم کا حق مارا جاسکے تو ایسا شخص بھی ظلم میں برابر کا شریک ہوگا۔ اور ظالم پر جو وبال پڑے گا یہ بھی اس سے نہ بچ سکے گا۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا: سب سے بڑا جاہل اور ناعاقبت اندیش وہ ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنی آخرت برباد کردے۔

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: میں نے اگر کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کی تو گویا وہ بھی اپنی ہی ذات کے لئے کی ہے اور کسی پر کوئی ظلم کیا ہے وہ بھی اپنے ہی بوجھ میں اضافہ کیا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

من عمل صالحاً فلنفسہٖ و من اساء فعلیھا۔

"کسی نے کوئی اچھا عمل کیا تو اپنے (نفع کیے) لئے اور کسی نے کوئی برائی کی ہے تو اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لوگو! اللہ کا خوف کرو اور ظلم سے باز رہو۔ کوئی کسی پر ظلم نہ کرے اللہ قیامت کے دن ظالم سے مظلوم کو بدلہ دلائے گا۔"

ایک روایت میں ہے: آپ ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے دن مظلوم کامیاب لوگوں میں شامل ہونگے۔"

حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ فرماتے ہیں: اللہ اپنی نافرمانی کے ستر گناہ معاف کردے گا۔ مگر

کسی مظلوم کا حق اس وقت تک معاف نہیں کرے گا جب تک مظلوم ظالم کو خود معاف نہ کر دے۔
یا اللہ قیامت کے روز مظلوم کو ظالم سے اس کا حق نہ دلا دے۔

حضرت ابراہیم ابن ادھم کا یہ قول بھی ہے: کسی شخص قرض دار شخص کو اس وقت تک آرام سے بیٹھنا مناسب نہیں جب تک وہ قرض ادا نہ کر دے۔ (کیونکہ کسی کا قرض دبا لینا بھی ظلم ہے)

حضرت فضیل ابن عیاضؒ کہتے ہیں:

(۱) میرے نزدیک قرآن مجید کی ایک آیت کو سمجھ کر پڑھ لینا اور اس پر عمل کرنا پورے قرآن کو بغیر سوچے سمجھے بار بار پڑھتے رہنا اور ختم پر ختم کرتے رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔

(۲) کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کر دینا عمر بھر کی نفلی عبادات سے بہتر ہے۔

(۳) ناجائز طور پر دنیا کمانے سے پرہیز زمین و آسمان کی تمام مخلوق کی نفلی عبادات سے زیادہ اہم ہے۔

(۴) حرام کمائی (رشوت، چوری، غبن، غصب وغیرہ سے حاصل شدہ) کے چند روپے سے پرہیز کر لینا سو حج سے بہتر ہے۔

حضرت ابوبکر وراق فرماتے ہیں:

اللہ کے بندوں پر ناجائز ظلم کرنے والے کے دل سے ایمان نکل جاتا ہے۔

حضرت ابوالقاسمؒ کہتے ہیں: تین چیزیں انسان کے ایمان کو ختم کر دیتی ہیں:

(۱) مسلمان کہلاتے ہوئے خدا کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنا۔

(۲) اسلامی عبادات کی ادائیگی میں غفلت برتنا۔

(۳) کسی مسلمان پر ظلم کرنا۔

حضرت انس ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو تین باتوں کا حکم فرمایا:

(۱) سب سے زیادہ اپنی موت کا خیال رکھو۔

(۲) اللہ کا شکر ادا کرتے رہو شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۳) دعا کرتے رہو پتہ نہیں اللہ کس وقت تمہاری دعا قبول فرمائے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا: ان تین باتوں کا خیال رکھو:

(۱) کیا ہوا عہد نہ توڑو۔ نہ عہد توڑنے میں کسی کی مدد کرو۔

(۲) کسی پر ظلم نہ کرو اگر کوئی تم پر ظلم کرے گا اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

(۳) کسی سے دھوکہ اور فریب نہ کرو۔ اس کا نقصان خود فریب کرنے والے کو ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے روز عرشِ الٰہی کے نیچے ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا اے محمد ﷺ کی امت کے لوگو! اللہ نے اپنے احکام کی تمام نافرمانیاں تمہیں معاف کر دی ہیں، تمہاری آپس کی رنجشیں اور حقوق جو ایک دوسرے کے ذمہ ہیں آپس میں باہم معاف کرا لو اور میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

رحمت وشفقت کا بیان

حیوانات پر رحم اور ترس کھانا

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: ''ایک مسافر کو سخت پیاس محسوس ہوئی راستہ میں ایک کنواں دیکھا وہاں سے اس نے پانی پیا' پانی پی کر فارغ ہو چکا تو دیکھا: ایک پیاسا کتا پیاس کی شدت کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ مسافر کو کتے کے یہ حالت دیکھ کر اس پر ترس آیا اور اپنے پاؤں سے چمڑے کا موزہ اتار کر اس میں پانی بھرا اور کتے کو پلا دیا۔ اللہ نے اس کے اس عمل کو قبول کرلیا اور اس کی مغفرت فرمادی۔''

صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا حیوانات پر رحم کھانے سے ہمیں کوئی اجر وثواب ملتا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس جاندار پر بھی تم رحم کرو اور ترس کھاؤ گے اس کا تمہیں اجر وثواب ملے گا۔''

عام لوگوں پر مہربانی

حضرت حسن ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہی شخص جنت میں داخل ہوگا جس کے دل میں عام مخلوق کے لئے رحم ہوگا۔''

حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے کسی مسلمان بھائی کو کسی معصیت کی پاداش میں کسی مصیبت سے دوچار دیکھو تو اس پر لعنت وملامت کر کے شیطان کو خوش نہ کرو۔ بلکہ یہ دعاء کرو اے اللہ! اس پر رحم کر اور اسے اس مصیبت سے نجات دے۔

حضرت شعبی بیان کرتے ہیں: حضرت نعمان ابن بشیر نے منبر پر بیٹھ کر حمد وثنا کے بعد یہ حدیث بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا:۔

''مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ہمدرد ہوں۔ جس طرح کہ جسم

کے کسی ایک حصہ میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے اور جب تک اس ایک حصے کی تکلیف ختم نہیں ہو جاتی سارا جسم بے چین رہتا ہے۔''

حضرت عمر ؓ کی عام رعایہ پر مہربانی

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں: ایک روز حضرت عمر ؓ حسب معمول لوگوں کے حالات معلوم کرنے باہر نکلے۔ آبادی سے باہر دیکھا کہ ایک قافلہ نے ابھی ابھی آ کر پڑاؤ ڈالا ہے خیال ہوا یہ لوگ تھکے ہارے ہونگے غفلت کی نیند سو گئے تو چور اور ڈاکو ان کا مال واسباب لوٹ کر لیجائیں گے۔ اسی وقت حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف ؓ کو ساتھ لیا اور دونوں حضرات رات بھر قافلہ کی حفاظت کے لئے پہرہ دیتے رہے۔ صبح صادق کے وقت حضرت عمر ؓ نے یہ آواز لگا کر قافلہ والو! اٹھو نماز کا وقت ہو گیا ہے اہل قافلہ کو بیدار کیا اور واپس آئے۔

ہمیں اپنے اسلاف کی پیروی کرنی چاہیے کیونکہ ان کے عمل اور آپس کے تعلقات ہمارے واسطے مشعل راہ ہیں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی تعریف قرآن کریم میں اس طرح کی ہے:۔

اشداء علی الکفار رحماء بینھم. (سورہ الفتح ۲۹)

(یہ اصحاب رسول ﷺ) میدان جہاد میں کافروں کے حق میں بہت سخت۔ (مگر) آپس میں ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔

درج بالا آیت میں مسلمان کی سختی کا ذکر میدان جہاد سے متعلق ہے عام معاشرتی زندگی میں ان کی مہربانیوں سے کوئی محروم نہیں رہتا تھا چنانچہ حضرت عمر کا واقعہ ہے ایک مرتبہ انہوں نے دیکھا ایک بوڑھا ذمی (جو کافر جذیہ دیکر اسلامی ملک میں رہے) بھیک مانگ رہا ہے۔ حضرت عمر ؓ نے سوچا: یہ غریب اپنی تندرستی کے دنوں میں ہمیں جزیہ دیتا رہا ہے۔ آج یہ خود مجبور ہو گیا ہے تو مسلمان حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کی دیکھ بھال کرے چنانچہ بیت المال سے اس کا وظیفہ (ماہانہ رقم) مقرر کردیا۔

مسلمانوں کا احساس ذمہ داری

حضرت علی ؓ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک روز دیکھا کہ حضرت عمر ؓ جنگل میں دوڑے چلے جارہے ہیں میں وجہ دریافت کی تو انہوں نے جواب دیا: المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا ہے اسے پکڑنے جارہا ہوں اور فرمایا: بیت المال کا ایک اونٹ گم ہو گیا تو قیامت کے روز

عمرؓ سے پوچھا جائے گا۔ اور عمرؓ چونکہ خلیفہ کی حیثیت سے اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اس کی گم شدگی کے بارے میں اسی سے پوچھا جائے گا اور مزید فرمایا جو حاکم اپنی رعایا کے حقوق کا خیال نہ رکھے۔ وہ کسی طرح عزت کا حق دار نہیں۔

ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق

حضرت ابوایوبؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کے چھ حق ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا چھوڑ دینا ایک واجب حق کا چھوڑنا ہے۔

(۱) ایک مسلمان (فرد یا قوم) دوسرے مسلمان (مسلمانو) کو مدد کے لیے پکارے تو اس کی مدد کی جائے۔

(۲) ایک مسلمان بھائی بیمار ہو تو اس کی عیادت (بیمار پرسی) کی جائے۔

(۳) ایک مسلمان بھائی فوت ہو جائے تو دوسرے مسلمان بھائی اس کے جنازے میں شرکت کریں۔

(۴) ایک مسلمان راستہ میں ملے تو اسے سلام کیا جائے۔

(۵) ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان سے کوئی مشورہ طلب کرے تو اسے اچھا مشورہ دیا جائے۔

(۶) ایک مسلمان کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہہ دے تو پھر یرحمکم اللہ (اللہ تجھ پر رحم کرے) کہا جائے۔

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی نے گلہ بانی (جنگل میں جانور چرانا) کی ہے صحابہؓ نے عرض کیا کیا آپ ﷺ نے بھی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں:

اللہ نے یہ امتحان لینے کے لئے کہ ان کے دل میں حیوانات (و دیگر جاندار) کے لئے کتنا رحم ہے ہر نبی سے گلہ بانی کرائی ہے۔ (چنانچہ نبی کریم ﷺ نے بھی ابتدائے عمر میں بکریاں چرائی تھیں۔)

جن کے دل میں حیوانات وغیرہ کے لئے رحم ہوتا انہیں نبی بنا دیا جاتا تھا۔

ایک روایت میں ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پوچھا: پروردگار تو نے میری نبوت کا فیصلہ کیوں فرمایا؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس لئے کہ تیرے دل میں عام مخلوق کے لئے رحم تھا۔

جب تو حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرایا کرتا تھا تیری ایک بکری ریوڑ سے الگ ہو کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اسے پکڑ کر واپس لانے میں تجھے بڑی پریشانی ہوئی تھی۔ لیکن جب تو نے بکری کو پکڑا تو اسے گود میں اٹھا کر کہا: "اے مسکین صورت (بکری) تو نے مجھے تھکایا اور خود بھی تھک گئی۔" تیری عام مخلوق کے ساتھ تیری یہی شفقت و محبت دیکھ کر تجھے نبی بنایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے کسی مسلمان (کے عیوب) کی پردہ پوشی کی اللہ قیامت کے روز اس کے عیبوں پر پردہ ڈال دے گا۔ جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی کی کوئی تکلیف دور کی اللہ قیامت کے روز اس کی مصیبتیں دور کر دے گا۔ اللہ اس وقت تک بندہ کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے تم اہل زمین پر رحم کرو۔ آسمان والا اللہ تم پر رحم کرے گا۔

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔"

حضرت قتادہؓ کہتے ہیں ہمیں بتایا گیا ہے: انجیل میں لکھا ہے:

اے ابن آدم (انسان!) جتنا تو رحم کرے گا اتنا ہی تجھ پر رحم کیا جائے گا۔ اگر تو خود رحم نہیں کرتا۔ تجھے رحم کی امید بھی نہیں رکھنی چاہیے۔ مشہور ہے حضرت ابو درداء پرندے پکڑ لینے والے بچوں سے پرندہ خرید کر یہ کہتے ہوئے ہوا میں چھوڑ دیتے جا عیش کر۔

حضرت ابو عبداللہ شامی بیان کرتے ہیں: میں حضرت طاؤسؒ سے ملاقات کے لئے گیا اور ان کے دروازے پر پہنچ کر اطلاع کرائی۔ اندر سے ایک عمر رسیدہ بزرگ باہر آئے میں نے عرض کیا۔ حضرت طاؤس سے ملنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: میں ہی طاؤس ہوں میں نے عرض کیا: اگر آپ ہی طاؤس ہیں آپ تو بہت بوڑھے ہو چکے ہیں میرے سوالات کا کیا جواب دینگے؟

انہوں نے فرمایا: عالم کبھی بوڑھا نہیں ہوتا۔ تم کہو تو توریت انجیل اور قرآن تینوں کا اصل تین جملوں میں بیان کر دوں؟

میں نے عرض کیا: مجھے خوشی ہوگی بیان فرمائیں۔

حضرت طاؤس نے فرمایا:

(۱) اپنے دل میں اللہ کا اتنا خوف پیدا کر کہ کسی دوسرے سے خوف کھانے کی اس میں گنجائش نہ رہے۔

(۲) تیرے دل میں اللہ سے رحم کی امید اس کے خوف بھی زیادہ ہو۔

(۳) اپنے لئے جو پسند کرتے ہو وہی دوسروں کی لئے بھی پسند کرو۔

حضرت عمار ابن یاسر ؓ کہتے ہیں: تین باتیں جس نے اپنے اندر پیدا کرلیں اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

(۱) مفلسی میں (جتنا کچھ ملے اس میں سے بھی) راہ خدا میں خرچ کردینا۔

(۲) اپنی طرف سے اپنی ذات سے انصاف کرنا۔

(۳) ہر مسلمان کو سلام کرنا (یا عام مخلوق کو اپنی طرف سے سلامتی وامن کی ضمانت دیدینا یعنی کسی کو تکلیف نہ پہنچانا)

حضرت عمر ابن عبد العزیز فرماتے ہیں تین باتیں اللہ کو بہت پسند ہیں:۔

(۱) ظالم سے بدلہ لینے کی طاقت کے باوجود اسے معاف کردینا۔

(۲) کوشش میں میانہ روی اختیار کرنا۔

(۳) اللہ کے بندوں سے رحم کا برتاؤ کرنا۔ جو اللہ کے بندوں رحم کرتا ہے۔ اللہ اس پر مہربان ہوتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ فرمایا: تجھے چار چیزیں دی جاری ہیں جن میں تیری اور تیری اولاد کی بھلائی ہے ان میں سے ایک کا تعلق میری ذات سے ہے اور دوسری کا تعلق تیری ذات سے ہے تیسری وہ جس کا تعلق تجھ سے اور مجھ سے مشترک ہے۔ چوتھی وہ جس کا تعلق تجھ سے اور عام مخلوق سے ہے۔

(۱) وہ جس کا تعلق صرف میری ذات سے ہے: میری ہی عبادت کر کسی کو میرے ساتھ شریک نہ کر۔

(۲) وہ جس کا تعلق تیری اپنی ذات سے ہے: عمل کر میں تجھے اس وقت اس کی جزا دونگا جب تجھے اس کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی (یعنی قیامت کے روز)

(۳) وہ جو مجھ میں اور تجھ میں مشترک ہے: تو دعا کر میں اسے قبول کرونگا۔

(۴) وہ جس کا تعلق تجھ سے اور عام لوگوں سے ہے۔ ان سے اسی طرح پیش آؤ جس طرح تم ان سے اپنے ساتھ پیش آنے کی امید رکھتے ہو۔

اللہ سے خوف کھانے کا بیان

حضرت سعید ابن مسیب ؒ روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت عمر ؓ ابی ابن کعب ؓ اور ابو ہریرہ ؓ تینوں حضرات نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: سب سے بڑا عالم کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”عقلمند“

پھر ان حضرات نے پوچھا سب سے بڑا عابد کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”عقلمند“

تیسری بار پھر ان حضرات نے پوچھا: سب سے زیادہ افضل (قابل عزت) کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ”عقلمند“

ان حضرات نے عرض کیا ہم تو عقلمند کہتے ہیں جو با اخلاق ہو موقع ومحل کے مطابق اچھی طرح تقریر کرسکتا ہو ہاتھ کا سخی ہو باعزت ہو۔

اس پر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی

و ان کل ذالک لما متاع الحیوۃ الدنیاء و العاقبۃ عند ربک اللمتقین

(سورہ زخرف ۳۵)

”یہ تمام باتیں صرف دنیاوی اسباب (و دولت) کی حد تک ہیں۔ اور آخرت (کی بھلائی وکامیابی) جو تیرے رب کے پاس ہے متقی اور پرہیزگار لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ”حقیقت میں عقلمند آدمی وہ ہے جو تقویٰ (پرہیزگاری اور خوف خدا) کی زندگی گزارتا ہے خواہ ظاہری دنیا کے اعتبار سے وہ غریب ومفلس ہی کیوں نہ ہو۔“

حضرت مالک ابن دینارؒ کہتے ہیں: جب کوئی شخص خوف رجاء دونوں کیفیتوں کو اپنے دل میں محسوس کرنے لگے تو سمجھ لے وہ ایمان کامل تک پہنچ گیا۔ رجا کے معنی ہیں: اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ۔ اور خوف کا مطلب ہے: ان چیزوں سے باز رہنا جن سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے روکا ہے۔

رجا کی علامت (نشانی) یہ ہے کہ انسان وہ کام کرنے لگے جن کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ

نے حکم فرمایا ہے اور خوف کی علامت (نشانی) یہ ہے کہ انسان ایسی باتوں سے دور رہے جن سے اللہ اور اس کے رسول نے دور رہنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت جابر روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن دوہرے خوف میں گھرا ہوا ہے ایک گزری زندگی کے اعمال کا خوف کہ نہ معلوم اللہ ان کے بارے کیا فیصلہ کرے دوسرا آئندہ زندگی کا خوف کہ نہ معلوم اس کے متعلق میرے اللہ کا کیا فیصلہ ہے۔ (کہ اس میں مجھ سے نیک اعمال کرائے گا یا خدانخواستہ کسی غلط راستہ پر چل نکلوں گا) پس بندے کو چاہیے وہ اپنی آئندہ زندگی کے لئے نیک اعمال کا سرمایہ جمع کرتا ہے اس دنیا کو آخرت کی کمائی کا ذریعہ بنالے۔ اس زندگی کو موت کے لئے تیاری میں صرف کردے۔"

حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ فرماتا ہے: "مجھے اپنے عزت وشان کی قسم! میں اپنے بندے پر دو خوف نہیں ڈالوں گا نہ دوہرا امن اسے دوں گا۔

اگر ایک شخص دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہا میں قیامت کے دن اسے امن دے دوں گا۔ اور جو دنیا میں میری گرفت سے بے پرواہ رہا اسے قیامت کے روز خوف میں مبتلا کردوں گا۔"

حضرت عدی ابن ارطاۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ساتویں آسمان پر فرشتے اپنی پیدائش کے وقت سے ہی سجدے میں پڑے ہیں خوف خدا سے ان کے بازو کانپ رہے ہیں۔ وہ قیامت کے روز سجدہ سے سر اٹھائیں گے تو کہیں گے: اے اللہ تیری ہستی ہر عیب سے پاک ہے ہم تیری شان کے مطابق عبادت نہ کرسکے۔"

حضرت ابو میسرہ رضی اللہ عنہ رات کو سونے کے لئے بستر پر لیٹتے ہوئے کہتے: کاش میری ماں مجھے جنم ہی نہ دیتی! ایک روز ان کی بیوی نے کہا: ایسی باتیں کیوں کرتے ہو اللہ نے تمہیں سب کچھ دیا ہوا ہے تمہیں اسلام کی دولت سے نوازا ہے۔ ابو میسرہ نے جواب دیا: ٹھیک لیکن اللہ نے قرآن میں یہ بھی تو فرمادیا ہے۔ "تم سب کو جہنم تک پہنچنا ہے" لیکن یہ نہیں فرمایا وہاں سے واپس بھی آنا ہے۔

حضرت فضیل ابن عیاضؒ کہتے ہیں: میرے لئے نہ فرشتوں کی زندگی قابل رشک ہے، نہ انبیاء ومرسلین کی کیونکہ اللہ نے ان پر بھی عتاب فرمایا ہے۔

مجھے صرف ان پر رشک آتا ہے جو پیدا ہی نہیں ہوئے کہ وہ ہر طرح کے خوف سے آزاد ہیں۔

ایک فلسفی کہتے ہیں: غم ہو تو کھانا نہیں کھایا جاتا۔ خوف خدا ہو تو انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے بخشش کی امید عبادت کا شوق پیدا کرتی ہے اور موت کی یاد فضول باتوں میں نہیں پڑنے دیتی۔

حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مومن کا دل جب خوف خدا سے کانپنے لگے اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔"

ایک روایت میں ہے: کسی شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اے اللہ کے رسول آپ ﷺ کی آل کون لوگ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت تک جتنے مومن ومتقی لوگ دنیا میں ہوں گے وہ سب میری آل ہیں تم میں سے کسی کو کوئی فضیلت ہے تو صرف تقوی اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔

حضرت حسن روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں انسان کو ہلاک کردیتی ہیں:

(۱) انسان کا بخل جو دوسروں کے لئے دلیل بن جائے۔

(۲) خواہشات نفس کی پیروی۔

(۳) انسان کا اپنی ذات پر غرور وگھمنڈ۔

اور یہ تین چیزیں انسان کو ہلاکت (آخرت کے عذاب) سے بچالیتی ہیں:

(۱) عام حالت ہو یا غصہ کی کیفیت ہو انصاف کو ہر حال میں مدنظر رکھنا (کسی کے ساتھ ناانصافی نہ کرنا)

(۲) تنگ دستی وخوش حالی ہر حالت میں میانہ روی سے زندگی بسر کرنا۔

(۳) ہر حالت میں (خواہ عام لوگوں کا سامنا ہو یا تنہائی) اللہ سے ڈرتے رہنا۔

خوف خدا کی علامات

جس انسان میں خدا کا خوف پیدا ہو جاتا ہے وہ سب سے پہلے:-

(۱) جھوٹ بولنا چھوڑ دیتا ہے کسی کی غیبت نہیں کرتا اور ہر طرح کی فضول باتوں سے پرہیز کرتا ہے۔ تلاوت قرآن کرتا ہے اور علم دین کی باتوں پر غور وفکر کو اپنا مشغلہ بنالیتا ہے۔

(۲) حرام سے بچتا حلال روزی کھاتا ہے ضرورت سے زیادہ نہیں کھاتا۔

(۳) اپنی نظر کی حفاظت کرتا ہے غیر محرم عورتوں کی طرف نہیں دیکھتا: اس کی نظر ہمیشہ عبرت کی نظر ہوتی ہے یعنی جس طرف دیکھتا ہے اس سے کچھ نہ کچھ سبق ضرور حاصل کرتا ہے۔

(۴) اپنا ہاتھ کسی حرام چیز کی طرف نہیں بڑھاتا چوری نہیں کرتا۔ کسی کا مال غصب نہیں کرتا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

(۵) کسی ایسے راستہ پر نہیں جاتا جدھر کوئی تہمت لگنے کا خدشہ ہو یا حرام کاری کا راستہ ہو اور اس سے اللہ نے منع فرمایا ہو۔

(۶) اپنے دل میں کسی کے لئے کینہ، حسد اور عداوت (دشمنی) پیدا نہیں ہونے دیتا۔

(۷) اسے ہمیشہ یہ خوف لگا رہتا ہے کہ اس کی عبادت کو اللہ قبول کرے گا یا نہیں اس لئے وہ جو عمل کرتا ہے وہ صرف اللہ کی رضا کے لئے ہوتا ہے اور ہر طرح کی ریا (دکھاوے) اور منافقت سے پاک ہوتا ہے ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

والاخرة عند ربک للمتقین (سورہ زخرف ۳۵)

"تیرے رب کے نزدیک آخرت کی بھلائی (کامیابی) متقی لوگوں کے لئے ہے۔"

انّ اللمتقین مفازاً (النباء: ۳۱)

"بے شک متقی لوگ ہی کامیاب ہونگے۔"

ان المتقین فی مقام امین (سورہ دخان ۵۱)

"بے شک متقی (پرہیزگار) لوگ پرامن ٹھکانہ (جنت) میں ہونگے۔

اسی طرح قرآن کریم میں متعدد مقامات پر متقی اور پرہیزگار لوگوں کی تعریف کی ہے۔

اور فرمایا:

"وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا ○ ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیاً" (سورہ مرہ ۷۱)

"تم میں سے ہر شخص جہنم کے قریب پہنچے گا یہ تیرے رب کا اٹل فیصلہ ہے پھر ہم متقی لوگوں کو بچالیں گے اور مجرموں کو اس میں گھٹنوں کے بل (دھکیل کر) چھوڑ دینگے۔

حضرت کعب احبارؓ کہتے ہیں: "ان منکم الا واردھا" کا مطلب یہ ہے جہنم کو تمام مخلوق کے سامنے لایا جائے گا جس کی بدبو سے تمام مخلوق کا دم گھٹنے لگے گا اس وقت ایک غیبی

آواز گونجے گی اے جہنم! اپنے آدمیوں کو ان میں سے چن لے اور میرے دوستوں کو چھوڑ دے چنانچہ جہنم جہنمیوں کو چھانٹ لے گی وہ جہنمیوں کو ان کے ماں باپ سے بھی زیادہ اچھی طرح پہچانتی ہے اور اہل ایمان اس میں اتنی ہی دیر رہیں گے جتنی دیر کپڑے کو پانی میں تر کرنے میں لگتی ہے۔

حضرت عمران حصینؓ روایت کرتے ہیں: ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے کہ آپ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی

"یایھا الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شئی عظیم" (سورہ حج ۱)

"لوگو! ڈرو اپنے رب سے بے شک قیامت کی گھڑی کا زلزلہ (ایک بہت) بڑی دہشتناک چیز ہے۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی آپ نے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: جانتے ہو یہ کون سا دن ہے۔"

ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں:۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ دن ہوگا جس دن اللہ حضرت آدمؑ کو حکم دے گا" جاؤ اپنی اولاد (انسانوں) میں سے جنت اور دوزخ کا حصہ الگ الگ کردو۔"

جنت اور دوزخ کا حصہ

حضرت آدم پوچھیں گے: پروردگارا جنت کا کتنا حصہ ہے اور جہنم کا کتنا ہے۔

اللہ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نوسوننانوے (۹۹۹) جہنم کا حصہ ہیں اور ہزار میں سے ایک جنت کا حصہ ہے۔"

یہ سن کر صحابہ کرام رونے لگے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مجھے امید ہے اہل جنت میں ایک تہائی تم لوگ ہوگے (یعنی محمد ﷺ کی امت) صحابہ کرام نے زور سے "اللہ اکبر" کہا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "ہر نبی سے پہلے جاہلیت (خدانا شناسی) کا دور گزرا ہے جہنم کی یہ تعداد جاہلیت کے زمانہ کے لوگوں سے پوری کی جائے گی۔ ان سے پوری نہ ہوئی تو منافق لوگوں سے پوری کی جائے گی۔" صحابہؓ نے پھر زور سے "اللہ اکبر" کہا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: "تم انسانوں کے ساتھ دو مخلوقیں اور بھی ہیں جدھر وہ ہوں گی

ان کی تعداد زیادہ ہوگی ایک یاجوج ماجوج دوسرے وہ جن وانسان جو کفر کی حالت میں مر گئے"۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: تمہیں آپ ﷺ کا یہ ارشاد دھوکے میں نہ رکھے" (جو اس دنیا میں) جس سے اپنا تعلق (محبت ظاہر کرے گا) قیامت کے دن وہ اس کے ساتھ ہوگا۔"

نبی سے زبانی تعلق کافی نہیں ان کے احکام پر عمل کرنا بھی ضروری ہے

اس تعلق میں یہ بھی شرط ہے کہ جس سے تعلق کا اظہار کیا جائے اس کے احکام کی اطاعت بھی کی جائے ورنہ زبانی طور پر تو بدعتی بھی آپ ﷺ سے تعلق ومحبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر ان نبیوں کے احکام کی پیروی نہیں کرتے۔

تو پھر کیسے ان کے ساتھ ہونگے؟

ایک روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس کے دو دن (آج اور کل) برابر (بے عملی میں) گزرے وہ لٹ گیا جس کا آئندہ کل آج سے برا ہوا اس پر لعنت جس کے اعمال (حسنہ) میں اضافہ نہ ہو وہ نقصان میں ہے اور جو (مسلسل) نقصان میں رہتا ہو اس کے لئے مرجانا بہتر ہے"۔

حضرت کعب احبار ؓ کہتے ہیں: اللہ نے زمرد (قیمتی پتھر) اور موتیوں سے بڑے بڑے محلات بنا رکھے ہیں ہر محل میں ستر ہزار منزلیں (پورشنز) ہیں یہ منزل (پورشن) میں ستر ہزار کمرے ہیں ان میں انبیاء، صدیقین شہداء، انصاف پسند حکمران اعتقاد (ایمان) والے لوگوں کو رکھا جائے گا۔

پختہ یقین واعتقاد

ایک شخص نے ان (کعب احبارؒ) سے پوچھا: پختہ عقیدہ والے سے آپ کی مراد کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ شخص جس کو (زبردستی) لوگ کوئی حرام چیز کھلانا چاہیں مگر وہ اللہ کے خوف سے اسے کھانے سے انکار کردے۔

منافقت کا خوف

حضور ﷺ کا صحابہ کرام ؓ میں حنظلہ ؓ ایک صحابی تھے وہ روایت کرتے ہیں ہم حضور ﷺ کی محفل میں ہوتے آپ ﷺ ہمیں وعظ ونصیحت فرماتے جنہیں سن کر ہمارے دل کانپنے لگتے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے اور ہمارے دل کا اعتماد واعتقاد پختہ ہو جاتا۔ ایک روز اسی طرح میں آپ ﷺ کی محفل میں لے کر آیا تھا وہ ختم ہوتا نظر آیا مجھے خوف ہوا کہیں میرے دل میں

نفاق نہ پیدا ہو گیا ہو میں گھر سے زور زور سے یہ کہتا ہوا نکلا "حنظلہ منافق ہوگیا"

سامنے سے ابوبکرؓ آتے دکھائی دیئے انہوں نے پکار کر کہا:

تم منافق نہیں ہو سکتے میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے دل کی کیفیت بیان کی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ کا وعظ سن کر ہمارے دل کانپنے لگتے ہیں آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں مگر گھر جا کر اور دنیا کے کاموں میں مصروف ہو کر ہماری کیفیت بدل جاتی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ہمیشہ اس حالت میں رہو جیسے میرے سامنے ہوتے ہو (تم فرشتوں سے بڑھ جاؤ) فرشتے تم راہ چلتے گھر میں حتیٰ کہ رات کو سوتے وقت تمہارے بستروں پر آکر تم سے مصافحہ کریں اور تم سے ملاقات کرنے آیا کریں۔ مگر حنظلہ! (یاد رکھو) ہر گھڑی دل کی ایک حالت نہیں رہتی۔ گھڑی گھڑی کی بات ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت:

"والذین یؤتون ما اٰتوا وقلوبهم وجلة" (سورہ مومنون-۶۰)

"اور وہ جو کہ (صدقہ وخیرات) دیتے وقت ان کے دل کانپ رہے ہوتے ہیں۔"

کے متعلق دریافت کیا۔ کیا یہ گناہ گار لوگوں کے بارے میں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں! یہ ان نیک عمل لوگوں کے بارے میں ہے جنہیں اپنی نیکی اور عبادت کے متعلق یہ خدشہ (خوف) ہوتا ہے کہ یہ قبول ہوگا یا نہیں۔

گناہ کے نتیجہ سے خوف زدہ ہونا تو ایک فطری امر ہے۔

خدا کے نیک بندے تو اپنی عبادت سے بھی خوف زدہ رہتے ہیں: وہ سوچتے ہیں: اللہ نے فرمایا ہے:

(۱) انما یتقبل اللہ من المتقین (سورہ مائدہ ۲۷)

"یعنی اللہ پرہیزگاروں (متقی لوگوں) کے نیک عمل قبول کرتا ہے۔"

پتہ نہیں اس نے ہمیں کن لوگوں میں شمار کیا ہوا ہے۔

۲۔ دوسرا خوف یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اس عمل میں خدانخواستہ ریاکاری (دکھاوا) نہ پیدا ہوگئی ہو۔ اور اس کے ہاں ریاکاری سے پاک عمل قبول کیا جاتا ہے۔

"وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین" (سورہ بینہ: ۵)

"(اللہ کی طرف سے) انہیں یہ حکم دیا گیا ہے وہ صاف نیت سے صرف اللہ کی عبادت کریں۔"

۳۔ تیسرڈر (خوف) انہیں یہ ہوتا ہے:

"من جاء بالحسنة فله عشر امثالها."

"جو (قیامت کے روز) نیک عمل لے کر آئے گا۔ اس کے واسطے دس گنا اجر و ثواب ہے۔"

آیت میں نیک عمل کو قیامت کے روز لانے کی شرط ہے۔ یعنی عمل میں جو اخلاص ہے اس پر آخر وقت تک قائم بھی رہنا ہے۔

۴۔ چوتھا خوف توفیق الٰہی میسر آنے کا ہوتا ہے جیسا کے قرآن میں ارشاد ہوا ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب (سورہ ہود۔ ۸۸)

"مجھے یہ جو نیک عمل کرنے کی توفیق نصیب ہوئی ہے یہ میرے اللہ کی عنایت ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے۔ اور اسی سے (اپنی) مغفرت کا خواستگار ہوں۔"

اللہ کا ذکر

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کیا میں تمہیں وہ عمل نہ بتادوں جو تمہارے مالک (اللہ) کو پسند ہے۔ تمہارے درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے۔ اور تمہارے لئے سونے چاندی (بڑی سے بڑی رقم) خرچ کرنے حتیٰ کہ میدان جہاد میں دشمن کے مقابلہ میں ان کی گردنیں اڑاتے رہو اور وہ تمہیں شہید کرتے رہیں سے بھی زیادہ فائدہ مند ہے۔ وہ عمل ہے اللہ کا ذکر۔

حضرت ابو جعفر روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین عمل بہت اہم ہیں اور مشکل بھی۔

۱۔ انسان کا اپنی ذات سے انصاف کرنا

۲۔ اپنے بھائی کی مالی امداد

۳۔ اور اللہ کا ذکر

حضرت معاذ بن جبل کہتے ہیں: انسان کی عذاب الٰہی سے نجات کے لیے "اللہ کے ذکر" سے زیادہ بہتر کوئی عمل نہیں۔ لوگوں نے پوچھا! کیا یہ جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ اہم ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اللہ نے خود فرمایا ہے۔

"ولذکر اللہ اکبر" (سورہ عنکبوت۔ ۴۵)

"اور البتہ اللہ کا ذکر بہت اہم (درجہ رکھتا) ہے۔"

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے کسی نے پوچھا "حضور! سب سے بہتر عمل کونسا ہے؟"

آپ ﷺ نے فرمایا: (سب سے بہتر یہ ہے) "تجھے موت اس حال میں آئے کہ تیری زبان اللہ کے ذکر میں مصروف ہو۔"

حضرت مالک بن دینار کہتے ہیں جو شخص خالق کے ذکر کو چھوڑ کر مخلوق کے ذکر میں لگا رہا اس نے کوئی عمل نہیں کیا۔ اس کا دل خدا کی یاد سے غافل رہا۔ اس کی عمر برباد ہوگئی۔

حضرت انس رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''اللہ کا ذکر ایمان کی علامت (نشانی) ہے۔ اللہ کا ذکر کرنے والا نفاق سے بچا رہتا ہے۔ اور شیطان اسے قابو نہیں کرسکتا، اور دوزخ کی آگ سے نجات پا جاتا ہے۔''

حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کو بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجا۔ یہ حکم دیا: انہیں پانچ باتیں بتاؤ اور مثال دے کر سمجھاؤ چنانچہ انہوں نے اس طرح احکام بتائے اور مثالیں دے کر سمجھائے۔

۱۔ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو:

مثال: ایک شخص نے اپنی حلال کی کمائی کے مال سے ایک غلام خریدا۔ اس کی شادی کی، رہنے کے لیے مکان دیا اور مال دے کر اس سے کہا: اس سے تجارت کر جو نفع ہو اس سے اپنا گھر کا خرچہ چلا۔ کچھ باقی بچے تو مجھے دے دیا کر۔ لیکن غلام معاہدہ کی خلاف ورزی کرتا اور نفع کا زیادہ تر حصہ خود خرچ کرتا اور مالک کے دشمن کو دیتا۔ اس طرح سے اصل مالک کو بہت ہی معمولی رقم (حصہ) دیتا۔ اب بتاؤ ایسے غلام سے مالک کیسے خوش ہو سکتا ہے؟ (اسی طرح اللہ بھی اپنے حکم کی نافرمانی کرنے والے بندے سے ناخوش رہتا ہے)

۲۔ نماز کا حکم دیا اور اس طرح مثال دے کر سمجھایا:

مثال: نماز کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شہنشاہ نے کسی محتاج کو اپنے دربار میں طلب کرکے اس کی حاجت روائی کرنا چاہی ہو اور پوری توجہ سے اس کی بات سننے کے لیے متوجہ ہوا۔ لیکن بندہ اپنا مسئلہ پوری طرح اس کے سامنے پیش کرنے کے بجائے بے پروائی سے ادھر ادھر دیکھنے لگتا ہے۔ شہنشاہ اس غریب شخص کی طرف سے یہ بے توجہی دیکھ کر اس سے منہ پھیر لیتا ہے، اور یہ محتاج شخص دربار میں پہنچ کر بھی ناکام و نامراد واپس آتا ہے۔ یہی حال بے توجہی سے پڑھی جانے والی نماز کا ہے۔ اللہ ایسی نماز کو قبول نہیں کرتا۔ نہ اس پر کوئی ثواب دیتا ہے۔ بلکہ بے توجہی سے پڑھی جانے والی نماز الٹی نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

۳۔ روزہ کا حکم دیا اور یہ مثال دی:

مثال: ''روزہ دار کی مثال اس بہادر کی سی ہے، جو میدان میں جنگ میں سرخرو رہنے کے لیے

جنگی لباس پہن کر اور جنت کے پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان میں اترتا ہے۔ وہ دشمن کو زیر کرتا چلا جاتا ہے اس پر دشمن کے کسی ہتھیار کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔

۴۔ صدقہ کا حکم دیا اور اس طرح مثال دے کر سمجھایا:

صدقہ کی مثال ایسی ہے جیسے کسی آدمی کو دشمن نے قید کر لیا ہو۔ وہ اس سے معاہدہ کر لیتا ہے۔ تجھے اتنی رقم دیتا ہوں گا۔ اس طرح سے مسلمان صدقہ و خیرات کر کے خود کو جہنم کی قید سے آزاد کرا لیتا ہے۔

۵۔ اللہ کا ذکر کرتے رہیں:

اس کو مثال کے ذریعے اس طرح سمجھایا کہ ایک قوم پر دشمن نے حملہ کیا۔ مگر ان لوگوں نے فوراً اپنے قلعہ میں داخل ہو کر اندر سے قلعہ کے دروازے کو بند کر لیا اور دشمن کے حملہ کی زد سے بچ گئے۔ اللہ کا ذکر بھی شیطان جیسے اس پر قابو نہیں پا سکتا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں بھی ان پانچوں باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جن کا حکم اللہ نے حضرت یحییٰ کو دیا تھا۔ ساتھ ہی مزید باتوں کا حکم دیتا ہوں۔

۱۔ جماعت کے ساتھ مل کر رہو۔
۲۔ اپنے امیر کی بات سنو اور اس کے حکم کی اطاعت کرو۔
۳۔ اللہ کے احکام پر عمل کرنے کے لیے ہجرت ضروری ہو تو ہجرت کرو۔
۴۔ (اور کفر و الحاد کے خلاف) جہاد میں مصروف رہو۔
۵۔ جس نے دور جاہلیت کے (طریقہ کے) مطابق لوگوں کو اپنے گرد جمع کرنے کی کوشش کی وہ جہنم کے گہرے گڑھے کا ایندھن ہے۔''

حضرت عبداللہ ابن عمر روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''الحمد للہ'' کہنے والے کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ ''اللہ اکبر'' سے زمین و آسمان کا خلا پر ہو جاتا ہے، اور ''سبحان اللہ'' کہنے والے کے لیے کتنا ثواب ہے اس کا اندازہ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اللہ فرماتا ہے: ''بندہ مجھے خاموشی سے دل میں یاد کرتا ہے۔ میں بھی خاموشی سے اسے دل میں اسے یاد کرتا ہوں۔ وہ مجھے لوگوں میں بیٹھ کر یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے بہتر لوگوں (فرشتوں) کی جماعت میں یاد کرتا ہوں۔ اور آپ ﷺ نے (مزید) فرمایا۔ جو شخص

رات کو بستر پر لیٹتے وقت اللہ کا ذکر کرتا ہے اور اسی حال میں اسے نیند آ جاتی ہے۔ جب تک کہ وہ بیدار ہو، وہ اللہ کا ذکر کرنے والوں میں لکھا جاتا ہے۔"

اللہ کی طرف سے ذکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جب ذکر کرتا ہے اللہ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

حضرت فضیل ابن عباس ؓ کہتے ہیں: پانچ باتوں پر خاص دھیان رکھو۔

۱۔ جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچے کہو: اللہ نے میری تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ اس طرح تم لوگوں کی لعنت ملامت سے بچ جاؤ گے۔

۲۔ اپنی زبان کو فضول (غیبت، چغلخوری وغیرہ) باتوں سے بچائے رکھو۔ اس طرح سے لوگ تمہارے شر سے بچ جائیں گے۔ اور تم اللہ کی ناراضگی سے محفوظ رہو گے۔

۳۔ اللہ نے رزق کے سلسلہ میں جو وعدہ کیا ہے۔ اسے صحیح اور سچا مانو۔ تم پکے مومن ہو جاؤ گے۔

۴۔ موت (کے سفر) کی تیاری میں لگے رہو۔ ایسی حالت میں موت نہ آئے کہ تم اللہ کی یاد سے غافل ہو۔

۵۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ تم برائیوں سے بچے رہو گے۔

حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ نے ایک شخص کو فضول باتوں میں مشغول دیکھ کر اس سے پوچھا! کیا تجھے ان باتوں کے کرنے سے اللہ سے کسی ثواب کی امید ہے؟

اس شخص نے جواب دیا۔ نہیں

ابراہیم ابن ادہمؒ نے اس سے پوچھا! کیا تجھے اللہ کی طرف سے بے خوفی کا پروانہ مل گیا ہے؟

اس شخص نے کہا: نہیں

حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ نے اس سے فرمایا: پھر ایسی باتوں سے کیا فائدہ جن سے نہ کوئی ثواب کی امید ہو اور نہ وہ اللہ کی ناراضگی سے بچا سکیں۔ بندۂ خدا تو اللہ کا ذکر کرتا رہا کر کہ آخرت میں تیرے کام آئے گا۔

اللہ کے ذکر کی برکت

حضرت کعب احبار ؓ کہتے ہیں: تمام آسمانی کتابوں میں اس مضمون کی عبارت ملتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس شخص کو میرے ذکر میں مصروفیت کی وجہ سے مجھ سے کچھ مانگنے کی فرصت نہیں ملتی۔ میں اسے مانگنے والوں کے مقابلے میں بہت زیادہ دیتا ہوں۔"

اللہ کے ذکر کی روشنی

حضرت فضیل ابن عیاض ؓ کہتے ہیں: جس گھر میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ گھر فرشتوں کو اس طرح روشن اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے جیسے کسی تاریک گھر میں کہیں شمع روشن ہو۔ اور اہل خانہ اس کی روشنی میں اپنی ہر ضرورت آسانی سے پوری کر لیتے ہوں اور جس گھر میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ گھر ایک ایسا اندھیرا گھر ہے۔ جس کے رہنے والوں کو کچھ نظر نہیں آتا اور اندھیرے میں بھٹکتے رہتے ہیں۔

حضرت ابو القاسم عبد الرحمٰن محمد ابن واسع لکھتے ہیں: ایک میں بار مکہ مکرمہ گیا وہاں حضرت سالم ابن عبد اللہ ابن عمر ؓ کے واسطے سے یہ حدیث بیان کی: حضرت عمر ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! جو شخص بازار میں پہنچ ور یہ دعا پڑھ لے، اللہ اس کے لیے ایک لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے۔ اس کے ایک لاکھ صغیرہ گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے درجات میں ایک لاکھ درجوں کا اضافہ کر دیتا ہے۔ دعا یہ ہے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک و لہ الحمد یحی و یمیت و ھو حی لا یموت بیدہ الخیر و ھو علی کل شیء قدیر

راوی ابو القاسم کہتے ہیں: میں نے خراسان پہنچ کر قتیبہ ؓ کو یہ حدیث سنائی وہ روزانہ بازار جاتے اور یہ دعا پڑھ کر واپس آ جاتے۔ مقصد صرف دعا کا ثواب حاصل کرنا ہوتا تھا۔

اللہ کا ذکر تمام عبادتوں میں بڑا درجہ رکھتا ہے۔ ہر عبادت کے واسطے کوئی خاص وقت مقرر ہے اور ان کی مقدار بھی معین ہے۔ مگر ذکر اللہ کے لیے نہ کسی مقدار کا تعین ہے۔ نہ کسی وقت کی قید ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یاایھاالذین امنو اذکرو اللہ ذکراً کثیراً (سورہ احزاب ۴۱)

اے اہل ایمان (مسلمانو!) اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔

یعنی ہر حال میں اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ انسان ہر حال میں ان چار حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں ہوتا ہے۔

۱۔ اس کی زندگی اطاعت و فرمانبرداری میں گزرتی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔

۲۔ گناہ میں مبتلا ہو تو اللہ سے توبہ کرے اور اپنے لئے دعاء مغفرت کرے۔

۳۔ خوش حالی میں خوش حال ہے تو اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر کرے۔ شکر سے نعمتوں میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔

۴۔ اور تنگدستی ہے تو صبر کرے اور ان حالات کی تبدیلی کے لیے اللہ سے دعا کرے۔ اس طرح اللہ کا ذکر ہر چیز اور عمل پر حاوی ہے۔

اس کے علاوہ ذکر کے پانچ بڑے فائدے یہ ہیں۔

۱۔ "ذکر اللہ" سے اللہ کی رضا (خوشنودی) حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ "ذکر اللہ" سے عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

۳۔ "ذکر اللہ" کے ذریعہ شیطان کے شر سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔

۴۔ "ذکر اللہ" سے دل میں نرمی اور گداز پیدا ہو جاتا ہے۔

۵۔ "ذکر اللہ" میں مشغول رہنے والا شخص گناہوں سے بچا رہتا ہے۔

دعا کا بیان

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں: جس کو یہ پانچ چیزیں حاصل ہو گئیں وہ ان کی پانچ برکتوں سے محروم نہیں رہتا۔

شکر: جس کو شکر کی دولت نصیب ہو گئی، اس کی نعمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لئن شکرتم لا زیدنکم۔ (سورہ ابراہیم:۷)

"اگر تم شکر کرتے رہو تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کرتا رہوں گا۔"

۲۔ صبر: جس کو صبر سے نواز دیا گیا۔ وہ آخرت میں اجر و ثواب سے محروم نہیں رہے گا۔

انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر احساب

"صبر کرنے والوں کو بہت زیادہ ثواب دیا جائے گا۔"

۳۔ توبہ: جو توبہ اختیار کرتا ہے اس کی توبہ قبول ہوتی ہے۔

و ھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ. (سورہ شوریٰ:۲۵)

"وہ اللہ وہ ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔"

۴۔ استغفار: جو استغفار (اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی کی درخواست) کرتا ہے اللہ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔

۵۔ دعا: جسے دعا کی توفیق حاصل ہو گئی اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے۔

ادعونی استجب لکم

"تم دعا کرو گے تو میں دعا قبول کرلوں گا۔"

ایک روایت میں چھٹی چیز انفاق فی سبیل اللہ کا بھی ذکر ہے۔

۶۔ انفاق: جسے اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق حاصل ہو گئی وہ برکت سے محروم نہیں رہتا۔

وما انفقتم من شیء فھو یخلفه

"جو تم اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ اپنے پیچھے مال میں برکت کا اثر چھوڑ جاتا ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کوئی بھی مسلمان جب کوئی دعا کرتا ہے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں یا تو مانگی ہوئی دعا دنیا ہی میں دے دی جاتی ہے یا اس کا ثواب آخرت میں اس کے اعمال میں ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ اس نے قطع رحمی یا کسی گناہ کی دعا نہ کی ہو۔"

آخرت میں دعاء کا ثواب

حضرت یزید رقاشیؒ کہتے ہیں: قیامت کے دن اللہ بندے کی وہ سب دعائیں اس کے سامنے لائے گا (جن کے بارے میں وہ سمجھتا تھا کہ وہ قبول نہیں ہوئیں) اور اس سے کہے گا:

"بندے! تو نے فلاں وقت مجھ سے یہ دعا طلب کی تھی اس کا یہ ثواب ہے، اور اس کو ان دعاؤں کا ثواب دیا جائے گا کہ وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش! دنیا میں میری کوئی دعا قبول نہ ہوتی اور آج میں اس کا اجر و ثواب یہاں وصول کرتا۔

حضرت نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دعا بھی قبول نہ ہوئی ہوتی اور آج میں اس کا ثواب یہاں وصول کرتا۔

و قال ربکم ادعونی استجب لکم ج ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جھنم داخرین.

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے: مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے اعراض کرتے اور غرور سے منہ پھیر لیتے ہیں وہ تو ذلیل و رسوا ہو کر جہنم میں جائیں گے۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اعمال اچھے ہوں تو بندے کی مختصر سی دعا بھی کافی ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ بارگاہ خداوندی میں جلد رسائی حاصل کر لیتی (قبول ہو جاتی) ہے۔

دعاء میں جلد باز

حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں وہ بندہ خوش نصیب ہوتا ہے جو دعاء کے معاملے میں جلد باز نہیں ہوتا" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضور ﷺ! جلد باز سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا:

وہ بندہ جلد باز ہے جو یہ کہنا شروع کر دے: "میں نے تو اللہ سے دعا کی تھی، مگر میری وہ دعا اس نے قبول نہ کی"

اللہ پر یقین و اعتماد

حضرت حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں: ہم حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ کی بیماری پرسی کے لیے گئے۔ ایک ملاقاتی نے ابو عثمان سے کہا آپ کوئی دعا کریں آپ کو بہت سی دعائیں یاد ہوں گی جو کوئی مریض وہ دعا کرے قبول ہو جاتی ہے۔

راوی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے۔ ابو عثمان نے حمد و ثنا قرآن کی چند آیات اور درود شریف پڑھنے کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ ہم نے بھی ان کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ جب دعا ختم کر کے ہاتھ نیچے کیے عثمان نہدی نے کہا: مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے۔ میں (حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ) نے ان سے کہا: آپ خداوند تعالیٰ کے معاملات میں اتنے خود اعتماد ہیں یعنی دعا کے قبول ہونے کے بارے میں اتنے اعتماد سے کہہ سکتے ہیں؟

انہوں نے جواب میں مجھے کہا: جب میں تمہیں سچا سمجھتے ہوئے تمہاری بات کی تصدیق کرتا ہوں پھر میں اللہ پر جو سب سے زیادہ سچا ہے اعتماد کیوں نہ کروں جبکہ وہ خود فرماتا ہے۔

ادعونی استجب لکم

"مجھ سے دعا کرو (مانگو) تمہاری دعا قبول کروں گا (تمہیں دوں گا)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ابو عثمان نہدی قرآن کے مفہوم کو بڑی گہرائی میں اتر کر سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ نے اللہ سے گزارش کی: پروردگار! وہ کون سی گھڑی ہے جس میں دعا کروں اور تو قبول کر لے؟ ۔۔۔۔ اللہ نے فرمایا! تو بندہ ہے میں تیرا رب ہوں جب بھی مجھے پکارے گا میں تیری بات سنوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا یہ سوال بار بار دہرایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! تو آدھی رات کے وقت مجھ سے دعا کیا کر میں قبول کر لوں گا۔ اس وقت میں بڑے سے بڑے گنہگار کی بھی (اگر وہ مجھ سے معافی مانگے اور توبہ لے) سن لیتا ہوں۔

حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے دعا کی درخواست کی۔ انہوں

نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے۔ اس کی اطاعت وفرمانبرداری کر اور اس سے دعا کر وہ اپنے پریشان حال بندوں کی دعا بڑی جلدی سنتا ہے۔

حضرت صالح ابن لیسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تم دعا کو کھیل سمجھ کر بے دلی سے مجھے پکارتے رہتے ہو، یہ طریقہ غلط ہے۔

کسی نے ایک فلسفی سے پوچھا: کیا وجہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں مگر وہ قبول نہیں کرتا۔ جبکہ وہ خود کہتا ہے "ادعونی استجب لکم" (مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا)

فلسفی نے کہا تمہاری یہ سات باتیں ہیں جن کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوتی:

۱۔ تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا ہے اور اب اسے راضی کرنے کی فکر بھی نہیں کرتے۔ تمہارے سارے عمل اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں۔ تم ان اعمال کو چھوڑتے ہو نہ ان پر نادم ہوتے ہو۔

۲۔ تم اللہ کے بندے ہونے کا دعویٰ کرتے ہو مگر بندوں کے سے کام نہیں کرتے یعنی (بندہ، غلام) سب کام اپنے مالک کے حکم کے مطابق کرتا ہے جبکہ تمہارے سارے کام اللہ کی مرضی کے خلاف ہیں۔

۳۔ تم قرآن کے الفاظ کی تلاوت کرتے رہتے ہو۔ معانی پر غور نہیں کرتے، نہ قرآن کے احکام پر تم توجہ دیتے ہو۔

۴۔ تم محمد ﷺ کی امت ہونے کے دعویدار ہو۔ مگر محمد ﷺ کی کسی سنت پر عمل نہیں کرتے۔ کھانے پینے میں حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے۔

۵۔ زبان سے کہتے ہو۔ دنیا کی حیثیت اللہ کے ہاں مچھر کے برابر نہیں۔ مگر خود اس پر جان دیتے رہتے ہو۔

۶۔ زبان سے کہتے ہو دنیا فانی ہے اور کام ایسے کرتے ہو جیسے تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔

۷۔ زبان سے کہتے ہو، آخرت دنیا سے بہتر ہے۔ لیکن آخرت کے حاصل کرنے کے لیے کوئی کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے رہتے ہو۔

دعا کی قبولیت کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ دعا کے کرنے والے کی روزی حلال

ہو۔ اس کا جسم حتیٰ کہ لباس میں بھی کسی طرح کے حرام ہونے کا شائبہ نہ ہو۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے گزارش کی: حضور! میں دعا کرتا ہوں مگر میری دعا قبول نہیں ہوتی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: حرام سے پرہیز کرو، جس کے پیٹ میں حرام کا ایک لقمہ بھی چلا جائے چالیس دن تک اس کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ انسان دعا کی فوری قبولیت کے بارے میں فکر مند نہ ہو نہ دعا کے قبول نہ ہونے کی شکایت کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا ضرور قبول کرتا ہے۔ لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کی قبول ہونے کے آثار فوراً ظاہر نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ مناسب وقت پر اس کا اظہار فرماتا ہے، اور کبھی اس دعا کا ثواب اس بندے کے لیے آخرت میں ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی ہلاکت کی دعا کی حضرت ہارون نے اس پر آمین کہا۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں: پھر اس دعا کا نتیجہ ظاہر ہونے میں چالیس سال کا عرصہ لگا۔

ایک فلسفی عالم کہتے ہیں: ایسے افراد بہت بدبخت ہیں۔

۱۔ جو آپ ﷺ کا نام سن کر درود شریف نہیں پڑھتے۔

۲۔ جو اذان کا جواب نہ دیں۔

۳۔ جو نماز کے بعد مسلمانوں کے لیے دعاء خیر نہ کریں۔

حضرت عبداللہ انطاکی کہتے ہیں۔ پانچ چیزیں بیماردل کا علاج ہیں۔

۱۔ نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا

۲۔ قرآن (سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے) تلاوت کرنا۔

۳۔ حلال خوراک کھانا

۴۔ تہجد پڑھنا

۵۔ اور رات کے آخری وقت میں اللہ کے حضور گریہ زاری کرنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"دونوں ہاتھوں کو سیدھے پھیلا کر اللہ سے دعا کرو، اور دعا کے بعد دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر لیا کرو۔"

تسبیحات کا بیان

دو کلمے جو اللہ کو بہت پسند ہیں

حضرت ابوہریرہ ﷺ روایت کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
دو کلمے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے (آسان) ہیں۔ مگر (قیامت کے روز) میزان میں بھاری (وزنی) ہوں گے۔ (اور) رحمٰن (اللہ) کو بہت پسند ہیں۔

"سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم"

"پاک ہے اللہ کی ذات اور اس کی تعریف۔ پاک ہے اللہ جو عظیم و برتر ہے۔"

دوزخ کے عذاب سے بچانے کے لیے ڈھال

حضرت خالد ابن عمران روایت کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے قبیلہ میں تشریف لائے اور فرمایا۔ "ڈھال سنبھال لو"۔ لوگوں نے عرض کیا!

اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا کسی دشمن نے حملہ کر دیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں بلکہ دوزخ کی آگ سے بچاؤ کے لیے ڈھال سنبھال لو۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔ (وہ ڈھال یہ کلمات ہیں)

سبحان والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ○

"پاک ہے اللہ ہر طرح کی تعریف کا مستحق اللہ ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ (ہمیں ہر طرح کی طاقت وہمت اللہ ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ جو سب سے بلند اور بڑا ہے۔"

اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ کلمات قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کو سامنے پیچھے اور دائیں بائیں سے اپنی حفاظت میں لے کر جہنم سے بچاتے ہوئے لے جائیں گے۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس

آئے اور کہا "اے محمد ﷺ یہ پڑھا کریں۔

سبحان والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم عدد ما علم اللہ تعالیٰ و زنۃ ما علم اللہ تعالیٰ و ملاء ما علم اللہ تعالیٰ

یہ کلمات پڑھتا ہوں۔ اللہ کے معلوم اعداد کے مطابق۔ اللہ کے علم کی معلوم مقدار کے مطابق اور اس کے علم کی معلوم حدود کے مطابق جو کل عالم میں پھیلا ہوا ہے۔

جو شخص یہ کلمات ایک مرتبہ پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اسے پانچ انعامات سے نوازتا ہے۔

۱۔ اسے کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والوں میں لکھ دیتا ہے۔ یہ ذکر دن رات کے تمام اذکار سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔
۲۔ اس کے واسطے جنت میں ایک باغیچہ لگا دیا جاتا ہے۔
۳۔ اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت سے سوکھے پتے جھڑ جاتے ہیں۔
۴۔ اللہ قیامت کے روز اسے رحمت کی نظر سے دیکھے گا۔
۵۔ اور جسے اللہ رحمت کی نظر سے دیکھ لے گا۔ اسے عذاب نہ دے گا۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں۔ اللہ نے جب عرش پیدا کیا اور فرشتوں کو اسے اٹھائے رکھنے کا حکم دیا۔ فرشتوں کو عرش بہت وزنی معلوم ہوا اور اٹھانے میں دشوار ہوئی۔ اللہ نے انہیں حکم دیا "سبحان اللہ" پڑھا کرو۔ چنانچہ سبحان اللہ پڑھنے سے عرش کا اٹھانا آسان ہو گیا۔ وہ عرصہ تک سبحان اللہ کا ورد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو آدم علیہ السلام کو چھینک آئی۔ اللہ نے انہیں الہام کے ذریعے تعلیم دی کہ الحمد للہ کہو۔ آدم نے الحمد للہ کہا اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یرحمک ربک و لھذا خلقتک

تیرا رب تجھ پر رحم کرے۔ (میں نے تجھے اسی لئے (یعنی الحمد للہ کہنے کے لیے) پیدا کیا ہے۔

چنانچہ عرش کے اٹھانے والے فرشتوں نے سبحان اللہ کے ساتھ الحمد للہ کو شامل کر لیا۔ اور سبحان اللہ والحمد للہ کا ورد کرنے لگے۔ اور عرصہ تک اس کا ورد کرتے رہے۔ یہاں تک

کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اصنام پرستی (بتوں کی پوجا) شروع کی تو اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم دیا۔ اپنی قوم سے کہیں وہ لا الہ الا اللہ کہا کریں اور کہیں تم اس طرح کہو گے تو اللہ تم سے راضی ہو جائے گا۔ فرشتوں نے اپنے ورد میں اس کا بھی اضافہ کرلیا اور سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ کا ورد کرنے لگے اور عرصہ تک اس کا ورد کرتے رہے۔

یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اصنام پرستی (بتوں) کی پوجا) شروع کی تو اللہ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعے حکم دیا۔ اپنی قوم سے کہیں وہ لا الہ الا اللہ کہا کریں اور کہیں تم اس طرح کہو گے تو اللہ تم سے راضی ہو جائے گا۔ فرشتوں نے اپنے ورد میں اس کا بھی اضافہ کرلیا اور سبحان اللہ والحمد للہ جب اللہ نے حضرت ابراہیم کو قربانی کا حکم دیا اور وہ اپنے پیارے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو قربان کرنے لگے۔ اللہ نے قربانی کے لیے ایک مینڈھا بھیج دیا۔ حضرت ابراہیم نے جب بیٹے کی جگہ مینڈھے کو قربان ہوتے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ ان کی زبان سے اللہ اکبر کے الفاظ نکلے عرش کے فرشتوں نے اسے بھی اپنے ورد میں شامل کر لیا، اور اب میں سبحان اللہ والحمد للہ والا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہنے لگے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ تمام قصہ جب نبی کریم ﷺ کو سنایا۔ آپ ﷺ نے اس پر پسندیدگی اور تعجب کے ملے جلے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: "لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔" حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے عرض کیا: آپ ﷺ ان کلمات کو بھی شامل کرلیں اور اب یہ ان تمام کلمات کا مجموعہ ہے۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں۔ اللہ نے عادات و اخلاق کی تقسیم بھی اس طرح فرمائی ہے۔ جس طرح اس نے اپنے بندوں میں رزق بانٹا ہے اللہ نے مال و دولت اپنے پسندیدہ و ناپسندیدہ سب طرح کے بندوں کو دیا ہے لیکن ایمان کی دولت صرف اپنے پیارے اور پسندیدہ لوگوں کو دی ہے۔ پس جو شخص مال و دولت پا کر بخل اور کنجوسی کرنے لگے ساتھ ہی اسے یہ خود بھی ہو کہ کوئی اس کا مال چھین لے گا اور اس خوف کی وجہ سے اس کی راتوں کی نیند اڑ گئی ہو اسے چاہیے کثرت سے یہ وظیفہ پڑھے۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الا اللہ واللہ اکبر پڑھتے رہنا دنیا کی تمام دولت سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

حضرت سمرہ ابن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہر کلام سے بہتر چار کلمات ہیں۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھنے والا ان کو جہاں سے شروع کرے یعنی ترتیب ضروری شرط نہیں مثلاً الحمد للہ، سبحان اللہ، اور پھر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے گا۔ مطلب یہ کہ ان کلمات کے مفہوم اور معنی کو سمجھ کر پڑھنا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ جب کسی بھکاری کو یہ صدا لگاتے ہوئے سنتے "من یقرض اللہ قرضاً حسنا" کوئی ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے؟ وہ یہ کلمات پڑھ لیا کرتے تھے۔

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

چونکہ ایک حدیث شریف میں فرمان نبوی ﷺ کی رو سے ایک غریب و نادار شخص یہ پڑھ لیا کرے تو اسے صدقہ و خیرات کا ثواب مل جاتا ہے۔ اس لئے حضرت ابن مسعود بھی سائل کا سوال سن کر اگر اس وقت دینے کے لیے کچھ نہ ہوتا یہ کلمات پڑھ لیا کرتے تھے۔

حدیث کی ایک روایت ہے ایک موقعہ پر نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کو صدقہ و خیرات کی تلقین فرما رہے تھے۔ اس وقت حضرت مامہ باہلی آپ ﷺ کے سامنے بیٹھے تھے اور ان کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: تمہارے ہونٹ ہل رہے ہیں کیا کہنا چاہتے ہو یا کیا پڑھ رہے ہو) انہوں نے جواب دیا اے اللہ کے رسول ﷺ جن کے پاس مال و دولت ہے وہ صدقہ و خیرات کر کے ثواب لے لیتے ہیں میرے پاس کچھ بھی نہیں میں کس طرح صدقہ کروں۔ میں یہ کلمات پڑھ رہا ہوں۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ابو امامہ! یہ کلمات تمہارے لئے اس مال و دولت کے اس صدقہ سے کہیں بہتر ہیں جو تم مال و دولت کی شکل میں کسی غریب مسکین کو دیتے۔

نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے کا بیان

حضرت محمد ابن عبدالرحمن روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "میری وفات کے بعد جو شخص مجھ پر درود وسلام بھیجے گا جبرائیل ؑ اس کا درود وسلام لے کر میرے پاس آئیں گے۔ اور عرض کریں گے۔ اے محمد ﷺ! فلاں شخص نے آپ کے لیے یہ درود وسلام بھیجا ہے۔ پس میں اسے جواب دوں گا۔ علیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اس کو بھی میرا سلام اللہ اس پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔"

حضرت عمر ؓ کہتے ہیں: تمہاری دعائیں زمین وآسمان کے درمیان معلق رہتی ہیں اگر تم دعا کے ساتھ (شروع وآخر میں) درود نہیں پڑھتے۔

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں (ایک مرتبہ) نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا "آمین" دوسری سیڑھی پر چڑھتے ہوئے فرمایا "آمین" اور تیسرے سیڑھی پر چڑھے تب بھی آپ نے فرمایا "آمین" پھر آپ منبر پر جم کر بیٹھ گئے۔ حضرت معاذ ابن جبل (جو غالباً منبر کے قریب ہی بیٹھے ہوں گے) نے عرض کیا آپ ﷺ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ "آمین" فرمایا ہے، اس کی کوئی خاص وجہ؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: اس وقت جبرائیل ؑ آئے تھے انہوں نے کہا: جو شخص رمضان کو پائے اور اس میں (روزہ رکھ کر اور عبادت کر کے) اپنی بخشش نہ کرا سکے اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے۔ وہ جہنم میں جائے۔ میں نے اس پر آمین کہا تھا۔ پھر جبرائیل ؑ نے کہا! جو شخص اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو پائے اور ان کی خدمت وفرمانبرداری نہ کرے خدا کی رحمت سے دور ہو اور وہ جہنم میں جائے، میں نے اس پر بھی "آمین" کہا۔ اس کے بعد جبرائیل ؑ نے کہا! جس شخص کے سامنے آپ ﷺ کا نام لیا جائے اور آپ ﷺ پر درود وسلام نہ بھیجے اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے اور وہ جہنم میں جائے۔ میں نے اس پر بھی "آمین" کہا تھا۔

حضرت جابر ابن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص ایک دن میں سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کر

دیتا ہے۔ جن میں سے ستر کا تعلق اس شخص کی آخرت سے ہوتا ہے اور تیس دنیاوی حاجتیں ہوتی ہیں"

حضرت سعید ابن عمیر ؓ (جو جنت بدر کے مجاہدین میں سے ہیں) روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے جس شخص نے خلوص نیت سے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اس کے دس درجے بلند کرتا ہے اور اس کی دس خطائیں معاف کر دیتا ہے۔

حضرت ابو جعفر ؓ روایت کرتے ہیں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا! جو شخص مجھ پر درود بھیجنا بھول جاتا ہے وہ (سمجھو) جنت کا راستہ بھول جاتا ہے۔

حضرت ابو بریدہ ؓ اپنے والد کے حوالے سے روایت کرتے ہیں! نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "چار چیزیں بڑی ناپسندیدہ چیزیں ہیں"

(۱) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا (۲) دوران نماز (نماز ختم ہونے سے پہلے پیشانی پر ہاتھ پھیرنا (مٹی وغیرہ صاف کرنے کی نیت سے) (۳) اذان سن کر اذان کا جواب نہ دینا (۴) میرا نام سن کر درود شریف نہ پڑھنا۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھ پر درود بھیجا کرو۔ درود تمہارے نفس کی زکوۃ (طہارت) ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واسطے وسیلہ تک رسائی کی دعا کیا کرو۔"

صحابہ نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ "وسیلہ" کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا "یہ جنت میں ایک اعلیٰ درجہ ہے اس درجہ تک صرف ایک انسان پہنچ سکے گا مجھے امید ہے وہ انسان میں ہی ہوں گا۔

درود شریف کو دوسری عبادات پر کس قدر فضیلت وبرتری حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ دوسری عبادات کا حکم اللہ تعالیٰ نے براہ راست اپنے بندوں کو دیا ہے۔ جبکہ درود کا حکم اس طرح مربوط طریقہ سے دیا ہے قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی ط یا ایها الذین امنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما (سورہ احزاب ۵۶)

اللہ نبی (محترم) پر اپنی رحمتیں نازل کرتا ہے فرشتے ان پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ اے

ایمان والو! (مسلمانو!) تم بھی آپ ﷺ پر درود وسلام بھیجو اور پورے نیاز مندانہ طریقہ سے ان کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام عرض کیا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی ﷺ پر رحمتیں نازل کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ پھر بتایا ہے کہ فرشتے بھی ان پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ آخر میں اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ تم بھی نبی ﷺ پر درود بھیجا کرو اور ان کو سلام کیا کرو۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور کی بارگاہ میں درود وسلام کا ہدیہ پیش کرنا ایک بہت بڑی عبادت ہے۔

حضرت کعب ابن عجرہ ؓ روایت کرتے ہیں۔ ہم (صحابہؓ) نے عرض کیا! اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم کس طرح آپ ﷺ پر درود بھیجیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح پڑھا کرو۔

اللھم صلی علی محمد و علیٰ آل محمد. کما صلیت وَ بارکت علی ابراھیم و علی ال ابراھیم انک حمید مجید

اے اللہ (اپنی) رحمتیں نازل فرما محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ پر۔ جس طرح تو نے رحمتیں نازل کیں ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ بے شک تیری ذات قابل ستائش (اور) عزت واحترم کی حق دار ہے۔

اس طرح الفاظ کی تقدیم وتاخیر کے ساتھ درود کے مختلف طریقے اصحاب نے روایت کئے مگر مفہوم سب کا تقریباً ایک ہی ہے۔

کلمہ لا الہٰ الا اللہ کی فضیلت

حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز ایک شخص کو پیش کیا جائے گا جس کی خطاؤں اور گناہوں کے ننانویں دفتر (فہرستیں) پھیلے ہوں گے۔ اور بعض فہرستیں حد نظر تک پھیلی ہوں گی۔ ان کو میزان (قیامت کے روز اعمال نامے تولنے کا ترازو) کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا (کوئی نیک عمل نہ ہونے کی وجہ سے دوسرا پلڑا خالی ہوگا پھر انگلی کے برابر کاغذ (کا چھوٹا سا ٹکڑا) نکال کر جس پر اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ لکھا ہوگا، دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا۔ (تو یہ کلمہ شہادت والا کاغذ کا چھوٹا سا ٹکڑا ان گناہوں کے مقابلہ میں وزنی ثابت ہوگا) اس کا پلڑا جھک جائے گا۔

حضرت مطلب ابن حطب روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا سب سے بہتر وافضل کلمہ جس کی طرف میں نے اور مجھ سے پہلے تمام نبیوںؑ نے دعوت دی ہے وہ لا الہ الا اللہ ہے۔

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جبرائیل ؑ یہ آیت پڑھتے ہوئے میرے پاس آئے۔

یوم تبدل الارض غیر الارض و السمٰوٰت و برز و اللہ الواحد القھار

(سورہ مریم ۴۸)

”جس دن موجودہ زمین وآسمان کی جگہ دوسری زمین اور دوسرا آسمان تبدیل کر دیا جائے گا اور تمام مخلوق (مع جن وانس) ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوگی۔“

میں نے پوچھا! قیامت کے دن لوگ کہاں اور کس حال میں ہوگے؟

جبرائیل ؑ نے جواب دیا! اے محمد ﷺ لوگ اس روز ایسی سرزمین پر ہوں گے جس پر کوئی گناہ نہ ہوا ہوگا۔ جہنم ایک لمبا (گرم) سانس لے گی۔ دہشت سے تمام فرشتے عرش سے چمٹ جائیں گے۔ اور ہر فرشتہ یہ کہا ہوگا ”پروردگار مجھے بچالے“۔ یہ پہاڑ دھنکی اون کی طرح اڑتے ہوئے نظر آئیں گے سخت چٹانیں جہنم کے خوف سے پگھل جائیں گی۔ ستر فرشتے جہنم کو

کھینچ کر اللہ کے سامنے لائیں گے۔ وہ طیش میں گرم گرم سانس لے رہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکم دے گا! بول تو کیا چاہتی ہے؟

جہنم عرض کرے گی! اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیری عزت اور عظمت کی قسم! آج میں ان سے تیرا انتقام لوں گی۔ جو تیرا رزق کھا کر غیروں کی عبادت کرتے رہے۔ آج میری گرفت سے صرف وہی بچ سکے گا جس کے پاس اجازت نامہ ہوگا۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: قیامت کے روز کا اجازت نامہ کیسا ہوگا؟

(حضرت) جبرائیل علیہ السلام نے بتایا! اے محمد ﷺ آپ ﷺ کی امت کے لوگوں کے پاس اجازت نامہ موجود ہے۔ غور سے سنو! جس نے (دنیا میں) اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھ لیا (اور اس کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا) وہ جہنم کے پل سے گزر جائے گا۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اس خدائے بزرگ و برتر کا ذکر ہے جس نے میری امت کے (لوگوں) کے دلوں میں کلمۂ شہادت (اشھد ان لا الہ الا اللہ) ڈال دیا۔

حضرت عطاء ابن ابی رباحؒ کہتے ہیں! میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا:

غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب

"گناہ بخش دینے والا، توبہ قبول کرنے والا گناہ پر سخت سزا دینے والا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر اس طرح بیان کی۔

جس نے "لا الہ الا اللہ" کہا اس کے گناہ بخش دے گا۔ جس نے لا الہ الا اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا اور جس نے "لا الہ الا اللہ" نہ کہا اسے سخت سزا دے گا۔

پس ہر انسان (خصوصاً مسلمان) کے لیے ضروری ہے وہ کثرت سے "لا الہ الا اللہ" (اس کے معانی و مطالب پر غور کرتے ہوئے) پڑھتا رہے۔ ساتھ ہی خداوند تعالیٰ سے یہ بھی دعا کرتا رہے کہ اے اللہ مجھے ایمان پر قائم رکھ۔ یہ اس کا زبانی وظیفہ ہو اور عملی طور پر گناہوں اور خدا کی نافرمانی سے بچتا رہے۔ کتنے افسوس کی بات ہوگی کہ دنیا میں ہم مسلمان کے نام سے زندگی گزارتے رہے اور قیامت کے روز اپنے بداعمال کی وجہ سے کافروں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے۔ ایک آدمی اگر آتشکدے (پارسیوں کی عبادت گاہ) سے نکل کر جہنم میں چلا جائے تو کوئی

تعجب نہیں۔ تعجب اور حیرت و افسوس کی بات یہ ہے ایک مسلمان کہلانے والا شخص مسجد سے نکلے اور جہنم میں چلا جائے۔

اس طرح ہمارے بہت سے ذاتی افعال ایسے ہوتے ہیں جو ایک سچے مسلمان کو زیب نہیں دیتے۔ ہمیں ایسے افعال و اعمال سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہیے تاکہ قیامت کے روز اللہ کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑھے۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں۔ جنت کی قیمت "لا الہ الا اللہ" کہ کر اس کے تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا جنت کی کوئی قیمت ہے؟

آپ ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: "لا الہ الا اللہ" اس کی قیمت ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا: لوگوں میں سے کون آپ ﷺ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق ہوگا؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا "جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ" کہہ لیا۔

ربمایو دالذین کفروا لو کانوا مسلمین ایک روز ایسا آئے گا جب کافر تمنا کریں گے کاش! وہ مسلمان ہوتے۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ وہ وقت ہوگا جب لا الہ الا اللہ کہنے والو (مسلمانوں) کو ان کے گناہوں کی سزا دے کر جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ اس وقت کافر کہیں گے کاش ہم مسلمان ہوتے تو ہمیں بھی جہنم سے نجات مل جاتی۔

من جاء بالحسنۃ فلہ خیر منھا جو نیکی لے کر آئے گا بہتر بدلہ دیا جائے گا، کے بارے میں حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حسنہ سے مراد لا الہ الا اللہ ہے اور اس کی جزا جنت ہے اور و من جاء بالسیئۃ فکبت و جوھھم فی النار" کے متعلق کہتے ہیں یہاں "سیئۃ" سے مراد شرک ہے اور اس کی سزا جہنم ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: ھل جزاء الاحسان الا الاحسان" (یعنی اچھائی کا بدلہ بھی اچھائی ہوگا) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں! ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد ﷺ آپ ﷺ کے رب نے آپ کو سلام کہا ہے اور پوچھا ہے! کیا بات ہے، بہت غمگین نظر آتے ہو؟ (حالانکہ وہ خود اس کی وجہ جانتا ہے)

آپ ﷺ نے فرمایا "لا الہ الا اللہ" کہنے والوں (مسلمانوں) کے بارے میں فکر مند ہوں (راوی (ابن عباسؓ) کہتے ہیں: پھر جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لے کر چل دیئے اور بنوسلمہ کے قبرستان کے پاس لے جا کر کھڑا کر دیا۔ وہاں جبرائیل علیہ السلام نے ایک قبر پر اپنا دایاں بازو مارا اور کہا: اٹھ اللہ کے حکم سے، قبر کے اندر سے ایک روشن (ہنستے مسکراتے) چہرے والا شخص نکلا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" الحمد للہ رب العالمین" کہتا ہوا نکلا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اسے حکم دیا واپس چلا جا۔ چنانچہ وہ جس طرح آیا تھا اسی طرح واپس چلا گیا۔

پھر جبرائیل علیہ السلام نے اپنا بایاں بازو مار کر کہا: اٹھ اللہ کے حکم سے۔ اس قبر میں ایک سیاہ چہرہ اور نیلی آنکھوں والا شخص یہ کہتا ہوا برآمد ہوا ہائے افسوس! ہائے ندامت میری بدبختی۔ اسے بھی جبرائیل علیہ السلام نے یہ کہتے ہوئے واپس جانے کا حکم دیا "جا واپس چلا جا" چنانچہ جس طرح قبر سے نکلا تھا اسی طرح واپس چلا گیا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا: قیامت کے روز بھی لوگ اسی طرح اٹھیں گے اور ان کی بھی وہی حالت ہوگی جو مرتے وقت تھی۔ یعنی مرتے وقت مسلمان تھے تو کلمہ پڑھتے ہوئے اٹھیں گے، اور کافر تھے تو حسرت و افسوس کرتے ہوئے قبروں سے نکلیں گے۔

اسی لئے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا ہے، اپنے مرنے والوں کو "لا الہ الا اللہ" پڑھنے کی تلقین کیا کرو۔ کہ اس سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا اگر زندگی میں کلمہ "لا الہ الا اللہ" پڑھ لے؟

ایک دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "موت کے وقت مرنے والوں کے پاس موجود رہا کرو اور مرنے والے کو لا الہ الا اللہ" کہنے کا شوق دلاتے رہو، اور جنت کی خوش خبری سناتے رہو۔ کیونکہ اس وقت بڑے بڑے نیک اور عالم (دانا) مرد و عورت بھی پریشان ہو جاتے ہیں، اور خدا کا دشمن ابلیس اس وقت (ان کو بہکانے کے لیے) مرنے

والے کے قریب ہو جاتا ہے، اور اسے دنیا چھوٹنے اور دوستوں کی جدائی جیسے صدموں سے الجھا کر کلمہ "لا الہ الا اللہ" سے غافل کر دیتا ہے۔ انہیں مایوس نہ ہونے دو۔ یہ سخت مصیبت و پریشانی کا وقت ہوتا ہے۔ اس ذات برحق کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، جان کنی کا مرحلہ بیک وقت ہزار تلواروں سے زخم کھانے سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔

ایک روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنی زندگی میں لا الہ الا اللہ کہہ لیا (مرتے وقت) اس کے منہ سے ایک سبز رنگ کا پرندہ نکلتا ہے جس کے سفید بازوؤں پر موتی اور یاقوت جڑے ہوتے ہیں۔ آسمان کی طرف پرواز کر جاتا ہے۔ (پھر) اس کی ایسی کھنکھناہٹ عرش کے نیچے سنائی دیتی ہے جیسی کہ شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے شور نہ کر (خاموش ہو جا) وہ کہتا ہے نہیں! اس وقت تک خاموش نہیں ہوں گا جب تک میرے ساتھی کی بخشش نہ ہو جائے۔ چنانچہ کلمہ پڑھنے والے کی بخشش ہو جاتا ہے۔ پھر اس پرندے کے منہ پر ستر زبانیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن سے وہ اپنے ساتھ کے لیے قیامت تک مغفرت کی دعائیں کرتا رہتا ہے۔ قیامت کے روز یہ پرندہ آئے گا اور اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں پہنچا دے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ فرعون کی غرقابی کے بعد حضرت موسیٰؑ نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا: پروردگار! وہ کلمات عطا فرما جن کے ذریعے میں تیرا شکر ادا کر سکوں۔

اللہ نے ارشاد فرمایا: موسیٰؑ نے اسے ناکافی سمجھتے ہوئے عرض کیا: مزید کچھ اور عنایت ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: موسیٰ علیہ السلام یہ وہ کلمہ ہے کہ ترازو کے ایک پلڑے میں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں یہ لا الہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو ان کے مقابلے میں یہی زیادہ وزنی ہوگا۔

حضرت مجاہد کہتے ہیں چار چیزوں کو اللہ تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہوتی۔

۱۔ لا الہ الا اللہ کی گواہی

۲۔ قبولیت کے یقین کے ساتھ دعا کرنا

۳۔ والد کے بیٹے کے لیے دعا کرنا

۴۔ اور مظلوم کا ظالم کے خلاف دعا کرنا

سات کار آمد باتیں جن پر عمل کرنے والا دنیا و آخرت میں عزت پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس

کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ اسے عبادت میں لطف آتا ہے اور اس کی زندگی اور موت دونوں کامیاب رہتی ہیں۔

۱۔ ہر کام شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھے۔

۲۔ کام پورا ہونے پر "الحمد للہ" کہے

۳۔ زبان سے کوئی کوئی غلط بات نکلے یا اس سے کوئی غلط کام ہو جائے تو استغفر اللہ پڑھ لے۔

۴۔ کوئی خلاف شرع ناگوار منظر سامنے آئے یا کوئی برا کام ہوتے ہوئے دیکھے۔ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھ لیا کرے۔

۵۔ جب آئندہ کوئی کام کرنے کا ارادہ ظاہر کرے انشاء اللہ کہے۔

۶۔ کسی مالی یا جانی نقصان کا سامنا ہو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ لیا کرے۔

۷۔ دن رات صبح وشام اس کی زبان لا الہ الا اللہ پڑھتی رہے۔

حضرت معاذ ابن جبل ؓ نے اپنی وفات کے وقت کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے "جس نے نیک نیتی اور یقین کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

ایک روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے موت کے وقت کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا وہ جنت میں جائے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا دنیا سے جاتے وقت آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے۔ جس نے اخلاص (نیک نیتی) سے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا وہ جنت میں جائے گا۔

حدیث اخلاص کی شرط ہے کہ یہ کلمہ خلوص نیت سے پڑھا جائے۔ تو جنت کی ضمانت ہے۔ بلکہ اس طرح پڑھنا چاہیے اور اگر کوئی محض ریاکاری اور مطلب سمجھے بغیر پڑھے جا رہا ہے تو اس میں کوئی ضمانت نہیں ہے۔ بلکہ اس طرح پڑھنا منافقت کی نشانی ہے اور منافق کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اخلاص سے کلمہ پڑھ لے تو انسان گناہ نہیں کرتا اگر کلمہ پڑھے اور گناہ بھی وہ مخلص نہیں ہے۔

حضرت جابر ابن عبداللہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا (حضرت) نوح ؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی! اللہ کو ایک مانو! اس کا کوئی شریک نہیں۔ جس نے اس کے ساتھ کسی کو

شریک کیا اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی۔ غرور تکبر نہ کر جس کے دل میں رائی کے دنہ کے برابر بھی غرور تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جا سکے گا۔

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لا الہ الا اللہ جنت کی چابی ہے اور چابی دندانے ہوں تب ہی تالا کھلتا ہے۔ لہٰذا سمجھنا چاہیے کہ اللہ کے ذکر میں مصروف رہنے والی زبان جو غیبت اور دوسری لغوی باتوں سے بچی رہے۔۔۔ خوف خدا رکھنے والا دل جو حسد اور خیانت سے پاک ہو۔ پیٹ حرام غذا سے خالی ہو۔ اعضائے جسم ہاتھ پاؤں وغیرہ گناہ سے بچے رہیں۔۔۔ یہ اس صفت کی چابی کے دندانے ہیں۔ جس سے جنت کے دروازہ کا تالا کھولا جائے گا۔

حضرت ابوذر ؓ روایت کرتے ہیں: میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جو جنت میں پہنچا دے اور دوزخ سے بچ جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ سب سے بہتر نیکی ہے۔"

قرآن کی فضیلت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں۔ قرآن وہ سفارشی ہے جس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔ باہمی جھگڑے میں حق بات کی تصدیق کرنے والا ہے۔ جس نے اپنا امام بنا لیا اور اس کے احکام پر عمل کرتا رہا اسے جنت میں پہنچا دے گا۔ اور جس نے اس کو پس پشت ڈال دیا اس احکام کو مانا۔ اسے جہنم میں دھکیل دے گا۔

حضرت نافع ابن عبدالحارث (حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مکہ کے گورنر) ایک مرتبہ حج کے موقع پر حضرت عمرؓ سے ملاقات کے لیے گئے۔ تو حضرت عمر (خلیفہ وقت) نے ان سے پوچھا اپنی عدم موجودگی میں مکہ کا حاکم کس کو بنا کر آئے ہو انہوں نے جواب دیا عبدالرحمٰن ابن ابزی؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم نے قریش کے معزز لوگوں پر غلام زادہ کو کیوں حاکم بنایا؟ انہوں نے فرمایا، اس لئے کہ اس سے زیادہ قرآن پڑھنے والا اور قرآن کو سمجھنے والا مجھے اور کوئی نہیں ملا۔

اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا: ٹھیک ہے قرآن بہت سے لوگوں کو بلند مقامات تک پہنچا دیتا ہے اور بہت سے (قرآن پر عمل نہ کرنے والے) لوگوں کو پستی کے گڑھوں میں پھینک دیتا ہے۔ عبدالرحمٰن ابن ابزی کو بھی قرآن کریم نے اس بلند رتبہ تک پہنچایا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں قرآن کریم اللہ کی طرف علوم وفنون کا پھیلا ہوا دستر خوان ہے۔ اپنی فہم وفراست کے مطابق اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ قرآن اللہ سے تعلق قائم رکھنے کے لیے ایک مضبوط رسی ہے۔ راہ ہدایت پر چلنے والوں کے لیے روشنی ہے۔ جو اسے مضبوطی سے تھام لے اس کی تمام بیماریوں کے لیے نسخہ شفا ہے۔ اسے ہر طرح کی گمراہیوں سے بچالے گا۔ جو اس کے احکام کی پیروی کرے گا اس کے لیے نجات کا ذریعہ ہے۔ اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں جسے سیدھا کیا جائے۔ نہ کسی طرح گمراہی کا شائبہ ہے کہ آدمی پریشان ہو۔ اس کے مضامین کا اچھوتا پن کبھی ختم نہیں ہوتا۔ نہ اس کے بار بار پڑھنے سے دل اکتاتا ہے۔ اس کے معانی ومفہوم کو سمجھتے ہوئے اس کی تلاوت کرتے رہو۔ اللہ اس کی تلاوت پر تمہیں اجر عطا

فرمائے گا۔ اس کو سمجھ کر پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ دیکھو "الم" پڑھنے والے کو تیس نیکیوں کا ثواب ملے گا

اللہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے والوں کا تذکرہ اپنے مقرب فرشتوں کی محفل میں کرتا ہے

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے کسی مسلمان کی دنیاوی مصیبت کو دور کیا اللہ آخرت میں اس کی مصیبت دور کر دے گا۔ جس نے اپنے تنگدست مقروض (قرضدار) کو مہلت دی۔ اللہ اس کی دنیا وآخرت کی مشکلات آسان کر دے گا۔ اللہ اپنے بندے کی اس وقت تک مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کی مدد کرنے میں لگا رہتا ہے۔ جو علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرتا ہے اللہ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دیتا ہے اور جو لوگ اللہ کے کسی گھر (مسجد) میں جمع ہو کر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن کو سمجھنے کے لیے آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں (پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ قائم کرتے ہیں) ان کی زندگی سکون سے گزرتی ہے ایسے لوگوں کو رحمت اپنے سایہ میں لے لیتی ہے۔ فرشتے ان کو اپنی حفاظت میں لے لیتے ہیں۔ اور اللہ اپنے مقرب فرشتوں میں ان کا تذکرہ کرتا ہے۔

حضرت یزید ابن ابی خبیبؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریمؐ نے فرمایا: جس نے (قرآن کے مفہوم ومعانی کو سمجھا اور) حفظ کر لیا اللہ تعالیٰ اس کے والدین کے عذاب میں کمی کر دیتا ہے۔ خواہ وہ (والدین) کافر ہی ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن العاصؓ کہتے ہیں۔ جو قرآن کو (سمجھ کر) پڑھتا ہے۔ وہ گویا اپنے پہلوؤں میں نبوت کی برکتیں سمیٹتا ہے۔ گو کہ اس پر وحی کا نزول نہیں ہوتا۔ اور جس نے قرآن کی تعلیم پا کر یہ سوچا کہ اللہ نے فلاں شخص کو کوئی بہتر (دنیاوی) نعمت عطا کی ہے۔ اس نے اللہ کی اس عظیم نعمت (قرآن) کی توہین کی ہے۔ کیونکہ اس نے دنیا کی حقیر سی چیز کو قرآن جیسی عظیم نعمت پر ترجیح دی ہے۔

قرآن کا علم رکھنے والے افراد کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔ کہ وہ جاہلوں کی باتوں کا جواب جہالت سے دیں۔ انہیں عفو ودرگزر سے کام لینا چاہیے اور ممکن ہو تو مخالف کو حسن اخلاق کا

مظاہرہ کرتے ہوئے عمدہ طریقہ سے سمجھایا جائے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قرآن کے عالم کے لیے بہتر ہے کہ وہ رات کی قدر کرے یعنی اس وقت قرآن کے معانی ومفہوم پر غور کرے۔ کیونکہ اس وقت اہل دنیا سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ (سوچنے اور غور وفکر کرنے کے لیے پرسکون وقت ہوتا ہے) دن میں روزہ رکھے جبکہ لوگ کھانے پینے میں مصروف ہوتے ہیں۔ لوگوں کی فضول خوشیوں اور تفریحات میں ان کا ساتھ نہ دے۔ لوگ بے جا غرور کریں تو وہ اللہ کے سامنے خشوع خضوع (عاجزی و نیاز مندی) کا اظہار کرتے ہوئے عبادت میں مصروف ہو جائے۔ قرآن کا عالم دغا اور فریب سے کام نہیں لیتا۔ نہ فضول شور و ہنگامہ میں شریک ہوتا ہے۔ نہ لوگوں سے سخت کلامی کرتا ہے۔ وہ اللہ کی یاد سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ اس کے عام برتاؤ میں سنجیدگی ہوتی ہے۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ دنیا میں تین مسافر ہیں۔

۱۔ قرآن۔۔۔ظالم کے دل میں۔

۲۔ نیک آدمی۔۔۔ برے لوگوں میں۔

۳۔ وہ گھر جس میں (جزدان میں لپیٹ کر) رکھ دیا جانے والا قرآن۔ جس کا کوئی پڑھنے (اور سمجھنے) والا نہ ہو۔

حضرت محمد ابن کعب رضی اللہ عنہ قرظی کہتے ہیں جس نے قرآن کو سمجھ کر پڑھ لیا اس نے گویا نبی کریم ﷺ کو دیکھ لیا اور پھر یہ آیت تلاوت کی۔

و اوحی الی هذا القرآن لا نذر لم به و من بلغ (سورہ انعام ۱۹)

میرے پاس یہ قرآن بذریعہ وحی بھیجا گیا ہے۔ تاکہ میں (اسے سنا کر) تمہیں (گمراہی کے نتائج سے) ڈراؤں، اور انہیں جن تک یہ پہنچے۔

ایک روایت میں ہے جنت کے درجات قرآن کے تعلیمی درجات کے مطابق رکھے گئے ہیں۔ چنانچہ قیامت کے روز قرآن کے قاری (سمجھ کے قرآن پڑھنے والے) کو کہا جائے گا پڑھتا جا۔ اور پڑھتا جا۔ اگر اسے نصف قرآن یاد ہوگا تو اس کے مطابق درجات تک پہنچ جائے گا (وہاں رک جائے گا) اس سے کہا جائے گا۔ اگر تو اس سے زیادہ تعلیم رکھتا تو ہم تجھے مزید اونچے بلند درجے تک پہنچا دیتے۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "جس نے نماز کے اندر قیام کی حالت میں قرآن کی تلاوت کی ہے۔ اسے ہر حرف کے عوض سو نیکیوں کا ثواب ملتا ہے جس نے نماز کی حالت میں بیٹھ کر قرآن پڑھا اس کو ہر حرف کے عوض پچاس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور جو نماز کے علاوہ (عام حالت میں) قرآن کے حروف کو اجر وثواب کی نیت سے دیکھا اسے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور جس نے شروع سے آخر تک (قرآن کو سمجھ کر) پڑھا وہ اللہ سے جو بھی دعا کرے گا قبول ہوگی۔ خواہ اسی وقت (اس کا اثر ظاہر ہو جائے) یا کچھ وقت گزرنے کے بعد۔

ایک روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ان تین آدمیوں کی توہین کرنے والا شخص منافق ہے۔

۱۔ انصاف پسند مسلم حکمران

۲۔ بوڑھا مسلمان

۳۔ اور قرآن کا عالم

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ اکثر ہمیں قرآن کی تعلیم کا شوق دلاتے اور اس کی فضیلتیں بھی بیان فرماتے تھے۔ قرآن کی تعلیم حاصل کرو اور اس کے بعد یہ فضیلتیں بیان فرمائیں۔ قیامت کے دن اپنے عالم کے پاس آکر نہایت خوبصورت شکل میں آکر کہے گا مجھے پہچانتے ہو۔ وہ (عالم) پوچھے گا۔ تو کون ہے؟ قرآن جواب میں (یہ نشانیاں) بتائے گا۔ وہی ہوں جس سے تم محبت کرتے تھے اور اس کا نہایت اعزاز واحترام کرتے تھے۔ رات بھر میرے ساتھ جاگتے اور دن بھر میرا دور (قرأت) رکھتے تھے۔ وہ عالم پوچھے گا۔ شاید تم قرآن ہو؟ قرآن اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دے گا اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ کھڑا ہو کر اسے شاہی تاج پہنائے گا۔ اس کے مسلمان والدین کو جنت کا خوبصورت اور قیمتی لباس پہنایا جائے گا۔ وہ کہیں گے یہ ہمیں کس لئے پہنایا گیا ہے۔ ہمارے اعمال تو ایسے نہ تھے۔ انہیں بتایا جائے گا یہ تمہارے بیٹے کی قرآن کی تعلیم کی برکت ہے۔

سورت بقرہ اور سورت ال عمران:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قرآن کی (دو ابتدائی) سورتوں کو سمجھ کر پڑھو۔ یہ دونوں سورتیں قیامت کے روز اپنے پڑھنے والوں کو بدلیوں کی طرح سایہ کرتی ہوئی نظر آئیں گی اور

اپنے پڑھنے والوں (کی نجات) کے لیے جھگڑیں گی۔ پھر فرمایا۔ سورہ بقرہ کی تعلیم ضرور حاصل کرو (سمجھ کر پڑھو) اس کی تعلیم میں برکتیں ہیں اور اس کی (تعلیم سے) پہلوتہی حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔ جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اس کے بعد فرمایا: اس کے فضائل وبرکات ان لوگوں کے لیے ہیں جو فضول باتوں سے بچتے ہیں، اور اس سورہ (سورہ بقرہ) کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔ اس سے غفلت نہیں برتتے اور نہ اسے کھانے پینے (کمائی) کا ذریعہ بناتے ہیں۔

حضرت سعد ابن ابی وقاص ؓ کہتے ہیں۔ جس نے دن میں صبح کے وقت قرآن ختم کیا فرشتے دن بھر شام کو اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جس نے شام کو قرآن ختم کیا فرشتے رات بھر اس کے لیے دعا کرتے رہتے ہیں اور اکثر صحابہ کرام ؓ دن کے وقت اول حصہ میں یعنی صبح کے وقت قرآن ختم کرنا پسند کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک ؓ کہتے ہیں۔ صحابہ کرام ؓ گرمیوں میں صبح کے وقت اور جاڑوں میں رات کے وقت قرآن ختم کرنا پسند کرتے تھے۔ تاکہ فرشتوں کی دعا زیادہ دیر تک ہوتی رہے۔

حضرت انس ؓ ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قرآن (سمجھ کر) پڑھنے والے مسلمان کی مثال سیب کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو اچھی اور مزہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ جو مسلمان قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال کھجور کی سی ہے جس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ مگر مزہ اچھا ہوتا ہے اور گنہ گار شخص جو قرآن پڑھتا ہے وہ نازبو جیسا ہے کہ مہک تو خوب ہے مگر ذائقہ کڑوا ہے اور اس فاسق وفاجر کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا حنظل تمہ کی سی ہے جس کا مزہ کڑوا ہی نہیں خوشبو سے بھی خالی ہے۔

حضرت عقبہ ابن عامر ؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آہستہ قرآن پڑھنے والے کی مثال خاموشی سے صدقہ دینے والے کی طرح ہے اور بآواز بلند قرآن پڑھنے والے کی مثال علی الاعلان دکھا کر صدقہ کرنے والے کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آواز سے پڑھنے میں بھی حرج نہیں بہتر یہ ہے کہ آہستہ آواز سے پڑھا جائے۔

حضرت ولید بن عبداللہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے نے فرمایا جس نے قرآن کی تعلیم پا کر اسے بھلا دیا وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ جذام

(کوڑھ) کی وجہ سے اس کے ہاتھوں کی انگلیاں جھڑ گئی ہوں گی۔ اور اس کے جسم سے بدبودار ہوا خارج ہو رہی گی۔

ایک دوسری روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ جس نے قرآن پڑھ کر بھلا دیا وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں گے۔

حضرت ضحاک ؓ کہتے ہیں۔ جس نے قرآن پڑھا اور پھر اسے یاد نہ رہا یہ اس کے کسی گناہ کی وجہ سے ہے۔ اور پھر یہ آیت تلاوت کی۔

وما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايديكم ويعفوا عن كثير

(سورہ شوریٰ ۳۰)

تم پر جو مصیبت پڑتی ہے وہ تمہارے کسی گناہ کی وجہ سے۔ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے) پڑھتی ہے اور وہ (اللہ تو) بہت سے گناہ معاف ہی کر دیتا ہے۔

بھلا قرآن کو پڑھ کر بھلا دینے سے بڑا گناہ کونسا ہوگا؟

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جس نے سال میں دو مرتبہ پڑھ کر قرآن ختم کیا اس نے اس کا حق ادا کر دیا کیونکہ نبی کریم ﷺ سال میں ایک مرتبہ جبرائیل سے قرآن کا دور کیا کرتے تھے مگر وصال والے سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ دور کیا تھا۔

علم دین حاصل کرنے کی فضیلت و برکت

حضرت کثیر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں میں دمشق کی مسجد میں حضرت ابودرداء ﷜ کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ ایک شخص نے آ کر کہا: ابودرداء ﷜! میں مدینہ منورہ سے یہاں تک کا سفر کر کے اس لئے آیا ہوں کہ آپ سے تحصیل علم کے بارے میں وہ حدیث سنوں جو آپ نبی کریم ﷺ سے بلاواسطہ روایت کرتے ہیں۔

حضرت ابودرداء ﷜ نے اس سے پوچھا: یہاں تم تجارت یا کسی دوسری ضرورت کی وجہ سے تو نہیں آئے؟

اس شخص نے بتایا: اس کے علاوہ میرا یہاں آنے کا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت ابودرداء ﷜ نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا "میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ جو شخص علم دین کی طلب میں سفر کرتا ہے۔ اس کے واسطے اللہ تعالیٰ جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ فرشتے اس سے خوش ہو کر طالب علم کی راہ میں اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ زمین و آسمان کی تمام مخلوق ایسے عالم کے لئے بخشش کی دعا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ مچھلیاں پانیوں کے اندر اس کے واسطے مغفرت کی دعاء کرتی رہتی ہیں۔ ایک ناخواندہ (بے علم) عابد پر عالم کو اسی طرح فضیلت و برتری حاصل ہے۔ جس طرح چودھویں کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے۔ علماء نبیوں کے وارث ہیں۔ نبیوں کی وراثت مال و دولت نہیں ہوتی۔ ان کی وراثت "علم" ہے۔ جس نے علم دین حاصل کیا اس نے بہت بڑی بابرکت دولت حاصل کر لی۔"

دو شوقین

حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷜ کہتے ہیں: دو شوقینوں کا شوق کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ایک علم دین حاصل کرنے والے طالب کا شوق اور دوسرا دنیا حاصل کرنے والے کا شوق ہے۔ مگر ان دونوں کو ایک درجہ میں بھی نہیں رکھا جا سکتا۔ کیونکہ دونوں کی راہیں مختلف ہیں۔ علم دین حاصل کرنے والا رضائے الٰہی کی منزلیں طے کرتا ہے۔ اور دنیا جمع کرنے والا گمراہی و ہلاکت کے گڑھے میں گرتا چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد ابن مسعودؓ نے یہ ایک تلاوت کی:

انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰوٓا (سورہ فاطر۔ ۲۸)

ترجمہ: اللہ کے بندوں میں صرف علماء ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔

اس کے بعد یہ آیت پڑھی:

کلا ان الانسان لیطغٰی ٥ ان رّاٰہ استغنٰی (سورہ علق۔ ۷)

"ہرگز نہیں! انسان گمراہ ہو جاتا ہے (جب وہ سمجھتا ہے) کہ دولت مند ہو کر وہ سب سے بے نیاز ہو گیا۔"

حضرت محمد ابن سیرین بیان کرتے ہیں: میں بصرہ کی مسجد میں پہنچا' دیکھا کہ وہاں ایک طرف اسود ابن سریعؓ وعظ کہہ رہے تھے بہت سے لوگ ان کے گرد جمع تھے۔ دوسری جانب کچھ حضرات علمی و فقہی مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔ میں نے دو رکعت نماز پڑھی بعد میں سوچتا رہا ہے کون سے لوگوں کے ساتھ بیٹھوں۔ کوئی فیصلہ نہ کر پایا۔ آخر واپس آ گیا۔ اسی رات خواب میں ایک شخص نے میرے پاس آ کر کہا: اگر تم اس مجلس میں بیٹھ جاتے جس میں لوگ علمی و فقہی مسائل پر گفتگو کر رہے تھے تو اچھا تھا۔ اس محفل میں فرشتے بھی بیٹھے تھے۔

حضرت انس ابن مالک ﷜ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر کوئی شخص ایسے لوگوں کو دیکھنا چاہے جنہیں اللہ نے جہنم سے آزاد کر دیا ہے۔ تو علم دین سیکھنے والے شوقینوں کو دیکھ لے۔ اس ذاتِ پاک (اللہ) کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے۔ جب کوئی دین سیکھنے کا شوقین طالب علم کسی عالم کے دروازہ کی طرف چلتا ہے اللہ اس کے ہر قدم اور ہر حرف کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب لکھتا ہے۔ اور ہر قدم پر جنت میں اس کے لئے محل تعمیر کر دیتا ہے۔ زمین کے جس حصہ سے وہ گزرتا ہے وہ زمین اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہے۔ اس کی صبح و شام اس حالت میں گزرتی ہے کہ اللہ نے اس کی بخشش فرما دی ہوتی ہے فرشتے ایسے لوگوں کے بارے میں یہ شہادت دیتے ہیں کہ یہ لوگ وہ ہیں جنہیں اللہ نے جہنم سے رہائی کا پروانہ عطا فرما دیا ہے۔"

حضرت ابودرداء ﷜ کہتے ہیں: میرے نزدیک دین کا ایک مسئلہ سمجھ لینا رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ﷜ اپنے وقت کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں: تم ایسے مبارک وقت میں ہو جب "عمل علم" سے بہتر ہے۔ لیکن بعد میں ایسا وقت بھی آنے والا ہے جس

میں علم عمل سے بہتر ہوگا۔ جیسا کہ آج کل ہے۔ کہ ہر شخص نے اپنا ایک خاص حلقہ بنایا ہوا ہے کہ باہم ایک دوسرے کو گمراہ اور نعوذ باللہ کافر تک کہہ رہے ہیں کوئی اسلام کی صحیح تعلیم دینے کو تیار نہیں۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "روئے زمین پر تین عمل سب سے بہتر ہیں:۔

(۱) علم دین کی تلاش و جستجو

(۲) جہاد فی سبیل اللہ

(۳) اور اپنی محنت سے جاکر روزی حاصل کرنا

کیونکہ علم دین کا طالب اللہ کا محبوب ہے

مجاہد اللہ کا دوست ہے۔

اور محنت سے روزی کمانے والے کو اللہ نے صدیق کا درجہ دیا ہے' حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علم دین کے طالب علم کا دن روزہ دار کی طرح گزرتا ہے۔ اور رات اس طرح گزرتی ہے جیسے رات بھر عبادت کرتا رہا ہو۔ علم دین کا کچھ حصہ سیکھ لینا کوہ ابوقبیس (ایک پہاڑ کا نام) کے برابر دولت راہ خدا میں خرچ کر دینے سے بڑا درجہ رکھتا ہے۔

حضرت ابن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا: انسان کو کب تک علم پڑھتے رہنا چاہیے؟

ابن مبارکؒ نے جواب میں فرمایا: جب تک کہ انسان کو جہالت سے نفرت نہ ہو جائے۔ اسے علم سیکھتے رہنا چاہیے۔

مشہور ہے ابن مبارک اپنی موت کے وقت بھی علمی کام میں مصروف تھے ایک شخص نے پوچھا آپ اس وقت علم سیکھنے میں لگے ہیں؟

فرمایا ہاں: شاید کوئی ایسی بات رہ گئی ہو جو میرے لئے فائدہ مند ہو سکتی ہو۔

حضرت معاذ ابن جبل ؓ کہتے ہیں: علم دین حاصل کرو اس کا حاصل کرنا نیک عمل ہے۔ اس طلب میں نکلنا عبادت ہے۔ اس کے مسائل پر تبادلہ خیال تسبیح کا درجہ رکھتا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے باہمی بحث و مباحثہ جہاد ہے کسی بے علم کو علم سکھا دینا صدقہ ہے۔ علم کو کسی اہل علم دین دار تک پہنچا دینا خدا تعالیٰ کی قربت کا ذریعہ ہے۔ علم دین کے لئے سفر جنت کا سفر ہے علم پریشانی میں انسان کا دوست ہے۔ مسافرت میں ہم سفر ہے تنہائی کا غم گسار ہے۔ خوشحالی کا رہبر۔ مصیبت کے وقت کا دوست' دوستوں میں عزت کا ذریعہ اور دشمنوں کے خلاف ہتھیار۔

اللہ نے علم کی بدولت لوگوں کو سر بلند کیا ہے۔ علم کے ماہرین کو لوگوں کا پیشوا بنایا۔ اور ان کے نقش قدم پر چلنے کو فخر کی بات سمجھا گیا ہے۔ فرشتے علم دین سیکھنے والوں سے محبت کرتے' ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے' طلب علم میں سفر کرنے والوں کے قدموں میں اپنے پر اور بازو بچھا دیتے ہیں۔ دنیا کی خشکی و تری (زمین و سمندر) کی ہر مخلوق حتی کہ زمین پر رینگنے والے کیڑے، خشکی و سمندر کے درندے اور چوپائے ان کے واسطے رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

علم انسان کو جہالت کے مرض سے نکال کر نئی زندگی عطا کرتا ہے۔ تاریکیوں میں انسانی آنکھوں کی روشنی ہے کمزور جسم کے واسطے طاقت کا ذریعہ ہے۔

علم کے ذریعے ایک عام آدمی پسندیدہ لوگوں میں شامل ہو جاتا ہے۔

دنیا و آخرت میں بلند درجات حاصل کر سکتا ہے۔

علم کے ذریعے انسان حلال و حرام میں تمیز کر لیتا ہے۔

علم امام ہے اور عمل اس کا مقتدی ہے۔

علم کے ذریعہ صلہ رحمی برقرار رہتی ہے۔

علم نیک بخت اور خوش نصیبوں کو حاصل ہوتا ہے۔

بدنصیب علم سے محروم رہتے ہیں۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں: حصول علم کی کوشش جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بڑا درجہ رکھتی ہے۔ جو شخص علم دین کی طلب میں اپنے گھر سے نکلتا ہے فرشتے اس کی راہ میں اپنے بازو بچھا دیتے ہیں پرندے آسمان کی فضاؤں' مچھلیاں سمندروں' اور دریاؤں میں اس کے واسطے دعائیں کرتے ہیں۔ اور اللہ اسے اس محنت کے صلے میں بہتر (۷۲) صدیقوں کی عبادت کے ثواب کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔ حضرات! علم دین حاصل کریں۔ وہ سکون و اطمینان سے علم دین حاصل کریں کیونکہ بے دلی اور بے اطمینانی سے کوئی چیز حاصل بھی کر لی جائے تو وہ دیرپا نہیں ہوتی۔ علم دین حاصل کرنے والوں اور علم دین کی تعلیم دینے والوں کا احترام کرو۔ علم کو فضول بحث و جدال کا ذریعہ نہ بناؤ۔ کیونکہ یہ دور مناظروں کا دور نہیں ہے۔ بلکہ دین کی بات کو دوسروں تک اچھے انداز اور حسن اخلاق سے پہنچانے کا دور ہے۔ علم کو امیروں کی خوشامد اور ان سے دولت حاصل کرنے کے لئے استعمال نہ کرو۔ مخلوق خدا پر ظلم کرنے والوں کو اپنے علم کے ذریعہ اس ظلم سے روکو۔ جو علم حاصل کرو اس پر عمل بھی کرو۔ علم بغیر عمل کے فائدہ مند

نہیں ہوتا۔ اور بے عمل علماء سے اللہ بھی ناراض ہوتا ہے۔ علم کے بغیر اللہ کی عبادت بھی پورا فائدہ نہیں دیتی۔ عبادت کو علم کی راہ میں حائل نہ ہونے دو۔ بے علم عباد کو شیطان جلد بہکا لیتا ہے۔ علم سے انسان کی عزت ہوتی ہے۔ بے علم عامل راستے سے الگ ہو جانے والے مسافر کی طرح ہے جسکے منزل پر پہنچنے کی بجائے بھٹک جانے کے امکان زیادہ ہیں۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا: آپ نے یہ سب باتیں کہاں سے سیکھی ہیں؟ حسن بصری نے جواب دیا اس کے لئے میں نے بڑی محنت کی ہے۔ ستر (۷۰) بدری (جنگ بدر میں شریک صحابہ کرام) حضرات سے ملا ہوں اور چالیس برس تک سفر کرتا رہا ہوں۔

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں۔ لوگو! افسوس ہے عالم دنیا سے اٹھتے جا رہے ہیں۔ اور ہمارے بے علم لوگ ان سے علم حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ علم کے اٹھ جانے سے پہلے پہلے کچھ نہ کچھ علم حاصل کر لو۔ کسی قوم کے علماء اٹھ جائیں (فوت ہو جائیں) تو سمجھو اس قوم سے علم اٹھا لیا گیا ہے۔

حضرت عمرو ابن عاصؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ صرف علم کو دنیا سے نہیں اٹھائے گا بلکہ عالموں کو اٹھائے گا' جن کے ساتھ علم بھی اٹھ جائے گا۔ اور جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو جاہل لوگ ایسے جاہلوں کو عالم کا درجہ دیدیں گے جو علم سے کورے ہونگے۔ (مگر شکلیں عالموں جیسی بنا رکھی ہوں گی۔ بہروپئے) وہ لوگوں کو غلط مسئلہ بتائیں گے۔ خود گمراہ ہیں دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ سے کسی نے پوچھا: اگر کسی صورت آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ آج شام تک آپ کی موت واقع ہو جائے گی تو دن کے اس بقیہ وقت میں آپ کیا کریں گے؟

انہوں نے جواب دیا: میں کوشش کروں گا کچھ علم حاصل کروں۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں۔ فقیہ ہمیشہ نماز کی حالت میں رہتا ہے۔ ایک شخص نے پوچھا: وہ کس طرح؟

ابراہیم نخعیؒ نے جواب دیا: کیونکہ اس زبان پر ہر وقت اللہ کا ذکر رہتا ہے وہ حرام کو حرام کہتا ہے قلب بھی اللہ کے کلام کا حوالہ دیتا ہے اور حلال کو حلال کہتے وقت وہ اللہ کے کلام سے حوالہ دیتا ہے۔

علماء اپنے زمانے کے روشن منار ہیں۔ جن کی روشنی سے عام لوگ صحیح راستہ پر چلتے ہیں۔

حضرت سالم ابن ابی جعدؒ کہتے ہیں: مجھے میرے آقا (مالک) نے تین سو درہم میں خریدا اور پھر آزاد کر دیا۔ میں نے سوچا اب کیا کروں؟ آخر میں نے علم دین حاصل کرنا شروع کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے کچھ ہی دن میں علم دین میں خاصی سوجھ بوجھ پیدا ہو گئی۔ خلیفۂ وقت نے مجھ سے ملاقات کا وقت مانگا مگر میں نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا۔

حضرت صالح مریؒ کہتے ہیں: میں ایک دفعہ امیر المومنین سے ملاقات کے لئے گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے برابر تخت پر بٹھایا۔ میں نے (وہاں بیٹھتے ہوئے) کہا: حضرت حسنؓ نے سچ ہی کہا تھا۔ امیر المومنین نے مجھ سے پوچھا: کیا کہا تھا حضرت حسنؓ نے؟ میں نے عرض کیا: حضرت حسنؓ نے فرمایا تھا: علم شریف لوگوں کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے۔ اور غلام کو آزاد لوگوں کے برابر بٹھا دیتا ہے۔ ورنہ صالح مری اس قابل کہاں تھا کہ امیر المومنین کے برابر تخت پر بیٹھے۔

حضرت انس ابن مالک کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علم دین حاصل کرو خواہ تمہیں اس کے لئے چین دور دراز ملک کی مسافت کے برابر کا سفر ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ "دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے"۔

حضرت ابو ذرؓ کے پاس آ کر ایک شخص نے کہا: میں علم حاصل کرنا چاہتا ہوں مگر ساتھ ہی یہ خوف بھی ہے کہ میں اس پر عمل نہ کر سکوں؟

حضرت ابو ذرؓ نے فرمایا: جاہل رہنے سے یہ بہتر ہے کہ تو کچھ علم حاصل کر لے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

"انسان کے لئے دین کا علم حاصل کرنے سے بہتر کوئی شے نہیں۔ ایک عالم دین شیطان پر ایک ہزار (۱۰۰۰) عبادت گزاروں سے زیادہ بھاری ہے۔ ہر عمارت کا ستون ہوتا ہے دین کا ستون فقہ ہے"

ایک مرتبہ بصرہ والوں میں یہ بحث چل نکلی۔ کہ علم سیکھنا بہتر ہے یا مال جمع کرنا۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: علم سیکھنا بہتر ہے۔ اور اس کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا! "علم" نبیوں کی وراثت ہے۔ اور مال فرعون اور قارون جیسے گمراہ لوگوں کی میراث ہے۔ نیز "علم" تمہاری حفاظت کرتا ہے۔ اور مال کی حفاظت تمہیں کرنا پڑتی ہے۔ علم اللہ کے محبوب لوگوں کو ملتا ہے۔

اور مال لوگوں کا محبوب ہوتا ہے۔ دولت مند کو مرنے کے بعد جلد ہی بھول جاتے ہیں۔ جب کہ عالم کو لوگ سینکڑوں برس تک یاد رکھتے ہیں۔

دولت مند سے قیامت کے روز ایک ایک درہم (روپیہ) کا حساب لیا جائے گا کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ اور عالم ایک حدیث بھی کسی کو سنا دیتا ہے، جنت میں اس کا ایک درجہ بڑھا دیا جاتا ہے۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں: انسانوں کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) عالم جو خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں۔

(۲) علم دین سیکھنے کے شوقین جو راہ نجات پر گامزن ہیں۔

(۳) تیسری قسم کے لوگ صرف ایک بھیڑ ہیں۔ جو دوسرے کی پیروی کرتے ہیں اور ہوا کے تیز جھونکے کے ساتھ اڑنے لگتے ہیں۔ اور فرمایا:

علم بہرحال مال سے بہتر ہے۔ علم انسان کی حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی حفاظت انسان کو کرنا پڑتی ہے۔ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے۔ اور مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں: علم سکھانے والا اور علم سیکھنے والا اجر و ثواب میں برابر ہیں۔ انسانوں کی دو ہی تو قسمیں ہیں:

(۱) ایک علم سکھانے والا۔

(۲) دوسرا علم سیکھنے والا۔

باقی جو ہیں وہ کسی شمار میں نہیں۔

علم پر عمل کرنے کا بیان

حضرت انس ابن مالکؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "علماء نبی ﷺ (کی دولت علم و عمل) کے امین ہیں' تاوقتیکہ وہ حکمرانوں اور دنیاداروں سے تعلق نہ پیدا کریں گے۔ اگر انہوں نے خود کو اہل دنیا سے وابستہ کر لیا تو نبیؐ سے خیانت کر رہے ہیں۔ (لہٰذا) ان سے دور رہو۔"

عالم کے لئے عامل ہونا ضروری ہے

حضرت ابو درداءؓ کہتے ہیں کوئی عالم اس وقت تک عالم نہیں جب تک وہ طالب علم بن کر دین کا علم حاصل نہ کرے۔ اور عالم اس وقت تک عالم نہیں کہلا سکتا۔ جب تک وہ اپنے حاصل کئے ہوئے علم پر عمل نہ کرے۔

حضرت ابو درداءؓ کا قول ہے: جاہل پر ایک بار لعنت اور اس عالم دین پر سات مرتبہ لعنت جو علم پر عمل نہ کرے۔ اور ابو درداءؓ کا یہ بھی قول ہے مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ مجھ سے یہ پوچھا جائے: تو نے کیا سیکھا؟ بلکہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ تو نے جو علم سیکھا تھا اس پر کتنا عمل کیا ہے؟

عمل کی پوچھ کا خوف

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: جو شخص دین کا علم حاصل کرے اس پر خود عمل کرے اور دوسرے لوگوں کو اس کی تعلیم دے اسے آسمان والے بہت اونچا مقام دیتے ہیں۔

عالم کون؟

حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ ابن سلامؓ سے دریافت کیا: اہل علم کن لوگوں کو کہا جاتا ہے؟

انہوں نے جواب دیا جو علم پر عمل بھی کریں۔

علم کو ختم کردینے والی چیز

حضرت عمرؓ کا دوسرا سوال تھا: وہ کیا چیز ہے جو انسان کے دل سے علم کو ختم کردیتی ہے؟
عبداللہ ابن سلامؓ کا جواب تھا: دنیا کی طلب (حرص ولالچ)

علم دین کی برکت

حضرت امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: جو شخص دین کا علم حاصل کر کے اس پر عمل کرتا ہے، اللہ اس پر دوسرے علوم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ یعنی دوسرے علوم کو سمجھنا اس کے لئے آسان ہوجاتا ہے۔

کس عالم کے پاس بیٹھ سکتے ہو

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا "علم کے ہر دعویدار کے پاس نہ بیٹھا کرو۔ اس عالم کے پاس بیٹھو جو تم کو پانچ چیزوں سے نکال کر پانچ چیزوں پر لگادے۔

(۱) شک سے نکال کر تمہارے دل میں یقین پیدا کردے۔
(۲) غرور سے نکال کر تمہیں خشوع وخضوع (عاجزی وانکسار) سکھادے۔
(۳) دشمنی کو نکال کر تمہارے دل میں لوگوں کے لئے محبت اور خلوص پیدا کردے۔
(۴) تمہارے دل میں جو ریاکاری (دکھاوا) ہے اسے نکال کر عبادت میں نیک نیتی اور اخلاص پیدا کردے۔
(۵) تمہارے اندر دنیا طلبی کو نکال کر آخرت طلبی کا جذبہ پیدا کردے۔

حضرت علیؓ کہتے ہیں: عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے تو عام لوگ بھی اس کی باتوں پر دھیان نہیں دیتے۔ بے عمل عالم کا علم نہ اسے فائدہ دیتا ہے نہ دوسروں کو۔ بنی اسرائیل میں ایک فلسفی (عالم) کے پاس علمی کتابوں کے اسی صندوق بھرے ہوئے تھے۔ اللہ نے اس وقت کے نبی کو حکم دیا: اس (فلسفی) سے کہو: تو اتنی ہی کتابیں اور جمع کرے تب بھی تجھے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ تاوقتیکہ تو ان تین باتوں پر عمل نہ کرے۔

(۱) دنیا سے محبت کرنا چھوڑ دے۔ یہ اہل ایمان کے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔
(۲) شیطان کی دوستی چھوڑ دے۔ وہ کبھی اہل ایمان کا دوست نہیں ہوسکتا۔
(۳) کسی مسلمان کو ایذا نہ (تکلیف) پہنچانا۔ یہ مسلمان کا طریقہ نہیں۔

حضرت سفیان ابن عینیہؒ کہتے ہیں۔

جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے وہ سب سے بڑا عالم ہے۔ اور جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا وہ جاہل ہے۔ مثل مشہور ہے جاہل کے ستر گناہ بخشے جاسکتے ہیں۔ مگر عالم کا ایک گناہ معاف نہیں کیا جائے گا۔

ایک روایت ہے: فرشتے ان باتوں پر حیرت کرتے ہیں:

(۱) ایک بے عمل عالم جب خود عمل نہیں کرتا تو دوسروں کو کس منہ سے عمل کرنے کے لئے کہتا ہے۔
(۲) بعض فاسق وفاجر لوگوں کی قبریں چونے اور اینٹوں سے پکی تعمیر کی جاتی ہیں۔
(۳) اور ان کے جنازہ پر منقش خوبصورت چادریں چڑھائی جاتی ہیں۔

کہا جاتا ہے: قیامت کے روز تین آدمیوں کو بڑی حسرت وندامت ہوگی۔

(۱) آقا (مالک) کا غلام (ملازم) اپنی نیک عملی کی بدولت جنت میں آجائے گا۔ اور وہ خود جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ (اپنے برے اعمال کی وجہ سے)
(۲) وہ دولت مند جو کنجوسی سے مال جمع کرتا رہا۔ مگر اس کے وارث اسی کا مال راہ خدا میں خرچ کر کے جنت میں جائیں گے۔ اور خود حقوق اللہ وحقوق العباد ادا نہ کرنے کی پاداش میں جہنم میں بھیج دیا جائے گا۔ (حسرت وافسوس)
(۳) وہ عالم جس کی باتیں سن کر لوگ نیک عمل کرتے رہے جنت میں جائیں گے اور خود اپنی بے عملی کی وجہ سے جہنم رسید ہوگا۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: عالم وہ ہے جو دنیا طلبی کے بجائے آخرت پر نظر رکھے۔ گناہوں سے بچے۔ اور خلوص نیت سے اپنے رب کی عبادت کرتا رہے۔

دنیا دار علماء کا اثر عوام پبلک پر

مثل مشہور ہے کہ جس دور کے علماء مال جمع کرنے لگیں عوام حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے۔ علماء حلال وحرام کی تمیز بھول جائیں تو عوام علی الاعلان حرام کھانا شروع کردیتے ہیں۔ اور علماء حرام کھانے لگیں تو عوام کو کافرانہ حرکتوں سے کون روک سکتا ہے۔

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی؟

(جب کعبہ کی حفاظت کے دعویدار راہ راست سے بھٹک جائیں تو عوام کو گمراہی سے کون روک سکتا ہے؟)

عوام قیامت کے دن اپنے علماء کو الزام دیں گے

قیامت کے روز عوام ایسے علماء سے کہیں گے: تم نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ تم حلال وحرام میں تمیز کر سکتے تھے۔ اس کے باوجود تم نے خود ان باتوں پر عمل کیا نہ ہمیں بتایا نہ ان باتوں سے روکا۔ تمہاری وجہ سے ہم گمراہ ہو گئے۔

عالم کی گمراہی

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”عالم کی گمراہی سے دنیا گمراہ ہو جاتی ہے۔“
حضرت بشر ابن حارث ؒ محدث حضرات سے کہا کرتے تھے: جو حدیث لوگوں کو سنا رہے ہو اس کی زکوٰۃ ادا کرو۔
محدث حضرات ان سے پوچھتے: زکوٰۃ کس طرح ادا کریں؟
بشر ابن حارثؒ کہتے: تم نے جو دو سو حدیثیں بیان کی ہیں ان میں کم از کم پانچ حدیثوں پر عمل کرلو۔
حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”ان چار اغراض کے لئے دین کا علم حاصل کرنے والا جہنمی ہے۔“

(۱) دین کی خدمت میں لگے لوگوں کو بحث ومباحثہ میں لگا کر اصل کام سے روکنے کی نیت سے دین کا علم حاصل کرنے والا۔
(۲) ناخواندہ وجاہل عوام پر طعنہ زنی کرنے کے لئے دین کا علم حاصل کرنے والا۔
(۳) جاہل عوام کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی نیت سے دین کا علم سیکھنے والا۔
(مقصد عوام کی اصلاح نہ ہو صرف خود کو ان میں مقبول بنانا مقصود ہو)
(۴) دین کے علم کو ذریعہ بنا کر دولتمندوں سے مال بٹورنے اور گمراہ حکمرانوں کا قرب حاصل کرنے والا۔

آج کل اپنے ملک میں ایسے لوگوں کی بڑی کثرت ہے۔ جو مختلف ناموں سے اخبارات و ٹیلی ویژن کی زینت ہوتے ہیں۔
حضرت سفیان ثوری ؒ کہتے ہیں: عالم کے لئے ان پانچ شرطوں پر عمل کرنا ضروری ہے:

علم حاصل کرنے اور علم حاصل ہو جانے کے بعد کی شرطیں

(۱) پہلی شرط یہ ہے: پوری توجہ اور سکون سے اپنے استاد (عالم دین) کی بات کو سنو۔
(۲) دوسری شرط: اسے اپنے دماغ میں پوری طرح محفوظ کرلو (یاد کرلو)۔

(۳) تیسری شرط: بعد میں اسے بار بار اپنے ذہن میں دہراتے رہو۔
(۴) چوتھی شرط: اس پر پہلے خود عمل کرو۔
(۵) پانچویں شرط: اسے دوسروں تک پہنچاؤ اس کی تبلیغ کرو اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دو۔

دس آدمیوں کو دس باتیں زیب نہیں دیتیں

حضرت ابو حفص ؒ کہتے ہیں: ان دس آدمیوں کو یہ دس باتیں زیب نہیں دیتیں۔ (ان کے لئے مناسب نہیں)

(۱) حکمران کو مزاج کی سختی (ظلم)
(۲) دولتمند کے لئے بخل (کنجوسی)
(۳) دین کے عالم کے لئے حرص ولالچ (طلب دنیا)
(۴) درویش کے لئے ضرورت سے زیادہ دنیا کمانے کی دوڑ دھوپ۔
(۵) خاندانی شریف لوگوں کے لئے بے حیائی کے طریقے اپنانا۔
(۶) بڑھاپے میں جوانوں کی سی حرکتیں کرنا۔
(۷) مرد کے لئے عورت کی مشابہت اور عورت کے لئے مرد کی مشابہت اختیار کرنا۔ اس صورت میں یہ بھی ہے کہ عورت مردوں جیسا لباس پہن لے۔ اور مرد عورتوں جیسا لباس پہن لے)
(۸) متقی وپرہیزگار لوگوں کے لئے دنیاداروں کی خوشامد۔
(۹) عابد کے لئے دین کے احکام سے ناواقف رہنا۔
(۱۰) مومن کے لئے سخت دل ہونا۔

علمی مجلس کی فضیلت و برتری کا بیان

حضرت ابو واقد لیثیؓ روایت کرتے ہیں: ''ایک روز رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرماتے تھے۔ باہر سے تین آدمی آئے ایک نے اہل مجلس کے درمیان جگہ دیکھی اور بڑھ کر وہاں بیٹھ گیا۔ دوسرا مجلس کے کنارے ہی بیٹھ گیا۔ تیسرا آدمی واپس چلا گیا۔

نبی کریم ﷺ نے (جاری) گفتگو کرنے کے بعد فرمایا: میں تمہیں ان افراد کے بارے میں بتائے دیتا ہوں۔ پہلے نے اللہ سے ٹھکانہ مانگا۔ اللہ نے اسے ٹھکانہ دے دیا۔ دوسرے نے اس خیال سے کہ اس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں کو تکلیف ہوگی۔ اللہ سے حیا کی اور مجلس کے کنارے ہی بیٹھ گیا۔ اللہ نے بھی اس کے ساتھ حیا کا برتاؤ کیا۔ مگر تیسرے نے اللہ سے منہ پھیر لیا اللہ سے منہ پھیرنے والے سے اللہ بھی منہ پھیر لیتا ہے۔

نیک لوگوں کے پاس بیٹھو

لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

بیٹے! اگر کہیں ایسے لوگوں کی محفل دیکھو جہاں اللہ کی باتیں ہو رہی ہیں، تم بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ اگر تمہارے اندر علم و دانش ہے، تو ان کے ساتھ بیٹھنے سے تمہارے علم میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ اور اگر تمہیں یہ باتیں معلوم نہیں تمہیں تو اب معلوم ہو جائیں گی۔ جو تمہارے واسطے فائدہ مند ثابت ہوں گی۔ اور اللہ نے ان پر رحم و کرم کیا، تم اس میں شامل ہو جاؤ گے۔

بروں کے پاس مت بیٹھو

اور ایسے لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جو خدا کی یاد سے غافل ہوں ان کے پاس بیٹھنے سے تمہارا اپنا علم بھی ضائع ہو جائے گا۔ بلکہ ان کے ساتھ بیٹھنے سے گمراہی میں پھنس جاؤ گے۔ اور اگر ان پر خدا کا عذاب نازل ہوا، تم بھی اس میں پھنس جاؤ گے۔

زمین پر گشت کرنے والے فرشتے

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں:۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے کچھ فرشتے ہر وقت زمین پر گشت کرتے

رہتے ہیں۔ جب وہ کوئی ایسی محفل دیکھتے ہیں جہاں لوگ اللہ کے ذکر میں مصروف ہوں۔ تمام فرشتے وہاں آجاتے ہیں اور محفل کو چاروں طرف سے اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اور ان کی باتیں سنتے ہیں۔ جب وہ آسمان پر واپس جاتے ہیں، اللہ ان سے پوچھتا ہے: تم نے میرے بندوں کو زمین پر کیا کرتے پایا اور کیا کرتے ہوئے چھوڑا؟ حالانکہ وہ ان کے بارے میں خود ہی سب کچھ جانتا ہے۔

فرشتے کہتے ہیں: وہ تیری حمد و ثنا کر رہے تھے۔ تسبیح پڑھ رہے تھے اور تیرا ذکر کر رہے تھے۔

اللہ پوچھتا ہے: اس کے عوض میں کیا چاہتے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں: وہ جنت کے طلب گار ہیں۔

اللہ پوچھتا ہے: کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟

فرشتے جواب دیتے ہیں: نہیں۔

اللہ کہتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو ان کا کیا حال ہوگا؟

فرشتے کہتے ہیں: ان کی طلب اور شوق میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

پھر اللہ پوچھتا ہے: وہ پناہ کس چیز سے چاہتے ہیں؟

فرشتے کہتے ہیں: وہ دوزخ سے پناہ چاہ رہے تھے۔

اللہ پوچھتا ہے: کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟

فرشتے کہتے ہیں: نہیں۔

اللہ پوچھتا ہے: اگر وہ اسے دیکھ لیں تو کیا ہوگا؟

فرشتے کہتے ہیں: پھر وہ اس سے ڈر کر اور زیادہ دور بھاگیں گے؟

اللہ کہتا ہے: میرے فرشتو! میں تمہیں گواہ بناتا ہوں میں نے ان کی بخشش کر دی ہے۔

فرشتے کہتے ہیں: ان میں ایک بہت بڑا گناہ گار شخص بھی تھا۔ جو اس محفل میں شرکت کے لئے نہیں بلکہ اپنی کسی دوسری ضرورت سے آیا تھا۔ اور یہاں ویسے ہی بیٹھ گیا تھا۔

اللہ فرماتا ہے: (کوئی بات نہیں) یہ وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے والا بھی میری رحمت سے محروم نہیں رہتا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں: اچھے دوست کی مثال عطر فروش کی سی ہے۔ اگر وہ تمہیں کچھ نہ دے تب بھی اس کی خوشبو سے تمہارا لباس معطر ہو جاتا ہے۔ اور برے دوست کی مثال لوہار کی بھٹی کی طرح ہے کہ وہاں سے اپنے کپڑے جلا کر یا کم از کم ناک میں بدبو لے کر ہی اٹھو گے۔

حضرت کعب احبارؓ کہتے ہیں: اللہ نے مخلوقات پیدا کرنے سے پہلے دو طرح کی

تحریریں لکھ کر عرش کے نیچے رکھ لی ہیں۔ جن کا علم فرشتوں کو بھی نہیں۔

ایک تحریر یہ ہے (کاغذ پر لکھی ہوئی بات): ایک شخص سارے عمل نیک لوگوں جیسے کرتا ہے۔ مگر اس کا اٹھنا بیٹھنا برے لوگوں کے ساتھ ہے۔ اللہ کہتا ہے: میں اس کے نیک عملوں کو برائیوں میں تبدیل کر دوں گا۔ اور اسے قیامت کے دن فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ ہی اٹھاؤں گا۔

دوسری تحریر یہ ہے: ایک انسان گنہگار ہے۔ سب کام برے لوگوں جیسے کرتا ہے۔ مگر اس کا اٹھنا بیٹھنا نیک لوگوں کے ساتھ ہے اور انہیں سے اس کی دوستی ہے۔

اللہ کہتا ہے: میں اس کی ساری برائیاں نیکیوں میں بدل دوں گا۔ اور قیامت کے روز اسے نیک لوگوں کے ہمراہ اٹھاؤں گا۔

نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنے والا بہر حال فائدہ میں رہتا ہے۔ اگر وہ ان سے کچھ حاصل نہ بھی کر سکے تب بھی اللہ اسے ان سات (۷) خوبیوں سے نواز دیتا ہے:۔

(۱) اسے دین کا علم سیکھنے والے طالب علم کا درجہ مل جاتا ہے۔
(۲) وہ جب تک وہاں بیٹھے گا۔ گناہوں اور فضول باتوں سے بچا رہے گا۔
(۳) وہاں سے اٹھے گا تو اللہ کی رحمت لے کر اٹھے گا۔
(۴) اس مجلس پر اللہ کی جو برکتیں اور رحمتیں نازل ہوں گی یہ بھی ان سے محروم نہیں رہے گا۔
(۵) جب تک وہاں بیٹھ کر ان کی باتیں سنتا رہے گا اس کے نام نیکیاں لکھی جاتی رہیں گی۔
(۶) اہل محفل کے ساتھ یہ بھی فرشتوں کے بازوؤں کے سائے میں رہے گا۔
(۷) اس محفل کی طرف جاتے ہوئے اس کا ہر قدم گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا ذریعہ ہوتا ہے۔

ان سات خوبیوں کے علاوہ اللہ اسے مزید چھ (۶) خوبیاں عطا کرتا ہے۔

(۱) اس کے دل میں دین کا علم رکھنے والے عالموں کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔
(۲) اہل علم کی باتیں سن کر ان پر عمل کرنے والے کو بھی اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا علم دین سیکھ کر عمل کرنے والے کو ملتا ہے۔
(۳) ان اہل محفل میں جسکی مغفرت ہو جائے گی وہ اپنے ساتھ بیٹھنے والے کے لئے اللہ سے بخشش کی سفارش کرے گا۔
(۴) اس کا دل برے لوگوں کی باتیں سننے (اور قبول کرنے) سے بچا رہتا ہے
(۵) وہ دین کا علم حاصل کرنے والے نیک لوگوں کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔

(۶) اور اگر اس نے دین کی کچھ باتیں سیکھ کر خود ان پر عمل کیا اور دوسرے لوگوں تک پہنچا دیں۔ تو یہ ان لوگوں میں شامل ہو جائے گا۔ جن کے بارے میں خداوند کریم کا یہ ارشاد ہے:۔

كونوا ربانيين بما كنتم تعلمون الكتاب ۔ (سورہ آل عمران ۲۹)

ترجمہ: (لوگو! سچے) خدا پرست ہو کر رہو۔ تم کتاب ہدایت (قرآن وحدیث) کی تعلیم دیتے ہو۔

عالم وہ ہے۔ جو اللہ اور رسول ﷺ کے احکام سے واقف ہو۔ خود ان پر عمل کرتا ہو۔ اور دوسرے لوگوں تک ان احکام کو پہنچاتا ہو اور ان کی تبلیغ کرتا ہو۔

ایک فلسفی کا قول ہے: اس دنیا میں بھی اللہ کی ایک جنت ہے' جو اس تک پہنچ گیا۔ اس کی زندگی بہت آرام سے گزرتی ہے وہ جنت ہے اللہ کا ذکر۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:۔

''ایک نیک آدمی کی ہم نشینی سے دو لاکھ بری دوستیوں کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔''

حضرت عمرؓ ابن خطاب فرماتے ہیں!

بسا اوقات ایک آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہے' اس کے گناہوں کا بوجھ کسی بڑے پہاڑ کے برابر ہوتا ہے چلتے چلتے اس نے کسی عالم سے کوئی اچھی بات سن لی دل میں خدا کا خوف پیدا ہوا۔ گناہوں سے توبہ کر لی جب گھر لوٹا تو وہ گناہوں سے بالکل پاک تھا۔ لہٰذا علمائے دین کی باتیں سنتے رہو ان کی محفلیں بڑی با برکت ہوتی ہیں۔

اللہ نے روئے زمین پر علماء کی مجلس سے زیادہ با برکت چیز پیدا نہیں کی ہوگی۔

حضرت انس ابن مالکؓ روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: قیامت کب واقع ہوگی؟

آپ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: ''تو نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے''؟

اس شخص نے بتایا: میرا روزہ نماز کا عمل تو کچھ زیادہ نہیں۔ البتہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔

آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''انسان جس سے اپنی نسبت قائم کرتا ہے انہیں میں شمار ہوتا ہے تو بھی جن سے محبت کرتا ہے ان کے ساتھ ہوگا۔''

روای حضرت انسؓ کہتے ہیں' آپ کی زبان سے یہ بات سن کر مسلمان اتنے خوش ہوئے کہ میں نے اس سے پہلے کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ کہتے ہیں: تین باتوں پر میرا یقین ہے۔

(۱) اللہ جسے دنیا میں اپنا دوست بنالے قیامت کو اسے غیر کے حوالے نہیں کرے گا۔

(۲) جسے اسلام نصیب نہ ہوا اسے کچھ نہ ملا۔

(۳) ہر انسان قیامت کے روز اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

(۴) اور چوتھی بات پر بھی قسم کھا سکتا ہوں: اللہ نے دنیا میں جس کی پردہ پوشی کرلی۔ قیامت کے دن بھی اس کے عیوب ظاہر نہیں کرے گا۔

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جب کچھ لوگ ایک جگہ جمع ہو کر اللہ کے دین کی باتیں ایک دوسرے سے سیکھتے اور سکھاتے ہیں' (جب یہ لوگ فارغ ہوتے ہیں) آسمان سے ایک اعلان ہوتا ہے۔ (اب یہاں سے) خوش ہو کر اٹھو میں نے تمہارے گناہ نیکیوں میں تبدیل کردیے ہیں۔ اور تم سب کی مغفرت کردی ہے''

حضرت شقیق زاہد ؒ کہتے ہیں: میری مجلس میں تین قسم کے آدمی ہو سکتے ہیں:

(۱) کھلا کافر (۲) منافق (۳) سچا مومن

(۱) میں صرف خدا اور رسول سے باتیں کرتا ہوں۔ جو انہیں نہ مانے وہ کھلا کافر ہے۔

(۲) اور جسے میری یہ باتیں سنکر دل کی تنگی محسوس ہو۔ وہ منافق ہے

(۳) اور جس نے میری باتیں سن کر پچھلی زندگی سے توبہ کرلی اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرلیا' وہ سچا مومن ہے۔

انسان جیسے لوگوں کے ساتھ بیٹھتا ہے ان کی عادات اور خصلتوں کا اثر اس کی طبیعت پر بھی پڑتا ہے۔ ذیل میں اس کی آٹھ (۸) مثالیں پیش کی جاتی ہیں:۔

(۱) دولت مند کے ساتھ بیٹھنے سے دل میں دنیا کی محبت و خواہش پیدا ہوتی ہے۔

(۲) درویشوں کے پاس بیٹھنے سے طبیعت میں شکر اور اللہ کی بنائی تقدیر پر خوش رہنے کا جذبہ ابھرتا ہے۔

(۳) بادشاہ و حکمران کے ساتھ بیٹھنے سے غرور و تکبر پیدا ہوتا ہے اور دل سخت ہوتا ہے۔

(۴) عورتوں کے ساتھ بیٹھنے سے طبیعت میں جہالت' شہوت اور حماقت بڑھتی ہے۔

(۵) بچوں سے زیادہ میل جول طبیعت میں کھیل کود سے رغبت اور غیر ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔

(۶) بدکردار افراد (برے لوگوں) کے ساتھ بیٹھنے سے انسان گناہوں کا عادی اور خدا کا نافرمان ہو جاتا ہے۔ اسے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

(۷) نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے عبادت کا شوق پیدا ہوتا ہے اور انسان حرام کاموں سے بچ جاتا ہے۔

(۸) علما کے پاس بیٹھنے سے علم اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔

ان تین وقتوں میں سونے سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔

(۱) وعظ و نصیحت کی محفل میں بیٹھ کر سونا

(۲) فجر کی نماز کے بعد سونا

(۳) عشاء کی نماز سے پہلے سونا۔

ان اوقات میں ہنسنا اللہ کو ناپسند ہے:۔

(۱) جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے ہنسنا۔

(۲) اللہ کے ذکر کی محفل میں بیٹھ کر ہنسنا۔

(۳) قبرستان میں ہنسنا۔

حضرت ابو بکر وراق کہتے ہیں: ان چار چیزوں کا چھوٹ جانا انسان کی بہت بڑی بدنصیبی ہے:

(۱) نماز باجماعت میں تکبیر اولیٰ (تکبیر تحریمہ) کا چھوٹ جانا۔

(۲) وعظ و نصیحت کی محفل کا چھوٹ جانا۔

(۳) حج فرض ہوتے ہوئے اس کا چھوٹ جانا۔

(۴) عام دعوت جہاد کے وقت جہاد کا چھوٹ جانا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے کسی عالم دین سے ملاقات کی اس نے گویا مجھ سے ملاقات کی ہے اور جس نے عالم دین سے مصافحہ کیا۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کرلیا' جو کسی عالم کی مجلس (وعظ) میں بیٹھا وہ میرے ساتھ بیٹھا' اور جو دنیا میں میرے ساتھ بیٹھا اللہ اسے قیامت کے دن جنت میں میرے ساتھ بٹھائے گا''

حضرت حسن بصری ؒ کہتے ہیں: ''عالموں کی مثال ستاروں کی سی ہے۔ ان سے لوگ ہدایت حاصل کرتے تھے اور جب وہ چھپ جاتے ہیں۔ لوگ حیران رہتے ہیں''

(اس بات پر کہ اب وہ کس سے راہ معلوم کریں گے۔) عالم کی موت اسلام کا ایسا نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔

شکر کا بیان

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتا ہے جو ایک لقمہ (کھانا) کھا کر یا پانی (کا ایک گھونٹ) پی کر الحمد للہ کہتا ہے۔"

آخرت کے عزت دار لوگ

حضرت اسماء بنت یزید ؓ روایت کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں: "جس روز اگلی پچھلی ساری مخلوق جمع کی جائے گی (قیامت کے دن) ایک اعلان ہوگا: آج سب کو معلوم ہو جائے گا "عزت دار" لوگ کون ہیں (اس آواز کو تمام مخلوق سنے گی) وہ لوگ اٹھ کر سامنے آجائیں جو بستروں سے اٹھ اٹھ کر رات کو عبادت کیا کرتے تھے۔ ایسے لوگ اٹھیں گے مگر تعداد میں بہت تھوڑے ہوں گے۔ پھر اعلان ہوگا: وہ لوگ سامنے آئیں جنہیں تجارت اور دیگر کاروباری مشاغل اللہ کی یاد (نماز) سے غافل نہیں کرتے تھے۔ ایسے لوگ اٹھیں گے مگر ان کی تعداد بھی کم ہوگی۔ پھر اعلان ہوگا: وہ لوگ اٹھ کر سامنے آجائیں جو خوش حالی اور تنگدستی (ہر حالت) میں اللہ کی حمد وثنا (شکر) کرتے رہتے تھے۔ ایسے لوگ اٹھ کر سامنے آئیں گے مگر وہ بھی تعداد میں بہت تھوڑے ہوں گے۔ پھر اس کے بعد سب لوگوں کے اعمال کا حساب ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار! تو نے آدمی کو پیدا کیا اس کے جسم میں روح پھونکی۔ اسے جنت میں رکھا اسے فرشتوں سے سجدہ کروایا۔ وہ تیرے اتنے احسانات کا شکر کس طرح ادا کرے؟

اللہ نے فرمایا: موسیٰ! میں نے جب آدم علیہ السلام کو یہ سب باتیں بتائیں تھیں اس نے اس پر میری حمد وثنا کی تھی بس یہی میرا "شکر" ہے۔

حضرت قتادہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

وہ شخص دنیا وآخرت میں کامیاب وخوش نصیب ہے جسے یہ چار چیزیں مل جائیں:

(۱) اللہ کا ذکر کرنے والی زبان۔

(۲) اللہ کا شکر ادا کرنے والا دل۔

(۳) مشکلات ومصائب برداشت کرنے والا (صابر) جسم۔

(۴) اور نیک مسلمان بیوی۔

مشہور ہے: حضرت داؤد علیہ السلام یہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے اپنے لئے چار چیزیں مانگتا ہوں:۔

(۱) وہ زبان جو تیرا ذکر کرتی رہے۔

(۲) وہ دل جو تیرا شکر گزار ہو۔

(۳) وہ جسم جو مشکلات ومصائب صبر کے ساتھ برداشت کرے۔

(۴) اور وہ زندگی کی ساتھی (بیوی) جو دنیا وآخرت کے بنانے میں میری مددگار ہو۔

اور ان چار چیزوں سے مجھے بچالے

(۱) نافرمان اولاد۔

(۲) بدمزاج بیوی جو مجھے وقت سے پہلے بوڑھا کردے۔

(۳) ایسا مال جو میرے لئے وبال جان بن جائے۔

(۴) اور ایسا پڑوسی جو میری خوبیوں کو چھپائے اور برائیوں کو اچھالے۔

حضرت معاویہ ؓ نے اپنے احباب سے پوچھا:

تم لوگ آرام کی زندگی کسے کہتے ہو؟ ہر ایک نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا۔ حضرت معاویہ ؓ نے آخر میں فرمایا: عافیت وآرام کی زندگی وہ ہے جس میں یہ چار چیزیں میسر آجائیں۔

(۱) رہنے کے لئے ایک گھر۔

(۲) ایسا ذریعہ معاش (روزگار) جس سے اسے حلال روزی مل سکے۔

(۳) نیک بیوی۔

(۴) اور ایسا پڑوسی جسے ہم پریشان کرسکیں نہ وہ ہمارے لئے پریشانی کا سبب ہو۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں جس آدمی کو یہ دو نعمتیں مل جائیں اسے اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔

(۱) اسے سرکاری کارندے پریشان نہ کریں۔

(۲) طبیب (ڈاکٹر) کے پاس جانے کی ضرورت پیش نہ آئے۔

حضرت ابوبکر ابن عبداللہ مزنیؒ کہتے ہیں: جو مسلمان ہے اور تندرست ہے اسے دنیا اور

آخرت کی نعمت مل گئی۔

(۱) تندرستی دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

(۲) اور اسلام آخرت کی سب سے بڑی نعمت ہے۔

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

''اللہ کی عطا کردہ دو نعمتوں سے انسان فائدہ نہیں اٹھاتا۔''

(۱) جسمانی تندرستی (۲) خوش حالی

ایک تابعی بزرگ کا قول ہے:

(۱) اللہ کسی کو دولت دے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

(۲) غم آئے تو توبہ واستغفار کیا کرے۔

(۳) اور تنگدستی و محتاجی ہو تو کثرت سے **لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** پڑھا کرے۔

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''چار چیزوں کے کھانے سے برکت ہوتی ہے:

(۱) حلال ہو اور حلال ذریعہ سے حاصل ہوا ہو۔

(۲) کھانا شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھ لی جائے۔

(۳) کھانے میں دوسروں کو بھی شریک کر لیا جائے۔

(۴) اور کھانے سے فارغ ہو کر **الحمد للہ** کہہ لیا جائے۔ (یا کھانے کی دعا پڑھ لی جائے)

حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص اللہ کی عطا کردہ ہر چھوٹی بڑی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ اس سے بہت سے بہتر نعمت عطا کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مومن ہر حال میں کامیاب ہے۔ نعمت پر شکر کرتا ہے اللہ (اس سے خوش ہو کر) اس کی نعمت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ کوئی مصیبت آئے اور اس پر صبر کرلے اللہ آخرت میں اس کا مرتبہ بڑھا دیتا ہے۔''

حضرت مکحولؒ سے ایک شخص نے اس آیت کا مطلب پوچھا۔

ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم

ترجمہ: تم سے اس (قیامتکے) ان نعمتوں کا حساب لیا جائے گا۔

انہوں نے جواب میں فرمایا: یہ وہ نعمتیں ہیں جو ہر انسان روزانہ استعمال کرتا ہے جیسے ٹھنڈا

پانی، سایہ، مکانات، پیٹ بھر کر کھانا، تندرستی اور میٹھی نیند کی لذت وغیرہ۔

مشہور ہے ایک روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے پاس اس طرح آئے کہ موٹی اون کا لباس زیب تن اور موٹی اون کی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ مونچھوں اور سر کے بال منڈے ہوئے۔ بھوک سے چہرے کا رنگ بدلا ہوا۔ بازوؤں اور سینے کے بال بڑھے ہوئے ہیں۔ آتے ہی پہلے السلام علیکم فرمایا: پھر فرمایا اے بنی اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد)! دنیا کو کم تر درجے پر رکھو یہ تمہیں آسانی سے مل جائے گی۔ آخرت کی فکر کرتے رہو۔ آخرت کے معاملہ کو ہلکانہ سمجھو۔ وہ اہم چیز ہے۔ جبکہ دنیا کی حیثیت اس کے مقابلہ میں بہت معمولی ہے۔ اور تمہیں ہر وقت کسی نہ کسی طرح کے فتنے میں الجھائے رکھتی ہے۔ یہ دنیا کی فکر ایک خسارے اور نقصان کا سودا ہے۔ اگر تم میرے سچے امتی ہو دنیا کو حقیر سمجھو اور اس سے نفرت کرو۔ اگر تم ایسا نہ کر سکے تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ اے بنی اسرائیل عبادت گاہوں میں زیادہ وقت گزارو اور اللہ کی عبادت میں لگے رہو۔ تم اس دنیا میں مہمان کی طرح ہو۔ تمہارے کھانے پینے کا انتظام اللہ کے ذمہ ہے۔ کیا تم فضا میں اڑتے پرندوں کو نہیں دیکھتے؟ وہ کوئی کھیتی باڑی نہیں کرتے آسمان کا خدا انہیں رزق دیتا ہے۔ اے بنی اسرائیل! جو کی روٹی اور سبزیاں کھایا کرو۔ تم اللہ کی ان معمولی نعمتوں کا بھی شکر ادا نہ کر سکو گے۔ پھر تم اس سے برتر نعمتوں کے طلب گار کیوں ہوتے ہو۔

حضرت سعید ابن جبیرؒ سے مروی ہے۔ کہتے ہیں: جنت میں سب سے پہلے وہ داخل ہوگا جو خوشحالی و تنگدستی (ہر حالت) میں اللہ کا شکر ادا کرتا رہا۔

اللہ کی حمد وثنا عبادات میں شامل ہے جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے خدا کے نیک بندے اور فرشتے اللہ کی حمد وثنا اور اس کا شکر ادا کرتے رہے ہیں۔ اور جب تک قائم رہے گی حمد وثنا کرتے رہیں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی انہوں نے الحمد للہ کہا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اور ان کے ساتھیوں کو کشتی میں سوار کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا:

فاذا استوت انت ومن معک علی الفلک فقل الحمد للہ الذی نجانا من القوم الظالمین۔ (سورہ مومنون۔۲۸)

ترجمہ: جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی پر پہنچ جاؤ تو کہو الحمد للہ (شکر ہے) (اللہ کا) جس نے ہمیں ظالم قوم سے نجات دی۔

حضرت ابراہیمؑ نے اس طرح شکر ادا کیا:

الحمد للہ الذی و ھب لی علی الکبر اسماعیل و اسحٰق ط ان ربی لسمیع الدعاء (سورۃ ابراھیم. ۳۹)

''اس اللہ کا شکر ہے جس نے اس بڑھاپے میں مجھے اسماعیل اور اسحاق جیسی اولاد عطا فرمائی۔''

حضرت سلیمان نے اس طرح شکر ادا کیا:

الحمد للہ فضلنا علی کثیر من عبادہ المؤمنین (سورہ نمل ۱۵)

''اس اللہ کا شکر ہے جس اپنے بہت سے نیک اہل ایمان بندوں پر ہمیں فضیلت بخشی۔''

اہل جنت چھ مواقع پر آخرت میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مومنوں اور کافروں کو یہ حکم دے کر الگ الگ کر دے گا۔

و امتازو الیوم ایھا المجرمون

''اے مجرمو! (ایک طرف) الگ ہو جاؤ۔''

آخرت میں پہلی بار اہل ایمان اور اللہ کے نیک بندے اس طرح اللہ کا شکر ادا کریں گے۔

الحمد للہ نجانا من القوم الظالمین (سورہ مومنون. ۲۸)

''شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں ظالموں سے بچالیا۔''

دوسری بار پل صراط سے گزر جانے کے بعد مومن کہیں گے۔

الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ط ان ربنا لغفورٌ شکور۔

(سورہ فاطر. ۳۴)

''شکر ہے اس اللہ کا جس نے یہ رنجیدہ منظر (جہنم) ہم سے دور کر دیا۔ بے شک ہمارا رب بہت مہربان (اپنے شکر گزار بندوں کا) قدردان ہے۔''

تیسری مرتبہ جب وہ آب حیات کے چشمہ سے غسل کر کے جنت کی طرف دیکھیں گے تو کہیں گے:

الحمد للہ ھدانا لھٰذا وما کنا لنھتدی لو لا ان ھدانا اللہ

''شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں یہاں تک پہنچایا۔ اگر اللہ ہماری رہنمائی نہ کرتا ہم یہاں تک پہنچ نہیں سکتے تھے۔''

چوتھی بار اس وقت جب جنت میں پہنچ جائیں گے اس وقت کہیں گے:

الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ و اورثنا الارض نتبوا من الجنۃ حیث نشاء

''اللہ کا شکر ہے جس نے ہم سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور ہمیں جنت کی سرزمین کا وارث بنا دیا۔ ہم اس میں جہاں چاہیں رہیں۔''

پانچویں مرتبہ جب اہل جنت اپنی قیام گاہوں میں پہنچ جائیں گے تو اس طرح شکر ادا کریں گے۔

الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ان ربنا لغفور شکورo الذی احلنا دار المقامۃ من فضلہ

''شکر ہے اس اللہ کا جس نے رنج و تکلیف کی کیفیت ہم سے دور کر دی بے شک ہمارا رب بہت مہربان اور (اپنے بندوں کا) قدردان ہے۔ اس نے ہمیں اپنی مہربانی سے ہمیشہ قائم و آباد رہنے والے گھر میں پہنچا دیا۔''

اور چھٹی مرتبہ جنت میں کھانے سے فارغ ہو کر کہیں گے:

الحمد و للہ رب العالمین

''شکر ہے اللہ کا وہ تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

ایک فلسفی کہتے ہیں: ان تین باتوں پر ایک مسلمان کو بہر حال اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے:

(۱) انسان اشرف المخلوقات (تمام مخلوق میں سب سے باعزت) ہے اللہ نے ہمیں اس مخلوق میں پیدا کیا۔

(۲) اسلام اللہ کا نازل کردہ آخری اور اس کے آخری محبوب نبی محمد ﷺ کا دین ہے۔ اللہ نے ہمیں مسلمان بنایا۔

(۳) امتِ محمدی ﷺ اللہ کے آخری محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی امت ہے اللہ نے ہمیں اس امت میں پیدا کیا۔

شکر کی دو قسمیں

شکر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) شکرِ عام (۲) شکرِ خاص

(۱) شکرِ عام: یہ ہے کہ زبان سے شکر ادا کیا جائے اور اللہ کی عطا کردہ نعمت کا اقرار و اظہار کیا جائے۔

(۲) شکرِ خاص: یہ ہے زبان سے نعمت کا اقرار اور شکر کیا جائے دل میں اس نعمت کی حقیقت پر غور کیا جسم کے اعضاء کو نعمت دینے والے کی خدمت اور اس کے احکام کی تعمیل

کے لئے وقف کر دیا جائے۔ زبان کو فضول اور بے فائدہ باتوں سے بچا کر رکھا جائے۔ غرض خود کو ہر اس چیز سے بچا کر رکھا جائے جو انعام دینے والے کی مرضی اور احکام کے خلاف ہو۔

محمد ابن کعبؓ کہتے ہیں: شکر کا اظہار انسان کے عمل سے ہونا چاہیے۔ جیسا خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اعملوا آل داؤد شکراً

"اے آل داؤد وہ عمل کرو جن سے نعمتوں کے شکر کا اظہار ہو۔"

عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا کے واسطے سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص میں یہ دو باتیں ہوں اللہ اس کو شاکر و صابر لکھ لیتا ہے۔ ایک یہ کہ دینی معاملات میں اپنے سے بہتر آدمی کی طرف دیکھے اور اس کی اقتداء کرے اور دنیاوی معاملات میں اپنے سے کم درجہ شخص کی طرف دیکھے اور اللہ کا شکر کرے کہ اس نے مجھے اس سے بہتر حالت میں رکھا ہے۔

شکر یہ ہے کہ انسان اپنے محسن کے مقام و مرتبہ کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی حمد و ثنا کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرے۔

جو کچھ ملا ہے اس پر خوشی کا اظہار کرے۔

اپنے کسی عمل سے اس کی نافرمانی کا اظہار نہ ہو۔

محمد ابن کعب قرظی بیان کرتے ہیں: حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے جس شخص کو یہ چار چیزیں عطا کر دیں اسے آل داؤد کی سلطنت سے بھی بڑی دولت عطا کر دی ہے۔

(۱) خشیۃ الٰہی: انسان کے ہر عمل سے خوف خدا کا اظہار ہو۔

(۲) خوشی و تنگدستی: میں اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

(۳) ہر حالت میں انصاف سے کام لے۔

(۴) خوشی و مسرت، ہر حالت میں اللہ کا شکر ادا کرتا رہے۔

حضرت ابوذر غفاری سے ایک روایت منقول ہے: ان سے کسی نے پوچھا: سب سے زیادہ خوش نصیب کون ہے؟

انہوں نے جواب دیا: وہ خاک نشیں جسے عذاب کا خوف نہ ہو اور ثواب کا امیدوار ہو۔

حلال کمائی کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص حلال ذریعہ سے روزی کمائے کہ سوال (بھیک) کی ذلت سے بچ جائے' اپنے گھر والوں کا خرچ پورا کر دے اور اپنے ضرورت مند پڑوسی کی بھی خبر گیری کر لے۔ اللہ قیامت کے روز اسے اس حالت میں اٹھائے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔

اور جس نے محض دولت جمع کرنے کے لئے حلال ذریعہ سے کمائی کی تاکہ لوگوں پر فخر اور بڑائی ہو، تو خداوند تعالیٰ قیامت کے دن اللہ اس سے ناراض ہوگا۔"

حضرت نصر ابن یحییٰ بیان کرتے ہیں: حضرت داؤد علیہ السلام جب باہر نکلتے راہ میں ملنے والے ہر شخص سے یہ پوچھتے: برادر! داؤد کیسا آدمی ہے؟ ایک روز ان کو انسانی شکل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام مل گئے ان سے بھی حضرت داؤد نے یہی سوال کیا: بھائی داؤد علیہ السلام کیسا آدمی ہے؟

حضرت جبرائیل نے جواب دیا: اچھا انسان ہے اگر وہ مسلمانوں کے بیت المال (سرکاری خزانہ) سے اپنا خرچ لینا چھوڑ دے تو زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ کو وہ بندہ پسند ہے جو محنت کر کے کماتا اور کھاتا ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام یہ سن کر روتے ہوئے محراب (عبادت گاہ) میں آئے اور نماز ادا کرنے کے بعد نہایت خشوع و خضوع سے (روتے گڑگڑاتے ہوئے) خدا سے دعا کی:

"پروردگار! مجھے کوئی ہنر سکھا دے' میں اس کے ذریعہ اپنے ہاتھ سے اپنی روزی کماؤں' اور بیت المال سے اپنا خرچ نہ لیا کروں۔" اللہ نے ان کو زرہ (لوہے سے بنا ہوا جنگی لباس) بنانا سکھا دیا۔ اور لوہے کو ان کے ہاتھ میں اتنا نرم کر دیا جیسے گوندھا ہوا آٹا ہوتا ہے وہ جس طرح چاہتے لوہے کی کڑیاں بناتے اور زرہ بناتے رہتے۔

حضرت داؤد علیہ السلام سلطنت کے کاموں سے فارغ ہو کر فالتو وقت زرہ سازی میں کیا کرتے۔ زرہ بنا کر وہ بازار میں فروخت کرتے۔ اس کی آمدنی سے اپنا اور اپنے گھر والوں کا خرچ چلاتے۔ گویا سلطنت کا کام وہ خدمت خلق کے طور پر بلا معاوضہ کیا کرتے تھے۔ اس کا ذکر

قرآن کریم میں اس طرح کیا گیا ہے۔

النا له الحديدo و علمناه صنعة لبوس لكم لتحصنكم من باسكم

(سورۃ سبا۔ ۱۰ الانبیاء: ۸)

''ہم نے ان کے لئے لوہے کو نرم کر دیا۔ ہم نے سکھا دیا ان کو لباس بنانے کا طریقہ جو جنگ میں تمہاری حفاظت کر سکے۔''

حضرت ثابت بنانیؒ کہتے ہیں: عافیت (پرسکون زندگی) کے دس طریقے ہیں: جن میں سے نو حصے خاموش رہنے میں۔ اور ایک گوشہ نشینی میں ہے۔ اسی طرح عبادت کے بھی دس حصے ہیں ان میں سے نو حصے حلال روزی کی تلاش میں اور ایک نفلی عبادات میں ہے۔

حضرت جابر ابن عبداللہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بھیک مانگنا شروع کر دے اللہ اسے محتاج (بھکاری ہی) بنا دیتا ہے۔ اور جو اس سے بچنا چاہے اللہ اسے بچا لیتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے غنا (بے نیازی صبر) طلب کرتا ہے اور اسے (غنی صبر کرنیوالا) کر دیتا ہے۔ (میرے نزدیک) کوئی شخص جنگل میں جا کر سوکھی لکڑیاں (جلانے کا ایندھن) لائے اور شام کو بازار میں لا کر فروخت کر دے اس کے بدلے ایک سیر آدھا سیر کھجور لیکر گھر کی روزی کا انتظام کر لے۔ اس کہیں بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگتا پھرے۔ کوئی اسے کچھ دیدے گا اور کوئی اسے (ذلت سے) دھتکار دے گا۔''

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

''حضرت زکریا علیہ السلام کا پیشہ نجاری (بڑھئی کا کام) تھا'' (وہ اس سے اپنی روزی کمایا کرتے تھے)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کپڑے کی تجارت کرو کیونکہ تمہارے (قریش کے) باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی کپڑے کی تجارت کرتے تھے"

ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا في الارض

''اگر اللہ اپنے تمام بندوں کے لئے رزق کی فراخی کر دیتا۔ وہ زمین میں بغاوت (فساد) پھیلاتے۔''

حضرت شفیق ابن ابراہیم اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں: اگر اللہ تمام بندوں کو رزق میں خود کفیل بنا دیتا اور انہیں بغیر محنت کئے روزی ملتی رہتی۔ ان کے پاس فالتو

وقت ہوتا۔ روئے زمین پر فتنہ و فساد پھیلانے کی نئی نئی تدابیر سوچ کر ہنگامہ و فساد برپا کرتے۔ اللہ نے انسان کو محنت میں لگا کر اس فتنہ و فساد سے روکا ہے۔

حضرت عمرؓ غریب لوگوں سے کہا کرتے تھے: لوگو! ہمت کرو تجارت کا پیشہ اختیار کر کے روزی کماؤ یہ آسان بھی ہے۔ اور تم کسی پر بار بھی نہ ہو گے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کہا کرتے تھے: جو شخص بازار (تجارت و محنت مزدوری) کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس میں مردانہ پن نہیں رہتا اس کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم ابن یوسف کہا کرتے تھے۔ لوگو! تجارت کا پیشہ اختیار کرو اس میں نفع بھی ہے اور انسان کی عزت بھی ہے۔

حضرت جابر ابن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جس نے کوئی پھلدار درخت لگایا یا کوئی کھیت بویا اب اس میں سے انسان چوپائے پرندے اور درندے جو کچھ بھی کھائیں گے وہ اس کی طرف سے صدقہ لکھا جائے گا۔''

حضرت انس ابن مالکؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر (ایسے وقت پر) قیامت آ جائے کہ تم کھجور کا پودا لگا رہے ہو تو اس پودے کو لگا کر اٹھنا۔

حضرت مکحولؒ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''(لوگوں کی) عیب جوئی بے جا تعریف (خوشامد) طعنہ زنی اور مُردوں کی طرح بیکار نہ پڑے رہو، سستی و کاہلی سے خود کو بچائے رکھو۔''

حضرت ابو المخارق روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ کہ ایک دیہاتی نوجوان سامنے سے گذرا حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اسے دیکھ کر کہا: اگر اس کی یہ طاقت اور جوانی جہاد فی سبیل اللہ میں صرف ہوتی تو بڑا ثواب پاتا یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر یہ (نوجوان) اپنے بوڑھے ماں باپ کی خدمت کے لئے محنت کرتا ہے یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اپنی کم سن (چھوٹی) اولاد کی پرورش کے لئے محنت کرتا ہے' تب بھی جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف ہے۔ اگر خود کو محتاجی میں دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے (بھیک مانگنے) سے بچانے کے لئے محنت کرتا ہے تب بھی جہاد فی سبیل اللہ میں ہے۔ اور اگر محض شہرت اور ریاکاری (دکھاوے) کے لئے محنت کرتا ہے۔ تو یہ شیطانی راستہ پر چلنا ہے۔''

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس مسلمان کو پسند کرتا ہے' جو اپنے اہل خانہ (بیوی بچوں) کی پرورش کے کوئی کام یا محنت مزدوری کرتا ہے۔ ایسے ہی وہ اس (مسلمان کو بھی) پسند نہیں کرتا جو تندرست ہوتے نہ جائز طریقے سے دنیا کماتا ہے۔ نہ اپنی آخرت سنوارنے کے لئے کوئی نیک کام کرتا ہے۔''

حضرت جعفر ابن محمدؓ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے گھر کی ضرورت کی چیزیں بازار سے خود خرید کر لایا کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے' جو شخص اپنے اہل وعیال کو اپنی ضروریات کے لئے دوسروں کی محتاجی سے بچانے کے لئے خود محنت کرتا ہے۔ وہ جہاد فی سبیل اللہ میں مصروف ہے۔''

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے اپنی ضرورت کے لئے حضور ﷺ سے کچھ سوال کیا۔ آپؐ نے اس سے دریافت فرمایا: تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟

اس شخص نے بتایا: ایک پھٹا ہوا ٹاٹ (بوریا ہے) ہے' جس پر ہم بیٹھتے ہیں رات کے وقت اس کا ایک حصہ بستر بنا کر بچھا لیتے اور باقی حصہ اوڑھ لیتے ہیں' اس کے علاوہ ایک پیالہ ہے' جس میں کھانا کھاتے اور پانی پیتے ہیں۔ اس میں پانی بھر کر غسل کرتے وقت سر پر ڈال لیتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ لے آیا آپؐ نے وہ دونوں چیزیں ہاتھ میں لے کر لوگوں کو دکھلاتے ہوئے فرمایا کوئی ان دونوں کا خریدار ہے؟

ایک شخص نے کہا: میں دونوں کو ایک ''درہم'' میں خرید سکتا ہوں۔

آپ ﷺ نے پھر دو مرتبہ فرمایا کوئی شخص ان دونوں کو ایک ''درہم'' سے زیادہ قیمت دے کر خریدنا چاہتا ہے۔

اس پر ایک دوسرے شخص نے کہا: میں دونوں چیزوں کو دو ''درہم'' میں خرید سکتا ہوں۔

آپؐ نے وہ چیزیں اس خریدار کو دیدیں' اور دو ''درہم'' لے کر اس شخص (چیزوں کے مالک) کو دیدیئے۔ اور فرمایا: ایک درہم سے گھر میں کھانے کی چیزیں خرید کر گھر پہنچا دے اور دوسرے ''درہم'' سے ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آ۔ وہ شخص کلہاڑا خرید کر لے آیا۔ آپؐ نے اپنے دست مبارک (ہاتھ) سے اس میں لکڑی کا دستہ ڈالا۔ اور اس شخص کو کلہاڑا دیتے ہوئے فرمایا: (جنگل سے) ''لکڑیاں (ایندھن) کاٹ کر لا اور بازار میں بیچ اور پندرہ دن سے

پہلے میں تمہیں ادھر (بے کار پھرتے) نہ دیکھوں۔''

وہ چلا گیا اور ان پندرہ دنوں میں دن میں محنت کر کے اس نے دس درہم کما لئے' جن میں کچھ کا اس نے گھر میں کھانے پینے کا سامان ڈالا۔ اور کچھ سے پہننے کے کپڑے خرید لئے۔ اس کے بعد جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔

آپؐ نے فرمایا: ''کیا یہ اس سے بہتر نہیں کہ تو قیامت کے روز اٹھتا' تیری پیشانی پر بھیک کا سیاہ داغ ہوتا' جسے دوزخ کی آگ میں جلا کر ہی مٹایا جا سکتا تھا۔''

ایک فلسفی کا کہنا ہے: اس ملک میں رہنا مناسب نہیں

(۱) جس میں ایک با اختیار حاکم نہ ہو۔

(۲) انصاف کرنے والی عدالت نہ ہو۔

(۳) مضبوط تجارتی مراکز نہ ہوں۔

(۴) پینے کے لئے صاف ستھرے پانی کا انتظام نہ ہو۔

(۵) اور ماہر حکیم (مرض شناس) وڈاکٹر نہ ہوں۔

ایک فلسفی سے کسی نے پوچھا: کونسی کمائی (پیشہ' ہنر) اختیار کرنا بہتر ہے؟

فلسفی نے جواب دیا: وہ پیشہ اختیار کیا جائے' جس کی حلال کمائی سے دنیاوی حاجات پوری ہوتی رہیں۔ اللہ کی عبادت میں خلل نہ پڑے۔ اور آخرت کے ثواب کے لئے اس میں سے کچھ صدقہ وخیرات بھی کر دیا جائے۔

اس کے بعد فلسفی نے مزید کہا: حرام کمائی وہ ہے جو حرام طریقہ سے اکٹھی کی جائے حرام جگہ خرچ ہو اور جو باقی بچے وہ اللہ کے نافرمان لوگوں کے چھوڑ جائے۔

آخرت کے لئے سب سے بدترین کمائی یہ ہے:

(۱) محض ضد اور ہٹ دھرمی سے حق بات کا انکار کیا جائے۔

(۲) گناہ پر اصرار کیا جائے۔

(۳) اور دنیا میں ظلم وفساد کی کوئی رسم ڈالدی جائے۔

کمائی کی خرابیاں اوران سے پرہیز کا بیان

حضرت قتادہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اگرتم چاہو میں قسم کھاسکتا ہوں کہ تاجر کھلا گنہگار ہوتا ہے"

حضرت قتادہ ؓ کہتے ہیں: آپ ؐ اکثر فرمایا کرتے تھے:

"میں حیران ہوں (آخرت میں) تاجر کیسے خلاصی (نجات) پائے گا۔ یہ دن بھر (جھوٹی سچی) قسمیں کھاتا رہتا ہے اور رات بھر اپنی کمائی کے حساب کتاب سے اسے فرصت نہیں ہوتی۔"

اہل علم ودانش کہتے ہیں: دنیا کا نظام ان چار طبقوں سے وابستہ ہے۔

(۱) علماء: لوگوں کو جائز وناجائز (بھلے برے) کی تمیز کراتے ہیں اوران کی رہنمائی کرتے ہیں۔

(۲) حاکم: ان سے انتظامی معاملات وابستہ ہیں اور امن وامان کے ذمہ دار ہیں۔

(۳) فوج: ملکی سرحدوں کی حفاظت اس کی ذمہ داری ہے۔

(۴) صنعت کاروتاجر لوگ: ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ دیانت داری سے اہل ملک کو ضروریات زندگی بہم پہنچاتے ہیں۔ یہ لوگ خیانت وبے ایمانی کریں گے تو لوگوں کا اعتماد کھودیں گے اور آخرت میں بھی اس کا جواب دینا ہوگا۔

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: تاجر اگر شریعت اسلام کے تجارتی اصولوں سے واقف نہ ہو تو وہ سودخوری میں پھنس جاتا ہے۔

حضرت عمر ؓ کے دور خلافت میں سرکاری طور پر یہ حکم نافذ تھا:۔

جولوگ دین اسلام کے تجارتی اصولوں سے ناواقف ہیں وہ ہمارے بازاروں میں تجارت نہ کریں۔

حضرت سفیان ثوری ؒ کہا کرتے تھے: تجارت پیشہ لوگوں کی ظاہری شان وشوکت سے دھوکا نہ کھاؤ اس خوبصورت لباس میں ایک نفع خور بھیڑیا چھپا ہوا ہے۔

حضرت سفیان ثوریؒ ہی کا یہ بھی قول ہے:

(۱) مال داروں کے پڑوس میں نہ رہو۔

(۲) بازاروں، دوکان دوکان پھر کر قرآن پڑھنے والے قاریوں پر اعتبار نہ کرو۔

(۳) اور وہ علما بھی صحیح بات نہیں کہتے جو امیروں اور حاکموں کے خوشامدی بنے ہوئے ہیں۔

حضرت ابن عباس ؓ کہتے ہیں: حلال روزی کمانا پہاڑ کو اس کی جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ منتقل کرنے سے مشکل ہے۔

حضرت معاذ ابن جبل ؓ کہتے ہیں: قیامت کے دن ہر بندہ سے یہ چار سوال ضرور کئے جائیں گے۔

(۱) جسمانی طاقت سے کیا کام لیا؟

(۲) عمر کا وقت کن کاموں میں صرف کیا؟

(۳) سیکھے ہوئے علم پر کس طرح عمل کیا؟

(۴) مال کس طرح کمایا اور کہاں خرچ کیا۔

مومن منافق

ایک فلسفی کا قول ہے منافق حرص، طمع اور لالچ سے دنیا جمع کرتا ہے ختم ہوجانے کے خوف سے خرچ نہیں کرتا۔ خرچ کرتا بھی ہے تو وہاں جہاں ناموری اور شہرت مقصود ہو۔

مومن جائز طریقہ سے بھی خدا سے ڈرتے ہوئے دنیا کی دولت کماتا ہے۔ شکر کرتے ہوئے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

حضرت ابی شبرمہ ؓ کہتے ہیں:

حیرت ہے انسان بیماری کے خوف سے جائز چیزوں سے پرہیز کرلیتا ہے۔ مگر دوزخ کے خوف سے حرام چیزوں کو نہیں چھوڑتا۔

حرام خور پر جنت حرام ہے

روایت ہے: ایک مرتبہ حضرت ابوبکر ؓ نے صرف شک کی بنا پر کھایا ہوا کھانا قے کر کے پیٹ سے باہر نکال دیا اور فرمایا تھا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے۔

"اللہ نے اس جسم کے لئے جنت حرام کردی ہے۔ جس کی پرورش حرام خوراک سے ہوئی ہو۔"

حلال روزی کی کمائی حاصل کرنے کے لئے پانچ باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) کمائی کے خیال سے فرض نماز نہ چھوڑے نہ تاخیر کرے بلکہ باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرے۔

(۲) کمائی کے لئے کسی کو تکلیف نہ دے نہ کسی کو نقصان پہنچائے۔

(۳) کمائی صرف اس نیت سے کی جائے کہ اس سے اپنے اہل وعیال کی ضرورت پوری ہو جائے۔ دولت جمع کرنا مقصد نہ ہو۔

(۴) کمائی کے لئے خود کو اتنا نہ تھکائے کہ فرض نماز بھی چھوڑ بیٹھے۔

(۵) کمائی کرتے وقت یہ نیت ہو کہ میری محنت صرف ایک ذریعہ ہے۔ روزی دینے والا اللہ ہے۔

ایک روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ناجائز طریقہ سے مال کمایا اس میں سے اپنے اہل وعیال پر، رشتہ داروں پر اور اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ قیامت کے روز اس تمام مال کی پاداش میں اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔''

حضرت عمران ابن حصین سے مروی ہے: فرمایا جس نے سود، رشوت، خیانت، دھوکہ دہی اور چوری کے مال سے حج، عمرہ ادا کیا یا وہ مال جہاد میں خرچ کیا۔ اس سے صدقہ دیا، غلام آزاد کیا یا راہ خدا میں خرچ کیا اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جو حرام مال کما کر صدقہ کرے اسے کوئی ثواب نہیں ملے گا۔ راہ خدا میں خرچ کیا ہوا ایسا مال قبول نہیں ہوگا۔ بلکہ جو بچا ہوا مال پیچھے چھوڑ جائے گا وہ بھی اس کے لئے جہنم کے عذاب میں اضافہ کا ذریعہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا۔ وہ برائی کو نیکی کے ذریعہ ختم کرتا ہے۔''

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بہترین کمائی باہر مال لانے والے تاجر کی کمائی ہے۔ بری کمائی کرنے والے تاجر تمہارے اپنے (شہر کے) تاجر ہیں کہ وہ تمہیں دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں اور تم ان سے جھگڑتے ہو۔ وہ تمہیں برا بھلا کہتے ہیں تم انہیں برا بھلا کہتے ہو۔''

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ سے حلال کمائی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''حلال کمائی وہ ہے جو آدمی اپنے ہاتھ سے کماتا ہے ہر وہ تجارت اچھی ہوتی ہے۔ جس میں کسی طرح کا دھوکا اور خیانت (بے ایمانی) نہ ہو''

حضرت قتادہ روایت کرتے ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا:۔

''سچا تاجر قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔''

بھوکوں کو کھانا کھلانے اور خوش اخلاقی کی فضیلت

خوش اخلاقی و مہمان نوازی

حضرت جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''اللہ نے حضرت ابراہیم ؑ کو اپنا دوست (خلیل اللہ) اس لئے بنایا تھا کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے' ہر آتے جاتے کو سلام کرتے اور رات کو جب سب لوگ سوئے ہوئے ہوتے وہ نماز پڑھتے تھے۔''

حضرت ابن عباس سے ایک شخص نے کہا: یہ مہاجر و انصار کہتے ہیں: اگر ہم عمل نہ کریں ہماری کوئی حیثیت نہیں۔

حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا: ہاں ٹھیک ہے اگر تم نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرتے رہو' روزہ رکھو' بیت اللہ کا حج کرو۔ مہمان کی ضیافت کرو گے تو جنت میں جاؤ گے۔ ورنہ نہیں۔

حضرت ابو شریح خزاعی ؓ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے: فرماتے تھے: ''اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے (مسلمان) مہمان کی عزت کریں۔ ایک رات اور ایک دن اس کی مہمانداری کریں اسے اچھا کھانا کھلائیں۔ مہمانی تین دن ہوتی ہے۔ اگر اس سے زیادہ دن رہے تو اس پر خرچ صدقہ لکھا جائے گا۔''

حضرت عطاء کہتے ہیں: حضرت ابراہیم ؑ ہمیشہ کسی دوسرے آدمی کو اپنے کھانے میں شریک کر لیا کرتے تھے: اور بسا اوقات ایسے آدمی کی تلاش میں دو میل تک گھوما کرتے تھے۔

حضرت عکرمہ ؓ کہتے ہیں: حضرت ابراہیم ؑ کے مکان کے چار دروازے تھے' وہ ہر دروازے پر نظر رکھتے کون کس دروازے سے آتا ہے۔

دوسروں کو بھی اپنے کھانا میں شریک کرالو

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اپنے دوست احباب کو کھانے میں شریک کرلوں۔ بجائے اس کے کہ بازار سے غلام خرید کر اسے آزاد کردوں۔

حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے: کھانے کے وقت کسی صاحب حیثیت (مال دار) کو

سامنے سے گزرتا دیکھتے' اسے نہ ٹوکتے اور کوئی غریب آدمی نظر آتا اسے فوراً بلا کر کھانے میں شریک کر لیتے۔ اور کہا کرتے تھے: لوگ ان کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں' جنہیں بھوک نہیں ہوتی۔ اور بھوکوں کو نہیں پوچھتے۔

نبی کریم ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا جنت میں زیادہ تر لوگ کس چیز کی بدولت جائیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا تقویٰ اور اچھے اخلاق والے جنت میں زیادہ ہوں گے۔

پھر اس شخص نے پوچھا: وہ کیا چیز ہے: جس کی وجہ سے لوگ جہنم میں زیادہ جائیں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں زیادہ تر لوگ زبان' شرم گاہ اور بد اخلاقی کی وجہ سے جائیں گے۔"

حسن اخلاق وصلہ رحمی

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: حسن اخلاق، پڑوسی کے لحاظ اور صلہ رحمی سے بستیاں آباد رہتی ہیں' ان میں بسنے والے لوگوں کی عمریں زیادہ ہوتی ہیں۔

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں مسجد کے اندر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ہم گیارہ آدمی: ابوبکر ؓ، عمر ؓ علی ؓ، عبدالرحمٰن ؓ، ابن مسعود ؓ حذیفہ ؓ ابو سعید خدری ؓ اور (میں) عبداللہ ابن عمر ؓ حاضر تھے۔ کہ ایک نوجوان آیا سلام کیا اور بیٹھ گیا پھر (نوجوان) نے آپ ؐ سے پوچھا: مسلمانوں میں سب سے اچھا مسلمان کون ہے؟

سب سے اچھا مسلمان

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: "جس کا اخلاق اچھا ہو۔"

پھر اس (نوجوان) نے پوچھا: مسلمانوں میں سب سے ہوشیار کون ہے؟

سب سے ہوشیار مسلمان

آپ ﷺ نے فرمایا جسے ہر وقت موت یاد رہتی ہو۔ اس کے واسطے اچھی طرح تیاری کر چکا ہو۔ ایسے مسلمان زیادہ ہوشیار ہیں۔

نوجوان خاموش بیٹھ گیا۔

نبی کریم ﷺ ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

مہاجروں اور انصار کی جماعت: اگر تم یہ پانچ چیزیں دیکھو اور خدا نہ کرے تمہیں ان کا دیکھنا نصیب ہو۔ تم ان سے اللہ کی پناہ مانگو۔

پانچ برائیاں اور انکے نتائج

(۱) جس قوم میں عام بے حیائی پھیل جائے اس میں طاعون اور دوسری نئی نئی بیماریاں پھیل جاتی ہیں۔

(۲) لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگیں (تجارت میں بے ایمانی وخیانت ہو) تو قحط پڑتا ہے مصائب عام ہو جاتے ہیں اور حکمران ظلم کرتے ہیں۔

(۳) لوگ زکوٰۃ دینا بند کر دیں۔ تو بارشیں نہیں ہوتیں۔

(۴) اللہ اور رسولؐ کے احکام کو پس پشت ڈال دیں' تو کوئی غیر قوم ان پر مسلط ہو کر انہیں غلام بنا لیتی ہے۔

(۵) حکمران اللہ کی کتاب (قرآن) پر عمل نہ کریں تو ان میں آپس میں دشمنیاں ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو لوگ مالی حالت (غریبی) کی وجہ سے لوگوں کی کوئی مشکل دور نہیں کر سکتے انہیں چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئیں۔"

حضرت نواس ابن سمعان انصاری ؓ روایت کرتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ سے نیکی (نیک عمل) اور گناہ کے متعلق دریافت کیا۔

گناہ کی پہچان

آپ ﷺ نے فرمایا: "نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے۔ اور گناہ یہ ہے کہ وہ تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اسے دوسروں سے چھپانے کی کوشش کرو۔"

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان کی عزت اس کی دینداری عقل و دانش اور اچھے اخلاق سے ہوتی ہے۔

باعزت انسان

حضرت ابو ثعلبہ خشنی روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تمہارا حسن اخلاق آخرت میں تمہیں مجھ سے قریب کر دے گا۔ اور تمہیں میری پسندیدہ شخصیت بنا دے گا۔"

برائی کو اچھے اخلاق سے ختم کرو

حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اچھا اخلاق برائیوں کو اس طرح اڑا دیتا ہے جس طرح سورج کی کرنیں شبنم کو اڑا دیتی ہیں۔ اور بداخلاقی انسان کے نیک عمل کو اس طرح بے کار کر دیتی ہے۔ جیسے شہد کو سرکہ خراب کر دیتا ہے۔''

حضرت معاذ ابن جبل ؓ روایت کرتے ہیں: مجھے یمن کا عامل بنا کر رخصت کرتے وقت نبی کریم ﷺ نے آخری نصیحت یہ فرمائی تھی:۔

حسن اخلاق کی اہمیت

''معاذ ابن جبل! لوگوں سے حسن اخلاق کا برتاؤ کرنا۔''

حضرت جابر ابن عبداللہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خوش اخلاقی

''حسن اخلاق (اللہ کی مہربانی سے) ایک بااخلاق انسان کی ناک میں ڈالی ہوئی نکیل ہے۔ جس کی رسی ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہے جو اسے خیر (بھلائی) کی طرف کھینچ رہا ہے اور خیر، بھلائی اسے جنت میں پہنچا دے گی۔ اور اسی طرح بداخلاقی دوزخ کے عذاب کی نکیل ہے۔ جس کی ڈور شیطان کے ہاتھ میں ہے۔ شیطان اسے برائی کی طرف گھسیٹ رہا ہے۔ اور وہ برائی اسے دوزخ میں پہنچا دے گی۔''

حضرت جابر ابن عبداللہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ دین (اسلام) وہ دین ہے جو میں نے اپنے واسطے پسند کیا ہے۔

دو عادتیں اسلام کا زیور ہیں

دو عادتیں اس میں حسن وکمال پیدا کرتی ہیں وہ دو عادتیں ہیں:۔

(۱) سخاوت (۲) اچھا اخلاق اپنے اسلام کو ان دونوں سے مزین رکھو۔

ضروری باتیں:

میزبان

دعوت میں زیادہ تکلف سے کام نہ لے سنت کے مطابق جو خوراک آسانی سے دستیاب ہو مہمان کو پیش کر دے۔ کھانا حلال اور حلال کمائی سے حاصل کیا گیا ہو۔ کھانے کا وقت نماز کے وقت کا لحاظ رکھ کر مقرر کرے کہ نماز فوت نہ ہو۔

مہمان

مہمان کو چاہیے کہ جہاں بیٹھ جائے۔ جو کھانا پیش کیا جائے اس میں کوئی عیب نہ نکالے کھانے کے بعد میزبان کے لئے اللہ سے خیر وبرکت کی دعا کرے

بخل سے بچنے کا طریقہ

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کی۔ مہمان کی مہمانداری کرتا رہا اور اپنی قوم کے غریب و مستحق لوگوں کی مدد کرتا رہا اس نے خود کو بخل (کنجوسی) سے بچا لیا۔''

اللہ پر توکل (بھروسہ) کا بیان

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: کل (آئندہ) کے لئے کھانا بچا کر نہ رکھو کل (کا دن) اپنا رزق ساتھ لے کر آئے گا۔"

چھوٹے چھوٹے کیڑوں کو دیکھو انہیں کون رزق دیتا ہے۔ اگر تم یہ کہو کہ ان کے پیٹ چھوٹے ہیں تو پرندوں کو دیکھو اگر کہو پرندے پروں سے اڑ کر اپنا رزق تلاش کرتے ہیں تو پھر بھاری بھاری جسم والے چوپایوں اور درندوں کو دیکھو وہ (نہ اڑ سکتے ہیں نہ تیزی سے دوڑ سکتے ہیں) ان کے پیٹ کتنے بڑے بڑے ہیں اللہ ان کو بھی روزی پہنچاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: مجھے پرواہ نہیں کل کی صبح کیسی ہو یا کیسی نہ ہو کیونکہ مجھے یہی معلوم نہیں کہ میری بھلائی میری پسند میں ہے یا ناپسند میں۔

حضرت مطلب ابن حطب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اللہ نے جو بات تم تک پہنچانے کا مجھے حکم دیا میں نے وہ بات تم تک پہنچادی۔ اور جن باتوں سے اس نے منع کیا میں نے ان سب سے تمہیں روک دیا۔ غور سے سنو حضرت جبرائیل نے مجھے بتایا: کسی جاندار کو اس وقت تک موت نہیں آئے گی۔ جب تک وہ اپنے مقدر میں لکھا ہوا رزق نہ کھالے اگر کسی کو اپنے رزق میں تاخیر محسوس ہوتی ہو تو وہ کوئی اچھا طریقہ اختیار کرتے ہوئے اسے تلاش کرے کیونکہ اللہ سے کچھ لینا ہے تو اس کو راضی کر کے ہی لیا جاسکتا ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص طاقتور بن کر رہنا چاہے اسے اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

جو شخص عزت سے رہنا چاہے اسے اللہ کا خوف دل میں رکھنا چاہیے۔

جو شخص دنیا والوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے (بھیک مانگنے) سے بچنا چاہے۔ اسے اپنی دولت پر بھروسہ کی بجائے اللہ کی عطا و بخشش کا امیدوار رہنا چاہیے۔"

حضرت داؤد علیہ السلام نے حضرت سلیمان کو نصیحت فرمائی:

متقی (پرہیزگار) وہ ہے جس میں یہ تین باتیں موجود ہوں:۔

(۱) اپنے مقصد کے پورا ہونے کی اللہ سے پوری امید رکھے

(۲) جو مل جائے اس پر خوش رہے۔

(۳) کوئی نقصان ہو جائے تو اس پر صبر کرلے۔

حضرت مطیع بلخیؒ نے حاتم ابن اصمؒ سے پوچھا: میں نے سنا ہے آپ نے بڑے بڑے سفر بغیر کسی سفر خرچ کے طے کئے ہیں۔

حضرت حاتم ابن اصمؒ نے جواب دیا: نہیں بلکہ یہ چار چیزیں میرا سفر خرچ ہوتی ہیں:۔

(۱) میں نے دنیا کے تمام اطراف و جوانب کو اللہ کی حکومت میں شامل سمجھا۔

(۲) تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

(۳) دنیا کے ذرائع و اسباب اللہ کے قبضہ میں ہیں اور وہی سب کو رزق دیتا ہے۔

(۴) اور اللہ ہی کا حکم ساری دنیا پر چل رہا ہے۔

ایک شخص نے حضرت شقیق رحمہ اللہ سے کہا: مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔

حضرت شقیق رحمہ اللہ نے فرمایا: تین باتوں کا خیال رکھو۔

(۱) اللہ کی عبادت کرتے رہو (اللہ کا بندہ بن کر رہو) وہ تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

(۲) اللہ کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے رہو۔ اللہ تمہاری مدد کرتا رہے گا۔

(۳) اللہ کو اپنے وعدہ میں سچا سمجھو وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اگر علماء علم کو علم کے قدردان اور علم کے مستحق لوگوں تک پہنچائیں۔ وہ اپنے وقت کے باعزت لوگوں میں شمار ہوں گے۔ اور اگر انہوں نے اپنا علم دنیا بٹورنے کا ذریعہ بنالیا اور ناقدرے دنیاداروں کے گھروں کے چکر کاٹنے لگے۔ تو وہ لوگوں کی نظر سے گر جائیں گے۔

اس کے بعد ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے:

جس نے اپنے تمام غموں کو ایک غم یعنی آخرت کا غم بنالیا۔ اللہ اس کے سارے غم ختم کر دیتا ہے۔ اور جسے دنیا کے غموں نے گھیر لیا۔ اللہ کو بھی اس کی پروا نہیں جہنم کے کسی حصہ میں گرے یا کسی حصہ میں سزا پائے۔

تورات میں لکھا ہے: اے انسان! محنت کر میں تیرے واسطے رزق کے دروازے کھول

دوں گا۔ میرے احکام پر عمل کر، مجھے اپنی مصلحتیں نہ سمجھا۔

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: اسلام کو ان چار چیزوں سے استحکام حاصل ہوتا ہے:

(۱) یقین: اللہ پر کامل یقین ہو اس نے اپنے بندوں سے جو وعدے کئے ہیں وہ انہیں ضرور پورا کرے گا۔ اس نے رزق کا وعدہ کیا ہے وہ انسان کو ہر حالت میں ملتا ہے۔

(۲) عدل (انصاف): ہر دوست و دشمن سے انصاف کیا جائے نیز اگر کسی کا حق آپ کے اوپر ہے اسے فوراً ادا کر دیں۔ اگر کسی پر آپ کا حق ہے تو اس سے نرمی اور سہولت کا برتاؤ کریں۔

(۳) صبر: اگر انسان پر کچھ مشکل حالات آ جائیں تو گھبرا کر چیخ و پکار شروع نہ کر دے بلکہ صبر و سکون سے انہیں برداشت کرے اور اللہ سے دعا کرتا رہے کہ ان حالات سے نجات دے کیونکہ اللہ ہی انسان کو مشکلات سے نجات دے سکتا ہے۔

(۴) جہاد: خود اور اپنے دین کو دشمن کے ہتھکنڈوں سے بچانے کی کوشش کرتا رہے۔ خصوصاً شیطان (جو اس کا ازلی دشمن ہے) سے ہمیشہ چوکنا رہے وہ مختلف حیلے بہانوں سے اس پر اور اس کے دین پر حملے کرتا رہتا ہے۔

حضرت شقیق ؒ نے حضرت حاتم ابن اصمؒ سے پوچھا: تم نے زندگی میں کیا سیکھا ہے؟ حاتم ابن اصمؒ نے جواب دیا: میں نے تیس سال کے تجربہ سے چھ نصیحتیں حاصل کی ہیں اگر میں نے ان پر عمل کر لیا تو دنیا کے بہت سے فتنوں سے بچ جاؤں گا۔

(۱) میں نے قرآن کریم کی اس آیت پر غور کیا۔

وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها (سورہ ہود: ۶)

"زمین پر چلنے پھرنے والی ہر (جاندار) مخلوق کو رزق پہنچانے کی ذمہ داری اللہ پر ہے۔"

میں نے محسوس کیا اللہ کی ان مخلوقات میں سے ایک مخلوق میں بھی ہوں اس نے جو میرا رزق میرے واسطے مقدر کر دیا ہے وہ مجھے ضرور ملے گا۔ کیونکہ اللہ کسی کو بھولتا نہیں۔ وہ جہاں ہاتھی جیسے بھاری بھرکم جانور کا پیٹ بھرتا ہے وہاں مچھر مکھی اور چیونٹی جیسے چھوٹے جانوروں کو بھی ان کی خوراک پہنچاتا ہے۔

(۲) پھر میں نے اس آیت پر غور کیا۔

انما المؤمنون اخوة (سورہ حجرات: ۱۰)

"سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

اس سے میرے دل میں ہر مسلمان کے لئے محبت پیدا ہو گئی۔ بھائی بھائی سے حسد نہیں کرتا۔ میرے دل میں کسی مسلمان کے لئے حسد اور دشمنی نہ رہی۔ اب حالت یہ ہے کہ مشرق میں کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے میں محسوس کرتا ہوں یہ تکلیف مجھے ہوتی ہے۔ اور مغرب میں کوئی خوش ہوتا ہے میں بھی خوش ہوتا ہوں۔

(۳) میں نے محسوس کیا کہ اس دنیا میں ہر آدمی کسی نہ کسی شخص یا عمل کو پسند کرتا ہے۔ میں نے اللہ کی عبادت کو اپنا دوست بنا لیا۔ کہ اس فانی دنیا کی ہر چیز میرا ساتھ چھوڑ دے گی۔ مگر اللہ کی عبادت قبر میں، میدانِ حشر میں اور پل صراط سے گزرتے وقت، غرض ہر لمحہ میرے ساتھ رہے گی۔ لہٰذا میں نے ہر چیز کو چھوڑ چھاڑ کر عبادت سے دوستی کر لی۔

(۴) میں نے محسوس کیا: یہاں ہر آدمی کے ساتھ کوئی نہ کوئی دشمن بھی لگا ہوا ہے۔ لہٰذا دشمن اور اس کی دشمنی سے بچ کر رہنا چاہیے مجھے اپنے دو دشمن نظر آئے ایک کافر انسان اور دوسرا شیطان' کافر انسان زیادہ خطرناک دشمن نہ تھا اگر وہ مجھے ہلاک کر دیتا ہے تو میں شہادت کا درجہ پا لیتا ہوں اور میں اسے مار دیتا ہوں تو غازی کہلاتا ہوں اور آخرت میں مجھے اس کے خلاف جہاد کرنے کا ثواب مل جاتا ہے۔

مگر دوسرا دشمن زیادہ چالاک اور خطرناک ہے' میں اسے دیکھ نہیں پاتا اور وہ چھپ کر وار کر جاتا ہے۔ وہ دشمن شیطان ہے جو ہر وقت اس کوشش میں لگا رہتا ہے کہ مجھے صحیح راستہ سے ہٹا کر غلط راستہ پر ڈالے جو سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے لہٰذا میں نے ہر چیز کی دشمنی چھوڑ کر شیطان کو اپنا نمبر اول کا دشمن سمجھ لیا اور اب میں اس کے ہتھکنڈوں سے بچنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔

(۵) قبر: میں نے دیکھا کہ ہر انسان کا ایک گھر ہوتا ہے۔ میں نے قبر کو اپنا گھر سمجھ لیا اور اس کی تعمیر شروع کر دی۔

(۶) موت: میں نے دیکھا یہاں ہر کوئی دوسرے کو ڈھونڈتا پھر رہا ہے معلوم ہوا موت کا فرشتہ میری تلاش میں ہے میں نے اس کے ساتھ چلنے کی تیاری شروع کر دی۔ اب جب وہ آئے گا مجھے اس کے ساتھ جانے میں کوئی عذر نہ ہو گا۔

یہ باتیں سن کر حضرت شقیق ؒ نے فرمایا: واقعی اگر ان پر عمل کیا جائے تو ہماری

نجات ہو سکتی ہے:

حضرت ابو یعلیٰ ؓ روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ دریافت کیا:

اے اللہ کے نبی! مجھے یہ بتائیے میں اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑ دوں اور اللہ پر بھروسہ کرلوں یا کسی ایک جگہ اس کا پیر باندھ کر اسے بٹھادوں اور پھر اللہ پر بھروسہ کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کا پیر باندھ کر بٹھادو اور پھر اللہ پر بھروسہ کرو۔''

ایک بزرگ کہتے ہیں اللہ کے ولی میں تین خصوصیتیں ہوتی ہیں۔

(۱) اللہ پر کامل بھروسہ۔

(۲) اپنی ہر ضرورت پوری کرنے کی اللہ سے درخواست کرنا۔

(۳) اور ہر دینی و دنیا معاملہ میں اللہ کے حکم پر عمل کرنا۔

دنیا والے کس کی عزت کرتے ہیں

حضرت فضیل ابن عیاض کہتے ہیں:

عام لوگ اس شخص کی عزت کرتے ہیں جو اپنی ضروریات کے لئے ان کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے اور وہ شخص عوام کی نظر سے گر جاتا ہے جو اپنی ہر ضرورت کے واسطے ان کی طرف دیکھتا رہے۔

اللہ کس بندے کو پسند اور کس کو ناپسند کرتا ہے

اللہ اس بندے کو پسند کرتا ہے جو خود کو اس کے سامنے محتاج بنا کر پیش کرے اور اپنی ہر ضرورت کے لئے اس کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا رہے۔ اور وہ اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے غرور و گھمنڈ میں پھنس کر اس سے بے نیازی برتتا ہے۔ اور اپنی ضروریات کے لئے دنیا کے سامنے ہاتھ پھیلاتا پھرتا ہے۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی بیٹے کو نصیحت

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت بیٹے کو نصیحت کی اور فرمایا بیٹے ان چھ باتوں کو ہمیشہ ذہن میں رکھو:

(۱) دنیا جائز طریقے سے اتنی ہی کماؤ جتنی زندگی کے لئے ضروری ہے۔

(۲) اللہ کی اتنی عبادت کر جو تیری دنیا اور آخرت سنوار دے۔

(۳) آخرت کی ہمیشہ کی زندگی کے لئے پوری طرح عملی تیاری کر۔

(۴) جہنم کے عذاب سے بچنے کے لئے اتنے نیک عمل اور اللہ سے استغفار کر کہ تجھے اپنی نجات کا یقین ہو جائے۔

(۵) گناہ کرنے سے پہلے یہ سوچ لے کہ کیا تو اس کے بدلہ میں اللہ کی طرف سے دی جانے والی سزا کو برداشت کر سکتا ہے؟

(۶) گناہ کے لئے ایسی جگہ تلاش کر جہاں تجھے اللہ نہ دیکھ رہا ہو۔

یقین اور توکل میں فرق

یقین یہ ہے کہ اللہ نے آخرت میں جن چیزوں کا وعدہ کیا ہے ان کا یقین رکھا جائے۔

اور توکل یہ ہے کہ اس دنیاوی زندگی میں اللہ نے جو کچھ دینے یا بہم پہنچانے کی ذمہ داری لی ان کے جائز ذریعہ سے حصول کی کوشش کرتے ہوئے اللہ پر بھروسہ رکھا جائے۔

حضرت یعلی ابن مرہ ؓ کہتے ہیں: ہم ایک رات حضرت علی ؓ کی رہائش گاہ کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ حضرت علی ؓ نماز فجر کے لئے باہر آئے تو انہوں نے ہم سے پوچھا: تم لوگ یہاں کیوں کھڑے ہو؟ ہم نے عرض کیا: آپ کی حفاظت کے لئے پہرہ دے رہے ہیں۔

حضرت علی ؓ نے ہم سے پوچھا: تم کن سے میری حفاظت کرنا چاہتے ہو زمین والوں یا آسمان والوں سے؟

(راوی کہتے ہیں) ہم نے عرض کیا: زمین والوں سے آپ کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔

حضرت علی نے فرمایا: تمام فیصلے آسمان پر ہوتے ہیں وہاں سے میری موت کا فیصلہ ہوگا تو کوئی مجھے بچا نہ سکے گا۔

تقوای کا بیان

حضرت قتادہ ؒ کہتے ہیں: حضرت عبداللہ ابن مطرف اللہ کے دو نیک بندوں کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: تمہیں دو آدمی ملیں گے جن سے ایک شخص بہت روزے رکھتا' کثرت سے نمازیں پڑھتا ہے اور صدقہ وخیرات کرتا ہے لیکن دوسرا شخص اتنا کچھ نہ کر سکنے کے باوجود اس سے افضل اور رتبہ میں بڑھا ہوا ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کس لئے؟

عبداللہ ابن مطرف نے جواب میں کہا: اس لئے کہ وہ (دوسرا شخص) حرام وحلال میں تمیز کر سکتا ہے اس لئے حرام چیزوں سے بچتا رہتا ہے۔ اور حرام چیزوں سے بچنا ہی تقویٰ ہے جس کی قرآن کریم میں بار بار ترغیب دی گئی۔

جنت کے ضروری عمل

انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم مجھ سے چھ باتوں کا عہد کرو میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں:۔

(۱) جھوٹ نہ بولو۔

(۲) وعدہ خلافی نہ کرو۔

(۳) امانت میں خیانت نہ کرو۔

(۴) غیر محرم عورتوں کی طرف نہ دیکھو۔

(۵) زنا سے دور رہو۔

(۶) حرام چیزوں سے پرہیز کرو۔ جنت حاصل ہو جائے گی۔''

حضرت عمران ابن حصین روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے میرے بندے! میں نے جو تجھ پر فرض کیا ہے اسے پورا کرتا رہ۔ تو سب سے بڑا عابد (عبادت گزار) ہوگا۔ جس سے میں نے روکا ہے اس سے بچا رہ تو سب سے بڑا متقی (پرہیز گار) ہوگا۔ میرے عطا کردہ رزق پر صبر کر تو سب سے بڑا غنی (دولت مند) کہلائے گا۔''

حضرت فضیل ابن عیاض کہتے ہیں: پانچ باتیں خوش نصیبی کی نشانی ہیں۔

(۱) دل میں (اللہ پر) کامل یقین۔

(۲) دین کے احکام کے مطابق تقویٰ اختیار کرنا۔

(۳) غیر ضروری دنیاوی اشیاء سے پرہیز۔

(۴) آنکھوں میں شرم وحیا۔

(۵) اور عام روش میں عاجزی وانکسار۔

اسی طرح یہ پانچ باتیں بدبختی کی علامت ہیں۔

(۱) سخت دل ہونا (۲) شوخ چشمی (۳) بے حیائی

(۴) دنیا کمانے کی حرص (۵) لمبی لمبی امیدیں باندھے رکھنا۔

حضرت عمر ؓ ابن خطاب فرماتے ہیں: ہم تقویٰ کی وجہ سے مشتبہ (وہ چیزیں جن کے حلال یا حرام ہونے کے بارے میں کوئی واضح حکم شریعت میں موجود نہ ہو) سے بچے رہنے کے خیال سے دس حلال چیزوں سے نو کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

ایک دانشور کا قول ہے: یوں تو پوری دنیا ہی سمجھ میں نہ آنے والی بلکہ حیران کن چیز ہے مگر پانچ چیزوں پر زیادہ ہی حیرت ہوتی ہے۔

(۱) اس انسان پر جو خود کو تمام مخلوقات سے بہتر اور عقلمند سمجھتے ہوئے بھی اپنی فالتو دولت اس دن کے لئے توشۂ آخرت بنا کر آگے نہیں بھیجتا جس دن (روز قیامت) اسے سب سے زیادہ اس کی ضرورت ہوگی۔

(۲) اس زبان پر جو اپنے دل کی پسند پر فضول باتیں کرتی رہتی ہے مگر اللہ کے ذکر اور قرآن کی تلاوت نہیں کرتی۔

(۳) اس تندرست انسان پر جو کوئی مشقت کا کام بھی نہیں کرتا اور پھر بھی مہینہ میں کم از کم تین روزے بھی نہیں رکھتا۔ اسے سوچنا چاہیے یہ روزے آخرت میں بہت کام دینگے۔

(۴) اس انسان پر جو رات بھر بستر میں پڑا سوتا رہتا ہے۔ یہ کیوں نہیں سوچتا' تہجد کی ان دو رکعتوں میں بڑی برکت ہے اور رات کو اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھ لیا کرے۔

(۵) حیرت ہوتی ہے ایسے انسان پر جو اللہ کے سامنے بڑی جرأت و بے باکی سے وہ کام کرتا رہتا ہے' جن سے اس نے اسے منع کیا۔ حالانکہ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ قیامت کے روز اللہ کے حضور پیش ہو کر ہر چیز کا جواب دینا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک کہتے ہیں: تقویٰ کی رو سے حرام کا ایک پیسہ نہ لینا ہزار پیسے فی سبیل اللہ خرچ کردینے سے بہتر ہے۔

حضرت ابن مبارک نے ایک مرتبہ دوران سفر شام میں کسی سے لکھنے کے لئے قلم مانگا تھا واپس کرنا بھول گئے۔ واپس گھر (ایران) پہنچ کر یاد آیا' اسی وقت شام کا سفر کیا اور جس سے قلم مانگ کر لیا تھا اسے واپس کیا۔

حضرت نعمان ابن بشیر ؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حلال چیزیں اور حرام چیزیں واضح طور پر بیان کردی گئی ہیں۔ کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن سے اکثر لوگ واقف نہیں ہوتے جس نے ان (مشتبہ) سے پرہیز کرلیا اس نے اپنے دین اور اس کی عزت کو بچالیا۔ اور جس نے ان سے پرہیز نہ کیا وہ حرام سے نہ بچ سکے گا۔ خبردار! ہر ملک کی سرحدیں ہوتی ہیں۔ اللہ کی سلطنت کی سرحد حرام کردہ چیزیں ہیں۔''

(ان سے دور ہی رہنا بہتر ہے) اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

دیکھو! انسان کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا (یعنی دل) ہے اگر وہ (دل) تندرست ہے پورا جسم تندرست ہے وہ بیمار ہے تو پورا جسم بیمار ہے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں: ہر شے کی کچھ حدود ہوتی ہیں اسلام کی بھی چار سرحدیں ہیں:

(۱) تقویٰ: ہر عمل کی بنیاد ہے۔

(۲) خوش اخلاقی: غرور و تکبر سے بچاتی ہے۔

(۳) صبر: دوزخ سے بچاتا ہے۔

(۴) شکر: جنت میں پہنچاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

نمازیں پڑھتے پڑھتے تمہاری کمر دوہری ہو جائے۔ روزہ رکھ رکھ کر کمان کے تانت کی طرح سوکھ جاؤ (دبلے ہوجاؤ) مگر یہ سب عمل تقویٰ کے بغیر تمہیں کوئی فائدہ نہ دینگے۔

تقویٰ کی دس نشانیاں

(۱) متقی انسان کسی کی غیبت نہیں کرتا۔ کیونکہ اللہ کا فرمان ہے:۔

ولایغتب بعضکم بعضاً (سورہ حجرات:۲۱)

''تم میں کی کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔''

(۲) متقی انسان کسی سے بدگمان نہیں ہوتا کیونکہ اللہ کا ارشاد فرماتا ہے:

اجتنبوا كثيراً من الظن ان بعض الظن اثم (سورہ حجرات ۲۱)

''بدگمانیوں سے بچو کچھ بدگمانیاں (سراسر) گناہ ہوتی ہیں۔''

(۳) متقی انسان: کسی دوسرے انسان کا مذاق نہیں اڑاتا کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

ولا یسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیراً منهم (سورہ حجرات۔۱۱)

''کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے اس قوم کے لوگ ان مذاق اڑانے والو سے بہتر ہوں۔''

(۴) متقی انسان شوخ چشم (بے شرمی سے ادھر ادھر تاک جھانک کرنے والا) نہیں ہوتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:۔

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارهم (سورہ نورہ:۳۰)

''آپ ﷺ مومنوں کو حکم دیں وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔''

(۵) متقی انسان جھوٹ نہیں بولتا کیونکہ اللہ کا حکم ہے۔

واذا قلتم فاعدلوا! (سورہ انعام ۱۵۲)

''اور جب بات کرو عدل وانصاف کے ساتھ سچی بات کہو۔''

(۶) متقی انسان: اپنے اسلام کو اللہ کی عطا کردہ نعمت سمجھتا ہے۔ وہ اس پر غرور و گھمنڈ نہیں کرتا۔ قرآن کریم میں اللہ فرماتا ہے:۔

بل الله یمن علیکم ان هداکم للایمان ان کنتم صادقین (سورہ حجرات۱۷)

''بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے ایمان کے لئے تمہاری رہنمائی کی۔ اگر تم سچے (مومن) ہو۔''

(۷) متقی انسان: جو کچھ خرچ کرتا ہے اللہ کے حکم کے تحت اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ ناجائز جگہ پر خرچ نہیں کرتا۔ جیسا کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے۔

والذین اذا انفقوا الم یسرفوا ولم یقتروا و کان بین ذالک قواماً

(سورہ فرقان ۱۷)

"اور وہ جب خرچ کرتے ہیں بے جا خرچ نہیں کرتے نہ (راہ خدا میں خرچ کرتے ہوئے) کچھ کمی کرتے ہیں بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔"

(۸) متقی انسان: غرور و گھمنڈ نہیں کرتا نہ لوگوں میں بڑا بننے کی فکر میں پڑتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تک الدار الاخرة نجعلها للذین لایریدون علوا فی الارض والا فسادا

"یہ آخرت کا (آرام دہ) گھر (جنت) ہم ان لوگوں کے مخصوص کرتے ہیں جو زمین میں بلندی و برتری (غرور) کے خیال میں نہیں پڑتے اور نہ فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں۔"

(۹) متقی انسان نماز کا پابند ہوتا ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے:۔

حافظوا علی الصلوٰت والصلوة الوسطی وقوموا لله قانتین (سورہ بقرہ ۲۳۸)

"نمازوں کی پابندی کرو خصوصاً درمیان والی نماز (وقت پر ادائیگی) کا خاص خیال رکھو۔ اور اللہ کے حضور عاجزی و انکسار کے ساتھ کھڑے ہوا کرو۔"

(۱۰) متقی انسان: سنت نبوی کا پابند ہوتا ہے اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی نہیں کرتا بلکہ مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد قائم رکھنے کے لئے کوشاں رہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

و ان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ، ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله ، ذالکم وصّکم به لعلکم تتقون. (سورہ انعام ۱۰۳)

"اور یہ میرا (اللہ کا) سیدھا راستہ ہے اس پر چلے آؤ متفرق راستوں پر نہ چلو وہ تمہیں (اختلاف میں ڈال کر) منتشر کردیں گے اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے تاکہ تم متقی ہوکر رہو"

حضرت محمد ابن کعب قرظیؒ کہتے ہیں: مسلمانوں کو چاہیے کہ ان تین باتوں کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں۔

(۱) خدا کے احکامات سے سرکشی نہ کریں۔ کیونکہ اس کا وبال اسی سرکش پر پڑتا ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

انما بغیکم علیٰ انفسکم (سورہ یونس ۲۳)

"تمہاری سرکشی تمہاری اپنی ذات پر وبال جان بنے گی۔"

(۲) کسی سے دھوکا نہ کیا جائے کیونکہ دھوکا بازی کا برا نتیجہ مکار آدمی اور دھوکا باز کو ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

ولا یحیق المکر السیئی الا باهله (سورہ فاطر ۴۳)

"دھوکا دہی کا برا انجام خود دھوکا باز کو بھگتنا ہوگا۔"

(۳) کسی سے بدعہدی و وعدہ خلافی نہ کی جائے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

فمن نکث فانما ینکث علیٰ نفسه (سورۃ الفتح ۔ ۱۰)

پھر جو شخص عہد توڑے گا اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا۔

حضرت ابراہیم ابن ادھم کہتے ہیں: تقویٰ کے تین درجے ہیں:۔

(۱) تقویٰ کا اول درجہ: حرام چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔

(۲) تقویٰ کا دوسرا درجہ: حلال چیزوں کے استعمال میں احتیاط سے کام لیا جائے۔

(۳) تقویٰ کا تیسرا درجہ: مشتبہ (جنکے بارے واضح میں احکام نہ ہوں) چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔

فکر کی دو قسمیں ہیں: ایک تیرے واسطے فائدہ مند ہے اور دوسری نقصان دہ۔

(۱) فائدہ مند فکر: وہ فکر ہے جو آخرت کو سنوارنے کے متعلق ہوتی ہے۔

(۲) نقصان دہ فکر: دنیا کی دولت جمع کرنے کی فکر نقصان دیتی ہے۔

(۱) اصل تقویٰ یہ ہے کہ انسان حرام کی طرف توجہ ہی نہ دے۔ اپنی نظر حرام سے بچائے۔

(۲) اپنی زبان کو غیبت سے بچائے۔

(۳) اور اپنے جسم کے تمام اعضاء کو حرام سے دور رکھے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں شام سے بڑے بڑے برتنوں میں زیتون کا تیل آیا حضرت عمرؓ اسے ایک پیالہ کے ذریعہ لوگوں میں تقسیم کر رہے تھے پیالہ جب خالی کر کے رکھتے ان کے ایک (چھوٹے) بیٹے جو اس وقت ان کے ساتھ تھے پیالہ سے ہاتھ چکنے کر کے سر پر مل لیتے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا: معلوم ہوتا ہے تمہارے بال مسلمانوں کے تیل کے پیاسے ہیں۔ یہ فرماتے ہوئے بچہ کو حجام کے پاس لیجا کر اس کے سر کے بال منڈوا دیئے۔

ایک دفعہ حضرت ابراہیم ابن ادہم نے ایک گدھا کرایہ پر لیا اور اس پر سوار ہوکر سفر پر روانہ

ہو گئے۔ راستہ میں ایک جگہ ان کا کوڑا ہاتھ سے گر گیا۔ گدھا سے اتر کر پیچھے گئے اور کوڑا اٹھا کر لے آئے۔ لوگوں نے کہا: آپ نے اپنے گدھے کو ہی واپس موڑ لیا ہوتا؟ فرمایا: میں نے سفر پر جانے کے لئے گدھے کو کرایہ پر لیا ہے اسے واپس لے جا کر لانے کا کرایہ طے نہیں ہوا تھا۔

حضرت معاذ ﷺ روایت کرتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جا رہا تھا آپ ﷺ ایک گدھے پر سوار تھے جس کی پیٹھ پر پالان کا کپڑا بندھا ہوا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: معاذ جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟'' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

فرمایا: (بندوں پر اللہ کا یہ حق ہے) ''وہ (بندے) صرف اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اور کیا تم جانتے ہو کہ اللہ پر بندوں کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ پر (بندوں کا) یہ حق ہے کہ وہ انہیں جنت میں داخل کر دے۔''

حیاء کے بیان میں

حضرت ابوایوب ﷺ انصاری روایت کرتے ہیں: چار عادتیں انبیاء کی خصوصیت ہیں:۔

(۱) خوشبو لگانا (۲) نکاح (شادی) کرنا

(۳) مسواک کرنا (۴) حیاء

حضرت عقبہ ابن عامر ﷺ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''عام لوگوں کو نبیوں کی صرف ایک بات یاد رہی ہے: جب تیرے اندر حیاء نہ رہے تو جو چاہے کرتا پھرے۔''

حضرت ابن مسعود ﷺ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

''اللہ سے اس طرح حیاء کرو جیسے کا حق ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ کا شکر ہے ہم اس سے حیاء کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نہیں بلکہ اصل حیاء کرو جیسے حیا یہ ہے: جو اللہ سے پوری طرح حیاء کرتا ہے تو اسے چاہئے اپنے سر کی حفاظت کرے، دماغ سے کوئی گناہ کی بات نہ سوچے۔ آنکھوں کو غیر محرم کی طرف اٹھنے سے بچائے اپنے دل کو برے خیال سے اپنے پیٹ کو حرام خوراک سے بچائے۔ موت اور اس کے بعد اپنی بوسیدہ ہڈیوں کا خیال کرے۔ جو آخرت کی کامیابی چاہتا ہے وہ دنیاوی زندگی کی زیب و زینت میں نہ پڑے جس نے یہ کچھ کر لیا۔ اس نے اللہ سے حیاء کا حق ادا کر دیا۔''

حضرت حسن ﷺ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں لے جائے گا۔

بے حیائی، (خدا کے احکام سے) نافرمانی ہے اور نافرمانی دوزخ میں لے جائے گی۔

حضرت سلمان فارسی ﷺ کہتے ہیں: مجھے تین دفعہ مر کر جی اٹھنا اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں کسی کو بے پردہ دیکھوں یا کوئی مجھے بے پردہ دیکھے۔

حضرت علی ﷺ کا قول ہے: اللہ کسی کے بے پردہ دیکھنے والے اور خود کو بے پردہ ہو کر دکھانے والے، دونوں پر لعنت کرتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مشترکہ حمام (جو پہلے عرفات میں ہوتے تھے یا آج کل سوئمنگ پول ہوتے ہیں) میں بغیر زیر جامہ (تہبند) کے داخل ہونا جائز نہیں ہے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اپنی نظر کو غیر محرم کی طرف اٹھنے سے بچاؤ۔ کیونکہ اس سے شہوت بڑھتی ہے۔

ایک عالم سے لوگوں نے پوچھا: فاسق (گناہ گار) کسے کہتے ہیں؟

عالم نے جواب دیا: جو اپنی نگاہ کو لوگوں کے گھروں میں تاک جھانک اور غیر محرم کو گھر کے اندر سے دیکھنے سے نہ روک سکے۔

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو غسل کرتے دیکھ کر فرمایا: ''غسل کرتے وقت پردہ کرلیا کرو۔''

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص قضائے حاجت کے لئے بیٹھنا چاہے زمین کے قریب ہو کر کپڑا اٹھائے۔''

حیاء کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ایک انسانوں سے حیاء: وہ یہ ہے کہ جو چیزیں انسان کے لئے حلال نہیں ان کی طرف نظر نہ اٹھائے۔

(۲) دوسری قسم بندہ کا اللہ سے حیاء کرنا ہے: وہ یہ ہے اللہ نے جب انسان کو اپنی نعمتوں سے نوازا ہے تو انسان کو چاہیے وہ اللہ کے حکم سے سرتابی (نافرمانی) نہ کرے۔

ایک روایت میں ہے: ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ کو روتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا: آپ ﷺ کس لئے رو رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے جبرائیلؑ نے بتایا ہے اللہ بوڑھے آدمی کو عذاب میں ڈالتے ہوئے شرماتا ہے: پھر یہ مسلمان بوڑھے گناہ کرتے وقت اللہ سے کیوں نہیں شرماتے۔

ایک بزرگ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: تیرے دل میں گناہ کا خیال پیدا ہو تو پہلے آسمان کی طرف دیکھ کر آسمان والوں سے حیاء کر یہ نہ ہو سکے تو اپنے اردگرد زمین پر بسنے والوں سے حیاء کر۔ اگر آسمان اور زمین میں تجھے کسی سے خوف یا حیاء نہ آئے تو سمجھ لے تو انسان نہیں حیوان ہے۔

حضرت فضیل ابن عیاض کہتے ہیں: انسان اپنے جیسے انسانوں سے تو شرم وحیاء کرتا ہے

ان کی وجہ سے دروازہ بند کرلیتا ہے پردے گرالیتا ہے۔ مگر اس قرآن سے جو اس کے سینہ میں اور اس خدا سے کیوں حیا نہیں کرتا جس سے اس کی کوئی حرکت پوشیدہ نہیں۔

حضرت منصور ابن عمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

- جو اپنے عیب دیکھنے لگتا ہے وہ کسی دوسرے کے عیب نہیں دیکھتا۔
- جو تقویٰ (خداخوفی) کا لباس اتار دے کوئی لباس اس کی پردہ پوشی نہیں کرسکتا۔
- جو اللہ کی دی ہوئی روزی پر خوش ہوتا ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔
- جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے وہ اپنے ہی ہاتھ کاٹتا ہے۔
- جو کسی دوسرے انسان کے لئے گڑھا کھودتا ہے خود ہی اس میں گرتا ہے۔
- جو کسی کے عیب ظاہر کرتا ہے۔ وہ اپنے اپنے عیب نہیں چھپا سکتا۔
- اپنی بڑی غلطیوں کو نظر انداز کرنے والا دوسروں کی چھوٹی غلطیوں کو اچھالتا ہے۔
- مشورہ قبول نہ کرنے والا عموماً ٹھوکر کھاتا ہے۔
- تکبر کرنے والا ذلیل ہو کر رہتا ہے۔
- ہر معاملہ میں جا و بے جا دخل دینے والا آخر تھک جاتا ہے۔
- غرور کرنے والے کا غرور ٹوٹ جاتا ہے۔
- غلط راستوں سے گزرنے والا بدنام ہو جاتا ہے۔
- دوسروں کے مال پر نظر رکھنے والا محتاج ہو جاتا ہے۔
- صبر کرنے والا آرام سے رہتا ہے۔
- اللہ سے ڈرنے والا عزت پاتا ہے۔
- جلد باز نقصان اٹھاتا ہے۔
- اہل حق کا مقابلہ کرنے والا رسوا ہو جاتا ہے۔
- اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھانے کی کوشش نہ کر۔
- موت پر نظر رکھنے والا دنیا سے امید نہیں لگاتا۔
- جہالت کی راہ اختیار کرنے والا انصاف نہیں کرسکتا۔

عمل کا دارومدار نیت پر ہے

حضرت زید ابن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
''میں فلسفی کی ہر بات کو قبولیت کا درجہ نہیں دیتا' بلکہ اس کی نیت کو دیکھتا ہوں' اگر اپنی باتوں سے اسے میری رضا حاصل کرنا مقصود ہے۔ میں اس کی خاموشی کو غور و فکر بنا دیتا ہوں اور اس کی گفتگو کو اپنا ذکر شمار کر لیتا ہوں۔ خواہ خاموش ہی رہتا ہو۔''

حضرت ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں: کبھی کبھی ایک انسان بہت اچھی بات کہتا ہے' مگر سننے والے اسے پسند نہیں کرتے۔ ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں کو اس کی بات پر غور و فکر کرنے اور سوچنے کی طرف مائل کر دیتا ہے۔ اور کہہ اٹھتے ہیں' ان باتوں کا مقصد تو ہماری بھلائی ہے' خواہ وقتی طور پر ہمیں پسند نہ آ رہی ہوں۔

اور کبھی ایک آدمی ایسی میٹھی میٹھی اور عام لوگوں کی دلچسپی کی باتیں کرتا ہے' مگر اس کا مقصد نیک نہیں ہوتا' بلکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا اور اپنے جال میں پھنسانا اس کا مقصد ہوتا ہے۔ ایسے موقع پر اللہ کچھ لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف سے متنفر کر دیتا ہے۔ اور وہ کہہ اٹھتے ہیں:۔ اس کی ان باتوں میں کوئی بھلائی نہیں اس کا مقصد صرف لوگوں کو بہکانا اور اپنے جال میں پھنسانا ہے۔

حضرت عون ابن عبد اللہؒ کہتے ہیں: پہلے بزرگانِ دین اکثر مواقع پر ایک دوسرے کو یہ تین باتیں لکھ کر بھیجا کرتے تھے:۔

(۱) جو شخص آخرت سنوارنے کی فکر کرتا ہے' اللہ اس کی دنیا سنوار دیتا ہے۔
(۲) جو شخص اپنے باطن (دل) کو برائیوں سے پاک کر لیتا ہے۔ اللہ اسکے ظاہر کو بھی پاک کر دیتا ہے۔
(۳) جو اللہ سے دوستی کرتا ہے' اللہ دنیا والوں کو اس کا دوست بنا دیتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں:۔
قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ۔
''کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔ یعنی اسے عمل کا ثواب نیت کے مطابق ملے گا۔''

ایک حدیث ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ
''مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔''

علمائے حدیث نے اس کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے: بسا اوقات انسان کسی نیک کام کی نیت کرتا ہے لیکن کسی مجبوری کی بنا پر وہ کام نہ کر سکا اس کے باوجود اسے نیت کا ثواب مل جائے گا۔

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
''قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا' جس کے ساتھ نیکیوں کے پہاڑوں کی چوٹیوں جتنے اونچے اونچے ڈھیر ہونگے۔ اور پھر منادی کرائی جائے گی اس شخص کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو تو آ کر لے جائے۔ لوگ آئیں گے اور اس نیکیوں میں سے اپنے اپنے حق کے مطابق لیتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ اس کی تمام نیکیاں لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی۔ اب یہ شخص حیران و پریشان کھڑا رہ جائے گا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: بندے! تیری نیکیوں کا ایک خزانہ میرے پاس محفوظ ہے۔ جس کے متعلق مخلوق کے کسی فرد حتیٰ کہ فرشتوں تک کو علم نہیں ہے۔ بندہ حسرت سے پوچھے گا پروردگار! وہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے فلاں نیک کام کی نیت کی تھی۔ میں نے اسے ستر گنا کر کے تیرے حساب میں لکھ لیا تھا۔'' (چنانچہ اس نیک نیت کا ثواب اس بندے کو دیا جائے گا۔)

ایک روایت میں ہے: بنی اسرائیل میں سے ایک عابد نے ریت کے ایک ٹیلے پر سے گزرتے ہوئے سوچا (اس وقت قحط کا زمانہ تھا) اگر یہ ریت کا ٹیلا آٹا ہو جائے تو میں یہ سارا ڈھیر بنی اسرائیل کے بھوکے انسانوں کو کھلا دوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کو وحی کے ذریعے حکم دیا: اس عابد کو بتا دو میں نے اس آٹے کے ڈھیر کے صدقہ کا ثواب اس کے حساب میں لکھ لیا ہے۔

ایک روایت میں ہے: قیامت کے روز ایک شخص کے دائیں ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا وہ دیکھے گا اس میں حج' عمرہ' جہاد' زکوٰۃ و صدقات جیسے عمل لکھے ہونگے۔ سوچے گا: یہ عمل تو میں نے کبھی نہیں کئے شاید کسی دوسرے شخص کا اعمال نامہ مجھے دے دیا گیا ہے۔ اس وقت اللہ فرمائے گا اسے پڑھ یہ تیرا ہی اعمال نامہ ہے۔ تو دنیا میں جتنے دن رہا تمنا و آرزو کرتا رہا: اگر میرے پاس مال ہوتا' میں حج کرتا' مال ہوتا تو میں جہاد میں حصہ لیتا' اسی طرح تو دوسرے نیک اعمال کی نیت کرتا رہا۔ میں نے دیکھا تو اپنی نیت میں سچا ہے لہٰذا تمام نیتوں کا ثواب تیرے لئے موجود ہے۔

انسان کی اس نیک نیتی کا اظہار دنیا میں اس طرح ہو سکتا ہے' کہ جو کچھ وہ فی سبیل اللہ خرچ کر سکتا ہو اس کے خرچ میں بخل نہ کرے۔ مثلاً ایک بھوکا شخص سوال کرے تو اسے دھتکارانہ

جائے اسے کھانا کھلا دیا جائے یا جو میسر ہو دیدیا جائے۔ اور کچھ بھی پاس نہ ہو تو اسے تسلی دے کر نہایت نرمی سے معذرت کرلی جائے۔

لیکن جو شخص اپنی ضرورت سے زیادہ (خواہ کم ہی ہو) راہ خدا میں خرچ نہیں کرتا' اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کے پاس زیادہ دولت ہوئی تب زیادہ کنجوسی کرے گا۔ لہذا ایسے شخص کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ نہ ہی اس نیت پر اسے کوئی ثواب ملے گا۔

اسی طرح وہ شخص ہے جس نے قرآن کی چند چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کی ہوئی ہیں۔ اگر وہ ایک حافظ قرآن کو تلاوت کرتے دیکھ کر یہ کہے: میں حافظ ہوتا میں بھی اسی طرح پڑھتا۔ دیکھا جائے گا کہ چند سورتیں جو اسے یاد ہیں انہیں پڑھتا ہے یا نہیں اگر وہ انہیں نہیں پڑھتا، سمجھا جائے گا یہ شخص اپنی نیت میں جھوٹا ہے۔

حضرت سہل ابن سعد ساعدیؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مومن کی نیت اس کے عمل سے اور منافق کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے۔ ہر شخص اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔"

اللہ کے لئے دوستی اور اللہ کے لئے دشمنی وہ عمل ہے جس پر زیادہ ثواب مل جاتا ہے۔

ایک روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ سے پوچھا: تو نے کبھی کوئی عمل میرے لئے بھی کیا ہے؟

حضرت موسیٰ ؑ نے عرض کیا: میں نے تیرے لئے نمازیں پڑھیں۔ روزے رکھے صدقہ وخیرات کیا اور تیرا ذکر کرتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

(۱) نماز تیرے واسطے حجت (فرمانبرداری کی دلیل) ہے

(۲) روزہ (عذاب دوزخ سے بچاؤ کے لئے) تیری ڈھال

(۳) صدقہ (قیامت کے دن کی تیز گرمی میں) تیرا سائبان ہے۔

ان میں سے کونسا عمل میرے لئے ہوا؟

حضرت موسیٰ ؑ نے عرض کیا: پھر تو ہی مجھے بتا وہ کونسا عمل ہے جو صرف تیرے لئے ہو؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تو نے کبھی صرف میری رضا حاصل کرنے کے لئے کسی سے دوستی' اور صرف میری رضا کے لئے کسی سے دشمنی کی ہے؟

حضرت موسیٰ ؑ سمجھ گئے: سب سے بہتر عمل یہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے دوستی اور اللہ کی رضا کے لئے دشمنی ہو۔ (اس میں انسان کی کوئی اپنی ذاتی غرض یا خواہش شامل نہ ہو۔)

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اللہ کی نظر تمہاری صورتوں (شکلوں) یا تمہارے مال و دولت کی طرف نہیں' اس کی نظر تمہارے دلوں اور نیتوں کی طرف ہے۔"

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جس نے لوگوں کو ناراض کر کے اللہ کو خوش کیا۔ اللہ اسے لوگوں میں بھی پسندیدہ شخصیت بنا دیتا ہے۔ مگر جس نے اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو خوش کیا اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور وہ شخص لوگوں میں بھی کوئی عزت نہیں پا سکتا۔"

حضرت ابو مسعود انصاریؓ روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے جہاد میں شریک ہونے کے لئے آپ ﷺ سے سواری کا جانور مانگا۔ آپ ﷺ نے اسے ایک شخص کے پاس بھیج دیا۔ اس نے اسے سواری کا جانور دیدیا۔ وہ شخص جانور لے کر آپ کے پاس آیا آپ ﷺ نے فرمایا:۔ جو شخص کسی کو بھلائی کی راہ پر ڈالتا ہے۔ اسے بھی بھلائی کرنے والے برابر کے ثواب ہوگا۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے: "بھلائی کی راہ پر ڈالنے والا بھی بھلائی کرنے والے کی طرح ہے۔"

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

"جس نے بھلائی کی بنیاد ڈالی اور اس پر لوگوں نے عمل کیا۔ اسے ان عمل کرنے والوں کے برابر ثواب ہوگا۔ جب کہ عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔"

"اور جس نے کسی برائی کی بنیاد ڈالی اسے اس کی نقل میں برائی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا۔"

حضرت تمیم داریؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

جس شخص نے ان پانچ باتوں میں اخلاص اختیار کیا اسے قیامت کے روز جنت میں جانے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

(۱) اللہ کے ساتھ اخلاص۔

(۲) اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ اخلاص۔

(۳) اللہ کی کتاب (قرآن) کے ساتھ اخلاص۔

(۴) عادل وانصاف پسند مسلمان حکمرانوں کے ساتھ کے اخلاص

(۵) اور عام مخلوق خدا کے ساتھ اخلاص۔

(۱) اللہ کے ساتھ اخلاص کا مطلب یہ ہے: کہ انسان اللہ پر ایمان لائے' اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی دعوت دے۔

(۲) رسول ﷺ کے ساتھ اخلاص کا مطلب: کہ رسول ﷺ جو احکام اللہ کی طرف سے لے کے آئے ہیں' دل سے ان کی تصدیق کی جائے رسول کی سنت پر عمل کیا جائے اور دوسرے لوگوں کی بھی اس پر عمل کرنے کی دعوت دی جائے۔

(۳) اللہ کی کتاب (قرآن) کے ساتھ اخلاص کا مطلب یہ ہے: اسے سمجھ کر پڑھا جائے اس کے حکموں پر عمل کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ دوسرے لوگ بھی قرآن کے احکام پر عمل کریں یہ کوشش اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے کی طرف عام لوگوں کو راغب کیا جائے۔ اور عام لوگوں کی تعلیم کا بندوبست کیا جائے۔

(۴) مسلمان حکمران کے ساتھ اخلاص کا مطلب یہ ہے: اس کے ان احکام پر عمل کی اجائے جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان کے مطابق ہیں۔ اور اس کے جو حکم اللہ اور رسولؐ کے احکام کے خلاف ہوں ان سے اسے روکا جائے۔ یعنی اچھے کاموں میں اس کا تعاون کیا جائے اور برے کاموں سے اسے روکا جائے لیکن اس کے خلاف بغاوت نہ کی جائے۔

(۵) عام لوگوں کے ساتھ اخلاص کا مطلب یہ ہے: انہیں اپنی ہی طرح انسان سمجھا جائے جو چیز اپنے لئے پسند ہو وہی ان کے واسطے پسند کی جائے اور کوشش کی جائے کہ سب لوگ رسول اللہ ﷺ کے حکم "کونو عباداللہ اخوانا" کے (اللہ کے نیک بندو! بھائی بھائی بن کر رہو) تحت محبت سے رہیں۔

ایک حدیث میں ہے: رسول اللہ نے فرمایا: "دین (اسلام) آپس میں خیر خواہی اور محبت سے رہنے کا نام ہے۔"

نیک نیت کا ثواب

بہت سے لوگ رات بھر سوتے رہنے کے باوجود تہجد کا ثواب حاصل کر لیتے ہیں۔

مثلاً ایک شخص کی روز کی عادت تھی کہ صبح فجر سے پہلے اٹھتا ہے اور وضو کر کے تہجد کی نماز پڑھ لیتا ہے۔ لیکن ایک روز اس کی آنکھ نہیں کھلتی اور فجر کی اذان ہونے تک سویا رہتا ہے اذان سن کر بیدار ہوتا ہے اسے تہجد کی نماز فوت ہو جانے کا افسوس ہوتا ہے اور "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھتا ہے۔ اسے تہجد کی نماز کا ثواب مل جاتا ہے۔

غرور و خود پسندی کا بیان

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں: نیک نیتی اور تقویٰ (پرہیز گاری) میں نجات ہے۔ اور مایوسی و خود پسندی میں ہلاکت ہے۔

حضرت وہب ابن منبہ کہتے ہیں: ہم سے پہلی امت میں ایک شخص عابد تھا جو ایک ہفتہ روزہ رکھتا اور دوسرا ہفتہ بے روزہ گزارتا' اور ستر برس عبادت الٰہی میں لگا رہا ہے' ایک مرتبہ اس نے کوئی دعا کی جو پوری نہ ہوئی' اس نے اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: تیرے اندر کوئی خوبی ہوتی تو یہ دعا پوری ہو جاتی' جیسے کہ پہلے بھی دعاء قبول ہوتی تھی اور تجھے تیری ضرورت کی چیزیں ملتی رہیں۔

اسی وقت ایک فرشتے نے آ کر اس عابد سے کہا: تیری زندگی بھر کی عبادتوں سے یہ گھڑی زیادہ بہتر ہے۔ جس میں تو نے اپنے نفس کو تنبیہ کی ہے۔

حضرت شعبیؒ بیان کرتے ہیں: ایک عابد جب دھوپ میں سفر کرتا ہے بادل اس پر سایہ کر لیتا۔ دوران سفر ایک دوسرا مسافر اس پر سایہ دیکھ کر ساتھ چلنے لگا۔ اس عابد نے اپنے دل میں کہا: ایسے معمولی لوگ ہمارے سایہ میں چلا کرتے ہیں (یعنی عابد کے دل میں اپنی عبادت اور پارسائی کا غرور پیدا ہو گیا) جب ان دونوں کے راستے مختلف ہوئے دوسرا مسافر اپنی راہ جانے لگا تو بادل کا سایہ بھی اس کے ساتھ چلا گیا۔ اور عابد خود پسندی و غرور کی وجہ سے سایہ سے محروم ہو گیا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: توبہ کی خوبی یہ ہے کہ گناہ کی حقیقت (گناہ چھوٹا یا بڑا) کو سمجھ کر توبہ کی جائے اور شکر کی خوبی یہ ہے کہ انسان کو اپنی کمزوری کا احساس ہو جائے۔

ایک روایت منقول ہے: حضرت عمرؓ ابن عبدالعزیز کو خطبہ کے دوران کبھی بڑے پن کا احساس ہونے لگتا تو اپنی بات وہیں ختم کر دیتے۔ اور کوئی چیز لکھتے ہوئے یہ احساس دل میں پیدا ہوتا تو وہ تحریر پھاڑ دیتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللھم انی اعوذبک من شر نفسی۔

"اے اللہ میں اپنے نفس کی شرارت سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔"

حضرت مطرف ابن عبداللہ کہتے ہیں: میں رات بھر سو کر گزاروں اور صبح اپنی کمزوریوں پر افسوس کرتا ہوا اٹھوں۔ اس سے بہتر ہے کہ رات بھر عبادت کروں۔ اور صبح کے وقت غرور و خود پسندی کا نشہ میرے دماغ میں بھرا ہو۔

حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے پوچھا: مجھے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ میں نیک انسان ہوں؟

حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا: جب تو یہ سمجھنے لگے کہ میں اللہ کا ایک عاجز وگنہگار بندہ ہوں۔

اس نے دوبارہ پوچھا: مجھے یہ کیسے معلوم ہوگا کہ میں گنہگار ہوں۔

حضرت عائشہؓ نے جواب دیا: جب تو یہ سمجھ بیٹھے کہ میں ایک نیک انسان ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنی نیک عملی اور پارسائی پر مغرور نہ ہونا چاہئے۔ کہتے ہیں بنی اسرائیل کے ایک نوجوان نے دنیا چھوڑ گوشہ نشینی اختیار کرلی اور ایک ویرانہ میں عبادت و ریاضت شروع کردی۔ بستی کے دو بڑے آدمی اسے سمجھانے کے لئے اس کے پاس گئے اور کہا صاحبزادے تو نے یہ بہت مشکل کام شروع کیا ہے تو اسے پورا نہ کرسکے گا۔

نوجوان نے جواب دیا: قیامت کے روز اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونا اس سے زیادہ مشکل ہوگا۔

ان بڑوں نے سمجھایا: تیرے لئے بہتر کہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں میں رہ کر عبادت کرنا بہتر ہوگا۔ ان سب کو ناراض کر کے عبادت کرنا مناسب نہیں۔

نوجوان نے جواب دیا: اگر میرا رب مجھ سے راضی ہوگیا تو یہ سب لوگ بھی مجھ سے راضی ہوجائیں گے۔

ان دو بڑوں نے کہا: تم کم عمر ہو ہم یہ راہ دیکھ چکے ہیں ڈرتے ہیں تیرے اندر پارسی (نیکی) کا غرور نہ پیدا ہوجائے۔

نوجوان نے جواب دیا: جو شخص اپنی حقیقت (کہ میں اللہ کا ایک حقیر اور عاجز بندہ ہوں) کو جانتا ہو۔ اس میں کوئی غرور پیدا نہیں ہوسکتا۔

آخر دونوں (بڑھے بوڑھے) یہ کہتے ہوئے واپس آگئے: یہ نوجوان جنت کی خوشبو پا گیا ہے اب واپس نہیں آسکتا۔

ایک روایت میں ہے: حضرت داؤد علیہ السلام نے سمندر کے کنارے ایک سال تک اللہ تعالیٰ کی

عبادت کی واپس آتے ہوئے انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: پروردگار! میری کمر جھک گئی ہے میری آنکھوں کی بینائی کمزور ہوگئی ہے لیکن مجھے معلوم نہیں میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟

اللہ تعالیٰ نے ایک مینڈک کو حکم دیا: میرے بندے داؤدؑ کو ان باتوں کا جواب دو۔ چنانچہ مینڈک نے حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے نبی! تم ایک سال عبادت کر کے ہی اللہ پر احسان جتارہے ہو۔ اس ذات برحق کی قسم جس نے تم کو سچا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ میں اس روئے زمین پر تیس سال سے اللہ کی تسبیح اور حمد وثناء کررہا ہوں اور میرے بازوں کے پٹھے اللہ تعالیٰ کے خوف سے آج بھی کانپتے ہیں یہ سن کر داؤد علیہ السلام بے ساختہ رو دیئے۔

جو شخص خود پسندی اور غرور سے نجات پانا چاہتا ہے اسے ان چار باتوں پر عمل کرنا چاہیے۔

(۱) جو نیک عمل یا عبادت اس نے کی ہے اسے اللہ کی توفیق سمجھے اس طرح اس میں شکر کا جذبہ پیدا ہوگا اور خود پسندی وغرور ختم ہوجائے گا۔

(۲) اللہ کی عطا کردہ نعمتوں پر غور کرے جب ان نعمتوں پر غور کرے گا اور ان پر اللہ کا شکر ادا کرے گا۔ اپنے عمل کی اہمیت اس کی نظر میں خود بخود کم ہوجائے گی اور اس کے لئے خود پسندی وغرور کا سبب نہ بن سکے گا۔

(۳) اپنے عمل کے بارے میں سوچے یہ اللہ کے ہاں قبول بھی ہوگا یا نہیں؟ اس طرح بھی اس کے اندر غرور خود پسندی پیدا ہونے کا امکان ختم ہوجائے گا۔

(۴) جو گناہ ہو چکے ہیں۔ جب اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ اس کے گناہ عمل کے مقابلہ میں زیادہ ہیں تو اس طرح اللہ کا خوف دل میں پیدا ہوگا۔ اور خود پسندی وغرور ختم ہوجائے گا۔

اور پھر انسان کو یہ سوچنا چاہیے کہ نہ معلوم قیامت کے روز اس اعمال کے نامہ میں کیا لکھا ہوگا۔ جب وہ یہ سوچے گا تو خود پسندی اور غرور پیدا ہی نہ ہوگا۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں: میں یہ آیت پڑھا کرتا تھا:

هاء م اقرءوا کتابیه (سورہ الحاقہ ۱۹)

"آؤ میرا اعمالنامہ پڑھ کر دیکھو۔"

اور سوچا کرتا تھا وہ کن لوگوں کو اپنا اعمال نامہ دکھائے گا اور اسے پڑھنے کے لئے کہے گا کہ اچانک ایک روز کعبؓ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اتفاق سے اس وقت ہم بھی وہاں بیٹھے تھے حضرت عمرؓ نے حضرت کعب سے کہا: قرآن کریم کے کسی مفہوم پر کچھ بیان کریں۔

نیک آدمی کے لئے اللہ کا انعام واکرام

حضرت کعب ؓ نے اس طرح سلسلہ کلام شروع کیا: اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تمام مخلوق کو ایک کھلے میدان میں جمع کرے گا۔ کوئی پکارنے والا کسی کو پکارے گا تو سب اس کی نگاہوں کے سامنے ہونگے اور اس پکارنے والی کی آواز کو سب سنیں گے۔ ہر جماعت کو اس کے امام (رہبر، استاذ، پیر) کے نام سے بلایا جائے گا یعنی اس شخص کے نام سے جو ان لوگوں کو سیدھی راہ پر لے کر چلتا تھا یا جو ضلالت وگمراہی کی طرف لے کر جاتا تھا۔

سب سے پہلے ایک نیک اور صالح امام کو اس کے آدمیوں کی طرف سے نمائندہ بنا کر بلایا جائے گا۔ اور اس کے دائیں ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا جس میں پہلے اس کے نیک اعمال لکھے ہونگے۔ وہ انہیں پڑھتا جائے گا۔ اور اس کے پاس کھڑے لوگ بھی اس کے اعمال نامہ کو پڑھ کر کہیں گے۔ فلاں شخص تو بڑا خوش نصیب ہے اس اعمال نامہ میں بڑی نیکیاں لکھی ہیں۔ پھر آخر میں اس کے گناہ لکھے ہونگے جنھیں دیکھ کر وہ دل میں سوچے گا۔ میں تو مارا گیا (ہلاک ہوگیا) لیکن گناہوں کے بعد لکھا ہوگا میں نے تیرے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

اسے ایک تاج پہنایا جائے گا جس سے روشنی کی کرنیں پھوٹ رہی ہوں گی اور پھر اسے اللہ کی طرف سے حکم دیا جائے گا جاؤ اپنے ساتھیوں (پیروکاروں) کے پاس اور انہیں خوش خبری سنا دو کہ ان کو بھی اسی طرح انعام واکرام سے نوازا جائے گا جس طرح تجھے نوازا گیا ہے۔ جب یہ وہاں سے چلے گا ہر گروہ اسے دیکھ یہ کہے گا کاش یہ ہمارے پاس آجائے آخر وہ اپنے گروہ میں پہنچ جائے گا اور ان لوگوں سے کہے گا: ”اور پڑھو میرا اعمال نامہ“ اللہ نے مجھے بخش دیا ہے۔ اور تمہیں بھی مبارک ہو تمہارے واسطے وہی انعام واکرام تیار ہے جس سے مجھے نوازا گیا ہے۔

پھر ایک گمراہ لوگوں کے پیشوا (لیڈر) کو بلایا جائے گا۔ اسے اعمال نامہ دیا جانے لگے گا تو وہ اس کو لینے کے لئے دایاں ہاتھ آگے بڑھانا چاہے گا۔ مگر دایاں اور ہاتھ اٹھا کر اس کی گردن میں لپٹ جائے گا بائیں ہاتھ میں لینا چاہے گا۔ تو یہ ہاتھ اس کی پیٹھ (کمر) کے پیچھے چلا جائے گا۔ اور پیچھے سے اپنا اعمال نامہ ہاتھ میں لے گا اور پیچھے کی طرف گردن گھما کر اپنا اعمال نامہ پڑھے گا۔ شروع میں اس کے نیک کام لکھے ہوں گا تاکہ وہ یہ نہ کہے کہ میرے اچھے کارنامے تو لکھے ہی نہیں گئے اسے کہا جائے گا تو نے یہ نیک کام کیا اسے کا تجھے یہ بدلہ مل گیا تو نے فلاں نیک

کام کیا اس کا یہ بدلہ ہے۔ یہاں تک کہ اس کی ساری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں دیا جاچکا ہوگا۔ نیکیوں کا حساب اس طرح بے باق ہو جائے گا اب اس کے گناہ نمایاں ہو کر سامنے آئیں گے جنہیں سب لوگ دیکھیں اور پڑھیں گے اور کہہ اٹھیں گے: فلاں شخص پر لعنت ہے اس نے اتنے گناہ کئے ہیں وہ اپنا اعمال نامہ پڑھ چکے گا تو اس کے آخر میں اسے لکھا ہوا نظر آئے گا۔ تیرے واسطے عذاب کا فیصلہ صادر ہو چکا ہے۔

پھر اس کا چہرہ کالا کیا جائے گا اور سر پر آگ کی انگیٹھی رکھ دی جائے گی جس سے دھواں اٹھتا ہوگا اسے حکم ملے گا۔ جا اپنے ساتھیوں (ماننے والوں) کو بھی بتادے کہ ان کے واسطے بھی یہی کچھ تیار ہے وہ جدھر سے بھی گزرے گا لوگ اسے دیکھ کر کہیں گے اے اللہ! اسے ہم سے دور ہی رکھ اور ساتھ ہی اس پر لعنت بھیجیں گے۔ اور جب وہ اپنے پیروکاروں (مریدوں) کے پاس پہنچے گا وہ بھی اسے لعن طعن کریں گے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

ثُمَّ یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَکْفُرُ بَعْضُکُم بِبَعْضٍ وَیَلْعَنُ بَعْضُکُمْ بَعْضًا۔

”پھر قیامت کے روز تم میں سے ہر ایک دوسرے سے اپنے تعلق کا منکر ہوگا اور ایک دوسرے پر لعن طعن کرے گا۔“

حضرت مسروق ؒ کا قول ہے:

انسان کے واسطے اتنا علم کافی ہے جو اس میں خدا کا خوف پیدا کردے اور یہ انسان کی سب سے بڑی جہالت ہے کہ وہ اپنے نیک عمل پر غرور وگھمنڈ کرنے لگے۔

حضرت مجاہد ؓ روایت کرتے ہیں حضرت عثمان ؓ کے سامنے کچھ لوگ حضرت سعید ؓ ابن عاص کی تعریف کر رہے تھے۔ حضرت مقداد ؓ نے جو اسی مجلس میں بیٹھے تھے اٹھ کر ان کے چہروں پر مٹھی بھر کر دھول پھینکی اور کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: ”تعریف کرنے والوں کے چہروں پر مٹی ڈالو۔“

حضرت معاذ ابن جبل ؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نماز جمعہ میں حاضر نہ ہو سکا۔ بعد میں جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھ سے اس غیر حاضری کی وجہ دریافت فرمائی۔

میں نے عرض کیا: حضور! میرے ذمے فلاں یہودی کا قرض ہے۔ مجھے خدشہ تھا کہ اس وقت نکلا تو وہ مجھے روک لے گا اور میں آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں وہ دعا بتائے دیتا ہوں جس سے تمہارا تمام قرض ادا ہو جائے گا" تم آل عمران کی آیت:

"قل اللهم مالک ملک......

بغیر حساب تک (آیت:۲۶-۲۱) پڑھ کر یہ دعا پڑھا کرو۔

یا رحمن الدنیا والآخرة ورحیمهما تعطی منهما من تشاء وتمنع منهما من تشاء فارحمنی رحمةً تغنینی بهما عن رحمة من سواک"

اے دنیا و آخرت کے سب سے بڑے بخشش کرنے والے اور ان دونوں کے سب سے بڑے مہربان! تو جسے چاہتا ہے ان دونوں کی برکتیں عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔ مجھ پر اپنی وہ مہربانی فرما جو مجھے تیرے سوا ہر ایک کی مہربانی سے بے نیاز کر دے۔

یہ دعا اگر کوئی قیدی پڑھے تو اللہ اسے قید سے رہائی دلا دے گا۔ حضرت امامہ باہلیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبح کے وقت یہ دعا پڑھتا ہے اگر وہ اسی دن فوت ہو گیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی اور اگر شام کے وقت پڑھتا ہے اور اسی رات اس کی موت ہو گئی۔ اس کے لیے جنت ہو گئی۔ دعا یہ ہے۔

اللهم لک الحمد لا اله الا انت انت ربی وانا عبدک آمنت بک مخلصاً لک دینی اصبحت علیٰ عهدک ووعدک مااستطعت و اتوب الیک من وسی عملی واستغفرک لذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت.

اے اللہ ہر طرح کی تعریف تیرے لیے ہے۔ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں تو میرا رب ہے میں تیرا بندہ ہوں میں خلوص دل سے تجھ پر ایمان لایا اور تیرا دین قبول کیا۔ میں نے اپنی ہمت کے مطابق تجھ سے کئے وعدے اور عہد کو نبھایا۔ میں اپنے برے اعمال سے توبہ کرتا ہوں اور تجھ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی نہیں جو میرے گناہ معاف کر دے۔

حضرت ابان ابن عثمان ؓ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرے اسے شام تک کسی مصیبت کا سامنا نہ ہوگا اور جو شام کے وقت (تین مرتبہ) یہ دعا پڑھ لے اسے صبح تک کوئی مصیبت پیش نہ آئے گی۔

بسم الله الذی لا یضر مع اسمه شئی فی الارض ولا فی السماء وهو السمیع العلیم

اللہ کے نام سے جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان کی کوئی چیز (انسان کو) کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی وہ ہر بات کو سننے اور جاننے کی طاقت رکھتا ہے۔

تنگدستی دور ہونے کی دعا

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا:

"طلوع فجر اور فجر کی نماز کے درمیانی وقت میں یہ دعا پڑھا کر دنیا خود تیرے پاس چل کر آئے گی۔

سبحان الله العظیم استغفر الله

پاک ہے اور عظیم ہے اللہ کی ذات' میں اللہ بخشش کا طلب گار ہوں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: حضور ﷺ رات کو سونے سے پہلے سورۃ اخلاص اور معوذتین پڑھ اپنے اوپر دم کر لیا کرتے تھے۔

ظالم کے ظلم سے بچنے کی دعا

حضرت حجازؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی ظالم سے خوف زدہ ہو وہ یہ دعا پڑھا کرے اللہ اسے ظالم کے ظلم سے بچا لے گا۔

رضیت بالله ربا وبالاسلام دیناً وبمحمد نبیاً وبالقرآن حکماً و اماماً

میں خوش ہوں اللہ کو اپنا رب اسلام کو اپنا دین محمد کو اپنا نبی اور قرآن کو اپنا حاکم اور پیشوا بنا کر۔

بدخوابی سے بچنے کی دعا

حضرت خالد ؓ نبی کریم ﷺ سے بدخوابی (نیند میں کوئی برا خواب دیکھ کر پریشان ہو جانا) کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دعا پڑھ لیا کرو۔

اعوذ بکلمات الله التامة من غضبه وعقابه وشر عباده ومن همزات الشیاطین واعوذبک رب ان یحضرون

میں اللہ کے جملہ کلمات کے ذریعہ اس کے غصے اور عذاب سے اس کی پناہ چاہتا ہوں اور

اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اس کے بندوں کی شرارت اور شیطانوں کے اثر سے اور اے پروردگار! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ شیطان میرے قریب آئیں۔

نماز کا سلام پھیرنے کے بعد کی دعا

نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا۔
نماز کے بعد ہمیشہ یہ دعا پڑھا کرو۔

اللھم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک

اے اللہ میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کرتا رہوں تیرا شکر بجالاؤں اور تیری عبادت حسن و خوبی کے ساتھ ادا کرتا رہوں۔

نیند سے بیدار ہونے کے بعد کی دعا

حضرت حذیفہ ابن یمانؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نیند سے بیدار ہوتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

الحمد اللہ الذی احیانی بعد ما اماتنی والیہ النشور

ہر تعریف اللہ کے لیے جس نے مجھے موت کے بعد دوبارہ زندہ کر دیا۔

گھوڑے وغیرہ پر سوار ہوتے وقت

حضرت عبداللہ بن مسعود ہمیشہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

سبحٰن الذی سخر لنا ھذا وما کنالہ مقرنین وانا الی ربنا لمنقلبون

پاک ہے اللہ کی ذات جس نے اس سواری کو ہمارے تابع کر دیا۔ جب کہ ہم اسے کسی طرح اپنے تابع نہ کر سکتے تھے اور ہم خود بھی اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

سفر پر روانگی کی دعا

اور جب ابن مسعود کسی سفر پر روانہ ہوتے' یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفہ فی الاھل اللھم اطولنا الارض وھون علینا السفر' اللھم انا نعوذ بک من وعثاء السفر والحور بعد الکور' و کابة المنقلب وسوء المنظر فی الاھل والمال' ولوالد.

اے اللہ تو میرا ہم سفر ہے میری عدم موجودگی میں میرے گھر کا نگہبان ہے۔ اے اللہ ہمارے واسطے مسافت سفر کو کم کر دے۔ ہمارے سفر کو آسان کر دے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں سفر کی پریشانیوں سے خوش حالی کے بعد بدحالی سے۔ بری واپسی سے اور اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب میں پراگندہ حالی کا منظر دیکھنے سے۔

بیوی سے پہلی رات ملاقات کی دعا

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں۔
بیوی سے اول شب ملاقات کرنے سے پہلے دو رکعت نفل ادا کیے جائیں۔ نماز و دعا سے فراغت کے بعد بیوی کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھیں۔

اللھم بارک لی فی اھلی وبارک لاھلی فی ورزقنی منھا و ورزقھا منی واجمع بیننا ماجمعت بخیر و فرق بیننا ما فرقت بخیر۔

اے اللہ میرے واسطے میری اہلیہ کو بابرکت ثابت کر اور اس کے لیے مجھے بابرکت بنا دے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے فائدے مند بنا دے تو جب تک ایک دوسرے کے ساتھ رکھے خیر کے ساتھ رکھ۔ اور تو اگر ہمیں ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہے تو وہ بھی ہمارے حق میں بہتر ہو۔

مصیبت سے نجات کے لیے دعا

حضرت جعفر ابن محمدؒ کہتے ہیں کہ جس انسان کو کوئی مصیبت پیش آجائے تو وہ یہ دعا پڑھے۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

(اے اللہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہر عیب سے پاک ہے۔ میں گناہ گار ہوں۔

دشمن سے خوف کے وقت کی دعا

حسبی اللہ ونعم الوکیل

میری حفاظت کے لیے اللہ کافی وہ بہترین نگران ہے۔

فریب و جعل سازی سے بچنے کی دعا

کسی شخص کی طرف دھوکہ دہی یا فریب کا اندیشہ ہو تو یہ دعا پڑھی جائے۔

افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد (سورہ غافر:۴۴)

میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ کی نظر ہر بندے پر ہے۔

جنت کے حصول کے لیے دعا

جنت کی طلب میں یہ دعا مفید ہے۔

ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ. (سورہ کہف۔۳۹)

جو اللہ نے چاہا (وہ ہوا) ہمیں وہاں تک پہنچنے کی طاقت بھی وہی دے گا۔

دنیا و آخرت میں کامیابی کی دعا

ہر مسلمان کو پنج وقتہ نماز کے بعد یہ دعا کرنی چاہیے۔

ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (البقرہ۔۲۰۱)

اے پروردگار! ہمیں دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کی آگ کے عذاب سے بچالے۔

ابدال کی دعا

جو شخص ابدال کے منصب پر فائز ہوتا ہے وہ یہ دعا کرتا ہے۔

اللھم اصلح امہ محمد ﷺ اللھم ارحم امۃ محمد ﷺ اللھم فرج امۃ محمد ﷺ اللھم اغفر لامۃ محمد ﷺ

اے اللہ! امت محمد ﷺ کے حالات کو سنوارنے والے، اے اللہ! امت محمد ﷺ پر رحم کر، اے اللہ! امت محمد ﷺ کی مشکلات کو آسان فرما، اے اللہ! امت محمد کی مغفرت فرما۔

سخت کلامی سے پرہیز

کچھ یہودی لوگ حضور ﷺ سے ملاقات کے لیے آئے۔ انہوں نے السلام علیکم کی بجائے السام علیکم کہا۔ حضور ﷺ نے جواب میں وعلیکم فرمایا۔ حضرت عائشہؓ اس وقت وہاں موجود تھیں انہوں نے وعلیکم السام (تم پر ہلاکت ہو) کہا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''نرمی اختیار کرو اللہ نرمی کو پسند کرتا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ مہربان ہے مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ نرم مزاج آدمی کو وہ دولت مل جاتی ہے جو سخت مزاج کو نہیں ملتی۔''

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ جب کسی خاندان پر مہربان

ہوتا ہے تو اس خاندان کے افراد میں باہمی محبت اور مہربانی پیدا کر دیتا ہے۔ مہربانی کی اگر کوئی شکل ہوتی تو اس سے زیادہ خوبصورت کوئی نہ ہوتا۔ اسی طرح بداخلاقی (وتندخوئی) کی کوئی شکل ہوتی۔ اس سے زیادہ بدصورت کوئی نہ ہوتا۔

سنت پر عمل

نسخہ ہدایت: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں تمہارے لیے دو بہت اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تم ان پر عمل کرتے رہو گے (صحیح راہ پر رہو گے) گمراہ نہ ہو سکو گے۔ وہ دو چیزیں ہیں قرآن اور میری سنت'' (حدیث)

سنت طریقے کے مطابق تھوڑا عمل بڑا اجر رکھتا ہے اور جس میں بدعت شامل ہو وہ ثواب کی بجائے عذاب کا باعث ہوتا ہے

حضرت حسنؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھوڑا عمل جو سنت کے مطابق ہو اس زیادہ عمل سے بہتر ہے، جس میں بدعت شامل ہو ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں:

سنت کے مطابق آسان عمل اس مشکل عم سے بہتر ہے، جس میں کوئی دولت شامل ہو گئی ہو۔

سنت کی اہمیت

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ کوئی قول عمل کے بغیر معتبر نہیں کوئی قول عمل نیت کے بغیر قابل اعتبار نہیں اور وہی قول، عمل اور نیت معتبر ہے جو سنت کے مطابق ہو۔

شفاعت سے محروم

حضرت معقل ابن یسارؓ روایت کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظالم حاکم اور بدعتی عالم کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔''

سنت کے مطابق اللہ کا ذکر

حضرت ابی ابن کعبؓ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اللہ کو یاد کرتا ہے اور اللہ کے خوف سے اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں وہ جہنم سے بچ گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔

ایک وقت ایسا آئے گا جب بدعت پر سنت کی طرح عمل کیا جائے گا اور اس پر ٹوکنے والے کو گمراہی طعنہ دیا جائے گا۔ ایک شخص نے پوچھا اے عبداللہ اس قوت کی کوئی نشانی بتادیں۔

ابن مسعودؓ نے کہا یہ اس وقت ہوگا جب لوگوں میں امانت داری ختم ہو جائے گی۔ دولت مندوں کی کثرت ہوگی۔ دین کو سمجھنے والے کم ہوں گے مگر بے سمجھے قرآن پڑھنے والے بہت ہوں گے لوگ دین کے ذریعہ دنیا کمائیں گے اور عام لوگ دین کی بجائے دنیا کے علوم میں مہارت حاصل کریں گے۔ حاکم گمراہ ہوں گے جو اپنی قوم کو بھی گمراہ کریں گے۔

صراط مستقیم

حضرت عبداللہ ابن مسعود روایت کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے میرے سامنے ایک سیدھی لائن کھینچی اور اس کے دونوں کچھ چھوٹی چھوٹی لکیریں بنادیں سیدھی لائن کے بارے میں فرمایا یہ صراط مستقیم (سیدھا راستہ) ہے اور اس کے دونوں جو چھوٹے چھوٹے راستہ ہیں ان میں سے ہر ایک پر ایک شیطان بیٹھا ہے۔ جو اپنی طرف بلاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه و لا تبعوا السبل فتفرق بكم عن سبیله و الكم وصاكم به لعلكم تتقون (سورہ انعام:۱۵۳)

یہ دین اسلام (میری طرف آنے والا) سیدھا راستہ ہے تم اسی پر کاربند رہو (چلتے رہو) ادھر ادھر کے راستوں پر نہ جاؤ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے اللہ نے تمہیں اسی پر چلتے رہنے کا حکم دیا۔ تاکہ تم غلط راہوں پر نہ جاؤ۔

اللہ کے خوف سے بہنے والا آنسو

حضرت انس ابن مالک نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: کہ

آپ ﷺ نے فرمایا ''جو آنکھ خوف خدا میں آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ اللہ اسے دوزخ میں

نہیں جلائے گا۔ اگر وہ آنسو چہرے پر بہہ گئے۔ چہرہ ہر طرح کی ذلت و رسوائی سے محفوظ رہے گا۔ انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے۔ اس کے مطابق اسے ثواب مل جاتا ہے۔ مگر آنسو آگ کے سمندروں کو ٹھنڈا کر سکتا ہے۔ اگر کوئی خوف خدا سے کسی محفل میں رو دیا۔ اللہ تعالیٰ اس ایک شخص کے رونے سے پوری محفل پر رحم فرمائے گا۔

حضرت کعبؓ احبار کہتے ہیں: خوف خدا میں میرے چہرے کا آنسوؤں سے تر ہو جانا۔ مجھے اپنے وزن کے برابر سونا خیرات کر دینے سے زیادہ پسند ہے اور جس شخص کی آنکھ سے خوف خدا میں ایک قطرہ زمین پر گر گیا اسے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

حضرت عکرمہؓ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: کہ

جس بندے کی آنکھیں خوف خدا میں آنسوؤں سے تر ہو جائیں اس پر اللہ کا بڑا فضل ہے جب کسی بندے کی آنکھ سے کوئی آنسو بہتا ہے فرشتے اپنا دل تھام کر رہ جاتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اللہ کو دو قطرے، بہت پسند ہیں۔ ایک وہ آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف میں آنکھ سے بہہ جائے۔ دوسرا وہ قطرہ خون جو راہ حق میں جہاد کرتے ہوئے میدان جہاد میں زمین پر گر جائے۔''

''ایک مسلمان اپنے شب روز کیسے گزارے''

حضرت مجاہد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: مجاہد! صبح ہو جائے تو شام کی نہ رکھو اور شام ہو جائے تو صبح کی فکر مت کرو۔ کوئی بیماری آنے سے پہلے اپنی صحت سے فائدہ اٹھالو۔ نہ معلوم کل تمہارا نام زندہ لوگوں میں لکھا ہو یا مردوں میں۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ ہر انسان (خصوصاً مسلمان) صبح جب بستر سے اٹھے ان چار باتوں کا ارادہ کرلے۔

(۱) سب سے پہلے اللہ کی طرف عائد شدہ فرض کو ادا کرے گا۔

(۲) ان باتوں سے پرہیز کرے گا جن سے اللہ نے روکا ہے۔

(۳) کسی سے کوئی لین دین کا معاملہ ہے۔ اسے انصاف کے ساتھ حل کرے گا۔

(۴) جس سے کوئی دشمنی ہے اُسے جائز طریقے سے ختم کردے گا جس نے اپنے دن کی اس طرح ابتدا کی اُمید ہے وہ دنیا و آخرت میں نیک لوگوں میں شمار ہوگا۔

توکل اور خوف خدا

ایک مسلمان فلسفی کا کہنا ہے کہ مسلمان صبح جب بیدار ہو اسے دو چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے۔سکون و آرام اس حالت میں ہے وہ اس نیت کے ساتھ محنت و کوشش شروع کرے کہ جو رزق اللہ کی طرف سے مقرر ہے وہ اسے ضرور ملے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے جو فرض اس کے ذمہ لگایا ہے۔اسے ضرور ادا کرے جس انسان نے ان باتوں پر عمل کرلیا۔اسے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ایک قناعت (صبر) دوسری چیز یہ کہ اسے اللہ کی عبادت میں لطف آنے لگتا ہے۔

درویش کی زندگی

حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنے والد کے واسطے سے حضرت سعید ابن مسروقؒ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

وہ انسان اس دنیا میں بے خوف زندگی کیسے گزار سکتا ہے جسے ہر وقت (زندگی میں) گھر کے تبدیل ہو جانے (موت) کی فکر لگی رہتی ہو اور اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ زندگی ختم ہونے اور موت کے بعد کون سا گھر اسے ملے گا۔وہ جنت ہوگا یا دوزخ۔

ابن سیرینؒ نے ایک شخص سے پوچھا: کیا حال ہے؟

اس شخص نے جواب دیا: ایسے آدمی کا کیا حال پوچھتے ہو جس پر پانچ سو درہم (عرب کا پرانا سکہ) قرض ہو اور گھر میں بچے بھوکے بیٹھے ہوں۔

حضرت ابن سیرینؒ نے اسے ایک ہزار درہم دے کر کہا۔جو پانچ سو درہم قرض ہیں وہ ادا کردو اور باقی پانچ سو سے اپنے گھر کا خرچہ چلاؤ۔

حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ کی نصیحت

حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ کہتے ہیں کہ انسان کو صبح بیدار ہوتے ہی چار چیزوں کے لیے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

(۱) بیدار ہوتے ہی وہ کہے۔شکر ہے اللہ کا اس نے میرے دل کو ہدایت کا نور بخشا مجھے اہل ایمان میں شامل کیا اور گمراہی سے بچایا۔

(۲) شکر ہے اللہ کا اس نے مجھے محمد ﷺ کی امت میں پیدا کیا۔

(۳) شکر ہے اللہ کا اس نے میرا رزق اپنے ہاتھ میں رکھا اور مجھے کسی انسان کا محتاج نہ بنایا۔

(۴) شکر ہے اللہ کا اس نے میرے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے۔

شفیق ابن ابراہیمؒ کہتے ہیں جو شخص دو سو سال زندہ رہا اور یہ چار باتیں اسے معلوم نہ ہوئیں۔وہ جہنمی ہے۔

(۱) خدا شناسی: یہ ہے کہ انسان یہ سمجھ جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر ظاہر و باطن سے واقف ہے۔وہ مجھے جو دینا چاہے گا کوئی دوسرا اسے روک نہ سکے گا اور جو چیز اللہ مجھے نہ دینا چاہے کوئی مجھے نہ دے سکے گا۔

(۲) نیک عمل: انسان کو یہ معلوم ہو کہ اللہ وہی عمل قبول کرتا ہے جو نیک نیت سے صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔

(۳) اپنے نفس کی پہچان: انسان کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے وہ کمزور ہے اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

(۴) انسان کا سب سے بڑا دشمن: اس کی بدعملی ہے۔انسان کو چاہئے وہ نیک عمل کرتا رہے تاکہ بدعملی کا زور ٹوٹ جائے۔

انسان پر صبح نیند سے بیدار ہوتے دس چیزیں فرض ہو جاتی ہیں۔

(۱) بیدار ہوتے ہی اللہ کو یاد کرے۔قرآن میں ارشاد ہوا ہے کہ

سبح بحمد ربک حین تقوم

اٹھتے ہی اللہ کی تسبیح اور حمد کا ورد کیا کر۔

(۲) ستر عورت اور لباس پہننا

ارشاد ہوتا ہے کہ:

یا بنی آدم خذو ازینتکم عند کل مسجد (الاعراف ۳۱)

اے انسان نماز کے وقت اور مسجد میں حاضری کے پورا لباس پہنا کرو۔

(۳) نماز کے لیے پوری تسلی سے وضو کرنا:

قرآن میں حکم دیا گیا ہے کہ:

یاایھاالذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم

الی المرافق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین

اے مسلمانو! جب نماز کا ارادہ کرو اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ کہنیو تک دھویا کرو اور اپنے سر کا مسح کرو اور دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھولو۔

٤) نماز وقت پر اور پابندی کے ساتھ پڑھنا

قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ

ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً (سورہ نساء:١٠٣)

بے شک نماز مسلمانوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

٥) اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے جائز ذرائع سے اپنی روزی تلاش کرے رزق دینا اللہ کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا

زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔

٦) اللہ کے عطا کردہ مال ودولت پر صبر وقناعت کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا (الزخرف:٣٢)

ہم نے دنیاوی زندگی میں انسانوں معاش ذریعوں کو ان میں بانٹ دیا ہے۔

٧) اللہ پر توکل (اعتماد) رکھنا:

حکم ہوا ہے کہ:

علی اللہ توکلوا ان کنتم مومنین

اگر مسلمان ہو تو اللہ پر کامل اعتماد رکھو

٨) اللہ کے حکم اور فیصلوں کو تسلیم کرنا:

ارشاد ہوا ہے کہ:

فاصبر لحکم ربک (سورہ طور۔٤٨)

اللہ کے فیصلہ کو تسلیم کر۔

٩) اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا:

قرآن کریم ارشاد ہوا ہے کہ:

واشکروا نعمۃ اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون. (سورہ نحل۔١١٤)

اگر اللہ کے بندے ہو تو اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا کرو۔

اور شکر کا سب سے بہتر طریقہ پابندی سے وقت پر نماز ادا کرنا ہے۔

(١٠) حلال رزق کھانا:

حکم خداوندی ہے کہ:

کلوا من طیبات مارزقناکم

ہم نے تمہیں جو حلال چیزیں عطا کی ہیں وہ کھاؤ۔

غور وفکر

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان کو ہمہ وقت ان آیات پر غور وفکر کرتے رہنا چاہئے جو ان آیات پر غور نہیں کرتا وہ بہت بدنصیب ہے۔

ان فی خلق السماوات والارض واختلاف الیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل اللہ من السماء من ماء فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا من کل دابۃ وتعریف الریاح والسحاب المسخر بین السماء والارض. لأیات لقوم یعقلون ومن الناس من یتخذ من دون اللہ انداد یحبونھم کحب اللہ والذین اشد حب اللہ ولو یرالذین ظلموا اذ یرون العذاب ان القوۃ للہ جمیعاً وان اللہ شدید العذاب اذ تبرا الذین اتبعو امن الذین اتبعوا ورأ العذاب وتقطعت بھم الاسباب۔ وقال الذین اتبعوا لو ان لنا کرۃً فتبرا منھم کما تبرأوا منا کذالک یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیھم وما ھم بخارجین من النار۔

(سورہ بقرہ١٦٤تا١٦٧)

بے شک آسمان وزمین کی پیدائش' رات اور دن کے آگے پیچھے آنے' ان کشتیوں (سمندری جہازوں) میں جو انسانوں کے نفع بخش چیزیں سمندر میں ادھر سے ادھر آتے جاتے رہتے ہیں اور اللہ کے آسمان سے پانی برسا کر مردہ زمین (بنجر زمین) کو سرسبز کردینے اور زمین کے اندر جانداروں کے پھیلا دینے' ہواؤں کے چلانے اور آسمان وزمین کے درمیان بادلوں ٹھہرا دینے میں عقل مند لوگوں کی بڑی نشانیاں ہیں۔

بعض ایسے انسان بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسری چیزوں کو معبود بنا لیتے ہیں اور ان سے
ی طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے محبت کرنی چاہئے اور اہل ایمان (مسلمان) تو صرف
لہ سے محبت کرتے ہیں- اگر یہ اللہ کے علاوہ دوسری چیزوں کو معبود بنا لینے والے اس وقت کا
سور کریں جب دوزخ کا عذاب ان کے سامنے ہوگا اور ہر طرح کا اختیار و قوت صرف اللہ کے
س ہوگی وہ لوگ جن کی باتوں پر عام لوگ چلتے تھے- اس وقت اپنے ماننے والوں سے الگ ہو
ائیں گے اور ان کا آپس کا ہر تعلق ٹوٹ جائے گا-

وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کی باتوں پر چلا کرتے تھے کہیں گے- کاش ہمیں دوبارہ
ندگی مل جائے تو ہم بھی ان کو اسی طرح چھوڑ دیں گے جس طرح انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے-
لہ تعالیٰ انہیں انکے اعمال اسی طرح حسرت و افسوس کی شکل دکھائے گا اور وہ جہنم کی آگ سے
سی طرح باہر نہ آ سکیں گے-

حضرت عمرو بن ترہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
مخلوق کے بارے میں غور و فکر کرو- خالق کی ذات کے متعلق غور و فکر مت کرو-

شیطان کے وسوسے اور انسان کا جواب

حضرت عروہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
ایک شخص کے دل میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور سوال کرتا ہے آسمان کو کس نے پیدا کیا-
وہ شخص جواب دیتا ہے کہ اللہ نے-
شیطان دوسرا سوال کرتا ہے کہ زمین کو کس نے پیدا کیا؟
وہ شخص جواب دیتا ہے کہ اللہ نے-
شیطان تیسرا سوال کرتا ہے کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا؟
آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان ایسی بات محسوس کرے اس وقت وہ کہے "آمنت باللہ
و رسولہ" میں اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر یقین رکھتا ہوں-

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
"ایک گھڑی کا غور و فکر سال بھر کی (نفلی) عبادت سے بہتر ہے-"
انسان کو ان پانچ چیزوں پر غور و فکر کرنا چاہئے-

(۱) اللہ کی آیات و علامات پر غور کرنا:

اللہ کی آیات و علامات پر غور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان سوچے زمین و آسمان کو اللہ نے پیدا کیا- وہ روزانہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے اور مغرب میں غروب کر دیتا ہے- دن اور رات ہیں کہ مسلسل ایک دوسرے کے پیچھے آ رہے ہیں اور جا رہے ہیں اور انسان اپنی ذات کے بارے میں سوچے میرے جسم میں کتنے اعضاء ہیں ہر ایک کا اپنا اپنا ایک مخصوص کام ہے- مثلاً دل و دماغ سوچتے ہیں- کان سنتے ہیں آنکھ دیکھتی ہے زبان بولتی ہے- پاؤں چلتے ہیں- ہاتھ انسان کی ضرورت کی چیز پکڑتے اور حاصل کرتے ہیں وغیرہ- اسی طرح سوچنے سے انسان کے اندر معرفت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور اللہ پر اس کا یقین و اعتماد بڑھ جاتا ہے- چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلا تبصرون (سورہ ذاریات-۲۱)

اللہ پر یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں (اس کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں اور اے انسانو! خود تمہاری ذات کے اندر (اس کی) بہت سی نشانیاں تم دیکھتے کیوں نہیں؟

(۲) اللہ کی نعمتوں پر غور و فکر کرنا: نعمتوں پر غور و فکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں کے بارے میں سوچے جو اللہ نے اسے عطا کی ہوئی ہیں- مثلاً جسمانی صحت پیروں میں چلنے کی طاقت' ہاتھوں میں پکڑنے کی قوت' زبان میں بولنے کی صلاحیت' کانوں میں سننے کی قوت اور دماغ میں سوچنے کی صلاحیت وغیرہ اس طرح بے شمار نعمتیں اللہ نے انسان کو عطا کی ہوئی ہیں جنہیں وہ شمار نہیں کر سکتا- قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے کہ:

وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوھا (سورہ ابراہیم ۳۴)

تم اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو شمار نہ کر سکو گے-

(۳) اللہ کی عبادت پر جو ثواب ہوگا اس پر غور کرنا: ثواب پر غور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نیک بندوں کے واسطے جنت میں کیا کیا نعمتیں تیار کر رکھی ہیں- انسان جب اس پر غور کرے گا انسان کی طبیعت اللہ کی عبادت کی طرف راغب ہوگی اور ہر بات میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھے گا-

(۴) اللہ کی نافرمانی پر اس کے عذاب کے بارے میں غور و فکر کرنا: عذاب کے بارے میں اس طرح سوچے کہ اللہ نے اپنے حکم کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے دوزخ

میں کیسی سخت سزائیں تیار کر رکھی ہیں۔ اس سے انسان کے دل میں خوف خدا پیدا ہوگا اور خدا کے قرب سے بچ جائے گا۔

(۵) اللہ کے احسانات اور بندے کی نافرمانیاں: اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان سوچے کہ اللہ نے میرے کتنے گناہوں اور عیبوں کو چھپایا ہوا ہے اور اس نے ان کی وجہ سے مجھ پر کوئی مصیبت یا عذاب نازل نہیں کیا اور کہتا ہے بندے! توبہ کر لے میں تیرے گناہ معاف کر دوں گا۔

ان پانچ باتوں پر جو شخص غور کرے گا وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"تفکر ساعة خير من عبادت سنة"

انسان کا اپنی ذات کے بارے میں غور و فکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

ایک فلسفی کا قول ہے کہ:

انسان تین چیزوں کے بارے میں سوچ سوچ کر اپنا وقت ضائع نہ کرے۔

(۱) فقر (محتاجی): فقر کے بارے میں جتنا سوچے گا تمہارا غم بڑھتا جائے گا اور غم انسان کے اندر طمع اور حرص پیدا کر دیتا ہے۔

(۲) ظلم: اگر انسان پر کسی نے ظلم کیا ہے' اس کا معاملہ اللہ کے حوالے کر کے ظلم کے بارے میں سوچنا بند کر دے۔ کیونکہ جو انسان ظلم کے بارے میں سوچتا ہے' اس کا دل سخت ہو جاتا ہے' کینہ و دشمنی بڑھ جاتی ہے اور انسان پر ہر وقت غصہ چھایا رہتا ہے۔

(۳) طول عمر: انسان یہ نہ سوچے کہ میں دنیا میں زیادہ مدت تک رہوں۔ اس سے طبیعت میں دولت جمع کرنے کی حرص پیدا ہوتی ہے' پھر دولت جمع کرنے کی دوڑ دھوپ میں ساری زندگی خدا سے غفلت میں ضائع کر دیتا ہے کو عمل نہیں کر پاتا اور گناہوں سے توبہ کرنا بھی نصیب نہیں ہوتا۔

اقوال زریں

(۱) نیت کے بغیر عادت بے کار ہے۔

(۲) عاجزی وانکساری کے ہر عمل بے کار ہے۔

۳۔ ضرورت سے زیادہ دنیا کمانا دینداری کے خلاف ہے۔

ابدال کی نشانیاں

(۱) اس کا دل حسد سے پاک ہوتا ہے۔

(۲) طبیعت میں سخاوت ہوتی ہے۔

(۳) بات کا سچا ہوتا ہے۔

(۴) مزاج میں نرمی ہوتی ہے۔

(۵) مصیبت پر صبر کرتا ہے۔

(۶) تنہائی میں اللہ کے سامنے روتا اور گڑگڑاتا ہے۔

(۷) لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا ہے۔

(۸) مسلمانوں کے حق میں رحم دل ہوتا ہے۔

(۹) موت کے بارے میں غور و فکر کرتا رہتا ہے۔

(۱۰) عام حالات سے عبرت حاصل کرتا ہے۔

حضرت مکحول شامیؒ کہتے ہیں۔

انسان کو چاہیے کہ رات بستر پر لیٹتے وقت یہ غور کر لیا کرے کہ آج دن بھر میں اس نے کیا کیا ہے۔

اگر کچھ اچھے کام کیے ہوں۔ اللہ کا شکر ادا کرے اور اگر کوئی گناہ ہو گیا ہے۔ اس سے توبہ کرے اور اللہ سے معافی کی دعا کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا' اس کی مثال اس تاجر کی سی ہے جو تجارت میں لگی دولت کو بے حساب خرچ کرتا رہتا ہے۔ ساری دولت خرچ کر بیٹھتا ہے اور قلاش ہو کر رہ جاتا ہے۔

خوش نصیب انسان

ایک فلسفی کا قول ہے کہ وہ انسان خوش نصیب ہے کہ جس کے اندر یہ باتیں پیدا ہو جائیں۔

(۱) ذہن فضول خیالات سے پاک ہو۔

(۲) پیٹ حرام غذا سے پاک ہو۔

(۳) ضرورت سے زیادہ دولت کی فکر نہ ہو۔

(۴) نیک اعمال کا شوق ہو کیونکہ اللہ نیک اعمال ہی کو قبول کرتا ہے۔

قرب قیامت کی نشانیاں: ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کا صحیح وقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔البتہ اس کی کچھ نشانیاں ہیں۔

(۱) بڑے بڑے بازار ہوں گے مگر ہر تاجر کساد بازار (مندہ) کی شکایت کرے گا۔

(۲) بارشیں ہوں گی مگر پیداوار کم ہوگی۔

(۳) سود خوری کو گناہ نہ سمجھا جائے گا۔

(۴) اولاد نافرماں ہوگی۔

(۵) دولت کی زیادہ عزت ہوگی۔

(۶) بدعمل لوگ مسجدوں کے منتظم ہوں گے۔

(۷) برے لوگوں کا بول بالا ہوگا اور نیک لوگوں کی بات کوئی نہ سنے گا۔

جس روز ایمان لانا بے فائدہ ہوگا: حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت سے پہلے سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔اس روز سب لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں گے۔مگر ان کا ایمان لانا بے فائدہ ہوگا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

ویومئذ لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً

اس روز کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اس کے واسطے فائدہ مند نہ ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو اور بہ حالت ایمان اس نے نیک عمل نہ کئے ہوں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول: حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا۔

"تمام نبی آپس میں ان بھائیوں کی طرح جن کی مائیں مختلف ہیں۔مگر باپ ایک ہے اور ان کا دین بھی ایک ہے میں عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم سے زیادہ قریب ہوں میرے اور ان کے درمیان کو دوسرا نبی نہیں ہے۔ وہ میری امت میں میرے خلیفہ ہوں گے۔(یعنی شریعت محمدی ﷺ کی پیروی کریں گے۔ان کی اپنی شریعت نہ ہوگی) وہ آسمان سے اتریں گے خنزیر کو قتل کر دیں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے۔جزیہ ختم کر دیں گے (کیونکہ ان کے زمانہ میں کوئی کافر نہ ہوگا) کفر و اسلام کی جنگ ختم ہو جائے گی۔ہر طرف عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگا۔کوئی کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔حتیٰ کہ شیر اونٹ کے ساتھ، چیتا گائے کے ساتھ اور بھیڑیا بکری کے ساتھ جنگل گھاس چرا اور انسانوں کے بچے سانپ سے کھیلتے ہوں گے۔"

ؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

جب عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے دجال کا جسم ان کے خوف سے اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے گرمی سے چربی پگھلتی ہے۔آخر وہ اسے قتل کر دیں گے۔یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر بھاگیں گے۔مگر چن چن کر قتل کر دیے جائیں گے۔حتیٰ کہ کوئی یہودی کسی پتھر کے پیچھے چھپا ہوگا تو پتھر پکارے گا دیکھو ایک یہودی یہاں چھپا ہوا ہے اسے قتل کر دو۔

حضرت حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھ تک نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا "قیامت سے پہلے خوفناک تاریک راتوں کی طرح فتنے اٹھیں گے۔لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔ یقین وایمان کمزور ہو جائیں گے۔ایک شخص جو صبح مسلمان تھا شام کو کافر ہو جائے گا۔ جو شام کو مسلمان تھا صبح کافر بیدار ہوگا۔لوگ دنیا کے لیے دین کو بیچ دیں گے۔" (جیسے کہ آج دینیات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں لینے والے کر رہے ہیں)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

"نیک عمل کر لو اس سے پہلے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو، دجال ظاہر ہو۔آسمان دھواں ہو جائے۔دابۃ الارض پیدا ہو، تمہیں کا وقت آگھیرے اور قیامت کے آثار پیدا ہوں۔"

حضرت ابوذر ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد میں پہنچا دیکھا کہ نبی کریم ﷺ تنہا تشریف فرما ہیں۔میں نے موقعہ غنیمت سمجھا کہ آپ ﷺ سے کچھ حدیثیں سن لوں) آپ نے مجھے اپنے پاس بلا کر بٹھایا۔میں نے آپ ﷺ سے دریافت کیا۔

ابوذر ؓ: وضو کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ: نے فرمایا اے ابوذر! وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔وضو انسان کے تمام صغیرہ گناہوں کو دھو ڈالتا ہے۔

ابوذر ؓ: نماز کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

نبی کریم ﷺ: نماز سب سے بہتر عمل ہے۔جو چاہے فرض اور سنتیں ادا کرلے اور جو چاہے نوافل پڑھ کر اس میں اضافہ بھی کر سکتا ہے۔

ابوذر ؓ: زکوٰۃ کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ: نے فرمایا، ابوذر! جو شخص ایمان دار نہ ہو وہ امانت نہیں ہو سکتا اور جو زکوٰۃ (صاحب نصاب ہوتے ہوئے) نہ دے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔اور اللہ نے مال دار لوگوں پر اتنی زکوٰۃ فرض کی ہے، جس سے فقراء و مساکین ضرورتیں پوری ہو جائیں۔اللہ نے مال داروں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔زکوٰۃ

ادا کرنے سے مال میں نقصان نہیں ہوتا نہ وہ کسی طرح ضائع ہوتا ہے۔ مومن خوشی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ زکوٰۃ نہ ادا کرنے والا مشرک ہے۔

ابوذرؓ: روزہ کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ: روزہ دوزخ سے بچانے والی ڈھال ہے۔ اللہ اس کا اجر وثواب خود عطا فرمائے گا۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری خوشی اللہ سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ بڑا درجہ رکھتی۔ قیامت کے روز اللہ کی طرف سے نیک لوگوں کی مہمانداری کے لیے سجائے گئے دسترخوان پر سب سے پہلے روزہ داروں کو کھانے کی دعوت دی جائے۔

ابوذرؓ: صبر کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ صبر کی مثال ایسی ہے جیسی کوئی شخص لوگوں کے درمیان مشک (کستوری) کی تھیلی لیے بیٹھا ہو اور مشک کی خوشبو سونگھنے کے لیے اس کے قریب بیٹھنا چاہتا ہو۔

ابوذرؓ: صدقہ کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ خاموشی سے چھپا کر صدقہ دینا اللہ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ علانیہ صدقہ دینا سات سو برائیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ صدقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ صدقہ دوزخ کی آگ کو بجھا دیتا۔ صدقہ بہت عجیب (کام کی) چیز ہے یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمائے۔

ابوذرؓ: حضور! غلام آزاد کرانے کے متعلق فرمائیں۔

نبی کریم ﷺ: وہ غلام آزاد کراؤ جس کی قیمت زیادہ ہو۔

ابوذرؓ: ہجرت کا مطلب کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ: سب سے بڑی ہجرت یہ ہے کہ انسان برائی کو چھوڑ دے۔

ابوذرؓ: سب سے اچھا مسلمان کون ہے؟

نبی کریم ﷺ: سب سے اچھا مسلمان وہ ہے۔ جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔ (یعنی کسی کی غیبت نہ کرے، کسی پر ظلم نہ کرے)

ابوذرؓ: سب سے عاجز اور کمزور کون ہے؟

نبی کریم ﷺ: جو اللہ سے دعا نہ مانگ سکے۔

ابوذرؓ: سب سے بڑا بخیل (کنجوس) کون ہے۔

نبی کریم ﷺ: سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو کسی مسلمان کو سلام نہ کرے۔

حج کی فضیلت کا بیان

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منیٰ میں تھے کہ یمن کے کچھ لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کی۔

ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! ہمیں حج کی خوبیاں اور فضائل بتائیے:

حج کی برکات: آپ نے فرمایا: ہاں سنو! کوئی شخص حج یا عمرے کے ارادے سے اپنے گھر سے نکلتے ہوئے جو قدم بھی اٹھاتا اور رکھتا ہے گناہ اس کے جسم سے اس طرح جھڑتے ہیں جیسے درخت سے سوکھے پتے جھڑا کرتے ہیں۔ جب مدینہ پہنچ کر وہ مجھے سلام اور مجھ سے مصافحہ کرتا ہے، فرشتے اسے سلام کرتے اور اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ جب ذوالحلیفہ میں پہنچ کر وہ غسل کرتا ہے۔ اللہ اسے گناہوں سے بالکل پاک کر دیتا ہے۔ جب احرام کے نئے کپڑے پہنتا ہے۔ اللہ اس سے نیک اعمال کا نیا سلسلہ شروع کرا دیتا ہے۔ جب وہ "لبیک اللھم لبیک" کہتا ہے، اللہ (اس کے جواب میں): لبیک وسعدیک کہتے ہوئے فرماتا ہے: میں تیری دعا سن رہا ہوں میری توجہ تری ہی طرف ہے۔ جب مکہ پہنچ کر طواف اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمتوں اور برکتوں کی بارش شروع کر دیتا ہے۔ جب میدان عرفات میں وقوف کرتے ہوئے اور دعا کرتے ہوئے حاجیوں کی آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ اللہ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کے سامنے ان (حاجیوں) پر فخر کرتے ہوئے فرماتا ہے: میرے فرشتو! میرے آسمانوں پر رہنے والو! کیا تم میرے ان بندوں کو دیکھ رہے ہو؟ جو دور دراز سے چل کر آئے اور دھول میں اٹے ہوئے ہیں۔ اپنا مال خرچ کیا سفر کیا مشکلیں برداشت کیں اور میرے سامنے حاضر ہوئے۔ مجھے اپنی عزت اور بلند مرتبہ کی قسم! میں آج ان کی ہر برائی کو اچھائی میں بدل دوں گا اور ان کو گناہوں سے اس طرح پاک کر دوں گا جس طرح اس وقت یہ گناہوں سے پاک تھے۔ جب ان کو ان کی ماؤں نے جنم دیا تھا۔ پھر جب وہ رمی جمار (شیطان کو کنکریاں مارنے کا عمل) کرتے ہیں۔ اپنے سر منڈاتے اور خانہ کعبہ کی زیارت کرتے ہیں۔ عرش سے ایک اعلان ہوتا ہے۔ جاؤ تم بخشے گئے اور اب نئے

سرے سے زیادہ اچھے عمل کرنے کی کوشش کرو۔"

حضرت علی ؓ روایت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں' میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ "بیت اللہ" کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان' یہ بیت اللہ کیا (یعنی اس کی اصل حقیقت) ہے؟

آپ نے جواب میں فرمایا "اے علی ؓ! یہ اللہ نے روئے زمین پر اس لیے بنایا ہے کہ میری امت کے لوگ یہاں آ کر اپنے گناہ معاف کرا لیا کریں۔"

(علی ؓ کہتے ہیں) پھر میں نے پوچھا: یہ "حجر اسود" کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: "(حجر اسود) اللہ نے جنت سے زمین پر اتارا تھا۔ یہ اتنا صاف اور شفاف تھا کہ اس کے اندر سے سورج کی طرح روشنی کی کرنیں پھوٹتی تھیں۔ مشرکین کے ہاتھوں نے چھو چھو کر اسے سیاہ کر دیا ہے۔"

حضرت عباس ابن مرداس ؓ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے یوم عرفہ کی شام اللہ سے امت کے لیے مغفرت و رحمت کی دعا کی۔ اللہ نے جواب میں فرمایا: ظلم کے علاوہ ہر گناہ معاف کر دیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا: پروردگار! تو قادر مطلق ہے چاہے تو مظلوم کو ظالم سے بہتر اجر و ثواب دے سکتا ہے۔ لیکن اس شام آپ ﷺ کی یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ اگلی صبح مزدلفہ میں پھر آپ ﷺ نے یہ دعا کی۔ اللہ کی طرف سے جواب ملا: میں نے انہیں معاف کر دیا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا: صحابہ نے عرض کیا' ایسے موقعہ پر آپ تبسم نہیں فرمایا کرتے۔ آج کوئی خاص وجہ ہوئی؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: "میں اس لیے مسکرایا تھا کہ جب ابلیس ملعون کو میری دعا کی قبولیت کا علم ہوا۔ وہ پاگلوں کی طرح اپنی ہلاکت و بربادی کا رونا روتے ہوئے اپنے سر پر خاک ڈالتا ہوا بھاگ کھڑا ہوا تھا۔"

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے حج کیا اور کوئی بے حیائی و گناہ کی بات نہ کی وہ (حج کر کے) اس طرح گناہوں سے پاک واپس لوٹتا ہے جیسے اس روز گناہ سے پاک تھا جب اسے اس کی ماں نے جنم دیا تھا۔"

حضرت عمر ؓ ابن خطاب کہتے ہیں: جو شخص صرف طواف کعبہ کی نیت سے گھر سے چل کر کعبہ تک آیا۔ وہ طواف کے بعد گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جس طرح اپنی پیدائش

کے دن گناہ سے پاک تھا۔

ایک روایت میں ہے: "نبی کریم ﷺ نے فرمایا "یوم عرفہ میں جب بندوں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے ان کے بڑے بڑے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس روز شیطان خود کو بہت زیادہ حقیر و ذلیل محسوس کرتا ہے اور غم و غصہ سے بھرا ہوتا ہے۔ اسی طرح کی حالت میں اسے جنگ بدر کے موقعہ پر بھی دیکھا گیا تھا۔"

حضرت ابو سعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں: ہم نے حضرت عمر ؓ کے ساتھ فریضہ حج ادا کیا حضرت عمر ؓ جب مسجد حرام (بیت اللہ) میں داخل ہوئے انہوں نے حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر فرمایا "تو صرف ایک پتھر ہے۔ تو کسی کو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے بوسہ دیا ہے میں ہرگز تجھے بوسہ نہ دیتا۔

حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں کی بینائی ختم ہو جانے کے بعد ایک مرتبہ فرمایا تھا: مجھے سب سے زیادہ افسوس و ندامت اس بات پر ہے کہ میں پیدل چل کر حج نہیں کر سکتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

یاتوک رجالاً و علیٰ کل ضامر (الحج:۲۷)

ترجمہ: وہ (حجاج) آئیں گے ترے پاس پیدل اور کمزور دبلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر۔
اس کا مطلب یہ ہے اگر حرم سے قریب ہو اور راستہ بھی پر امن ہو تو پیدل چل کر جانا اور حج کرنا باعث ثواب ہے۔ لیکن دور دراز کا سفر ہو تو سواری پر جانا افضل ہے۔ تا کہ سفر کی تکان فرائض حج کی ادائیگی میں حارج نہ ہو۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں: فرشتے دوران سفر حاجیوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ اونٹ پر سوار کو سلام کرتے ہیں۔ گھوڑوں' خچروں اور گدھوں پر سوار لوگوں سے مصافحہ کرتے اور پیدل لوگوں سے معانقہ کرتے ہیں۔

حضرت ضحاک ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص جہاد میں شریک ہونے کی نیت سے گھر سے سوار ہو کر چلا مگر سواری نے اسے گرا دیا یا سانپ نے اسے ڈس لیا (اور چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا) یا کسی بھی وجہ سے اس کی موت ہو گئی۔ وہ شہید ہے اور جو شخص حج کی نیت سے چلا۔ مگر حج ادا کرنے سے پہلے ہی راستہ میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ اللہ نے اس کے واسطے جنت واجب کر دی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی۔

”اے اللہ حج کرنے والے کو اور جس کے واسطے وہ مغفرت کی دعا کرے اسے بھی بخش دے۔“

حضرت ابن عمر ؓ سے مروی ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

”میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے ثواب سے ہزار گنا زیادہ ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ میری اس مسجد (مسجد نبوی) میں نماز پڑھنے کا ثواب کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے دس ہزار گنا زیادہ ہے۔سوائے مسجد حرام (بیت اللہ‘ خانہ کعبہ) کے کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنے کا ثواب ایک لاکھ نماز کے ثواب کے برابر ہے اور جہاد کے دوران ایک نماز کا ثواب دو لاکھ نمازوں کے ثواب کے برابر ہے۔پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ عمل تمہیں نہ بتادوں جو ان سب سے افضل ہے؟ وہ یہ ہے کہ آدمی رات میں اٹھے اچھی طرح وضو کرے‘ دو رکعت نماز تہجد پڑھے اور اس کا مقصد صرف اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو۔“

حضرت ابن عمر ؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اسلام کی عمارت پانچ ستونوں پر قائم ہے۔

۱۔کلمہ شہادت: اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمد اعبدہ و رسولہ

میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں‘ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۲۔ نماز ادا کرنا ۳۔ زکوٰۃ دینا ۴۔ رمضان کے روزے رکھنا

۵۔ اور بیت اللہ کا حج کرنا (وہاں تک جانے آنے کی سہولت ہونے کی صورت میں)

حضرت سعید ابن میسب ؓ روایت کرتے ہیں:

ایک حج سے تین آدمی جنت میں جائیں گے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ ایک حج کے صلے میں تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتا ہے۔حج کی ترغیب دینے والا‘ حج کا خرچ برداشت کرنے والا اور حج کرنے والا اور عمرہ و جہاد کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔

غزوہ اور جہاد کی فضیلت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا کسی انسان کے جسم پر جہاد فی سبیل اللہ کی گرد اور جہنم کی آگ کا دھواں اکٹھے نہیں ہو سکتے اور نہ کسی انسان کے دل میں ایمان اور بخل (کنجوسی) جمع ہو سکتے ہیں۔

حضرت حسن روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے صبح یا شام (غرض کسی بھی وقت) نکلنا ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر ہے۔“

حضرت ابن عباس ؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن رواحہ کو ایک سریہ (جہاد کے لیے جانے والا فوجی دستہ) کے ساتھ جانے کا حکم دیا تھا۔اس روز جمعہ تھا لوگ روانہ ہو گئے۔عبداللہ بن رواحہ نے سوچا آپ ﷺ کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد روانہ ہو جاؤں گا اور ساتھیوں سے جا ملوں گا۔نبی کریم ﷺ نے نماز جمعہ میں انہیں دیکھ کر دریافت کیا۔تم صبح اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے سوچا تھا کہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے جا ملوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تم اگر دنیا کی ساری دولت بھی خرچ کر دو وہ ثواب تمہیں نہیں مل سکتا جو تمہیں ان کے ساتھ صبح کے وقت جانے پر حاصل ہوتا۔“

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی فوری طور پر تعمیل اور بجا آوری کی طرف اشارہ ہے۔حضرت سلمان فارسی ؓ کہتے ہیں‘ ایک رات ساحل سمندر پر اسلامی لشکر کی حفاظت کے لیے پہرہ دینا اپنے گھر میں رہ کر ایک مہینہ مسلسل روزے رکھنے اور پورے مہینہ کی راتیں عبادت میں گزارنے سے بہتر ہے اور جو شخص اسلامی لشکر کی حفاظت کے لیے پہرہ دیتے ہوئے فوت ہو گیا۔اللہ اسے قبر کے عذاب سے محفوظ رکھے گا‘ قیامت کے دن وہ ہر طرح کے خوف و دہشت سے مامون ہوگا اور قیامت تک رات دن کے جہاد کا ثواب اس کے نام لکھا جاتا رہے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عبید ابن عمیر ؓ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا: اسلام کیا ہے؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''عمدہ گفتگو (اچھے اخلاق سے پیش آنا) بھوکوں کو کھانا کھلانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا۔''

پوچھنے والے نے دوسرا سوال پوچھا: کون سا اسلام بہتر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس مسلمان کا اسلام بہتر ہے۔ جس کے ہاتھ (ظلم) اور زبان (غیبت وغیرہ) سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

تیسرا سوال یہ تھا: نماز کون سی اچھی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ نماز جس کا قیام لمبا ہو (یعنی جس میں قرآن زیادہ پڑھا جائے)

چوتھا سوال تھا: ''صدقہ کون سا بہتر ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس غریب آدمی کا صدقہ سب سے بہتر ہے جو محنت کر کے اپنی مزدوری میں سے صدقہ کرتا ہے۔''

پانچواں سوال تھا: کون سا ایمان سب سے بہتر ہے؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''جو مشکلات پر صبر کرنا سکھائے اور دل میں دوسروں کے لئے رحم و بخشش کا جذبہ پیدا کرے۔

چھٹا سوال تھا: جہاد کون سا افضل ہے؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: وہ جہاد فی سبیل اللہ جس میں جہاد کا گھوڑا (سواری) بھی کام آجائے اور خود بھی شہید ہو جائے۔

ساتواں سوال تھا: کس غلام (قیدی) کو آزاد کرنا یا رہائی دلانا بہتر ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی قیمت (یا زرضخامت) زیادہ ہو۔

ایک روایت میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا

کسی مسلمان کی ناک میں جہاد فی سبیل اللہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔''

ایک دوسری روایت میں اس طرح سے ہے: آپ ﷺ نے فرمایا ''قیامت کے روز ان تین آنکھوں کے علاوہ ہر آنکھ روتی ہوگی۔

۱- وہ آنکھ جو زندگی میں خدا کے خوف سے روتی رہی

۲- وہ آنکھ جس نے خود کو حرام چیزوں کی طرف اٹھنے سے روکے رکھا۔

۳- اور وہ آنکھ جو جہاد فی سبیل اللہ کے موقعہ پر راتوں کو جاگتی رہی۔

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تین ایسے آدمی دکھائے گئے ہیں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔''

جو یہ ہیں: ۱- شہید ۲- وہ غلام جسے دنیاوی غلامی اللہ کی عبادت سے نہ روک سکی۔

۳- اور وہ غریب محتاج آدمی جو کسی دوسرے انسان کے سامنے بھیک کے لیے ہاتھ پھیلانے سے خود کو بچاتا رہا۔

اور مجھے تین آدمی ایسے دکھائے گئے جو سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے۔

۱- وہ حکمراں جو رعایا (عوام) کی مرضی کے خلاف حکومت پر قابض ہو جائے۔

۲- وہ دولت مند جو دولت اپنی میں سے اللہ کا حق (زکوٰۃ و صدقات) ادا نہ کرے۔

۳- اور وہ فقیر محتاج آدمی جو فقیری محتاجی میں بھی غرور و تکبر سے باز نہ آئے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے کسی نے پوچھا: کون سے عمل بہتر ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا:

۱- فرض نماز وقت پر ادا کرنا ۲- والدین کی خدمت کرنا

۳- اللہ کے دین کو دنیا میں پھیلانے کے لیے جہاد (کوشش) کرتے رہنا۔

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

۱- جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے کسی مجاہد کو گھوڑا دیا (سواری مہیا کی) اسے اپنے مال و جان سے جہاد میں شریک ہونے کا ثواب ملے گا۔

۲- جس نے کسی مجاہد کو تلوار (ہتھیار) مہیا کی۔ قیامت کے روز وہ تلوار یہ کہتی ہوئی آئے گی' میں فلاں (اس شخص کا نام لے گی) شخص کی تلوار ہوں اور آج تک اس کی طرف سے اللہ کی راہ میں جہاد کرتی رہی ہوں۔

۳- جس نے کوئی نیزہ (ہتھیار) راہ خدا میں جہاد کے لیے دیا اس کا ثواب قیامت تک دینے والے کے نام لکھا جاتا رہے گا اور قیامت کے دن وہ اتنے بڑے ڈھیر کی شکل میں نیزہ دینے والے کو ملے گا۔ جتنا بڑا ''احد'' پہاڑ ہے۔

۴- جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے کوئی ڈھال (حملہ سے بچاؤ کا کوئی ہتھیار) مہیا کی قیامت کے دن اللہ اسے دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ بنا دے گا۔

قیامت کے دن اللہ اسے دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ بنا دے گا۔

۵- جس نے جہاد فی سبیل اللہ میں کوئی زخم کھایا قیامت کے دن اس کے زخم سے مشک (کستوری) کی خوشبو آتی ہوگی اور اس کی راہ روشنی سے منور ہوگی-

۶- جس نے میدان جہاد میں کسی پیاسے کو پانی پلایا- اسے جنت کی سر بمہر خوشبودار شراب سے سیراب کیا جائے گا-

۷- جس نے جہاد فی سبیل اللہ کی نیت سے گھوڑا پالا (سواری تیار رکھی) قیامت کے روز اسے اس کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی کا ثواب ملے گا- اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جائے گا اور ایک خطا معاف کر دی جائے گا-

۸- جس نے جہاد فی سبیل اللہ کے موقعہ پر ایک رات پہرہ دیا- اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کے خوف و دہشت سے محفوظ رکھے گا-

۹- اور جس نے محض اللہ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے کسی مسلمان بھائی سے ملاقات کی اللہ اسے ہر قدم پر ایک نیکی کا ثواب عطا کرے گا- اس کا ایک درجہ بڑھا دے گا اور ایک خطا معاف کر دے گا-

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر تم جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جانے والی کسی جماعت میں شریک ہو تو جماعت کے پچھلے حصے میں شامل ہو کر چلو- اس سے کمزور دل لوگوں میں حوصلہ پیدا ہوگا اور خوف زدہ ہوں گے تو ان کا خوف دور ہو جائے گا-

ایک روایت میں ہے کہ ایک حبشی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! جیسا کہ آپ ﷺ دیکھ رہے ہیں- میں ایک بدصورت آدمی ہوں جسم سے بھی بو آتی ہے- میرا خاندان بھی کوئی باعزت خاندان نہیں ہے- اگر میں راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں- میرا ٹھکانا کہاں ہوگا؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''تو جنت میں ہوگا-''

وہ شخص مسلمان ہو گیا اور عرض کیا: میرے پاس بکریاں ہیں ان کا کیا کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ان کا رخ مدینہ (شہر) کی طرف کر کے ہانک دے- وہ خود اپنے گھر پہنچ جائیں گی- اس نے ایسا ہی کیا اور جہاد میں شریک ہو گیا- لڑائی ختم ہوتے پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا: اپنے ساتھیوں کو تلاش کرو- تلاش کے لیے جانے والے نے آپ کو اطلاع دی: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ حبشی میدان جہاد کے فلاں حصہ میں زخمی حالت میں پڑا ہے-

آپ ﷺ نے اس کے پاس پہنچ کر فرمایا: آج اللہ نے تیری بدصورتی کو خوبصورتی میں بدل دیا ہے- تیرے بدن کی بدبو خوشبو میں تبدیل ہو گئی اور تیری خاندانی عزت بھی بڑھا دی ہے- یہ سن کر وہ (زخمی حبشی) خوشی سے رو دیا- آپ ﷺ اسی وقت وہاں سے واپس لوٹ آئے-

صحابہ نے عرض کیا: آپ ﷺ کے اتنی جلد واپس لوٹ آنے کی کوئی خاص وجہ؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس ذات پاک (اللہ) کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے- میں نے دیکھا تھا: جنت کی وہ حوریں جو اس کی بیویاں بننے والی تھیں- وہ دوڑ کر اس کی طرف آ رہی تھیں اور اس تیز رفتاری میں ان کی پازیب (پیر کا زیور) تک نظر آنے لگی تھی-''

مجاہدوں کی تین جماعتیں ہوتی ہیں-

۱- ایک وہ جو براہ راست میدان جہاد میں دشمن کے مقابل ہو کر لڑتے ہیں-

۲- دوسرے وہ جو لشکر کے جانوروں (سواریوں) اور سامان کی حفاظت کرتے اور ضرورت کے وقت لڑنے والے مجاہدوں میں شریک ہو کر جہاد کرتے ہیں-

۳- اور تیسرے وہ لوگ جو لشکر کی خوراک وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اور موقعہ ملنے پر یہ بھی لڑنے والوں میں شامل ہو جاتے ہیں-

ان تینوں گروہوں کا اجر و ثواب برابر ہے-

حضرت انس روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اجر کے اعتبار سے جماعت کی خدمت کرنے والوں کا درجہ زیادہ اونچا ہے-''

حضرت انس ابن مالک ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی بھی شخص اپنی موت کے بعد خواہ اسے پوری دنیا کی دولت بھی دی جائے دنیا میں واپس آنے کی تمنا نہیں کرتا- کیونکہ وہ جاں کنی کی مشکلات سے ڈرا ہوا ہوتا ہے- مگر شہید شہادت کے درجات کو دیکھ کر بار بار زندہ ہونے اور شہادت کی موت مرنے کی آرزو کرتا رہتا ہے-''

''فصعق من فی السمٰوٰت و من فی الارض الا من شاء اللہ''

آسمان و زمین تمام مخلوق بے ہوش ہو جائے گی- مگر اللہ جس کے ہوش قائم رکھنا چاہے-

حضرت سعید ابن جبیر ؓ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: من شاء اللہ (جسے اللہ چاہے) سے مراد شہید ہیں- جو عرش کے گرد تلواریں لیے کھڑے ہوں گے-

حضرت قتادہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ جہاد فی سبیل اللہ کے مجاہدوں کو تین انعامات سے نوازتا ہے-

١- جو شہید ہو جاتا ہے اسے آخرت میں زندگی مل جاتی ہے اور اسے باقاعدہ اللہ کی طرف سے رزق (خوراک) مہیا کیا جاتا ہے۔

٢- جو فتح یاب ہوتا ہے۔ اللہ اسے بھی اجر عظیم عطا فرماتا ہے۔

٣- اور جو جہاد کے میدان سے جہاد ختم ہونے کے بعد زندہ واپس آ جاتا ہے۔ اللہ اسے دنیا کی زندگی میں بھی عزت کی روزی عنایت فرماتا ہے۔

حضرت حسن بصری کہتے ہیں۔

جو اپنے لیے شہادت کی تمنا اور دعا کرتے ہوئے فوت ہو جاتا ہے اسے بھی شہادت کا ثواب ملتا ہے۔

"بل احیآء عند ربھم یرزقون"

بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس۔ انہیں رزق (خوراک) دیا جاتا ہے۔

حضرت ابن مسعود اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں: شہیدوں کی روحیں جنت کے سبز پرندوں میں منتقل کر دی جاتی ہیں۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھرتے ہیں اور عرش کے نیچے لٹکی ہوئی نورانی قندیلوں میں آ کر آرام کرتے ہیں۔

حضرت معاذ ابن جبل ؓ روایت کرتے ہیں۔ جو شخص اتنی دیر کے لیے جہاد میں شریک ہوا جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دھویا جاتا ہے۔ وہ بھی جنت کا حق دار ہو گیا۔ جس نے اللہ سے سچے دل سے شہادت کی دعا کی پھر اسے موت آ گئی یا وہ قتل ہو گیا اسے بھی شہادت کا ثواب ملے گا۔ اور جس نے جہاد فی سبیل اللہ میں کوئی زخم کھا لیا یا اس کے جسم پر کوئی خراش آ گئی۔ قیامت کے روز جب وہ اٹھے گا۔ اس کے زخم کا رنگ زعفرانی ہوگا اور اس سے مشک (کستوری) کی سی خوشبو مہک رہی ہوگی۔

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز ہر آنکھ رو رہی ہوگی مگر یہ چار آنکھیں اس کیفیت سے دوچار نہ ہوں گی۔

١- وہ آنکھ جو جہاد فی سبیل اللہ میں ضائع ہو گئی۔

٢- وہ آنکھ جو زندگی بھر اللہ کے خوف سے آنسو بہاتی رہی۔

٣- وہ آنکھ جو اللہ کے ڈر سے راتوں کو جاگتی رہی۔ (اس میں وہ آنکھیں بھی شامل ہیں جو قرآن و حدیث کے مطالب کو سمجھنے کے لیے مطالعہ میں مصروف رہتی ہیں۔)

٤- اور وہ آنکھ جو جہاد فی سبیل اللہ کے موقع پر اسلامی لشکر کی حفاظت کے لیے پہرہ دیتے ہوئے جاگتی رہی۔

جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے لشکر کی تیاری کا بیان

حضرت عثمان ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

"جہاد فی سبیل اللہ اور اسلامی ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے لشکر کی تیاری میں ایک دن صرف کر دینا (لگا دینا، خرچ کر دینا) ایک ہزار دن کے روزوں اور ہزار راتوں کی عبادت سے افضل ہے۔"

حضرت مکحول روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی ؓ نے حضرت شرحبیل ؓ سے (جبکہ وہ ایران میں ایک قلعہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے) فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: "جہاد فی سبیل اللہ میں ایک دن گزارنا مہینہ بھر کے روزوں اور مہینہ کی راتوں کی عبادت سے افضل ہے۔ جو اللہ کی راہ میں مجاہدین کے لشکر کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہو جائے وہ قبر کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے اور اس کا یہ عمل قیامت تک آنے والے ہر دن کے ساتھ بڑھتا رہتا ہے۔"

حضرت ابن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو شخص جہاد فی سبیل اللہ کے موقعہ پر بلند آواز سے "اللہ اکبر" (اللہ سب سے بڑا ہے) کہتا ہے قیامت کے روز اسے اس کے نامہ اعمال کے ترازو میں ایک بھاری چٹان کی شکل میں رکھا جائے گا۔ جو زمین و آسمان کی ہر چیز سے وزنی ثابت ہوگی۔ اور جس نے میدان جہاد میں بلند آواز سے "لاالہ الا اللہ و اللہ اکبر" (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ سب سے بڑا ہے) کہا اس بندے سے اللہ اتنا خوش ہوگا کہ اس بندے کو جنت میں حضرت محمد ﷺ اور حضرات ابراہیم علیہ السلام جیسے بلند مرتبہ نبیوں کے ساتھ رکھا جائے گا۔"

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

اے اللہ کے رسول! میں اپنا مال خرچ کر کے مجاہد کے برابر ثواب حاصل کر سکتا ہوں؟

رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا: "کتنا مال خرچ کرنا چاہتا ہے؟"

اس شخص نے کہا: چھ ہزار

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو مجاہد کی ایک نیند کے برابر بھی نہیں۔''

حضرت محمد ابن مقاتل اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں:

ایام جہاد میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی' جو شخص جہاد کے دنوں میں اپنے سر کے بال منڈوا کر دفن کردے۔ جب تک یہ بال دفن رہیں گے اسے جہاد میں شرکت کا ثواب ملتا رہے گا۔ (یاد رہے کہ بال گل کر ختم نہیں ہوتے)

حضرت عثمان ابن عطاء اپنے والد کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔

ایک شخص حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کے باغ میں ان کے ساتھ گیا۔ انہوں نے وہاں کام کرنے والے اپنے تیس غلاموں کو آزاد کردیا۔ یہ شخص حیران ہوا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اسے حیران دیکھ کر فرمایا: اس سے بھی بڑا (افضل) یہ عمل ہے کہ ایک شخص جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کے لیے اپنی سواری (گھوڑا وغیرہ) پر جارہا ہے۔ اسے چھینک آئی سواری کو ہانکنے کے لیے ہاتھ میں پکڑا ہوا کوڑا یا چھڑی ہاتھ سے گرگئی۔ اس سے یہ شخص کچھ پریشان ہوگیا۔ اس مجاہد کا یہ عمل میرے تیس غلام آزاد کرنے سے زیادہ افضل ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارک نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ زمین سے کچھ ایسے لوگوں کو بھی اٹھائے گا۔ جو پل صراط سے ہوا کی طرح گزر جائیں گے اور ان سے کوئی حساب نہ ہوگا' نہ انہیں عذاب ہوگا۔''

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون سے لوگ ہوں گے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کی اور چھاؤنی کی حفاظت کرتے ہوئے یا میدان جہاد میں موت آئی۔''

حضرت ابوامامہ باہلی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

چار آدمیوں کے عمل کا ثواب انہیں موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔

۱- ایک وہ جسے اسلامی لشکر کی حفاظت کرتے ہوئے موت آگئی۔

۲- دوسرا وہ جس نے علم دین سیکھا اور دوسروں کو سکھایا تو لوگ جب تک اس کے سکھائے ہوئے علم پر عمل کرتے رہیں گے اسے بھی ان کے برابر ثواب ملتا رہے گا۔

۳- تیسرا وہ جس نے فی سبیل اللہ عوام کے فائدہ کے لئے کوئی عمارت (مسجد، مدرسہ وغیرہ) بنادی یا کوئی ادارہ قائم کردیا۔ جب تک وہ قائم رہیں گے اور ان سے فائدہ اٹھایا جاتا

رہے گا۔ اس شخص کو ثواب ملتا رہے گا

۴- چوتھا وہ شخص جس نے نیک اولاد دنیا میں چھوڑی جو خود نیک عمل کرتی رہی اور اپنے والدین کے لیے دعا کرتی رہے۔''

رباط اور چھاؤنی اسلامی ملک کی ان حدود کو کہا جاتا ہے جن سے باہر دشمن ملک (کافر) کی حدود شروع ہوجاتی ہیں۔

حضرت سفیان ابن عُیینہ کہتے ہیں ان اسلامی سرحدوں پر ایک مرتبہ کافر ملک کا حملہ ہو تو چالیس برس تک یہ سرحد رباط کے حکم میں رہتی ہے اور وہاں ہر وقت مجاہدین کی فوج متعین رہنی چاہیے۔ دوسری مرتبہ حملہ ہو تو یہ سرحد ایک سو بیس سال تک رباط کہلائے گی۔ اور اگر تیسری بار حملہ ہوگیا تو قیامت تک یہ سرحد رباط کے حکم میں رہے گا۔

تیر اندازی اور گھڑ سواری کی فضیلت کا بیان

ایک تیر کی بدولت تین آدمی جنت میں جائیں گے: حضرت جابر ابن زید روایت کرتے ہیں کہ میں ایک صحابی سے تیر اندازی سیکھنے کے لیے ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ ایک روز کسی وجہ سے میں نہ جا سکا۔ دوسرے دن میں جب ان کے پاس پہنچا۔ انہوں نے کل نہ آنے کی وجہ پوچھی' میں نے اپنی مجبوری انہیں بتا دی۔ انہوں نے مجھے ایک حدیث سنائی۔ کہتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے' آپ فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ ایک تیر کی بدولت تین آدمیوں کو جنت میں داخلہ دے گا۔ (۱) تیر انداز (۲) جہاد میں استعمال کرنے کی غرض اور ثواب کی نیت سے تیر بنانے والا (۳) مجاہد کو تیر خرید کر دینے والا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''تیر اندازی اور (گھوڑے پر) سواری کرنا سیکھو۔ تیر اندازی تمہارے واسطے فائدہ مند ہے اور مجھے گھوڑ سواری پسند ہے۔ ہر کھیل مسلمان کے واسطے وقت کا ضیاع ہے مگر تین کھیلوں کی اسے اجازت ہے۔ (۱) قومی دفاع کے لیے تیر اندازی سیکھنا (۲) اپنے گھوڑے کو سواری کے لیے سدھانا (۳) اور اپنی بیوی سے ہنسی مذاق کرنا بلکہ یہ تو اس کا حق ہے۔''

حضرت مکحول روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر ؓ نے (اپنے دور خلافت میں) اہل شام کو حکم نامہ بھیجا تھا۔ اپنی اولاد کو تیرا کی' تیر اندازی' اور گھوڑ سواری سکھاؤ۔ نیز انہیں کہو وہ ایک دوسرے سے نشانہ بازی میں مقابلہ کیا کریں۔

حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر دو طرفہ نشانہ بازی کے مقابلوں کی بڑی سختی سے تاکید کیا کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے نبی کریم ﷺ نے ''جنگ احد'' کے موقعہ پر حضرت سعد ؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''سعد! تم پر میرے ماں باپ قربان! تیر چلاتے رہو''

حضرت سعد ؓ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کے لیے نبی کریم ﷺ نے 'فداک ابی

امی'' (تجھ پر میرے ماں باپ قربان) الفاظ استعمال کیے اور انہیں کے واسطے یہ دعا بھی فرمائی۔ ''پروردگار! ان کی نشانہ بازی میں قوت پیدا کر اور ان کی دعاؤں کو قبول فرما''

حضرت عمرو ابن شرحبیل روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اونٹ اپنے مالک کی عزت بڑھاتا ہے۔ بکری پالنے سے گھر میں برکت ہوتی ہے اور گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک کے لیے خوش نصیبی لکھ دی گئی۔''

ایک دوسری روایت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: گھوڑوں کی پیشانی (قسمت) میں عزت ہے اور بیلوں کی دم (پکڑ کر چلنے) میں ذلت و رسوائی۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب لوگ گھوڑے پالنا بند کر دیں' جس میں اسلام اور مسلمانوں کی عزت ہے' جہاد ترک کر دیں اور بیلوں کی پرورش کرتے ہوئے زمینداریوں میں پھنس جائیں گے تو آرام پسند ہو کر ہر ذلت و رسوائی بلکہ غلامی تک کو قبول کر لیں گے۔

حضرت عمرو بن عنبسہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے جہاد فی سبیل اللہ میں ایک تیر دشمن پر چلایا اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔''

حضرت عقبہ ابن عامر ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

''عنقریب روئے زمین کا بہت بڑا علاقہ فتح ہو کر تمہارے قبضہ میں آ جائے گا۔ تم عیش و آرام کی زندگی گزارنے لگو گے۔ لیکن خبردار! شوقیہ تیر اندازی کا مشغلہ پھر بھی نہ چھوڑنا''

حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ

نشانہ بازی کا دائرہ (ہدف) جنت کا ایک باغیچہ ہے۔ نشانے پر تیر مارنے والا دشمن پر تیر چلانے والے مجاہد کی طرح ہے اور تیر اٹھا کر دینے والا ایک غلام آزاد کرنے والے کے برابر ہے۔

حضرت عقبہ ابن عامر ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر بیٹھے ہوئے یہ آیت:

واعدو الھم ما استطعتم من قوۃ''

ترجمہ: ان (دشمنوں کے مقابلہ) کے لیے پوری قوت سے تیار رہو تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: یاد رکھو! ''قوۃ'' تیر اندازی (دور مار ہتھیار) ہے۔''

یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ دہرائے۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے تیر اندازی کا فن سیکھنے کے

بعد اسے بھلا دیا اس نے میری ایک سنت کو بھلا دیا۔"

اور اسی حدیث کی ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

"جس نے تیراندازی بھلا دی وہ بہت بڑی نعمت سے محروم ہوگیا۔"

بزرگوں کی نصیحت:

ہر شریف آدمی کو خواہ امیر ہو یا غریب ان چار باتوں کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہیے۔

۱- والدین کی عزت واحترام کا لحاظ رکھنا۔

۲- کمزوروں کی مدد کرنا، مہمان کی خدمت کرنا۔

۳- گھوڑے کی سواری سیکھنا۔

۴- استاد کی عزت کرنا۔

غزوہ وجہاد کے آداب کا بیان

جنگ کی دعا نہ کرو لیکن دشمن سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو:

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دشمن سے مقابلہ کی آرزو نہ کرو۔ اللہ سے خیر و عافیت کی دعا کرتے رہو۔ پھر جب دشمن سامنے آجائے ثابت قدمی سے اس کا مقابلہ کرو اور اللہ کو کسی حال میں نہ بھولو۔"

حضرت عوف ابن مالک اشجعی کہتے ہیں کہ مجاہد کے لیے ان دس باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

۱- والدین سے اجازت لے کر جہاد پر جائے۔

۲- حقوق اللہ یعنی فرائض روزہ، نماز، زکوٰۃ، حج (اگر فرض ہوں) باقاعدگی سے ادا کرے۔ لوگوں کی جو امانت اس کے پاس ہو اسے ادا کر دے۔ کسی سے ظلم زیادتی کی ہو تو معاف کرالے۔ غیبت وجھوٹ جیسی بری عادت کوئی ہو اس سے توبہ کرے۔

۳- گھر والوں کے واسطے اپنی واپسی تک کی مدت کے خرچہ کا انتظام کر دے۔

۴- اس کا ذریعہ معاش حلال ہو کیونکہ اللہ حلال اور پاکیزہ مال کو ہی قبول کرتا ہے۔

۵- اپنے امیر کا حکم مانے خواہ امیر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

۶- اپنے ساتھیوں کے حقوق کا لحاظ رکھے۔ جب بھی وہ ملیں ان سے خندہ پیشانی سے پیش آئے۔

۷- راستہ میں کسی مسلمان اور کسی ایسے شخص کو تنگ نہ کرے جو غیر مسلم ہے مگر اسلامی ملک میں جزیہ (حفاظتی ٹیکس) دے کر رہتا ہے۔

۸- مقابلہ کے وقت میدان جہاد سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرے۔

۹- مال غنیمت (دشمن سے چھینا ہوا مال) میں سے کوئی چیز چھپا کر نہ رکھے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ" (ال عمران:۱۶۱)

اور جو کوئی چیز چھپائے یا خیانت و بے ایمانی کرے گا۔ قیامت کے روز وہ چیز اس کے ساتھ ساتھ ہوگی۔

۱۰- جہاد میں شرکت کا مقصد دین اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کی مدد کرنا ہو۔

مجاہد میں یہ اضافی صفات بھی ہوں تو زیادہ بہتر ہے۔

۱- بہادر ہو (بزدلی نہ دکھائے۔)
۲- مقابلہ کے وقت دشمن سے مرعوب نہ ہو۔
۳- دشمن پر ہر پہلو سے حملہ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔
۴- جم کر مقابلہ کرے پیٹھ نہ پھیرے۔
۵- کسی مشکل سے نہ گھبرائے۔

امت محمدیہ ﷺ کی فضیلت و برتری

حضرت مقاتل ابن سلیمان بیان کرتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا۔ پروردگار! مجھے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر ملا ہے، جس کے لوگ شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول بھی کی جائے گی۔ اسے میری امت بنادے۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: وہ لوگ محمد ﷺ کی امت میں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: مجھے تورات کی تختیوں میں ایسی امت کا ذکر بھی ملا ہے۔ جس کی پانچ نمازیں لوگوں کے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوجایا کریں گی۔ اسے میری امت بنادے۔

اللہ کی طرف سے جواب دیا گیا: وہ بھی (حضرت) محمد ﷺ کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گزارش کی: میں نے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر دیکھا ہے۔ جس کے لوگ کافروں، گمراہوں حتیٰ کہ کانے دجال کا بھی قتل کردیں گے۔

الٰہی ان کو میرا امتی بنادے۔

اللہ نے جواب دیا: وہ بھی (حضرت) محمد ﷺ کے امتی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! مجھے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر ملتا ہے۔ جس کے لوگ پانی اور مٹی دونوں سے طہارت حاصل کرلیا کریں گے اسے میری امت بنادے۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: وہ بھی محمد ﷺ کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: تورات کی تختیوں میں مجھے ایک ایسی امت کا ذکر بھی ملا ہے۔ جس کے لوگوں کے لیے صدقہ وخیرات کا مال کھانے کی اجازت ہوگی۔ جبکہ پہلی امتوں میں صدقہ کے مال آگ کھاجایا کرتی تھی۔ انہی کو میری امت بنادے۔ اللہ کی طرف سے جواب دیا جائے گا۔ وہ بھی محمد ﷺ کی امت ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر بھی ملتا ہے۔ جس کے افراد کوئی اچھا عمل کرنے کا ارادہ کریں گے اس ارادہ پر ہی ان کے نام

ایک عمل لکھ دیا جائے گا اور عمل کرنے پر دس گنا سے سات سو گنا اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ثواب کے مستحق قرار پائیں گے- اور کوئی برائی ان سے سرزد ہوگی تو ایک ہی برائی لکھی جائے گی- انہیں کو میرا امتی بنادے-

اللہ نے جواب دیا: وہ بھی حضرت محمد ﷺ کی امت کے لوگ ہیں- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا مجھے تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا ذکر ملتا ہے- جس کے ستر ہزار افراد حساب کے بغیر جنت میں جائیں گے- اسے میری امت بنادے-

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ سعادت بھی حضرت محمد ﷺ کے امتیوں کو ہی حاصل ہوگی- اس اضافے کے ساتھ حضرت معمر رحمہ اللہ نے حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے- پروردگار! مجھے تورات کی تختیوں میں ایک خیر الامم (بہترین امت) کا ذکر ملتا ہے- جس کے لوگوں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اچھی باتوں کی طرف لوگوں کو بلائیں گے اور بری باتوں سے روکیں گے- انہیں میری امت میں شامل کردے-

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا: وہ بھی محمد ﷺ کے امتی ہیں- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: میں تورات کی تختیوں میں ایسے لوگوں کا ذکر پاتا ہوں جو زمانہ کے اعتبار سے سب سے مؤخر (آخر میں)- لیکن قیامت کے روز سب سے مقدم (پہلے درجہ پر) ہوں گے- ان کو میرا امتی بنادے-

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: وہ محمد ﷺ کی امت کے لوگ ہیں- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: پروردگار! تورات کی تختیوں میں ایک ایسی امت کا تذکرہ ہے جس کے افراد کلام اللہ (قرآن) کے حافظ ہوں گے وہ ناظرہ اور حفظ قرآن کو پڑھ سکیں گے- انہیں میرا امتی بنادے-

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: وہ بھی محمد ﷺ کے امتی ہیں-

حتی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود یہ تمنا کی: کاش! میں خود بھی محمد ﷺ کی امت میں شامل ہوتا-

اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح مخاطب فرمایا:

یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی و بکلامی فخذ ما آتیتک و کن من الشاکرین - و من قوم موسیٰ امۃ یھدون بالحق و بہ یعدلون. (الاعراف: ۱۴۴-۱۵۹)

اے موسیٰ! میں نے تجھے (اپنے دور کے) لوگوں پر رسالت (ونبوت) سے سرفراز

فرما کر ایک اعزاز بخشا ہے- اپنی ہم کلامی سے تیری قدر و منزلت میں اضافہ کیا ہے- جو کچھ میں نے تجھے دیا ہے- اسے قبول کر اور شکر گزار (بندہ) بن کر رہ- اور موسیٰ کی امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو حق پر کاربند ہیں- (سچی بات کہتے ہیں) اور اسی کے مطابق عدل وانصاف سے فیصلہ کرتے ہیں-

اس طرح اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تسلی کی-

حضرت مقاتل ابن حیان رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: معراج کی شب "سدرۃ المنتہیٰ" پر پہنچ کر جبرائیل نے مجھ سے کہا: اب آگے آپ ﷺ تنہا تشریف لے جائیں، میں اس سے آگے نہیں جا سکتا اور اللہ کے ہاں آپ ﷺ کا درجہ مجھ سے بلند ہے- میں آگے گیا، میں نے دیکھا ایک سنہری تخت بچھا ہے جس پر جنت کی ریشمی چادر بچھی ہوئی ہے- جبرائیل نے پیچھے سے مجھے آواز دے کر بتایا کہ اللہ کی طرف سے مجھ پر سلام کا نزول ہو رہا ہے- میں اسے غور سے سنوں جو حکم ہو اسے مانوں اور اس ہم کلامی سے مجھ پر کوئی خوف و دہشت طاری نہیں ہونی چاہئے- چنانچہ میں نے اس طرح اللہ کے کلام کا جواب دیا:

التحیات للہ و الصلوٰت و الطیبات

ہماری ہر قولی و فعلی و مالی عبادت، ہماری نمازیں اور ہر اچھا عمل اللہ کے لیے-

اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا-

السلام علیکم ایھا النبی و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اے نبی تجھ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں- میں نے عرض کیا-

السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین

ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر (اللہ کی طرف سے) سلامی و رحمت کا نزول ہو- اور جبرائیل نے کہا:

اشھد ان لاالہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ

میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں-

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ

رسول ﷺ نے اسے تسلیم کیا (اس پر ایمان لے آیا) جو اس پر اس کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا۔

میں نے "امنت بک" (میں تجھ پر ایمان لایا) کہہ کر عرض کیا:

"والمؤمنون کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ" (البقرہ:۲۸۵)

اور تمام مومن بھی ایک اللہ پر اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے ہم اس کے کسی رسول کے بارے میں (امتیازی) فرق روا نہیں رکھتے۔

جس طرح کہ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں فرق وامتیاز روا رکھا اور نصاریٰ عیسائیوں نے دونوں میں فرق سمجھا۔

اللہ نے ارشاد فرمایا:

لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا"

اللہ کسی ذی روح ہستی پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہیں ڈالتا۔

لھا ماکسبت وعلیھا ما اکتسبت

وہ جو اچھا کام کرے گا اس کا ثواب پائے گا اور جو برائی کرے گا اس کی سزا پائے گا۔"

پھر اللہ نے فرمایا: "مانگو! جو مانگو گے ملے گا۔"

میں نے عرض کیا:

غفرانک ربنا والیک المصیر

پروردگار! ہمیں تیری بخشش چاہئے، ہمیں (قیامت کے روز) تیرے ہی پاس لوٹ کر بھی آنا ہے۔

اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا: میں نے تجھے اور تیری امت کے ہر اس شخص کو بخش دیا جو میری خدائی میں کسی کو شریک نہ سمجھے اور تجھے اللہ کا آخری نبی تسلیم کرے۔

پھر اللہ نے فرمایا "اے محمد! مانگ ملے گا۔"

میں نے عرض کیا:

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا"

پروردگار! بھول چوک پر ہماری گرفت نہ کر۔

اللہ نے فرمایا میں تمہاری بھول چوک پر گرفت نہیں کروں گا اور جو غلط بات تم سے زبردستی کہلوائی گئی ہو اس پر مواخذہ نہیں کروں گا اور فرمایا: "مانگو ملے گا"

میں نے عرض کیا:

ربنا ولا تحمل علینا اصراً کما حملتہ علی الذین من قبلنا"

پروردگار! ہم پر اتنا بوجھ نہ ڈال جتنا ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا"

جیسے کہ بنی اسرائیل کی غلط کاریوں کی وجہ سے بعض حلال چیزیں بھی ان کے لیے حرام کر دی گئی تھیں۔

اللہ نے فرمایا: تمہاری یہ بات منظور کی جاتی ہے اور مانگو عطا ہوگا۔

میں نے عرض کیا:

ربنا ولا تحملنا مالا طاقۃ لنا بہ

پرودگار! ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ ہم پر نہ ڈال۔

کیونکہ میری امت بہت کمزور ہے۔

اللہ نے فرمایا! یہ بھی منظور اور مانگو ملے گا۔

میں نے عرض کیا

واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکافرین

ہمیں معاف کردے۔ ہماری مغفرت فرما۔ ہم پر رحم کر تو ہی تو ہمارا مالک وآقا ہے۔ اپنے نافرمانوں کے خلاف ہماری مدد فرما۔

اللہ نے فرمایا: یہ بھی منظور، بلکہ تمہارے بیس آدمی دشمن کے دوسو آدمیوں پر غالب (فتح مند) رہا کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مجھے اللہ کی طرف سے پانچ خاص چیزیں عطا ہوئی ہیں جو پہلے کسی نبی کو نہ ملی تھیں۔

۱- مجھے تمام بنی نوع انسان (کالے گورے) کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

۲- تمام روئے زمین میرے واسطے مسجد قرار دے دی گئی ہے جہاں چاہیں نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ مٹی کو پاک قرار دے دیا گیا۔ اس سے تیمم کر سکتے ہیں۔

۳- ایک مہینہ کی مسافت سفر تک میرا رعب و دبدبہ قائم کر دیا گیا-

۴- جنگ کے بعد دشمن سے حاصل شدہ مال غنیمت حلال مال قرار دیا گیا-

۵- مجھے خدا کے روبرو شفاعت کا حق ملا- جو میں نے قیامت کے روز اپنی امت کے حق میں استعمال کرنے کے لیے رکھا ہے-

ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی پر حضرت عمرؓ کا کچھ قرض تھا حضرت عمرؓ نے اس سے کہا: اس ذات برحق (اللہ) کی قسم! جس نے ابو القاسم (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام انسانوں کی رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا ہے- تو آج میرا قرض چکائے بغیر یہاں سے نہ جا سکے گا- یہودی نے کہا! اللہ نے ابو القاسم (نبی ﷺ) کو سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے تو منتخب نہیں کیا- حضرت عمر نے اس گستاخی پر یہودی کے چہرے پر ایک طمانچہ مار دیا- یہودی نے کہا: اب میرا تمہارا فیصلہ ابو القاسم (نبی کریم) کریں گے- چنانچہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے-

یہودی نے شکایت کی: عمر نے کہا تھا کہ اللہ نے آپ کو تمام انسانوں کی رہبری کے لیے منتخب کیا ہے- اس پر میں نے یہ کہہ دیا: اللہ نے آپ کو تمام انسانوں کی رہبری کے لیے منتخب نہیں کیا- اس بات پر انہوں نے مجھے طمانچہ مارا ہے-

نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا "اس کو کسی طرح راضی کر کے اس سے اپنا جرم معاف کرالو-"

اس کے بعد آپ ﷺ نے یہودی سے فرمایا: یہودی! سن حضرت آدم صفی اللہ ہیں-

حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ، حضرت عیسیٰ روح اللہ تھے- اور میں (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حبیب اللہ ہوں- اے یہودی! سن لو اللہ اپنے دو محبوب ناموں سے میری امت کے لوگوں کو موسوم (جس کا نام رکھا جائے) کیا ہے- اللہ کا ایک نام "المومن" ہے اور میری امت کے نیک اور صالح لوگوں کا نام بھی اللہ نے "مومن اور مومنین" رکھا ہے- اور اللہ کا دوسرا محبوب نام "السلام" ہے اور میری امت کے لوگوں کا نام بھی اس نے مسلم اور مسلمین رکھا ہے- اے یہودی سن! میں نے اللہ سے ایک دن مانگا تھا- اس نے ہمارے واسطے جمعہ کا دن مقرر کیا ہے- اب جمعہ ہمارا کل ہفتہ کا دن تمہارا اور اس کے بعد کا دن (اتوار، نصاریٰ (عیسائیوں) کا دن- اے یہودی! یہ صحیح ہے کہ تم ہم سے زمانہ کے اعتبار سے پہلے ہو اور ہم بعد میں ہیں- لیکن قیامت کے دن ہم سب سے آگے ہوں گے- یہودی! سن مجھ سے پہلے کوئی نبی بھی جنت میں نہ

جا سکے گا- نہ ہی میری امت سے پہلے کوئی دوسری امت جنت میں داخل ہوگی-"

حضرت کعب احبارؓ کہتے ہیں کہ اللہ نے اس امت محمدیہ کو تین ایسے اعزازات (قابل عزت مرتبے) سے نوازا ہے- جن سے پہلی امتوں کے نبیوں کو نوازا گیا تھا-

۱- ہر نبی اپنی امت پر گواہ ہوگا اور یہ امت تمام سابقہ امتوں پر گواہ ہوگی-

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

ولتکونوا شهداء علی الناس

تم تمام لوگوں پر گواہ ہو-

۲- ہر رسول کے لیے حکم تھا

یا یها الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً

اے رسولو! حلال کھاؤ اور نیک عمل کرو-

اس امت کو بھی حکم ہوا

کلوا من طیبات ما رزقناکم

ہم نے جو پاکیزہ (اور حلال) چیزیں تمہیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ (پیو)

ہر نبی کی ایک دعا قبول ہوتی تھی- اس امت کے لوگوں کو بھی کہا گیا:

ادعونی استجب لکم

تم مجھ سے دعا کرو- میں (تمہاری دعا) قبول کروں گا-

ایک روایت منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کی امت کو چار انعامات سے نوازا ہے- جن سے میں محروم رہا-

۱- میری توبہ مکہ (کے مقام پر) پہنچ کر قبول ہوئی تھی- جبکہ اس امت کے لوگ جہاں بھی توبہ کریں گے اللہ ان کی توبہ قبول کرے گا-

۲- میں نے جنت میں ایک حکم عدولی کی- جنت کا لباس اتر گیا- اس امت کے لوگ علی الاعلان نافرمانی کریں گے- مگر ان کا لباس نہیں اترے گا-

۳- مجھ سے ایک حکم عدولی ہوئی، میری بیوی (حوا) مجھ سے جدا کر دی گئی- مگر امت محمد ﷺ کے لوگ گناہ کریں گے- مگر ان کے جوڑوں میں اس طرح علیحدگی نہ ہوگی-

۴- مجھے ایک حکم عدولی کی بنا پر جنت سے نکالا گیا- لیکن امت محمد ﷺ کے لوگ گناہوں سے

توبہ کر کے جنت میں پہنچ جائیں گے۔

حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں کی ایک جماعت نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ہم آپ ﷺ سے چند باتیں پوچھنا چاہتے ہیں جو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتائی تھیں اور اللہ ایسی باتیں اپنے نبیوں یا مقرب فرشتوں کو ہی بتاتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

یہودیوں نے کہا: ان پانچ نمازوں کے بارے میں بتایئے جو اللہ نے آپ کی امت پر فرض کی ہیں۔

۱- نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا: ظہر کی نماز: جب سورج ڈھل جائے۔ اس وقت ہر مخلوق اپنے رب کے نام کی تسبیح پڑھتی ہے۔

۲- عصر کی نماز: اس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں اس درخت کا پھل کھایا تھا جس سے منع کیا گیا۔

۳- مغرب کی نماز: یہ وہ گھڑی ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی تھی۔ اس وقت جو مسلمان پورے خشوع وخضوع (نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے) سے نماز ادا کر کے اللہ سے جو دعا کرے گا قبول ہو گی اور جو کچھ مانگے گا اللہ اسے عطا کر دے گا۔

۴- عشاء کی نماز: جو شخص رات کے اندھیرے میں چل کر نماز کے لیے مسجد میں آئے گا اللہ اس کے لیے قیامت کی تاریکی میں روشنی پیدا کر دے گا۔ جس کی بدولت وہ آرام سے پل صراط پار کر جائے گا۔ اور اللہ اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دیتا ہے۔

۵- فجر کی نماز: جو مسلمان چالیس روز تک فجر کی نماز جماعت سے ادا کرتا ہے۔ وہ دوزخ کی آگ سے بچ جاتا ہے اور اس کے دل میں نفاق پیدا نہیں ہوتا۔

یہودی جماعت کے لوگوں نے کہا: اے محمد ﷺ آپ ﷺ نے بجا فرمایا: اب آپ ﷺ ان تیس (رمضان کے) روزوں کے بارے میں بتائیں وہ آپ ﷺ کی امت پر کیوں فرض کیے گئے ہیں؟

نبی کریم ﷺ نے جواب میں فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں جو ممنوعہ پھل کھایا تھا۔ اس کا اثر تیس روز تک ان کے پیٹ میں رہا۔ اس کے نتیجہ میں اولاد آدم کو تیس دن بھوکا رہنے کا حکم دیا گیا اب یہ رات کو کچھ کھانے پینے کی جو اجازت ہے وہ اللہ کی اپنی مخلوق پر مہربانی ہے۔

یہودی جماعت نے کہا: آپ ﷺ نے درست فرمایا ہے۔ اب ان روزوں کا فائدہ بھی بتا دیجیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص روزے کے تمام قواعد وضوابط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ثواب کی نیت سے روزہ رکھتا ہے۔ اسے چھ فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

۱- اس کے جسم میں اگر ناجائز خوراک کے اجزا ہوں گے تو وہ ختم ہو جائیں گے۔

۲- بندہ اللہ کی رحمت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

۳- اسے بھوک پیاس پریشان نہیں کرتی۔

۴- اس کے عذاب قبر میں آسانی ہو جاتی ہے۔

۵- قیامت کے دن اللہ کے عطا کردہ نور کی روشنی میں پل صراط پار کر جائے گا۔

۶- جنت میں اس کے درجات بلند کر دیئے جائیں گے۔

یہودی جماعت نے کہا: بجا فرمایا' اب یہ بتائیں آپ کو دوسرے نبیوں پر فضیلت کیوں ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہر نبی نے اپنی امت کے لیے ہلاکت کی دعا کی۔ مجھے دعا کا اختیار ملا۔ میں نے اسے قیامت کے روز اپنی امت کے حق میں شفاعت کی غرض سے بچا کر رکھ لیا ہے۔

یہودی جماعت نے یہ سن کر کہا: آپ ﷺ نے بالکل درست فرمایا

نشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں

حضرت کعب احبارؓ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب تورات کے بعض حصوں میں پڑھا ہے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ احمد ﷺ اور ان کی امت کے لوگ فجر کی نماز پڑھیں گے میں اس کے بدلے ان کے ایک دن اور رات کے صغیرہ گناہ معاف کر دوں گا اور یہ بندے میری حفاظت میں رہیں گے۔

اے موسیٰ! احمد ﷺ اور ان کی امت کے لوگ "ظہر" جو چار رکعتیں پڑھیں گے۔ پہلی پر میں ان کی مغفرت کر دوں گا۔ دوسری رکعت کے ثواب میں قیامت کے روز ان کے اعمال کے پلڑے کو بھاری (وزنی) کر دوں گا۔ تیسری رکعت پر میں ان کے لیے فرشتے مقرر کر دوں گا۔ جو میری تسبیح کرتے ہوئے ان کے واسطے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے۔ چوتھی رکعت پر ان کے لیے آسمان کے دروازے کھول دوں گا۔ وہ میرے سامنے اپنی جو حاجت بھی پیش کریں گے۔

میں اسے پورا کردوں گا اور جنت کی حوریں انہیں شوق سے جھانکنے لگیں گی۔

اے موسیٰ! احمد ﷺ اور ان کی امت کے لوگ عصر کی جو رکعتیں پڑھیں گے۔ اس کے نتیجہ میں زمین و آسمان میں جتنے فرشتے ہیں سب ان کے واسطے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جن کے لیے فرشتے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ میں انہیں عذاب نہیں دوں گا۔

اے موسیٰ! احمد ﷺ اور ان کے امتی مغرب کی جو تین رکعتیں پڑھیں گے۔ میں ان کے واسطے آسمان کے دروازے کھول دوں گا۔ وہ اپنی جو حاجت بھی میرے سامنے پیش کریں گے میں وہ حاجت پوری کردوں گا۔

اے موسیٰ! احمد ﷺ اور ان کے امتی شفق (آسمان کی سرخی) غروب ہونے کے بعد عشاء کی جو چار رکعتیں پڑھیں گے وہ ان کے واسطے دنیا کی ہر دولت سے زیادہ فائدہ مند ہوں گی اور وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائیں گے جیسے اس وقت پاک تھے جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔

اے موسیٰ! احمد ﷺ اور ان کے امتی میرے حکم کے مطابق وضو کریں گے میں ان کے اعضا کے ٹپکنے والے ہر قطرے کے عوض جنت میں داخل کروں گا۔

اے موسیٰ! احمد ﷺ اور ان کے امتی سال بھر میں ایک مہینہ (رمضان) کے روزے رکھیں گے۔ میں انہیں ان روزوں کے ثواب میں جنت کے اندر ایک پورا شہر عطا کردوں گا۔ اس مہینہ میں جو نفل عبادت کریں گے انہیں فرض ثواب عطا کروں گا۔ اس مہینہ میں ایک لیلۃ القدر ہوگی جو اس رات میں سچے دل سے اپنے گناہ پر نادم ہو کر مجھ سے مغفرت طلب کرے گا، اگر اسی رات یا اس مہینہ کے اندر وہ فوت ہو گیا۔ میں اسے تیس شہیدوں کے برابر ثواب عطا کروں گا۔

اے موسیٰ! محمد ﷺ کی امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ہر بلند مقام سے لوگوں کو کلمہ طیبہ، لا الہ الا اللہ کی تلقین و تبلیغ کرتے ہوں گے۔ اس کے عوض نبیوں کے برابر ثواب ملے گا۔ ان پر میری رحمت ہوگی اور وہ میرے غضب اور ناراضگی سے محفوظ ہوں گے۔ میں اس امت کے لا الہ الا اللہ کہنے والے کسی فرد پر توبہ کا دروازہ بند نہیں کروں گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت کو بلایا جائے گا اور حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا

جائے گا کیا تم نے میرا پیغام پہنچا دیا تھا؟

حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے: ہاں اے پروردگار! پہنچا دیا تھا۔

پھر ان کی قوم سے پوچھا جائے گا: کیا نوح نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا تھا؟

نوح کی قوم جواب میں کہے گی: نہیں ہم کو کوئی پیغام نہیں پہنچا۔

اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے فرمائے گا: یہ لوگ کہتے ہیں۔ تم نے ان تک کوئی پیغام نہیں پہنچایا۔ کیا تمہارے پاس اپنی بات کے ثبوت میں کوئی گواہ ہے؟

حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے: ہاں گواہ موجود ہے؟

اللہ تعالیٰ پوچھے گا: کون ہے گواہ؟

حضرت نوح علیہ السلام کہیں گے: (وہ گواہ) محمد ﷺ کی امت ہے۔

چنانچہ امت محمد کے لوگوں کو بلایا جائے گا اور وہ گواہی دیتے ہوئے کہیں گے۔

ہم گواہی دیتے ہیں کہ نوح علیہ السلام نے اللہ کا پیغام اپنی قوم تک پہنچا دیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کہے گی: تم یہ گواہی کس طرح دے رہے ہو ہم تم سے پہلے تھے اور تم ہمارے بعد دنیا میں آئے اور آخری امت میں تھے۔

امت محمد ﷺ کے لوگ کہیں گے: ہم اس بنیاد پر گواہی دے رہے ہیں کہ اللہ نے ہمارے پاس جو رسول بھیجا تھا اس پر اللہ نے ایک کتاب (قرآن) بھی نازل کی تھی۔ جس میں تمہارے متعلق یہ اطلاع بھی موجود تھی کہ تم نے اپنے نبی کی بات نہیں مانی تھی۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم گو آخری امت ہیں مگر قیامت کے روز ہم ان سے مقدم ہوں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

و كذلك جعلنكم امة وسطاً لتكونوا شهداء على الناس و يكون الرسول عليكم شهيداً۔

اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی امت بنایا ہے۔ تاکہ تم (دوسری امت کے) لوگوں پر گواہ بنو اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہوں۔

بیوی پر شوہر کے حقوق

حضرت ہریرہؓ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی عرب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض گزار ہوا- میں مسلمان ہو چکا ہوں مگر آپ ﷺ کوئی معجزہ دکھائیں تا کہ میرا ایمان پختہ ہو جائے-

آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا: کیا معجزہ دیکھنا چاہتا ہے-

دیہاتی نے کہا: اس سامنے والے درخت کو اپنے پاس بلائیں-

آپ ﷺ نے دیہاتی سے فرمایا: جا کر اسے میری طرف سے یہاں آنے کا پیغام دو-

دیہاتی نے درخت کے پاس پہنچ کر کہا: تجھے رسول اللہ ﷺ بلا رہے ہیں

درخت ایک طرف جھکا' اس کے دوسری طرف جڑیں اکھڑ گئیں- اسی طرح پھر دوسری طرف اور آگے پیچھے کی طرف جھکا اور اس کی ساری جڑیں اکھڑ گئیں- پھر درخت نے اپنے تنے اور شاخوں سمیت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا- دیہاتی یہ سب کچھ دیکھ کر پکار اٹھا: بس بس میرے یقین کے لیے اتنا ہی کافی ہے- آپ ﷺ نے درخت کو واپس چلے جانے کا حکم فرمایا اور درخت پھر اپنی جگہ پہنچ کر پہلے کی طرح کھڑا ہو گیا-

دیہاتی نے حضور ﷺ سے عرض کیا: کیا آپ ﷺ مجھے اس بات کی اجازت فرما سکتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے سر اور پیروں کا بوسہ لے لوں-

آپ ﷺ نے اسے اپنے سر اور پیر کا بوسہ لینے کی اجازت دے دی- سر اور پیر کا بوسہ لینے کے بعد دیہاتی نے کہا: کیا آپ ﷺ مجھے اس بات کی اجازت دے سکتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کو سجدہ کر لوں؟

حضور نے فرمایا: نہیں- سجدہ کی اجازت نہیں ہے اور کوئی انسان دوسرے انسان کو سجدہ نہیں کر سکتا- اگر اللہ کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کرنا جائز ہوتا، میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے-"

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں: ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا:

اے اللہ کے رسول ﷺ! عورت پر اپنے خاوند کے کیا کیا حقوق ہیں؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: خاوند اسے بلائے تو اس کے حکم کی تعمیل کرے- رمضان کے فرض روزوں کے علاوہ کوئی نفل روزہ اس کی اجازت کے بغیر نہ رکھے- اگر اس نے ایسا کیا تو گنہ گار ہو گی- اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ جائے- اگر اس کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر گئی- فرشتے اس وقت اس پر لعنت کرتے رہیں گے جب تک گھر واپس نہ آئے گی-

حضرت کعب کہتے ہیں: قیامت کے روز عورت سے نماز کے بعد سب سے پہلے سوال خاوند کے حق کی ادائیگی کے بارے میں ہو گا-

حضرت حسن روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگر کوئی عورت خاوند کے گھر سے بھاگ جائے- اس کی کوئی نماز قبول نہ ہو گی- تاوقتیکہ وہ واپس آ کر اپنے خاوند سے معافی چاہتے ہوئے آئندہ کے لیے یہ عہد نہ کر لے کہ آئندہ وہ اس کی اجازت کے بغیر کبھی گھر سے باہر نہ جائے گی-

حضرت قتادہ روایت کرتے ہیں: ہمیں بتایا گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے حج کے موقعہ پر منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: "لوگو! جس طرح عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں- اسی طرح تم پر بھی ان کے کچھ حق ہیں- ان پر تمہارا ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر آدمی کو نہ بیٹھنے دیں- کسی ایسے آدمی کو گھر میں نہ آنے دیں' جس کا آنا تمہیں پسند نہ ہو اور کوئی کھلی بے حیائی کا کام نہ کریں- اگر وہ ایسا کریں تو تمہیں اجازت ہے انہیں سزا دے کر ایسی باتوں سے روک سکتے ہو- لیکن ایسی مار نہ مارو جس کا نشان جسم پر نمایاں ہو جائے اور تم پر ان کے یہ حقوق ہیں- ان کے لباس اور وہ عام خوراک جو تم خود کھانا پسند کرتے ہو-"

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا

جس عورت نے پانچ وقت کی فرض نماز ادا کی- رمضان کے فرض روزے رکھے- اپنی عصمت و عفت کو محفوظ رکھا اور اپنے خاوند کی فرمانبردار بن کر رہی- وہ جنت کے (آٹھ دروازوں میں سے) جس سے چاہے' جنت میں جا سکتی ہے-

خاوند پر بیوی کے حقوق کے بارے میں

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کس مومن کا ایمان مکمل ہے؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ جو اپنے اہل خانہ سے اچھا برتاؤ رکھے۔''

حضرت ابن عمر ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا تم میں سے ہر شخص نگران (محافظ) ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ایک امام (والی حکومت) سے اس کے زیر انتظام رہنے والے لوگوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ ایک سربراہ خاندان اپنے گھر اور کنبہ کا نگران ہے۔ اس سے اس کے گھر، کنبے اور خاندان والوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ایک غلام اپنے آقا (مالک) کے مال واسباب کا نگران ہے۔ اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ بیوی اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔ اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ خبردار! تم میں سے ہر شخص حاکم ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحت کے بارے میں سوال ہوگا۔''

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

''جس شخص نے کسی عورت سے مہر مثل (اس جیسی عورت کا جتنا مہر عام طور پر ہوتا ہے) دینے کی شرط پر نکاح کر لیا' مگر مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہو۔ وہ زناکار ہے اور جس نے کسی سے قرض لیا۔ مگر قرض واپس کرنے کی نیت نہ ہو وہ چور ہے۔

حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں سے حسن سلوک اور بھلائی کا برتاؤ رکھو۔ وہ تمہارے ماتحت ہیں۔ ان کا اپنا کوئی اختیار نہیں نہ وہ اپنے اختیار کی مالک ہیں۔ انہیں تم نے اللہ سے امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور اللہ کے حکم کے تحت ان کا جسم تم پر حلال ہوا ہے۔''

خاوند پر بیوی کے پانچ عام معاشرتی حقوق ہیں۔

۱- گھر سے باہر کی اس کی تمام ضروریات پوری کرے کیونکہ ایک عورت کے واسطے مناسب نہیں کہ وہ اپنی گھریلو ضرورت کی چیزیں بازار میں تلاش کرتی پھرے۔

۲- اسے ضروری دینی مسائل کی تعلیم دے۔ مثلاً وضو نماز اور روزہ وغیرہ کے مسائل

۳- اسے حلال روزی کھلائے کیونکہ حرام خوراک سے پرورش پانے والا جسم جہنم کا ایندھن ہوگا۔

۴- اس پر ظلم نہ کرے نہ کسی ناجائز کام پر اسے مجبور کرے۔

۵- اگر اس سے نادانستہ کوئی غلطی ہو جائے اس سے درگزر (معاف) کرے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عمر کے پاس اپنی بیوی کی شکایت کرنے آیا۔ مگر جب اس نے حضرت عمر ؓ کی بیوی کی باتیں سنیں کہ وہ حضرت کے سامنے زور زور سے بول رہی ہیں۔ واپس جانے لگا۔ حضرت عمر ؓ نے اسے واپس بلا کر سمجھایا۔ تو نے یہ جو کچھ سنا ہے ہر گھر میں ہوتا ہے۔ مگر چونکہ مجھ پر بھی اس کے کچھ حقوق ہیں۔ میں درگزر کر جاتا ہوں۔

۱- اس کا یہ احسان مجھ پر ہے کہ اس نے مجھے دوزخ کے عذاب سے بچایا ہوا ہے کہ اس کے ہوتے میں حرام میں پڑ کر دوزخ کا مستحق نہیں ہوا۔

۲- وہ میرے گھر کی محافظ ہے۔

۳- میرے کپڑے دھوتی ہے۔

۴- میرے بچوں کی پرورش کرتی ہے انہیں دودھ پلاتی ہے۔

۵- میرے لیے کھانا تیار کرتی ہے۔

یہ سن کر اس شخص نے کہا: یہی کچھ تو میری بیوی بھی کرتی ہے۔ مگر میں پھر بھی اس پر ناراض ہوتا رہتا ہوں اب درگزر سے کام لوں گا۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اُن چار اخراجات کے بارے میں قیامت کے روز کوئی سوال نہ ہوگا۔

۱- اپنے والدین پر خرچ کرنا
۲- روزہ افطاری کا خرچ
۳- روزہ کے لیے سحری کا خرچ
۴- اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار دینار:

۱- وہ دینار جو فی سبیل اللہ خرچ کیا جائے۔

۲- وہ دینار جو کسی غریب مسکین کو دے دیا جائے۔

۳- وہ دینار جو کسی غلام کو آزاد کرنے پر خرچ کیا جائے۔

۴- اور وہ دینار جو اپنے گھر والوں پر خرچ کیا جائے۔ ثواب کے لحاظ سے یہی آخری خرچ زیادہ فائدہ مند ہے۔

دو مسلمانوں میں صلح کرا دینے کا بیان اور

آپس میں دشمنی رکھنے کی ممانعت

حضرت ابوایوب انصاری روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی مسلمان کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے بول چال بند رکھے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ دونوں کا راہ چلتے ہوئے سامنا ہوا مگر دونوں ایک دوسرے سے منہ پھیر کر گزر گئے۔ ان دونوں میں سے اچھا (مسلمان) وہ ہے جو پہلے سلام کرتا ہے۔''

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آپس کے تعلقات منقطع نہ کرو اگر کسی وجہ سے تعلقات ٹوٹ جائیں تو پھر بھی تین دن سے زیادہ بول چال بند نہ رکھو۔ جو دو مسلمان اس حالت میں فوت ہو گئے کہ ان کے تعلقات ٹوٹے ہوئے تھے وہ جنت میں بھی اکٹھے نہ ہو سکیں گے۔

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن کے بیٹھنے کے واسطے قیامت کے روز نورانی کرسیاں رکھی جائیں گی۔ وہ نبی ہیں نہ شہید' بلکہ نبی و شہید بھی ان پر رشک کر رہے ہوں گے۔''

صحابہ نے عرض کیا: حضور! وہ کون سے لوگ ہیں؟

آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں بے غرضانہ صرف اللہ کے لیے محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

پیر اور جمعرات کے روز جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ ان دونوں دنوں میں مشرک کے علاوہ ہر شخص کی بخشش ہو جاتی ہے۔ مگر ایسے شخص کی بخشش نہیں ہوتی جو اپنے کسی مسلمان بھائی سے ناراض ہے۔ ایسے دونوں افراد کو مہلت دی جاتی ہے کہ وہ آپس میں تعلقات ٹھیک کر لیں۔ اگر وہ تین دن تک آپس میں صلح نہیں کرتے تو ان کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔

حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''شعبان کی پندرہویں شب اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پر نزول فرماتا ہے اور کافر و آپس میں دشمنی رکھنے والے کے سوا سب کی بخشش فرما دیتا ہے۔''

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''پانچ آدمیوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

۱- وہ عورت جس سے اس کا خاوند ناراض ہو۔

۲- وہ غلام جو اپنے آقا (مالک) کو ناراض کر کے بھاگ گیا ہو۔

۳- وہ شخص جو تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے بات چیت بند رکھے۔

۴- وہ شخص جو ہمیشہ شراب پیتا رہتا ہو۔

۵- اور وہ امام جس سے (جائز وجوہات کی بنا پر) اس کے مقتدی ناراض ہوں اور یہ زبردستی امام بن کر انہیں نماز پڑھاتا ہو۔''

ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ آسان سا عمل بتا دوں جو اللہ کو بہت پسند ہے؟

صحابہ نے عرض کیا: ضرور بتائیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ عمل ہے آپس میں دو ناراض مسلمانوں میں صلح کرا دینا۔''

حضرت ابوداؤد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں وہ عمل بتا دوں جو مرتبہ کے اعتبار سے روزہ نماز اور صدقہ سے بھی افضل ہے

صحابہ نے عرض کیا، ضرور بتائیے۔

فرمایا: دو مسلمان بھائیوں میں جن میں ناراضگی ہو صلح کرا دینا۔''

ایک صحابی فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص ساتھ والے آٹھ عمل نہ کر سکے وہ یہ آٹھ عمل کر لیا کرے۔

۱- جو رات میں تہجد سے محروم رہ جائے وہ دن میں اللہ کی نافرمانی سے بچتا رہے۔

۲- جو نفلی روزہ نہ رکھ سکے۔ وہ اپنی زبان غیبت اور جھوٹ جیسی برائیوں سے بچا کر رکھے۔

۳- جو علم حاصل نہ کر سکا ہو۔ وہ غور و فکر سے کام لے۔

۴- جو جہاد میں شرکت نہ کر سکا ہو وہ شیطان کو اپنے قریب نہ آنے دے۔

۵- جو اپنی غربت و مفلسی کی وجہ سے صدقہ نہ دے سکتا ہو وہ لوگوں کو اچھی باتیں بتا دیا کرے-

۶- جو حج نہ کر سکتا ہو (حج فرض نہ ہونے کی صورت میں) وہ جمعہ کے اجتماع کا ناغہ نہ کرے-

۷- جو عبادت گزاروں کا درجہ حاصل کرنا چاہے وہ لوگوں میں صلح وصفائی کرا دیا کرے اور کوشش کرے کہ لوگوں میں عداوت ودشمنی پیدا نہ ہو-

۸- جو ابدال کا درجہ حاصل کرنا چاہے- وہ لوگوں کے واسطے وہی بات' وہی چیز پسند کرے جو اپنے واسطے پسند کرتا ہے-

حضرت علی ابن حسین روایت کرتے ہیں- فرمایا: قیامت کے روز اعلان ہوگا کہ اہل فضل (بلند رتبہ) کہاں ہیں؟ یہ سن کر کچھ لوگ گردن اٹھائے جنت کی طرف چل دیں گے- راہ میں ملنے والے فرشتے ان سے پوچھیں گے-

کہاں کا ارادہ ہے؟

وہ کہیں گے: ہم جنت میں جا رہے ہیں-

فرشتے پوچھیں گے: کیا حساب کے بغیر ہی؟

وہ جواب دیں گے: ہاں حساب کے بغیر-

فرشتے ان سے پوچھیں گے: تم کون ہو؟

وہ جواب دیں گے: ہم صاحب فضیلت لوگ ہیں-

فرشتے پوچھیں گے: دنیا میں تمہیں کون سی فضیلت حاصل تھی؟

وہ جواب دیں گے: دنیا میں کوئی اپنی نادانی کی وجہ سے تنگ کرتا تھا تو ہم خاموشی سے برداشت کر لیتے اور معاف کر دیا کرتے تھے-

فرشتے کہیں گے: جاؤ چلے جاؤ جنت میں' ایسے نیک کام کرنے والوں کے اعمال کا یہی بہترین بدلہ ہے-"

اس کے بعد دوبارہ اعلان ہوگا: صابر لوگ کہاں ہیں:

کچھ لوگ گردنیں اٹھا کر جنت کی طرف چل دیں گے-

فرشتے ان سے پوچھیں گے: کہاں کا ارادہ ہے؟

وہ جواب دیں گے: جنت میں جا رہے ہیں-

فرشتے پوچھیں گے: کیا حساب کے بغیر ہی؟

وہ جواب دیں گے: ہاں-

فرشتے پوچھیں گے: تم کون ہو؟

وہ جواب دیں گے: ہم صابر لوگ ہیں-

فرشتے پوچھیں گے: تم نے کیا صبر کیا تھا؟

وہ جواب دیں گے: ہم نے خود کو اللہ کی عبادت اور فرمانبرداری اور عبادت کا پابند کر لیا تھا اور اللہ کی نافرمانی سے خود کو بچائے رکھتے تھے-

فرشتے کہیں گے: جاؤ جنت میں چلے جاؤ ایسے نیک عمل لوگوں کی یہی جزا ہے-

اس کے بعد (تیسری مرتبہ) اعلان ہوگا- اللہ کے پڑوسی کہاں ہیں؟

یہ سن کر کچھ لوگ جنت کی طرف چل دیں گے-

فرشتے ان سے پوچھیں گے: کہاں کا ارادہ ہے؟

وہ کہیں گے: جنت میں جا رہے ہیں-

فرشتے پوچھیں گے: حساب کے بغیر ہی؟

وہ جواب دیں گے: ہاں

فرشتے پوچھیں گے: تم کون ہو؟

وہ جواب دیں گے: ہم دنیا میں اللہ کے پڑوسی تھے-

فرشتے پوچھیں گے: تمہارا یہ پڑوس اللہ کے ساتھ کیسا تھا؟

وہ جواب دیں گے: ہم بے غرض صرف اللہ کے لیے آپس میں محبت رکھتے اسی سلسلے میں باتیں کرتے اور اسی غرض سے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے-

فرشتے کہیں گے: جاؤ چلے جاؤ جنت میں- ایسے نیک عمل لوگوں کا یہی عمدہ بدلہ ہے-

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے لیے بے غرضانہ محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ مجھے اپنی عزت وشان کی قسم! آج جب کہیں سایہ نہیں میں انہیں اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دوں گا-"

حضرت ابو امامہ کہتے ہیں کہ کسی مریض کی عیادت کے واسطے ایک میل بھی جانا پڑے ضرور جاؤ- بے غرض مسلمان بھائی کی ملاقات کے لیے دو میل جانا پڑے ضرور جاؤ اور ملاقات کرو اور

تین میل طے کر کے دو مسلمانوں کے تعلقات ٹھیک کرا سکو تو ضرور ٹھیک کراؤ۔"

حضرت انس ابن مالک ؓ کہتے ہیں کہ جس نے دو مسلمانوں میں صلح کرا دی اللہ اسے ہر حکم (بات) کے عوض ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب دے گا۔

حضرت تمیم داری روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خبردار! دین خیر خواہی (نصیحت) کا نام ہے۔" یہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا

صحابہ نے دریافت کیا: کس کی خیر خواہی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس کے رسول اللہ کی کتاب (قرآن) مسلمان حاکم اور عام مسلمان کی خیر خواہی"

۱- اللہ کی خیر خواہی یہ ہے شرک نہ کیا جائے اور اللہ کے احکام پر عمل کیا جائے جس سے اس نے منع کیا ہے اس سے باز رہا جائے اور عام انسانوں کو اس کے احکام کی تبلیغ کی جائے۔

۲- رسول کی خیر خواہی یہ ہے۔ یہ سنت پر عمل کیا جائے اور دوسرے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی تلقین کی جائے۔

۳- قرآن کی خیر خواہی یہ ہے کہ اسے سچے دل سے اللہ کی کتاب مانا جائے۔ اسے سمجھ کر پڑھا جائے اس کے احکام پر خود عمل کریں اور دوسرے لوگوں کو بھی عمل کرنے کی دعوت دی جائے۔

۴- مسلمان حاکم کی خیر خواہی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے ان کے واسطے دعا کی جائے کہ وہ عدل وانصاف پر قائم رہیں۔

۵- اور عام مسلمان کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے واسطے وہی چیز (وہی حالات) پسند کی جائے جو ہم اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہیں۔

ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ کی نظر میں سب سے با عزت اور زیادہ ثواب کا حقدار وہ ہوگا جس نے دنیا میں عام لوگوں کے فائدے کے لیے زیادہ کام کیے اور اللہ کا قرب (نزدیکی) حاصل کرنے والے وہ ہوں گے جو لوگوں کو فتنہ فساد سے روکتے اور صلح صفائی کی تلقین کرتے رہے۔"

بادشاہ اور حکمرانوں کے ساتھ میل جول رکھنا

حضرت انس ابن مالک نے روایت کیا ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علماء جب تک سلطانوں (بادشاہوں اور حاکمان وقت) سے تعلق پیدا نہ کریں اور دنیاداری میں نہ پڑیں وہ رسولوں کی امانت (امانت دین) کے حقیقی وارث ہیں۔ لیکن جب وہ بادشاہ (اور حکمرانوں) سے تعلق پیدا کرنے لگیں اور دنیا طلبی میں پڑ جائیں وہ امانت میں خیانت کرتے ہیں۔ ان سے تعلق توڑ لو اور ان سے دور رہو۔"

حضرت عبید ابن عمیر نے روایت کیا ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آدمی حاکمان وقت سے جتنا قریب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اتنا ہی دور ہوتا چلا جاتا ہے (ایسی حالت میں) جو اس کی پیروی کرتے ہیں وہ سب شیطانی ٹولہ ہوتا ہے۔ وہ جتنی دولت جمع کرے گا اسی سختی سے اس کا قیامت کے روز حساب لیا جائے گا۔

حضرت حذیفہ کہتے ہیں: فتنوں کے دروازوں سے دور رہو۔ لوگوں نے ان سے پوچھا: فتنوں کے دروازوں سے مراد کیا ہے؟

انہوں نے جواب دیا: یہ امیروں کے دروازے ہیں۔

حضرت ابن عمر ؓ سے کچھ لوگوں نے کہا: ہم جب بادشاہ کے پاس جاتے ہیں ان جیسی باتیں کرتے ہیں لیکن باہر آ کر ان کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا: ہم اسے نفاق (دوغلا پن) کہتے ہیں۔

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں: کوئی عالم جب کسی حاکم کے پاس جاتا۔ اس کا دین اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر جب واپس آتا ہے۔ دین اس کا ساتھ چھوڑ چکا ہوتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کس طرح ابن مسعود نے جواب میں کہا: اس نے حاکم کو خوش کر کے اللہ کو ناراض کر دیا ہے۔

اسلاف میں سے بعض اصحاب کہتے تھے: جو قاری امیر لوگوں کے دروازوں کے چکر لگاتا نظر آئے سمجھ لو وہ ریاکار (دکھاوے کا قاری) ہے۔ اور کسی عالم کو امیروں کے دروازوں پر گھومتے دیکھو۔ سمجھ لو وہ بہت بڑا احمق (بے وقوف) ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں: تین چیزیں اس امت کے دین کے واسطے سب سے زیادہ خطرناک ہیں:

۱- روپے پیسے کی محبت ۲- بڑے پن کی سرداری کی طلب

۳- اور عالمان دین کا حکمرانوں سے تعلق

کوئی بچنا چاہے تو اللہ نے ان سے بچاؤ کے راستے اور طریقے بھی بتا دیے ہیں۔

حضرت مکحول کہتے ہیں: جس نے قرآن کریم کے مفہوم و مطالب کی تعلیم حاصل کی۔ پھر چاپلوسی و خوشامد کرتا ہو کسی حکمران (حاکم) کے پاس پہنچا اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ وہ اپنی خوشامد و چاپلوسی کے حساب سے جہنم کے گڑھے میں اترتا چلا گیا۔

حضرت میمون ابن مہرانؒ کہتے ہیں: حکمرانوں سے میل جول میں دوہرا خطرہ ہے: اگر اس کی ہر بات مانی جائے۔ دین ہاتھ سے جاتا ہے اور اس کی مخالفت کی جائے تو جان سے ہاتھ دھونا پڑتے ہیں۔ بہتر یہ ہے اس کے قریب ہی نہ جاؤ۔

حضرت فضیل ابن عیاض کہتے ہیں: ایک ایسا شخص جو صرف ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنے اوپر عائد شدہ فرض ادا کر لیتا ہے اور حکمرانوں سے بھی کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اس نام نہاد عالم سے بدرجہا بہتر ہے جو بادشاہوں اور حکمرانوں سے تعلق قائم کیے ہوئے ہے۔ چاہے روزہ بھی رکھے۔ راتوں کو تہجد پڑھے حج بھی کرے اور جہاد میں بھی شریک ہو۔

اس عالم سے بدتر کوئی نہیں۔ جسے لوگ تلاش کریں اور انہیں بتایا جائے وہ حکمران (صدر، وزیر اعظم وغیرہ) سے ملنے گئے ہیں۔

حضرت حسن روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب تک اس امت کے اچھے لوگ (عالم) برے حاکموں کو ان کی برائی پر ٹوکتے رہیں گے اور بدکرداروں کو نصیحت کرتے رہیں گے اور قرآن کی تعلیم دینے والے کسی حاکم وقت اور دولت مندوں کا ناجائز دباؤ قبول نہیں کریں گے اس امت پر اللہ کا دست شفقت و رحمت قائم رہے گا۔ اور جب یہ لوگ اپنے یہ فرائض چھوڑ کر ان کی خوشامد اور چاپلوسی میں لگ جائیں گے اللہ ان کی کمائیوں سے برکت اٹھا لے گا اور سخت دل ظالموں کو ان کا حکمران بنا دے گا۔ جس سے یہ ہر وقت خود کو ان کے دباؤ میں محسوس کریں گے اور فاقوں کے عذاب (قحط) میں مبتلا ہو جائیں گے۔"

حضرت عیسیٰؑ کا فرمان ہے کہ اے ظالمو! تم راہ راست سے بھٹک گئے ہو اور دنیا کے پیچھے دوڑ پڑے ہو۔ خبردار! جس طرح دولت مندوں اور حکمرانوں نے علم و حکمت تمہارے واسطے چھوڑ کر دنیا کی دولت و حکومت کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا ہے۔ تم بھی دنیا کی دولت اور حکومت کے مشغلوں کو ٹھکرا کر اپنے جائز حق علم و حکمت پر توجہ دو۔

حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو کسی چیز کا والی و مختار (ذمہ دار) بنا لیا گیا۔ قیامت کے روز (حساب کے لیے) پل صراط پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر حساب صحیح ہوا نجات پا جائے گا اور اگر خیانت کی ہوگی تو پل اس کے نیچے سے پھٹے گا اور وہ ستر برس تک سفر کی مسافت کی گہرائیوں والے جہنم کے گڑھے میں گرتا چلا جائے گا۔ یہ گڑھا انتہائی سیاہ اور اندھیرا ہوگا۔"

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کے روز قاضی (عدالت کے جج) سے اتنی سختی حساب لیا جائے گا کہ وہ سوچے گا: کاش! میں نے کوئی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔" (یہ عہدہ ہی قبول نہ کرتا)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو قاضی (جج) بنا دیا گیا وہ گویا بغیر چھری ذبح کر دیا گیا۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرنے جا رہا تھا کہ دو آدمی میرے ساتھ ہو لیے۔ ہم اندر پہنچے ان دونوں نے حضور ﷺ سے گزارش کی کہ ہمیں بھی کسی جگہ کا عامل (حاکم، گورنر) لگا دیجیے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "ہم ایسے لوگوں کو عامل نہیں بناتے جو عہدوں کے طلب گار ہوں۔"

ایک روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے حضرت کعب ابن عجرہؓ سے فرمایا: "کعب میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے بے وقوف امیروں (حاکموں) سے اپنی پناہ میں رکھے۔" (یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمائے) اس کے بعد فرمایا: جو ان کے جھوٹے (غلط، خلاف شرع) احکام کی تعمیل کرے گا اس کا مجھ سے اور میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ کعب! جو گوشت حرام خوراک سے پرورش پائے بہتر ہے وہ دوزخ کی آگ کی خوراک بنے۔ کعب! روزہ عذاب جہنم سے بچنے کے ڈھال ہے۔ صدقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور نماز انسان کو اللہ کے قریب کر دیتی ہے۔ کعب! لوگ صبح بیدار ہوتے ہیں کچھ لوگ دن بھر نیک اعمال کر کے اپنی ذات کو جہنم کی آگ سے آزاد کرا لیتے ہیں اور کچھ لوگ اپنی بداعمالیوں سے اسے ہلاکتوں میں جھونک دیتے ہیں۔ حضرت زاذان روایت کرتے ہیں: ہم صحابی رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عباس کے پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ ادھر سے ادھر اپنا سامان اٹھائے بھاگ رہے ہیں۔ پوچھا انہیں کیا ہوا کیوں بھاگے جا رہے ہیں؟

لوگوں نے بتایا: طاعون پھیلنے کا خطرہ ہے اس سے ڈر کر بھاگ رہے ہیں۔

حضرت ابن عباس نے زور زور سے کہنا شروع کر دیا: اے طاعون! آ مجھے پکڑ لے۔ لوگوں نے اعتراض کیا: آپ ایسی دعا کیوں کر رہے ہیں جس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس نے کہا: میں ان چھ وجوہات سے موت کی دعا کر رہا ہوں۔

(۱) چھوٹے لوگوں (کم فہم) کو امیر بنالیا گیا ہے (۲) لوگ بات بات پر شرط لگانے لگے ہیں (۳) عدالتوں کے فیصلے رشوت لے کر کئے جانے لگے ہیں (۴) صلہ رحمی (لحاظ و مروت) ختم ہوگئی ہے (۵) ذمہ داریوں سے پہلوتہی کی جاتی ہے۔ (۶) اور آنے والی نسلیں قرآن سے بے پرواہوتی جارہی ہیں (یا کی جارہی ہیں)

اور ان لوگوں کو امام بنالیا جاتا ہے جو قرآن کو گا کر پڑھتے ہیں۔

ایک روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خود کو دولت مندوں کا پڑوسی نہ بناؤ۔

حاکموں کی خوشامد کرنے والے ظالموں سے بچو۔

بازاری قاریوں (کیسٹوں میں بکنے والوں) سے دور رہو۔"

قاضی عیسیٰ ابن موسیٰ نے ابن شبرمہ سے ایک مرتبہ شکایت کرتے ہوئے کہا: کیا بات ہے آپ ہم سے ملاقات کرنے کبھی نہیں آتے؟ ابن شبرمہ نے جواب دیا۔ میں آپ کے پاس آکر کیا کروں گا۔ تمہارے پاس آنے میں بھی خطرہ اور قریب آکر الگ ہونے میں بھی پریشانیاں ہیں۔ میرے پاس دولت بھی نہیں جس کا آپ حساب مانگیں اور جو آپ مجھے دنیا چاہیں اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں: حکمرانوں (حاکموں) اور دولت مندوں کے دروازوں سے دور ہی رہو۔ تم ان کی دنیا سنوار نہیں سکتے۔ البتہ وہ تمہاری عاقبت خراب کردیں گے۔ جو اس دنیا سے کہیں بہتر ہے۔

پرانے بزرگوں کا قول تھا: امیروں اور دولت مندوں کے پاس جانے سے یہ تین نقصان ہوتے ہیں:

۱- ان کی دنیاداری کی عزت کرنا۔ ۲- ان کا بلا جواز احترام کرنا

۳- ان کی غلط کاریوں کی تعریف کرنا۔

نعوذ باللہ من شرور انفسنا، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

مرض (بیماری) میں بھلائی کا پہلو

مریض کی عیادت اور (بیمار پرسی) کا بیان

بیماری خدا کی رحمت و بخشش کا ذریعہ ہے:

حضرت عطاء ابن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کوئی انسان جب بیمار ہوتا ہے تو اللہ اس کے پاس دو فرشتوں کو یہ حکم دے کر بھیجتا ہے کہ جاؤ دیکھو میرا یہ بندہ بیمار پرسی کے لئے آنے والوں سے کیا کہتا ہے؟ بندہ اگر پرسش حال کرنے والوں کے جواب میں "الحمد للہ" کہتا ہے۔ فرشتے اسی طرح اللہ کے روبرو پیش ہو کر مریض کی یہ بات نقل کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اللہ خود بھی سب کچھ جانتا ہے۔ (اس کے جواب میں) اللہ کہتا ہے۔

میرے اس بندے سے جا کر کہہ دو۔ اگر وہ اس مرض میں فوت ہو گیا۔ میں اسے جنت میں داخل کر دوں گا۔ اور شفایاب ہو گیا تو اس کے جسم میں ضائع شدہ گوشت اور خون کی جگہ اس سے بہتر خون اور گوشت پیدا کر دوں گا اور اس کی سابقہ خطائیں معاف کر دوں گا۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کو سخت بخار تھا۔ میں نے آپ ﷺ کے جسم کو چھو کر دیکھتے ہوئے عرض کیا کہ آپ کو اتنا سخت بخار ہے؟ فرمایا ہاں مجھے تم لوگوں کے مقابلہ میں دوگنا سخت بخار ہوتا ہے۔"

میں نے عرض کیا: آپ کو اجر بھی تو دوہرا ملتا ہے۔

فرمایا: اس ذات (اللہ) کی قسم! جس کے قبضہ وقدرت میں میری روح (جان) ہے۔ اللہ اس روئے زمین پر جس مسلمان کو کسی مرض میں مبتلا کرتا ہے۔ اس کے پچھلے سارے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح درخت سے (سوکھے) پتے جھڑتے ہیں۔"

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب کسی مومن کو بخار ہوتا ہے اس کی وجہ سے روح بخار سے پوچھتی ہے۔ اے بخار! تو اس مومن بندے پر کیوں آیا ہے؟ بخار اسے جواب دیتا ہے! اے پاک روح تیرا یہ جسم گناہوں کی گرد سے آلودہ ہو گیا

ہے- میں اسے صاف کرنے آیا ہوں- روح اسے کہتی ہے: پھر ٹھیک ہے آ جلدی سے اسے گناہوں سے پاک کر' روح یہ کلمات تین دفعہ دہراتی ہے-"

کہتے ہیں: بیمار پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے یہ چار مہربانیاں ہوتی ہیں-

۱- بیماری کے دوران اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے-

۲- نیک اعمال کے لکھے جانے کا سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے جس طرح وہ تندرستی میں نیک عمل کرتا تھا اور لکھے جاتے تھے-

۳- اس کے جسم کے ہر جوڑ سے خطاو گناہ کا مواد (واثر) نکال دیا جاتا ہے-

۴- اس حالت میں موت ہو گئی وہ بخشا گیا اور تندرست ہو گیا تب بھی وہ گناہوں سے پاک ہو گا-

حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی مومن پر کوئی مرض ڈالتا ہے- خطائیں لکھنے والے فرشتے سے کہتا ہے کہ لکھنا بند کر اور نیکیاں لکھنے والے فرشتے کو حکم دیتا ہے تو اسی طرح میرے اس بندے کے حساب میں نیک عمل لکھتا رہ جس طرح اس کی تندرستی کے وقت اس کے نیک عمل لکھے جاتے تھے اس وقت یہ میرے قبضہ میں ہے-"

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں: بخار ایک سیاہ بدشکل عورت کی شکل میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا-

آپ ﷺ نے اس سے دریافت کیا: "تو کون ہے؟"

اس نے جواب دیا: میں بخار ہوں-

آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "کیا کام کرتی ہے؟"

اس نے جواب دیا: گوشت کھاتی ہوں اور خون پیتی ہوں- میری گرمی جہنم کی آگ کی گرمی ہے-

آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: "کیا چاہتی ہے؟"

اس نے عرض کیا: مجھے ان کے پاس بھیج دیں جو آپ کو پسند ہیں-

آپ ﷺ نے اسے انصار کی طرف بھیج دیا- انصار ایک ہفتہ بخار میں مبتلا رہے آخر انہوں نے آپ ﷺ سے دعا کی درخواست کی- آپ ﷺ نے ان کے واسطے دعا فرمائی اور اللہ نے انصار سے اسے ہٹا لیا- اس کے بعد جب وہ لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے انہیں دیکھ کر فرمایا: "خوش نصیب ہو تمہیں اللہ نے گناہوں سے پاک کر دیا ہے-"

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیمار کو کچھ کھانے پینے پر مجبور نہ کیا کرو- اللہ انہیں کھلا پلا دیتا ہے-"

ایک روایت ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مریض کا رونا تسبیح (سبحان اللہ کہنا) کا درجہ رکھتا ہے اس کا چیخنا لا الہ الا اللہ" کے برابر ہے- اس کا سانس صدقہ ہے- نیند عبادت ہے اس کا کروٹ بدلنا جہاد فی سبیل اللہ کے برابر ہے- اس کے اعمال نامہ میں اسی طرح نیکیاں لکھی جاتی ہیں جس طرح وہ تندرستی میں نیک عمل کرتا تھا اور لکھے جاتے تھے-

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "چار آدمی نئے سرے سے عمل کرنا شروع کرتے ہیں (یعنی ان کے پہلے برے عمل معاف ہو جاتے ہیں)

۱- مریض تندرست ہونے پر

۲- وہ شخص جو شرک چھوڑ کر ایمان لے آئے (مسلمان ہو جائے)

۳- خشوع وخضوع سے جمعہ کی نماز ادا کر کے آنے والا-

۴- حلال کمائی کے مال سے حج کرنے والا-"

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں بھلائی کا خزانہ ہیں-

۱- مرض کی تکلیف کو ہنسی خوشی سے برداشت کر لینا-

۲- صدقہ چھپا کر اور خاموشی سے دینا-

۳- مصیبت کو صبر و سکون سے برداشت کر لینا- نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان کی ایک مرض کے موقع پر عیادت کرتے ہوئے فرمایا:

"تمہارے اس بستر (بیمار کے بستر) میں تین خوبیاں ہیں-

۱- اپنے رب کو یاد کرتے رہو-

۲- پچھلے گناہوں کا کفارہ-

۳- بیمار کی دعا قبول ہوتی ہے جتنا ہو سکے دعا کرتے رہو-

حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ بیماری کی حالت میں اجر و ثواب نہیں لکھا جاتا کیونکہ اجر و ثواب عمل کی جزا ہوتا ہے جب بیمار ہونے کی وجہ سے عمل ہی نہیں کیا جاتا' اجر و ثواب کیسا؟ البتہ یہ بیماری اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے- بشرطیکہ مریض ان گناہوں سے توبہ کر لے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرے-

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخار مومن کے واسطے جہنم سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے۔''

حضرت ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے اپنے جلال وعزت کی قسم! میں جب اپنے کسی بندے پر مہربان ہوتا ہوں۔ اسے اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاتا (موت نہیں دیتا) جب تک اسے بیماری یا تنگ دستی (غربت) میں مبتلا کر کے گناہوں سے پاک نہیں کر دیتا اور پھر بھی کوئی گناہ رہ جائے تو اسے موت کی سختی دے کر گناہوں سے پاک کر دیتا ہوں اس طرح جب وہ میرے سامنے آتا ہے' گناہوں سے اس طرح پاک صاف ہوتا ہے جس طرح اس وقت پاک تھا' جب اس کی ماں نے اسے جنم دیا تھا اور جب میں کسی بندے کو آخرت میں عذاب دینا چاہتا ہوں اس کے لیے دنیا میں ہر طرح کا عیش وآرام بہم پہنچاتا ہوں' اسے جسمانی صحت اور روزی میں فراخی عطا کرتا ہوں اس طرح اس کے تمام نیک اعمال کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیتا ہوں اور پھر بھی کچھ باقی رہ جائے تو اس کی موت میں آسانی کر دیتا ہوں۔ یہاں تک جب وہ میرے پاس آتا ہے کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوتا۔''

حضرت ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ جب ایک مومن بندہ بیماری کی حالت میں موت کے قریب پہنچ جائے۔ گناہوں سے اس طرح پاک ہوتا ہے جس طرح اپنی پیدائش کے وقت تھا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ میرے اس بندے کے لیے ان سب نیک اعمال کا اجر وثواب لکھ دو جو وہ تندرستی کی حالت مین کیا کرتا تھا۔ پھر میں اس کی روح قبض کر لیتا ہوں اور جنت کے لیے اس کا راستہ صاف کر دیتا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص کسی مریض کی عیادت کو جاتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے قریب تر ہوتا رہتا ہے اور جب وہ مریض کے پاس بیٹھ کر اس کا حال پوچھتا ہے۔ اللہ کی رحمت پوری طرح اسے اپنے سایہ میں لے لیتی ہے۔''

حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے اسے سات سو دنوں کے نفلی روزوں کا ثواب ملتا ہے اور جو کسی مسلمان کے جنازہ میں شریک ہوتا ہے اسے بھی سات سو نفلی روزوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔

ایک شخص نے حضرت امّ درداء سے اپنے دل کی سختی کے بارے میں شکایت کی۔ حضرت امّ درداء نے کہا کہ یہ بہت بڑی بیماری ہے۔ لیکن تم مریضوں کی عیادت کیا کرو۔ جنازہ میں شریک ہوا کرو اور قبرستان جایا کرو۔ اس شخص نے ان باتوں پر عمل کیا۔ کچھ دن کے بعد اسے محسوس ہوا کہ دل کی سختی دور ہوئی اور نرمی کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ اس نے آ کر حضرت ام درداء کا شکریہ ادا کیا اور کہا اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

نفلی نماز کی فضیلت اور اس کے ثواب کا بیان

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نماز ادا کرنے والے کو تین نعمتیں حاصل ہوتی ہیں

۱- اسے زمین سے آسمان تک رحمت کے فرشتے اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں-

۲- آسمان سے اس پر رحمت کی بارش ہوتی ہے

۳- ایک فرشتہ اس کے متعلق اعلان کرتا ہے کہ اگر اس نمازی کو یہ علم ہو کہ وہ کسی سے ہم کلام ہے وہ کبھی اپنی نماز ختم نہ کرے-

حضرت عمر ابن خطاب روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مہم پر ایک سریہ (فوجی دستہ) بھیجا- وہ بہت سا مال غنیمت لے کر جلد ہی واپس لوٹ آیا- صحابہ نے تعجب کرتے ہوئے کہا ہم نے آج تک کوئی ایسا فوجی دستہ نہیں دیکھا جو اتنی جلدی اور اتنا مال غنیمت لے کر لوٹا ہو؟

آپ ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں بتائے دیتا ہوں جو ان سے بھی کم وقت میں زیادہ نفع کما لیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد ہی میں بیٹھے ہوئے اللہ کے ذکر میں مصروف رہتے ہیں اور سورج کی روشنی پوری طرح پھیل جانے کے بعد دو رکعت نفل نماز ادا کر کے اپنے گھر جاتے ہیں- یہ لوگ بہت تھوڑے وقت میں بہت زیادہ نفع کما لیتے ہیں''۔

حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

''انسان صبح جب بیدار ہوتا ہے تو اس کے جسم کے ہر جوڑ پر صدقہ واجب ہوتا ہے- پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا کسی کو اچھی بات بتا دینا بھی صدقہ ہے- کسی کو برے کام سے روک دینا بھی صدقہ ہے- اللہ کا ذکر کرتے رہنا بھی صدقہ ہے- حتیٰ کہ اپنی بیوی سے دل لگی کرنا بھی صدقہ ہے-

راوی (ابوذر ؓ) کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ایک آدمی اپنی خواہش (انسانی) پوری کرتا ہے کیا وہ بھی صدقہ شمار ہو گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: یہی شخص اگر حرام جگہ اپنی خواہش پوری کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا؟

صحابہ نے عرض کیا: ہاں ضرور ہوتا-

آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے چونکہ حلال جگہ اپنی خواہش پوری کی ہے لہٰذا یہ اس کی طرف سے صدقہ ہوا اور ان سب سے زیادہ نفع بخش چاشت کے دو نفل ہیں-''

صلوٰۃ التسبیح: حضرت ابورافع روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا: میں تمہیں ایک ایسا عمل بتائے دیتا ہوں جو بہت فائدہ مند ہے:

چار رکعت نماز کی نیت کر کے کھڑے ہو جاؤ- سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھنے کے بعد پندرہ مرتبہ ''سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر'' پڑھو- رکوع میں یہی کلمات دس مرتبہ رکوع سے اٹھ کر دس مرتبہ، سجدہ میں دس مرتبہ، دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھ کر دس مرتبہ پھر دوسرے سجدہ میں دس مرتبہ، چاروں رکعت اسی طرح پوری کریں ایک رکعت میں تسبیحات کی تعداد پچھتر ہوئی اور چار رکعتوں میں تسبیحات کی تعداد تین سو ہو جائے گی- یہ چار رکعت نماز (نفل) پڑھنے کے بعد تمہارے گناہ ایک ریگزار کے ریت کے ذرات کے برابر بھی ہوئے- اللہ معاف کر دے گا-''

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''روزانہ نہ پڑھ سکو تو ہر جمعہ کے روز پڑھ لیا کرو- یہ بھی نہ ہو سکے تو مہینہ میں ایک بار پڑھ لیا کرو اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ ضرور پڑھ لیا کرو-''

حضرت کعب احبار کہتے ہیں کہ دو رکعت نفل نماز کا ثواب ایک اونچی چوٹی والے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے اور فرض نمازوں کے ثواب کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ہے-

حضرت زید ابن خالد جہنی روایت کرتے ہیں کہ

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے گھروں میں بھی نماز (نفل) پڑھ لیا کرو- انہیں قبرستان نہ بناؤ-'' (قبرستان میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے) بعض صحابہ کرام سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: گھر میں نفل نماز ادا کرنا نور ہے اپنے گھر کو نفل نماز سے منور کرتے رہا کرو-''

حضرت ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو مغرب و عشاء کے درمیان بیس رکعت نفل ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اہل و عیال، دین دنیا اور آخرت کی حفاظت کرتا

ہے اور جو فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مسجد میں بیٹھا رہے اور سورج کی روشنی پوری طرح پھیلنے کے بعد دو رکعت نفل ادا کرے۔ اللہ قیامت کے روز اس کے اور دوزخ کے درمیان پردہ حائل کر دے گا۔

چاشت کی نماز: حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذرؓ سے کہا چچا مجھے کوئی اچھا عمل بتایئے۔ انہوں نے کہا میں نے یہی سوال جو تم نے مجھ سے کیا ہے رسول اللہ ﷺ سے کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص چاشت کے دو نفل ادا کرتا رہا اس کا شمار خدا سے غافل لوگوں میں نہیں ہوگا اور جس نے اس وقت چار رکعت نماز ادا کی وہ عابدوں میں لکھا جائے گا۔ جس نے اس وقت چھ رکعت ادا کر لیے اس روز اس سے کوئی گناہ نہ ہوگا۔ جس نے آٹھ رکعت ادا کر لیے وہ فرمانبرداروں میں لکھا جاتا ہے۔ جس نے بارہ رکعت ادا کر لیے اس کے واسطے جنت میں گھر بنا دیا جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"جنت کے ایک دروازے کا نام "ضحیٰ" ہے قیامت کے روز اعلان ہوگا چاشت کے وقت نفل نماز پابندی سے ادا کرنے والو! کہاں ہو یہ ہے تمہارا دروازہ اس میں سے ہو کر جنت میں چلے جاؤ۔"

حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ نماز ادا کرنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ پابندی سے مسلسل دروازہ کھٹکھٹایا جاتا رہے تو کسی نہ کسی وقت کھل ہی جاتا ہے۔

رات کی نماز (تہجد) دن کی نماز (نفل) سے اتنی افضل ہے جتنا صدقہ کا خاموشی سے چھپا کر دینا۔ اعلان کر کے اور لوگوں کو دکھا کر صدقہ دینے سے۔

حضرت انس ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زمین کا وہ ٹکڑا جس پر نماز ادا کی جاتی ہے یا وہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ وہ زمین کی آخری تہہ تک خوش ہوتا ہے اور اپنے اردگرد کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے اور جب کوئی انسان کسی ویران و چٹیل میدان میں نماز کی نیت کر کے کھڑا ہوتا ہے وہ زمین اس کے لیے آراستہ و مزین ہو جاتی ہے۔

حضرت خالد ابن معدان کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ رب تعالیٰ تین بندوں پر فخر کرتا ہے۔

۱- وہ شخص جو ویران جنگل میں تنہا اذان دیتا ہے، تکبیر کہتا ہے اور تنہا نماز شروع کر دیتا ہے۔ اللہ کہتا ہے کہ میرے اس بندے کو دیکھو اسے میرے سوا کوئی نہیں دیکھ رہا۔ ستر فرشتے اتریں اور اس کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز ادا کریں۔

۲- وہ شخص جو رات میں نماز شروع کرتا ہے۔ سجدہ کرتا ہے، اسے نیند آ جاتی ہے۔ اللہ کہتا ہے میرے اس بندے کو دیکھو اس کی روح میرے پاس ہے اور جسم سجدہ میں ہے۔

۳- اور وہ شخص جو میدان جہاد میں ثابت قدمی سے لڑا اور شہید ہو گیا۔ حضرت معافی ابن عمران کہتے ہیں کہ

مومن کی دنیاوی عزت لوگوں سے بے نیاز رہنے اور آخرت کے رتبہ کی بلندی رات کی نماز (تہجد) میں ہے۔

خشوع وخضوع (عاجزی ونیاز مندی)
کے بغیر نماز نامکمل رہتی ہے

حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں کہ نماز کی مثال ایک پیمانہ (ترازو) کی سی ہے جو پورا تولے گا پوری قیمت لے گا اور جو کم تولے اس کے واسطے سورہ "مطففین" میں اللہ کا فیصلہ موجود ہے "ویل للمطففین" (ہلاکت وبربادی ہے کم تولنے والوں کے لیے) اسی طرح نماز ہے جو اسے اچھی طرح پورے خشوع وخضوع سے ادا کرے گا پورا ثواب پائے گا اور جو اس میں کسی طرح کمی کرے گا نقصان اٹھائے گا۔

حضرت حذیفہ ابن یمان سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو اس طرح نماز ادا کرتے دیکھا کہ رکوع اور سجدہ پوری طرح تسلی سے ادا نہیں کر رہا تھا۔ فرمایا: اگر تو اسی طرح نماز ادا کرتے ہوئے مرگیا تیری موت مسلمان کی موت نہیں ہوگی۔

حضرت حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے چور کا پتہ بتادوں؟

صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ضرور بتایئے۔

فرمایا: "سب سے بڑا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔"

صحابہ نے عرض کیا: وہ اپنی نماز میں کس طرح چوری کرتا ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: وہ رکوع اور سجدے پوری طرح ادا نہیں کرتا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ جس کی نماز اسے نیک عملی نہیں سکھاتی اور برائیوں سے نہیں روکتی وہ اسے اللہ کے قریب لانے کی بجائے دور ہی کرتی رہتی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر

نماز قائم کرو بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ (سورہ عنکبوت)

حضرت حکم ابن عیینہ کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں اپنے دائیں بائیں دیکھتا ہے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

حضرت مسلم ابن یسار اپنے اہل خانہ کو فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نماز کی نیت باندھ لوں تب تم جتنی زور سے چاہے باتیں کرلیا کرو کیونکہ میں تمہاری باتیں نہیں سنتا۔

حضرت یعقوب قاری نماز میں تھے کہ ایک چور ان کے کندھوں سے ان کی چادر اتار کر لے گیا۔ لوگوں نے چادر کو پہچان کر چور سے کہا تو ایک نیک آدمی کی چادر چرا لایا ہے جا اسے واپس کردے۔ کیونکہ اس نیک آدمی نے بددعا کردی تو تیری خیر نہیں۔ چور نے واپس جا کر چادر ان کے کندھوں پر ڈال دی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب لوگوں نے حضرت یعقوب قاری کو یہ واقعہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں کہ چور کب میری چادر اتار کرلے گیا اور کب واپس کرگیا۔

حضرت رابعہ عدویہ ایک مرتبہ کھلی زمین پر نماز پڑھ رہی تھیں کہ سجدہ کرتے ہوئے ایک تنکا ان کی آنکھ میں گھس گیا مگر انہیں خبر تک نہ ہوئی۔

حضرت حسن ابن علی کے متعلق مشہور ہے کہ جب کہ وہ وضو کرنے لگتے۔ ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: اب مجھے ایک زبردست بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونا ہے اور جب مسجد میں داخل ہوتے تو سر اٹھا کر کہتے ہوئے داخل ہوتے۔ میرے معبود! تیرا بندہ دروازے پر آیا ہے اے احسان فرمانے والے! تو نے نیک لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ خطا کاروں میں مجرم کا قصور معاف کردیا کریں اب تو احسان کرنے والا اور میں خطار کار ہوں اے کریم! میری غلطیاں نیکوں میں بدل دے۔ ایک اور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں اپنی داڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: اگر اس کے دل میں خشوع (عاجزی وانکساری) ہوتا تو جسم کے دوسرے اعضا میں بھی خشوع ہوتا۔

حضرت علی ﷺ نماز کا وقت قریب آنے پر کانپنے لگتے تھے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ لوگوں نے ان سے اس حالت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اس امانت کی ادائیگی کا وقت ہوتا ہے جسے اللہ نے آسمانوں اور زمینوں کے حوالے کرنا چاہا مگر انہوں اس سے گھبرا کر لینے سے انکار کردیا اور انسان نے اسے اپنے ذمہ لے لیا۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ میں بحسن وخوبی اس امانت کی ادائیگی کررہا ہوں یا نہیں۔

اس طرح کا قول حضرت زین العابدین سے منقول ہے۔

حضرت سعید ابن جبیر روایت کرتے ہیں کہ میں، حضرت عکرمہ، میمون ابن مہران، ابو العالیہ وغیرہ حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے تھے کہ مسجد سے مؤذن نے اللہ اکبر کہا ابن عباس سن کر رونے لگے اور اتنا روئے کہ ان کی چادر کا پلو تر ہو گیا۔

ابو العالیہ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کی۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: اگر لوگوں کو اذان کا مفہوم معلوم ہو جائے۔ انہیں کبھی آرام و سکون سے نیند نہ آئے۔

ہم نے عرض کیا۔ ہمیں اذان کا مفہوم سمجھایئے۔

ابن عباس نے فرمایا: مؤذن جب ''اللہ اکبر'' کہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے: لوگو! اپنے کاموں سے فارغ ہو جاؤ اور اذان کا جواب دیتے ہوئے اس عمل خیر کی طرف چلو جس کی طرف مؤذن بلا رہا ہے۔ **اشھد ان لا الہ الا اللہ** کے معنی ہیں اے انسانو! میں تمہیں خدائے واحد کی طرف بلا رہا ہوں اور اے زمین و آسمان کی کل مخلوق تم گواہ رہنا اور قیامت کے روز گواہی دینا کہ میں نے لوگوں نماز کے لیے آنے کی دعوت دی تھی۔ ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' کا مطلب یہ ہے کہ موذن کہتا ہے کہ قیامت کے روز محمد رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام میرے حق میں یہ شہادت دیں گے کہ میں نے لوگوں کو روزانہ پانچ وقت نماز کے لیے بلایا تھا۔ ''حی علی الصلوٰۃ'' کا مطلب ہے کہ اللہ نے عبادت کا یہ طریقہ تمہارے واسطے مقرر کیا ہے اسے قائم رکھو۔ ''حی علی الفلاح'' کے معنی ہیں کہ آؤ اللہ کی رحمت میں سے اپنا حصہ لیتے جاؤ۔ ''اللہ اکبر'' کے معنی ہیں اب (اذان کے بعد) نماز ادا کرنے سے پہلے تمام کام ممنوع ہیں۔

''لا الہ الا اللہ'' کا مطلب ہے کہ وہ امانت جسے سات آسمان اور سات زمینوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تمہیں سونپی گئی ہے۔ اسے بہ حسن و خوبی انجام دینے کے لیے آگے بڑھو۔ نبی کریم ﷺ سے ایک روایت منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: دو آدمی نماز پڑھتے ہیں ان کے رکوع اور سجدے (بظاہر) ایک جیسے ہوتے ہیں مگر ان دونوں کی نمازوں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔'' یعنی ایک آدمی کی نماز جس میں خشوع و خضوع (عاجزی و نیاز مندی) ہو وہ کامل نماز ہوتی ہے۔ اور دوسرے شخص کی نماز جو اس سے خالی ہے وہ ناقص ہے۔

محراب: محراب حرب سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں جنگ کرنا محراب میں کھڑے ہو کر نمازی شیطان سے جنگ کر کے اسے دور بھگا دیتا ہے۔ تا کہ وہ نمازی کے دل کو دوسری دنیاوی باتوں میں مشغول نہ کر سکے۔

ایک مرتبہ حضرت عصام ابن یوسف نے حاتم زاہد سے پوچھا: کیا تم نے اپنی نماز میں حسن پیدا کر لیا ہے؟

حاتم زاہد نے جواب دیا: ہاں۔

عصام ابن یوسف نے پوچھا: کس طرح نماز پڑھتے ہو؟

حاتم زاہد نے جواب دیا: جب نماز کا وقت ہو جاتا ہے تسلی سے وضو کرتا ہوں۔ پھر مصلی پر کھڑا ہو جاتا ہوں۔ میرے جسم کا ہر جوڑ پر سکون ہوتا ہے۔ کعبہ میری پیشانی کے سامنے ہوتا ہے۔ مقام ابراہیم (خانہ کعبہ میں وہ جگہ جہاں کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم نے نماز ادا کی تھی) میرے سینہ کے برابر ہوتا ہے اور اللہ ہی میرے دل کی حالت کو بہتر طور پر جانتا ہے۔ میرے قدم پل صراط پر ہوتے ہیں۔ جنت میرے دائیں، دوزخ بائیں اور ملک الموت (موت کا فرشتہ) میرے پیچھے ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔

پھر اپنے دل کی گہرائیوں سے نہایت عاجزی کے ساتھ تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہتا ہوں الفاظ کی حسن ادائیگی کے ساتھ معانی پر غور و فکر کرتے ہوئے قرأت کرتا ہوں (یعنی سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتا ہوں) پھر نہایت عاجزی سے سر جھکاتا ہوا رکوع میں جاتا ہوں۔ پوری تسلی سے رکوع کرتا ہوں روتے گڑگڑاتے ہوئے سجدہ کرتا ہوں اسی طرح امید و خوف کی حالت میں تشہد پڑھتا ہوں۔ سنت طریقہ کے مطابق سلام پھیرتا ہوں دعا کرتا ہوں اور صبر کے ساتھ دعا کے قبول ہونے کا انتظار کرتا ہوں۔

حضرت عصام ابن یوسف نے پوچھا: حاتم! کیا واقعی تمہاری نماز ایسی ہوتی ہے؟ حضرت حاتم زاہد نے جواب دیا: ہاں میری نماز ایسی ہی ہوتی ہے۔

حضرت عصام ابن یوسف نے پوچھا: کب سے اس طرح نماز پڑھ رہے ہو؟

حضرت حاتم زاہد نے جواب دیا: تیس سال سے۔

یہ سن کر حضرت عصام ابن یوسف بے ساختہ روتے ہوئے کہا: میں تو آج تک ایسی نماز نہ پڑھ سکا۔

ایک مرتبہ حضرت حاتم زاہد ایک نماز جماعت سے ادا نہ کر سکے اس کا انہیں اس قدر افسوس ہوا کہ بعض احباب ان کے پاس تعزیت کرنے آئے۔ انہوں نے روتے ہوئے دوستوں سے کہا: اگر میری تمام اولاد بھی فوت ہو جاتی مجھے اتنا افسوس نہ ہوتا جتنا اس نماز با جماعت کے فوت ہونے پر ہوا ہے۔

ایک فلسفی کا قول ہے کہ نماز کی مثال ایک دعوت کی سی ہے جس میں انواع و اقسام اور مختلف رنگ اور مزے مزے کے کھانے ہوتے ہیں۔ نماز بھی اسی طرح دن میں پانچ مرتبہ اللہ کی طرف سے اللہ کی خلوص دل سے عبادت کرنے والوں کی دعوت ہوتی ہے کہ نماز میں بھی مختلف حرکات اور مختلف دعائیں ہوتی ہیں۔ نمازی کے ہر عمل پر ثواب ہوتا ہے اور گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ مثل مشہور ہے کہ نمازی بہت ہیں مگر حقیقت میں نماز ادا کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ اللہ نے نماز ادا کرنے والوں کی اس طرح تعریف کی ہے کہ

والمقیمی الصلوٰۃ

اور وہ نماز قائم کرنے والے (پابندی کرنے والے) ہیں۔

اور منافقوں کو صرف مصلّی کہا گیا ہے:

فویل للمصلین ٥ الذین ھم عن صلاتھم ساھون

ہلاکت و بربادی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں کو بھول جاتے ہیں۔

اور مومنوں کی تعریف میں "یقیمون الصلوٰۃ" کا لفظ استعمال ہو جس کا مطلب ہے وہ نماز وقت پر رکوع و سجود کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے پابندی سے ادا کرتے ہیں۔

ایک فلسفی کہتے ہیں کہ نمازی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک عام نمازی دوسرے خاص نمازی۔

خاص نمازی: بڑے اہتمام سے نماز کی تیاری کرتا ہے پورے یقین و اعتماد کے ساتھ نماز شروع کرتا ہے نہایت سکون و اطمینان سے رکوع و سجود کرتا ہے اور نماز سے فراغت کے بعد اس پر امید و بیم کی کیفیت طاری ہوتی ہے یعنی وہ سوچتا ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں میرا یہ عمل قبول ہوگا یا نہیں۔

عام نمازی: بے دلی سے مسجد میں آتا ہے نماز میں کھڑے ہوئے بھی اس پر غفلت طاری رہتی ہے۔ وہ جو کچھ نماز میں پڑھتا ہے اس کے معنے اور مطلب پر غور کیے بغیر پڑھتا ہے۔ نماز میں عام دنیاوی خیالات اسے گھیرے رہتے ہیں۔ اسی حالت میں وہ نماز کی گنی چنی رکعتیں

پوری کر کے پورے سکون و اطمینان سے مسجد سے نکل آتا ہے اور پھر اپنے دنیاوی دھندوں میں مصروف ہو جاتا ہے۔

ایک فلسفی کہتے ہیں کہ چار چیزیں چار جگہ چھپتی ہیں اور چار جگہ ظاہر ہوتی ہیں۔

۱- اللہ کی رضا (خوشنودی) اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں پوشیدہ ہے اور سخی لوگوں کی سخاوت میں ظاہر ہوتی ہے۔

۲- اللہ کی ناراضگی (غصہ) اللہ کی نافرمانی میں پوشیدہ ہے اور بخیل و کنجوس لوگوں کے عمل سے ظاہر ہوتی ہے۔

۳- خوش نصیبی و رزق کی فراخی نیک اعمال کی جزا ہوتی ہے اور نمازیوں کے گھروں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

۴- تنگ دستی و غربت بسا اوقات انسان کے اپنے اعمال کی سزا ہوتی ہے اور عموماً بے نمازیوں کے گھر میں ڈیرہ ڈالے رہتی ہے۔

ایک اور درویش کا قول ہے کہ

۱- جب لوگ کثرت سے عمل کرنے لگیں تم اپنے اعمال میں مزید حسن پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

۲- جب لوگ نوافل پر توجہ دینے لگیں تم اپنے فرائض پر پوری توجہ دو۔

۳- جب لوگ اپنے ظاہر کو سنوارنے لگیں تم اپنے باطن (دل) کو سنوارنے کی کوشش کرو۔

۴- لوگ دوسروں کے عیب ڈھونڈتے ہوں۔ تم اپنے عیبوں کی اصلاح شروع کرو۔

۵- لوگ دنیا کمانے لگیں تم آخرت کمانا شروع کرو۔

۶- لوگ دولت مندوں کو خوش کرنے لگیں۔ تم اللہ کو خوش کرنے کی کوشش کرو۔

قبول ہونے والی دعاؤں کا بیان

حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی عرب نے نبی کریم ﷺ سے گزارش کی مجھے قرآن کچھ زیادہ یاد نہیں کوئی ایسی دعا مجھے تعلیم فرمادیں جس سے یہ کمی پوری ہو جائے۔
آپ ﷺ نے اس سے فرمایا تو سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم '' پڑھا کر۔
اس دیہاتی نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ تو تمام تر اللہ کی تعریف ہے میرے اپنے لیے کیا ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا: اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وعافنی"
ترجمہ: اے اللہ میری مغفرت فرمادے مجھ پر رحم کر مجھے سیدھی راہ پر چلا مجھے روزی عطا کر مجھے معاف کردے۔
اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اس دیہاتی نے دونوں ہاتھوں میں بھلائی سمیٹ لی ہے۔ اگر یہ عمل کرتا رہا"
یعنی ہر مسلمان کے لیے قرآن کے اتنے حصہ کا یاد ہونا ضروری ہے۔ جو وہ نماز میں پڑھے اور نماز ادا ہو جائے۔ اس کے بعد یہ کلمات پڑھتا رہے گا تو اسے تلاوت قرآن کا ثواب مل جائے گا۔
حضرت عثمان ابن ابی العاص کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ میں سخت تکلیف میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تکلیف والی جگہ پر سات مرتبہ اپنا دایاں ہاتھ پھیرو اور یہ دعا پڑھو۔
اعوذ بعزۃ اللہ وقدرتہ من شر ما اجد واحاذر
اللہ کی عزت وقدرت کے ذریعہ پناہ چاہتا ہوں اس (بیماری) کے شر سے جو میں محسوس کر رہا ہوں اور جس سے میں بچنا چاہتا ہوں۔
راوی عثمان ؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق یہ دعا پڑھ کر سات مرتبہ تکلیف کی جگہ پر ہاتھ پھیرا اللہ نے میری تکلیف رفع کردی۔
حضرت عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ جو شخص ہر نماز کے بعد تین مرتبہ یہ دعا پڑھ

لیا کرے اللہ اسکے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔
استغفر اللہ العظیم الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ
پناہ چاہتا ہوں اس خدائے عظیم کی جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ زندہ ہے' قائم رکھنے والا ہے اور رجوع کرتا ہوں اسی کی طرف
اور یہ استغفار اس طرح ہو کہ اس میں دل کی ندامت اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ شامل ہو۔
حسن ابن علی کہتے ہیں' جو شخص یہ بیس آیتیں پڑھ لیا کرے میں ضمانت دیتا ہوں کہ اسے شیطان کی شرارت، کسی ظالم بادشاہ کا ظلم، کوئی عادی چور اور کوئی درندہ اسے کچھ تکلیف نہ پہنچا سکے گا۔ وہ آیتیں یہ ہیں۔
آیت الکرسی اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (سورہ بقرہ)
یہ تین آیتیں ان ربکم اللہ الذی خلق السموٰت والارض سے قریب من المحسنین تک (سورہ الاعراف)
شروع کی دس آیتیں (سورہ الصّٰفّٰت)
تین آیتیں یا معشر الانس والجن سے فلا تنتصرٰن تک (سورہ رحمٰن)
تین آیتیں ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو آخر تک (سورہ حشر)
حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ بنی سلیم کے ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میں آج رات بھر نہ سو سکا۔
آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: کیوں (کیا وجہ تھی)
اس شخص نے بتایا: مجھے بچھو نے ڈس لیا تھا۔
آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو شام کے وقت یہ دعا پڑھ لیتا تو اللہ کے حکم سے تجھے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔
اعوذ بکلمات اللہ التامات کلھا من شر ما خلق
میں اللہ کے تمام کلمات کے ذریعہ ہر مخلوق کے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔
حضرت معاذ ابن جبل ؓ بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں نماز جمعہ میں حاضر نہ ہو سکا بعد میں جب نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے مجھ سے اس غیر حاضری کی وجہ دریافت فرمائی۔

میں نے عرض کیا: حضور ﷺ! میرے ذمے فلاں یہودی کا قرض ہے۔ مجھے خدشہ تھا کہ اس وقت نکلا تو وہ مجھے روک لے گا اور میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں وہ دعاء بتائے دیتا ہوں جس سے تمہارا تمام قرض ادا ہو جائے گا' تم آل عمران کی آیت:

''**قل اللھم مالک الملک**.........

بغیر حساب تک (آیت: ۲۶۔۲۷) پڑھ کر یہ دعا پڑھا کرو:

یا رحمن الدنیا والآخرۃ ورحیمھما تعطی منھما من تشاء وتمنع منھما من تشاء فارحمنی رحمۃ تغنینی بھا عن رحمۃ من سواک

اے دنیا وآخرت کے سب سے بڑے بخشش کرنے والے اور ان دونوں کے سب سے بڑے مہربان! تو جسے چاہتا ہے ان دونوں کی برکتیں عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے مجھ پر اپنی وہ مہربانی فرما۔ جو مجھے تیرے سوا ہر ایک کی مہربانی سے بے نیاز کر دے۔

یہ دعاء اگر کوئی قیدی پڑھے۔ اللہ اسے قید سے رہائی دلا دے گا۔ حضرت ابوامامہ باہلیؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص صبح کے وقت یہ دعاء پڑھتا ہے اگر وہ اسی دن فوت ہو گیا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ اور اگر شام کے وقت پڑھا اور اسی رات اس کی موت ہو گئی اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ البتہ اصبحت کی بجائے شام کو پڑھتے وقت امسیت کا لفظ بدل لے دعاء یہ ہے۔

اللھم لک الحمد لا الہ الا انت ربی وانا عبدک: آمنت بک مخلصاً لک دینی اصبحت علی عھدک ووعدک مااستطعت واتوب الیک من سیئی عملی واستغفرک لذنوبی انہ لا یغفر الذنوب الا انت.

اے اللہ ہر طرح کی تعریف تیرے لئے۔ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تو میرا رب ہے میں تیرا بندہ ہوں میں خلوص دل سے تجھ پر ایمان لایا اور تیرا دین قبول کیا۔ میں نے اپنی ہمت کے مطابق تجھ سے کئے وعدے اور عہد کو نبھایا۔ میں اپنے برے اعمال سے توبہ کرتا ہوں اور تجھ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتا

ہوں۔ تیرے سوا کوئی نہیں جو میرے گناہ معاف کر دے۔

حضرت ابان ابن عثمان ؓ اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لیا کرے اسے شام تک کسی مصیبت کا سامنا نہ ہوگا۔ اور جو شام کے وقت (تین مرتبہ) یہ دعا پڑھ لے اسے صبح تک کوئی مصیبت پیش نہ آئے گی۔

بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شئی فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم.

اللہ کے نام سے جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان کی کوئی چیز (انسان کو) کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی وہ ہر بات کو سننے اور جاننے کی طاقت رکھتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر ؓ روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اپنی تنگدستی کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا ''طلوع فجر اور فجر کی نماز کے درمیانی وقت میں یہ دعاء سو مرتبہ پڑھا کر دنیا خود تیرے پاس چل کر آئے گی۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم استغفر اللہ

پاک ہے اور عظیم ہے اللہ کی ذات۔ میں اللہ سے بخشش کا طلب گار ہوں۔

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں: حضور ﷺ رات کو سونے سے پہلے سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کرتے تھے۔

ظالم کے ظلم سے بچنے کیلئے

حضرت ابوحجازؒ فرماتے ہیں۔ جو شخص کسی ظالم سے خوف زدہ ہو تو وہ یہ دعاء پڑھا کرے اللہ اسے ظالم کے ظلم سے بچالے گا۔

رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا و بالقرآن حکما و اماماً

میں خوش ہوں اللہ کو اپنا رب اسلام کو اپنا دین محمد کو اپنا نبی اور قرآن کو اپنا حاکم اور پیشوا بنا کر۔

بدخوابی سے بچنے کی دعا

حضرت خالد ؓ بن ولید نبی کریم ﷺ سے بدخوابی (نیند میں کوئی برا خواب دیکھ کر پریشان ہو جانے) کی شکایت کی...... آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دعاء پڑھ لیا کرو۔

اعوذ بکلمات الله التامة من غضبه وعقابه و شرعباده ومن همزات الشياطين واعوذ بک رب ان يحضرون.

میں اللہ کے جملہ کلمات کے ذریعہ اس کے غصے اور عذاب سے اس کی پناہ چاہتا ہوں اس کے بندوں کی شرارت اور شیطانوں کے اثرات سے اور اے پروردگار! میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ شیطان میرے قریب آئیں۔

نماز کا سلام پھیرنے کے بعد کی دعاء

نبی کریم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: نماز کے بعد ہمیشہ یہ دعاء پڑھا کرو:

اللهم اعنى على ذكرک وشكرک وحسن عبادتک

اے اللہ میری مدد فرما: کہ میں تیرا ذکر کرتا رہوں تیرا شکر بجالاؤں اور تیری عبادت حسن وخوبی کے ساتھ ادا کرتا ہوں۔

نیند سے بیدار ہونے کے بعد کی دعاء

حضرت حذیفہ ابن یمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نیند سے بیدار ہوتے وقت یہ دعاء پڑھا کرتے تھے۔

الحمدلله الذى احيانى بعد مااماتنى واليه النشور

ہر تعریف اللہ کے لئے جس نے مجھے موت کے بعد دوبارہ زندہ کردیا

گھوڑے وغیرہ پر سوار ہونے کی دعاء

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ گھوڑے وغیرہ پر سوار ہوتے وقت ہمیشہ یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

سبحن الذى سخرلناهذا وماكناله مقرنين وانا الى ربنا لمنقلبون

(سورہ الزخرف:۱۳)

پاک ہے اللہ کی ذات جس نے اس سواری کو ہمارے تابع کردیا۔ جبکہ ہم اسے کسی طرح اپنے تابع نہ کرسکتے تھے۔ اور ہم خود بھی اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

سفر پر روانگی کی دعاء

اور جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی سفر پر روانہ ہوتے، یہ دعاء پڑھا کرتے تھے:

اللهم انت الصاحب فى السفر والخليفه فى الاهل . اللهم اطولنا الارض .وهون ......علينا السفر اللهم اانعوذبک من وعثاء السفر و الحوربعد الكور . وكابة المنقلب وسوء المنظر فى الاهل والمال .والاولاد.

اے اللہ تو میرا ہم سفر ہے میری عدم موجودگی میں میرے گھر کا نگہبان ہے۔ اے اللہ! ہمارے واسطے مسافت سفر کو کم کردے۔ ہمارے سفر کو آسان کردے۔ اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ سفر کی پریشانیوں سے۔ خوش حالی کے بعد بدحالی سے۔ بری واپسی سے اور اپنے اہل وعیال اور مال واسباب میں پراگندہ حالی کا منظر دیکھنے سے۔

بیوی سے پہلی رات ملاقات کے وقت کی دعاء

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

بیوی سے اول شب ملاقات کرنے سے پہلے دو رکعت نفل ادا کیئے جائیں نماز و دعاء سے فراغت کے بعد بیوی کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعاء پڑھیں:

اللهم بارک لى فى اهلى و بارک لاهلى فى ورزقنى منهاو وارزقنى منها واجمع بيننا ماجمعت بخيرو فرق بيننا مافرقت بخير

اے اللہ میرے واسطے میری اہلیہ کو بابرکت ثابت کر اور اس کے لئے مجھے بابرکت بنادے۔ ہم دونوں کو ایک دوسرے کے لیے فائدہ مند بنادے تو جب تک ایک دوسرے کے ساتھ رکھے خیر کے ساتھ رکھ۔ اور تو اگر ہمیں ایک دوسرے سے الگ کرنا چاہے۔ تو وہ بھی ہمارے حق میں بہتر ہو۔

مصیبت سے نجات کے لئے دعاء

حضرت جعفر ابن محمدؒ کہتے ہیں: جس انسان کو کوئی مصیبت پیش آجائے وہ یہ دعاء پڑھے:

لا اله الاانت سبحانک انى كنت من الظالمين

(اے اللہ) تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو ہر عیب سے پاک ہے۔ میں گناہ گار ہوں

(سورہ الانبیاء۔۸۷)

دشمن سے خوف کے وقت کی دعاء

حسبی اللہ ونعم الوکیل

میری حفاظت کے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین نگراں ہے۔

فریب وجعلسازی سے بچنے کی دعاء

کسی شخص کی طرف سے دھوکہ دہی یا فریب کا اندیشہ ہو تو یہ دعاء پڑھی جائے۔

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد (سورہ غافر: ۴۴)

میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ کی نظر ہر بندے پر ہے۔

جنت کے حصول کے لئے دعاء

جنت کی طلب میں یہ دعا مفید ہے:

ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ (سورہ کھف. ۳۹)

جو اللہ نے چاہا (وہ ہوا) ہمیں وہاں تک پہنچنے کی طاقت بھی وہی دے گا۔

دنیا وآخرت میں کامیابی کی دعاء

ہر مسلمان کو پانچ وقتہ نماز کے بعد یہ دعاء کرنی چاہئے۔

ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار

(سورہ. بقرہ ۲۰۱)

اے پروردگار! ہمیں دنیا وآخرت میں کامیابی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کی آگ کے عذاب سے بچالے۔

ابدال کی دعاء

جو شخص ابدال کے منصب پر فائز ہوتا ہے وہ یہ دعاء کرتا ہے:

اللھم اصلح امۃ محمد ﷺ — اے اللہ! امت محمدؐ کے حالات کو سنوار دے۔

اللھم ارحم امۃ محمد ﷺ — اے اللہ! امت محمدؐ پر رحم کر۔

اللھم فرج عن امۃ محمد ﷺ — اے اللہ! امت محمدؐ کی مشکلات کو آسان فرما۔

اللھم اغفر لامۃ محمد ﷺ — اے اللہ! امت محمدؐ کی مغفرت فرما۔

ولجمیع من آمن بک — اور ان سب لوگوں کی بھی جو تجھ پر ایمان رکھتے ہیں۔

گفتگو میں نرمی کا بیان

سخت کلامی سے پرہیز

کچھ یہودی لوگ حضور ﷺ سے ملاقات کے لئے آئے۔ انہوں نے السلام علیکم کے بجائے السام علیکم کہا۔ حضور ﷺ نے جواب میں وعلیکم فرمایا۔ حضرت عائشہؓ اس وقت وہاں موجود تھیں انہوں نے علیکم السام (تم پر ہلاکت ہو) کہا۔ حضورؐ نے فرمایا: ”نرمی اختیار کرو اللہ نرمی کو پسند کرتا ہے“

حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ مہربان ہے مہربانی کو پسند کرتا ہے۔ نرم مزاج آدمی کو وہ دولت مل جاتی ہے۔ جو سخت مزاج کو نہیں ملتی“

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ جب کسی خاندان پر مہربان ہوتا ہے۔ اس خاندان کے افراد میں باہمی محبت اور مہربانی پیدا کر دیتا ہے۔ مہربانی کی اگر کوئی شکل ہوتی تو اس سے زیادہ خوبصورت کوئی نہ ہوتا۔ اسی طرح بداخلاقی (وتندخوئی) کی کوئی شکل ہوتی تو اس سے زیادہ بدصورت کوئی نہ ہوتا۔

سنت پر عمل

نسخۂ ہدایت

حضرت امام مالکؒ نے ایک روایت نقل کی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارے لئے دو بہت اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان پر عمل کرتے رہوگے (صحیح راہ پر رہوگے)

گمراہ نہ ہوسکوگے۔ وہ دو چیزیں ہیں: قرآن اور میری سنت'' (حدیث)

سنت طریقہ کے مطابق تھوڑا عمل بڑا اجر رکھتا ہے اور جس میں بدعت شامل ہو وہ ثواب کی بجائے عذاب کا باعث ہوتا ہے

حضرت حسن روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تھوڑا عمل جو سنت کے مطابق ہو۔ اس زیادہ عمل سے بہتر ہے جس میں بدعت شامل ہو...... ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم کی طرف لے جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں:

سنت کے مطابق آسان عمل۔ اس مشکل عمل سے بہتر ہے۔ جس میں کوئی بدعت شامل ہوگئی ہو۔

سنت کی اہمیت

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: کوئی قول عمل کے بغیر معتبر نہیں۔ کوئی قول وعمل نیت کے بغیر قابل اعتبار نہیں اور وہی قول وعمل اور نیت۔ معتبر ہے جو سنت کے مطابق ہو۔

شفاعت سے محروم

حضرت معقل ابن یسارؓ روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ظالم حاکم اور بدعتی عالم کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی''

سنت کے مطابق اللہ کا ذکر

حضرت ابی ابن کعبؓ کہتے ہیں: جو شخص اللہ کے رسول کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق اللہ کو یاد کرتا ہے۔ اور اللہ کے خوف سے اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں وہ جہنم سے بچ گیا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کہتے ہیں:

ایک وقت ایسا آئے گا جب بدعت پر سنت کی طرح عمل کیا جائے گا۔ اور اس پر ٹوکنے والے کو گمراہی کا طعنہ دیا جائے گا۔ ایک شخص نے پوچھا اے عبداللہؓ اس وقت کی کوئی نشانی بتادیں:

ابن مسعودؓ نے کہا: یہ اس وقت ہوگا جب لوگوں میں امانت داری ختم ہوجائیگی۔ دولت مندوں کی کثرت ہوگی۔

دین کو سمجھنے والے کم ہونگے۔ مگر بے سمجھے قرآن پڑھنے والے بہت ہونگے لوگ دین کے ذریعہ دنیا کمائینگے اور عام لوگ دین کی بجائے دنیا کے علوم میں مہارت حاصل کریں گے۔

حاکم گمراہ ہونگے جو اپنی قوم کو بھی گمراہ کریں گے۔

صراط مستقیم

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے میرے سامنے ایک سیدھی لائن کھینچی اور اسکے دونوں جانب کچھ چھوٹی چھوٹی لکیریں بنادیں سیدھی لائن کے بارے فرمایا یہ صراط مستقیم (سیدھا راستہ) ہے اور اس کے دونوں جانب جو چھوٹے چھوٹے راستے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پر ایک شیطان بیٹھا ہے۔ جو اپنی طرف بلاتا ہے اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وان هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه ولاتتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله ذالکم وصاکم به لعلکم تتقون. (سورہ انعام ۱۵۳)

یہ دین اسلام (میری طرف آنے والا) سیدھا راستہ ہے تم اسی پر کاربند رہو (چلتے رہو) ادھر ادھر کے راستوں پر نہ جاؤ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے اللہ نے تمہیں اسی پر چلتے رہنے کا حکم دیا۔ تاکہ تم غلط راہوں پر نہ جاؤ۔

اللہ کے خوف سے بہنے والا آنسو

حضرت انس ابن مالکؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''جو آنکھ خوف خدا میں آنسوؤں سے بھیگ گئی۔ اللہ اسے دوزخ میں نہیں جلائیگا۔ اگر وہ آنسو چہرے پر بہہ گئے۔ چہرہ ہر طرح کی ذلت ورسوائی سے محفوظ رہیگا۔ انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے۔ اس کے مطابق اسے ثواب مل جاتا ہے۔ مگر آنسو آگ کے سمندروں کو ٹھنڈا کرسکتا ہے۔ اگر کوئی خوف

خدا سے کسی محفل میں رو دیا۔ اللہ تعالیٰ اس ایک شخص کے رونے سے پوری محفل پر رحم فرمائیگا''۔

حضرت کعبؓ احبار کہتے ہیں: خوف خدا میں میرے چہرے کا آنسوؤں سے تر ہو جانا۔ مجھے اپنے وزن کے برابر سونا خیرات کر دینے سے زیادہ پسند ہے اور جس شخص کی آنکھ سے خوف خدا میں ایک قطرہ زمین پر گر گیا اسے دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔

حضرت عکرمہ ؓ حضرت ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ

جس بندے کی آنکھیں خوف خدا میں آنسوؤں سے تر ہو جائیں اس پر اللہ کا بڑا فضل ہے جب کسی بندے کی آنکھ سے کوئی آنسو بہتا ہے۔ فرشتے اپنا دل تھام کر رہ جاتے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ کو دو قطرے بہت پسند ہیں۔ ایک وہ آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف میں آنکھ سے بہہ جائے۔ دوسرا قطرہ خون جو راہ حق میں جہاد کرتے ہوئے میدان جہاد میں زمین پر گر جائے۔

آخرت کی فکر

نفس کا موازنہ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں اعمال ناموں کے تلنے سے پہلے اپنے نفس کے اعمال کا وزن کر لو اور حساب ہونے سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کر لو اور بڑی پیشی کے لیے تیار ہوتے رہو اور وہ قیامت کا دن ہوگا جس دن تمہیں پیش ہونا ہے کہ کوئی چھپنے والا چھپ نہیں سکے گا۔

آخرت میں کام آنے والے اعمال

حضرت ابوذرؓ حضور ﷺ سے یہ حدیث قدسی نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اے میرے بندو میں نے خود اپنے اوپر ظلم حرام کر لیا ہے اور تمہارے لیے بھی حرام کیا ہے۔ لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم مت کرو میرے بندو تم سب گمراہ ہو سوائے ان کے جن کو میں نے ہدایت دی سو تم مجھ سے ہدایت مانگو میں تم کو ہدایت عطا کرونگا میرے بندو تم سب بھوکے ہو سوائے ان کے جن کو میں کھلادوں سو تم مجھ سے کھانا (روزی) مانگو میں کھانا دوں گا میرے بندو تم سب ننگے ہو سوائے ان کے جن کو میں لباس پہنادوں تم مجھ سے لباس مانگو میں پہناؤں گا میرے بندو تم شب و روز خطاؤں میں لگے ہوئے ہو اور میں تمام گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں تم مجھ سے بخشش مانگو میں بخش دوں گا میرے بندو اگر تمہارے پہلے اور پچھلے انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ متقی شخص کے دل کی طرح پر ہو جائیں یعنی سبھی اس جیسے ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بھی اضافہ نہیں ہوگا میرے بندو اگر تمہارے اول و آخر جن اور انسان سب ایک بدترین شخص کے قلب جیسے یعنی اسی کی طرح پر ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بھی کمی نہیں آئے گی میرے بندو اگر تمہارے اول و آخر جن اور انسان سب مل کر ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور ہر ایک اپنی اپنی حاجتوں کا مجھ سے سوال کرے اور میں سبھی کو پورا کر دوں تو اس سے میرے خزانوں میں اتنی کمی بھی نہ ہو گی جتنی کہ سمندر میں ایک دفعہ سوئی ڈبو کر نکال لینے سے ہو سکتی ہے میرے بندو یہ سب تمہارے اعمال ہیں جنہیں میں تمہارے لیے بحفاظت رکھے جا رہا ہوں اور قیامت کے دن یہی تمہیں ٹھیک ٹھیک لوٹا دیئے جائیں گے اچھا انجام پانے والا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور ناکام شخص اپنے ہی نفس کو ملامت کرے۔

جنازہ کے ساتھ جانا

حضرت ابوسعید خدری ؓ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ بیماروں کی مزاج پرسی کیا کرو جنازوں کے ساتھ جایا کرو اس سے آخرت کا دھیان پیدا ہوتا ہے کسی دانا کا ذکر ہے کہ اس نے بعض لوگوں کو ایک جنازہ کے پیچھے جاتے دیکھا کہ وہ میت پر بڑا ترس کھا رہے تھے اور مہربانی کا اظہار کر رہے تھے یہ فرمانے لگے تم لوگ اگر اپنے اوپر ترس کھاؤ تو بہتر ہوگا کہ یہ شخص تو فوت ہوگیا اور تین آفتوں سے نجات پا چکا ہے۔ (۱) ملک الموت کا منظر (۲) موت کا تلخ ذائقہ (۳) خاتمہ کا خوف پھر فرمانے لگے کہ حضرت ابودرداءؓ نے ایک آدمی کو دیکھا جو ایک جنازہ کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھ رہا تھا کہ یہ کون ہے حضرت ابودرداءؓ نے جواب دیا کہ تو ہے (یعنی یہ تیرا جنازہ ہے) اور اگر برا مانتا ہے تو یہ ہی کہ میں ہوں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (الزمو: ۱. ۳)

کہ بیشک تجھے بھی موت آنے والی ہے اور یہ لوگ بھی بالیقین مرنے والے ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کا تأثر

حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو قبرستان میں کچھ کھاتے دیکھا تو فرمایا کہ یہ شخص منافق ہے موت کا منظر اس کی آنکھوں کے سامنے ہے اور پھر بھی کھانا سوجھتا ہے اور انہی کا یہ مقولہ بھی ہے کہ ان لوگوں پر سخت تعجب اور حیرت ہے جنہیں توشہ تیار کرنے کا حکم مل چکا ہے کوچ کا نقارہ بج چکا ہے اور قافلے کا اگلا حصہ چل بھی چکا ہے اور یہ ابھی بیٹھے کھیل رہے ہیں کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ کا کسی میت کو دیکھ کر یہ حال ہو جاتا تھا گویا وہ ابھی اپنی والدہ کو دفن کر کے آ رہے ہیں۔

ہر وقت بے خوف ہونا

حضرت ابراہیم تیمیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر وقت بے خوف اور مطمئن رہتا ہے کبھی بھی غم اور خوف محسوس نہیں کرتا خطرہ ہے کہ وہ اہل جنت میں سے نہ ہو کیونکہ اہل جنت کا تو یہ مقولہ قرآن میں آیا ہے۔

اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ (الطور: ۲۶)

کہ ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر میں یعنی دنیا میں بہت ڈرا کرتے تھے۔

حافظ قرآن کیسا ہونا چاہیئے

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ حافظ قرآن کو مناسب ہے کہ وہ اپنی رات کی قدر کرے جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں اور اپنے دن کا مقام پہچانے جب کہ لوگ اسے بلا روزہ کے گزار رہے ہوں اور اپنے غم کا دھیان رکھے جب کہ لوگ خوشیاں منا رہے ہوں اور یہ اپنے رونے کی فکر میں رہے جب کہ لوگ ہنس رہے ہوں یہ اپنی خاموشی کا خیال رکھے جب کہ لوگ باتوں میں لگ رہے ہوں یہ اپنی مسکنت پر قائم رہے خواہ لوگ تکبر کرتے ہوں اور صاحب قرآن کو بھی لائق ہے کہ وہ فکر مند بردبار مسکین طبع نرم خو بنے تند خو غفلت شعار بد دماغ اکھڑ مزاج نہ بنے۔

بہتر ساتھی

شقیق بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ کسی بندے کے لیے غم اور خوف سے بہتر کوئی ساتھی نہیں ہے گذشتہ زندگی گناہوں میں بسر ہونے کا غم ہو اور باقی زندگی میں یہ خوف و خطرہ لگا رہے کہ خدا جانے کیا حالات پیش آئیں اور کیا آفتیں نازل ہوں۔

ایک دانا کا قول

کسی دانا کا قول ہے کہ جو شخص تین چیزوں کے علاوہ کوئی اور فکر یا غم رکھتا ہے وہ نہ غم کو جانتا ہے نہ خوشی کو ایک تو ایمان کا فکر کہ نہ جانے عمر کا خاتمہ ایمان کے ساتھ ہوگا یا اس کے بغیر دوسرا احکام خداوندی کا فکر کہ ادا بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔ تیسرا حقوق والوں کا فکر کہاں سے نجات بھی مل جائے گی یا نہیں۔

اللہ کے خوف سے رونا

حضرت انس بن مالک ؓ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو آنکھ آنسوؤں سے بھر آئے اللہ تعالیٰ اس کا جلانا آگ پر حرام کر دیتے ہیں اور اگر وہ آنسو اس شخص کے چہرے پر بہہ پڑے تو اس چہرہ پر نہ سیاہی چھائے گی نہ ذلت کے آثار پیدا ہوں گے اور ہر نیکی کا ثواب مقرر ہے سوائے آنسو بہانے کے کہ وہ آگ کے سمندروں کو ختم کرتا ہے اگر کسی جماعت کا ایک فرد بھی اللہ تعالیٰ کے خوف سے روتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بدولت پوری جماعت پر رحمت فرماتے ہیں۔ حضرت کعب احبار ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے آنسو بہانا مجھے اپنے

وزن کے برابر سونا صدقہ کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی خوف سے روتا ہے حتی کہ اس کے آنسو زمین پر گرتے ہیں اس کو آگ نہیں چھوئے گی حتی کہ زمین پر برسنے والا قطرہ آسمان کی طرف واپس ہو جائے اور ظاہر ہے کہ ایسا ہونے کا نہیں لہٰذا اس رونے والے کو بھی کبھی آگ مس نہیں کرے گی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کی آنکھ سے مکھی یا اس کے سر کے برابر آنسو نکل آیا آگ اسے کبھی نہیں چھوئے گی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آنکھوں سے آنسوؤں کا جاری ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ادھر آدمی کی آنکھ سے آنسو نکلتا ہے ادھر فرشتہ اس کے قلب کو صاف کر دیتا ہے۔ حضرت حسن بصریؒ یہ حدیث پاک نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دو قطروں میں سے بڑھ کر کوئی محبوب نہیں ایک تورات کی تاریکی میں آنسوؤں کا قطرہ دوسرا اللہ کی راہ میں خون کا قطرہ۔ زیاد نمیریؒ بعض کتب سے یہ کلام قدسی نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ بھی میرے خوف سے روتا ہے میں اسے اپنے عذاب سے پناہ دیتا ہوں اور جنت میں اس کے عوض اسے ہنسی عطا کروں گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ایک رات نماز میں مشغول تھے کہ قراءت میں یہ آیت آگئی۔

اذالاغلال فی اعنا قهم والسلاسل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون. (غافر: ۷۱)

جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیروں سے ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے پانی میں لے جائیں گے پھر یہ آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔

بس پھر کیا تھا تمام رات اسی آیت کو بار بار پڑھتے رہے اور روتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی۔

حضرت تمیم داریؓ کا ذکر ہے کہ ایک دفعہ وہ بھی تمام رات صرف ایک ہی آیت کو بار بار دہراتے رہے اور روتے رہے حتی کہ صبح ہوگئی وہ آیت یہ ہے۔

ام حسب الذین اجترحوا السیآت ان نجعلهم کالذین امنوا وعملوا الصالحات (الجاثیہ: ۲۱)

یہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنھوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم
(المائدۃ: ۱۱۸)

اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرمائیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔

اور صبح تک اسی کو بار بار پڑھتے رہے اور روتے رہے۔

روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اس قدر روتے تھے کہ پانی پینے لگتے تو آدھے حصہ کے بقدر اس میں آنسو ہوتے تھے۔

بہز بن حکیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت زرارہ بن ابی اوفیٰؓ نے ہمیں نماز پڑھانی شروع کی اور آیت

فاذا نقر فی الناقور (المدثر: ۸)

پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا۔

کی تلاوت کی بس وہیں ختم ہو گئے اور ہم نے وہاں سے ان کی میت ہی اٹھائی۔

ایک مسلمان اپنے شب و روز کیسے گذارے

حضرت مجاہد حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا: مجاہد! صبح ہو جائے تو شام کی فکر نہ رکھو۔ اور شام ہو جائے۔ تو صبح کی فکر مت کرو۔ کوئی بیماری آنے سے پہلے اپنی صحت سے فائدہ اٹھالو۔ نہ معلوم کل تمہارا نام زندہ لوگوں میں لکھا ہو یا مردوں میں۔

ایک بزرگ کا قول ہے: ہر انسان (خصوصاً مسلمان) صبح جب بستر سے اٹھے ان چار باتوں کا ارادہ کرلے۔

(۱) سب سے پہلے اللہ کی طرف سے عائد شدہ فرض کو ادا کرے گا۔

(۲) ان باتوں سے پرہیز کرے گا جن سے اللہ نے روکا ہے۔

(۳) کسی سے کوئی لین دین کا معاملہ ہے۔ اسے انصاف کے ساتھ حل کرے گا۔

(۴) جس سے کوئی دشمنی ہے۔ اسے جائز طریقے سے ختم کردے گا۔

جس نے اپنے دن کی اس طرح ابتدا کی، امید ہے وہ دنیا و آخرت میں نیک لوگوں میں شمار ہوگا۔

توکل اور خوف خدا

ایک مسلمان فلسفی کا کہنا ہے: مسلمان صبح جب بیدار ہو اسے دو چیزوں کا خیال رکھنا چاہئے: سکون و آرام میں اس حالت میں ہے کہ وہ اس نیت کے ساتھ محنت و کوشش شروع کرے کہ جو رزق اللہ کی طرف سے مقرر ہے وہ اسے ضرور ملے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ نے جو فرض اس کے ذمہ لگایا ہے۔ اسے ضرور ادا کرے۔ جس انسان نے ان باتوں پر عمل کرلیا۔ اسے دو چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ ایک قناعت (تھوڑے پر صبر) دوسری چیز یہ کہ اسے اللہ کی عبادت میں لطف آنے لگتا ہے۔

درویش کی زندگی

حضرت سفیان ثوریؒ نے اپنے والد کے واسطے سے حضرت سعید ابن مسروقؒ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں: وہ انسان اس دنیا میں بے خوف زندگی کیسے گزار سکتا ہے جسے ہر وقت

(زندگی میں) گھر کے تبدیل ہو جانے (موت) کی فکر لگی رہتی ہو اور اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ زندگی کا سفر ختم ہونے اور موت کے بعد کونسا گھر اسے ملیگا۔ وہ گھر جنت ہوگا یا دوزخ۔

محتاج کی ضرورت پوری کردو

ابن سیرینؒ نے ایک شخص سے پوچھا: کیا حال ہے؟ اس شخص نے جواب دیا: ایسے آدمی کا کیا حال پوچھتے ہو۔ جس پر پانچ سو درہم (عرب کا پرانا سکہ) قرض ہو، اور گھر میں بچے بھوکے بیٹھے ہوں۔

حضرت ابن سیرینؒ نے اسے ایک ہزار درہم دے کر کہا: جو پانچ سو درہم قرض ہیں وہ ادا کردو۔ اور باقی پانچ سو سے اپنے گھر کا خرچہ چلاؤ۔

حضرت ابراہیم ابن ادھمؒ کی نصیحت

حضرت ابراہیم ابن ادھمؒ کہتے ہیں انسان کو صبح بیدار ہوتے ہی چار چیزوں پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

(۱) بیدار ہوتے ہی وہ کہے: شکر ہے اللہ کا اس نے میرے دل کو ہدایت کا نور بخشا۔ مجھے اہل ایمان میں شامل کیا اور گمراہی سے بچایا۔

(۲) شکر ہے اللہ کا اس نے مجھے محمد ﷺ کی امت میں پیدا کیا۔

(۳) شکر ہے اللہ کا اس نے میرا رزق اپنے ہاتھ میں رکھا اور مجھے کسی انسان کا محتاج نہ بنایا۔

(۴) شکر ہے اللہ کا اس نے میرے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے حضرت شقیق ابن ابراہیمؒ کہتے ہیں: جو شخص دو سو سال زندہ رہا اور یہ چار باتیں اسے معلوم نہ ہوئیں۔ وہ جہنمی ہے۔

(۱) خدا شناسی: یہ ہے کہ انسان یہ سمجھ جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے ہر ظاہر و باطن سے واقف ہے۔ وہ مجھے جو دینا چاہے گا کوئی دوسرا اسے روک نہ سکے گا۔ اور جو چیز اللہ مجھے نہ دینا چاہے۔ کوئی مجھے نہ دے سکے گا۔

(۲) نیک عمل: انسان کو یہ معلوم ہو کہ اللہ وہی عمل قبول کرتا ہے جو نیک نیت سے صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے کیا جائے۔

(۳) اپنے نفس کی پہچان: انسان کو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے وہ کمزور ہے اللہ کی بنائی ہوئی

تقدیر کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

(۴) انسان کا سب سے بڑا دشمن: اس کی بدعملی ہے۔ انسان کو چاہیے وہ نیک عمل کرتا رہے تا کہ بدعملی کا زور ٹوٹ جائے۔

انسان پر صبح نیند سے بیدار ہونے پر دس چیزیں فرض ہو جاتی ہیں:

(۱) بیدار ہوتے ہی اللہ کو یاد کرے۔ قرآن میں ارشاد ہوا ہے:

سبح بحمد ربک حین تقوم

اٹھتے ہی اللہ کی تسبیح اور حمد کا ورد کیا کر۔

(۲) ستر عورت اور لباس پہننا: ارشاد ہوتا ہے:

یابنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد (اعراف. ۳۱)

اے انسان نماز کے وقت اور مسجد میں حاضری کے وقت پورا لباس پہنا کرو۔

(۳) نماز کیلئے پوری تسلی سے وضو کرنا: قرآن میں حکم دیا گیا ہے:

یاایھا اللذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرفق وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین (سورہ مائدہ: ۶)

اے مسلمانو! جب نماز کا ارادہ کرو۔ اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھویا کرو اپنے سر کا مسح کرو اور دونوں پیر ٹخنوں سمیت دھولو۔

(۴) نماز وقت پر اور پابندی کے ساتھ پڑھنا قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا . (سورہ نساء ۱۰۳)

بے شک نماز مسلمانوں پر پابندی وقت کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔

(۵) اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے جائز ذرائع سے اپنی روزی تلاش کرے۔ رزق دینا اللہ کی ذمہ داری ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"ومامن دآبۃ فی الارض الاعلی اللہ رزقھا" (سورہ ھود......۶)

زمین پر چلنے والے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔

(۶) اللہ کے عطا کردہ مال و دولت پر قناعت و صبر کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوٰۃ الدنیا" (سورۃ زخرف . ۳۲)

ہم نے دنیاوی زندگی میں انسانوں کے معاشی ذریعوں کو ان میں بانٹ دیا ہے۔

(۷) اللہ پر توکل (اعتماد) رکھنا: حکم ہوا ہے۔

"علی اللہ تو کلوا ان کنتم مؤمنین" اگر مسلمان ہو تو اللہ پر کامل اعتماد رکھو۔

(۸) اللہ کے حکم اور فیصلوں کو تسلیم کرنا: ارشاد ہوا ہے۔

"فاصبر لحکم ربک" (سورہ طور . ۴۸) اللہ کے فیصلے کو تسلیم کر۔

(۹) اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا: قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

"واشکروا نعمۃ اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون. (سورہ نحل، ۱۱۴)

اگر اللہ کے بندے ہو، تو اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

اور شکر کا سب سے بہتر طریقہ پابندی سے وقت پر نماز ادا کرنا ہے۔

(۱۰) حلال رزق کھانا۔ حکم خداوندی ہے:

"کلوا من طیبٰت مارزقناکم" (سورہ طٰہٰ۔۸۱)

'ہم نے تمہیں جو حلال چیزیں عطا کی ہیں وہ کھاؤ"۔

غور و فکر

حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''انسان کو ہمہ وقت ان آیات پر غوروفکر کرتے رہنا چاہئے جو ان آیات پر غور نہیں کرتا وہ بہت بدنصیب ہے۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف الیل والنهار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس وما انزل الله من السماء من ماء فاحیا به الارض بعد موتها وبث فیها من کل دآبة وتصریف الریاح و السحاب المسخر بین السماء والارض . لأیات لقوم یعقلون.

ومن الناس من یتخذ دون الله اندادیحبونهم کحب الله والذین امنوا اشد حب لله . ولو یر الذین ظلموا اذ یرون العذاب ان القوة لله جمیعا وان الله شدید العذاب اذتبرأ الذین اتبعوامن الذین اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت بهم الاسباب.

وقال الذین اتبعوا لو ان لناکرة فنتبرأمنهم کما تبرأو امنا کذالک یریهم الله اعمالهم حسرات علیهم وماهم بخارجین من النار .

(سورہ بقرہ ۱۶۴ تا ۱۶۶)

بے شک آسمان وزمین کی پیدائش رات اور دن کے آگے پیچھے آنے ان کشتیوں (سمندری جہازوں) میں جو انسانوں کی نفع بخش چیزیں سمندر میں ادھر سے ادھر آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور اللہ کے آسمان سے پانی برسا کر مردہ زمین (بنجر زمین) کو سرسبز کردینے اور زمین کے اندر جانداروں کے پھیلا دینے، ہواؤں کے چلانے اور آسمان وزمین کے درمیان بادلوں کو ٹھہرادینے میں عقلمند لوگوں کیلئے بڑی نشانیاں ہیں۔

بعض ایسے انسان بھی ہیں۔ جو اللہ کے علاوہ دوسری چیزوں کو معبود بنا لیتے ہیں۔ اور ان سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جیسے اللہ سے محبت کرنی چاہئے اور اہل ایمان (مسلمان) تو صرف اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ اگر یہ اللہ کے علاوہ دوسری

چیزوں کو معبود بنا لینے والے۔ اس وقت کا تصور کریں۔ جب دوزخ کا عذاب ان کے سامنے ہوگا اور ہر طرح کا اختیار وقوت صرف اللہ کے پاس ہوگی۔ وہ لوگ جن کی باتوں پر عام لوگ چلتے تھے اس وقت اپنے ماننے والوں سے الگ ہو جائیں گے اور ان کا آپس کا ہر تعلق ٹوٹ جائے گا۔

وہ لوگ جو اللہ کے علاوہ دوسروں کی باتوں پر چلا کرتے تھے کہیں گے: کاش ہمیں دوبارہ زندگی مل جائے۔ تو ہم بھی ان کو اسی طرح چھوڑ دیں گے جس طرح انہوں نے (آج) ہمیں چھوڑ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال اسی طرح حسرت و افسوس کی شکل میں دکھائے گا۔ اور وہ جہنم کی آگ سے کسی طرح باہر نہ آسکیں گے۔

حضرت عمرو ابن مرہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
مخلوق کے بارے میں غوروفکر کرو۔ خالق کی ذات کے متعلق غوروفکر مت کرو۔

شیطان کے وسوسے اور انسان کا جواب

حضرت عروہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
ایک شخص کے دل میں شیطان وسوسہ ڈالتا ہے اور سوال کرتا ہے آسمان کو کس نے پیدا کیا
وہ شخص جواب دیتا ہے: اللہ نے
شیطان دوسرا سوال کرتا ہے: زمین کو کس نے پیدا کیا؟
وہ شخص جواب دیتا ہے: اللہ نے
شیطان تیسرا سوال کرتا ہے: اللہ کو کس نے پیدا کیا؟
آپ ﷺ نے فرمایا: جب انسان ایسی بات محسوس کرے، اسوقت وہ کہے ''آمنت باللہ ورسولہ'' میں اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر یقین رکھتا ہوں۔
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''ایک گھڑی کا غوروفکر سال بھر کی (نفلی) عبادت سے بہتر ہے۔
انسان کو ان پانچ چیزوں پر غوروفکر کرنا چاہئے۔

(۱) اللہ کی آیات وعلامات پر غور کرنا

اللہ کی آیات وعلامات پر غور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان سوچے زمین وآسمان کو اللہ نے پیدا کیا۔ وہ روزانہ سورج کو مشرق سے نکالتا اور مغرب میں غروب کردیتا ہے۔ دن اور رات

ہیں کہ مسلسل ایک دوسرے کے پیچھے آرہے ہیں اور جارہے ہیں۔اور انسان اپنی ذات کے بارے میں سوچے میرے جسم میں کتنے اعضاء ہیں، ہر ایک کا اپنا اپنا ایک مخصوص کام ہے۔مثلاً دل و دماغ سوچتے ہیں۔کان سنتے ہیں، آنکھ دیکھتی ہے، زبان بولتی ہے۔پاؤں چلتے ہیں۔ہاتھ انسان کی ضرورت کی چیز پکڑتے اور حاصل کرتے ہیں وغیرہ اس طرح سوچنے سے انسان کے اندر معرفت الٰہی پیدا ہوتی ہے اور اللہ پر اس کا یقین واعتماد بڑھ جاتا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وفی الارض آیات للموقنین وفی انفسکم افلاتبصرون

(سورہ ذاریات . ۲۱)

اللہ پر یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (اس کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں اور اے انسانو! خود تمہاری ذات کے اندر (اس کی) بہت سی نشانیاں ہیں تم دیکھتے کیوں نہیں؟

(۲) اللہ کی نعمتوں پر غور وفکر کرنا:

نعمتوں پر غور وفکر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان ان نعمتوں کے بارے میں سوچے جو اللہ نے اسے عطا کی ہوئی ہیں۔مثلاً جسمانی صحت پیروں میں چلنے کی طاقت۔ہاتھوں میں پکڑنے کی قوت۔زبان میں بولنے کی صلاحیت۔کانوں میں سننے کی قوت اور دماغ میں سوچنے کی صلاحیت۔وغیرہ اس طرح بے شمار نعمتیں اللہ نے انسان کو عطا کی ہوئی ہیں۔جنہیں وہ شمار نہیں کرسکتا۔قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها. (سورہ ابراھیم ۳۴)

تم اگر اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو۔تو شمار نہ کرسکوگے۔

(۳) اللہ کی عبادت پر جو ثواب ملیگا اس پر غور کرنا

ثواب پر غور کرنے کا مطلب یہ ہے: اللہ نے اپنے نیک بندوں کے واسطے جنت میں کیا کیا نعمتیں تیار کر رکھی ہیں۔انسان جب اس پر غور کرے گا انسان کی طبیعت اللہ کی عبادت کی طرف راغب ہوگی اور ہر بات میں اللہ کی رضا کو پیش نظر رکھے گا۔

(۴) اللہ کی نافرمانی پر اس کے عذاب کے بارے میں غور وفکر کرنا۔

عذاب کے بارے میں اس طرح سوچے کہ اللہ نے اپنے حکم کی نافرمانی کرنے والوں کے لئے دوزخ میں کیسی سخت سزائیں تیار کر رکھی ہیں اس سے انسان کے دل میں خوف خدا پیدا

ہوگا اور خدا کے قہر سے بچ جائے گا۔

(۵) اللہ کے احسانات اور بندے کی نافرمانیاں

اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان سوچے کہ اللہ نے میرے کتنے گناہوں اور عیبوں کو چھپایا ہوا ہے اور اس نے ان کی وجہ سے مجھ پر کوئی مصیبت یا عذاب نازل نہیں کیا۔اور کہتا ہے: بندے! توبہ کرلے میں تیرے گناہ معاف کردوں گا۔

ان پانچ باتوں پر جو شخص غور کرلے گا وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

"تفکر ساعة خير من عبادة سنة"

انسان کا اپنی ذات کے بارے میں غور وفکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

ایک فلسفی کا قول ہے: انسان تین چیزوں کے بارے میں سوچ سوچ کر اپنا وقت ضائع نہ کرے۔

(۱) فقر (محتاجی): فقر کے بارے میں جتنا سوچوگے تمہارا غم بڑھتا جائے گا۔اور غم انسان کے اندر طمع اور حرص پیدا کردیتا ہے۔

(۲) ظلم: اگر انسان پر کسی نے ظلم کیا ہے۔اس کا معاملہ اللہ کے حوالے کرکے ظلم کے بارے میں سوچنا بند کردے۔کیونکہ جو انسان ظلم کے بارے میں سوچتا ہے۔اس کا دل سخت ہو جاتا ہے۔کینہ و دشمنی بڑھ جاتی ہے۔اور انسان پر وقت غصہ چھایا رہتا ہے۔

(۳) طول عمر: انسان یہ نہ سوچے کہ میں دنیا میں زیادہ مدت تک رہوں۔اس سے طبیعت میں دولت جمع کرنے کی حرص پیدا ہوتی ہے۔پھر دولت جمع کرنے کی دوڑ دھوپ میں ساری زندگی خدا سے غفلت میں ضائع کردیتا ہے کوئی عمل نہیں کرپاتا۔اور گناہوں سے توبہ کرنا بھی نصیب نہیں ہوتا۔

اقوال زریں

(۱) نیت کے بغیر عبادت بے کار ہے۔
(۲) عاجزی وانکساری کے بغیر ہر عمل بے کار ہے۔
(۳) ضرورت سے زیادہ دنیا کمانا دینداری کے خلاف ہے۔

ابدال کی نشانیاں

(۱) اس کا دل حسد سے پاک ہوتا ہے۔
(۲) طبیعت میں سخاوت ہوتی ہے
(۳) بات کا سچا ہوتا ہے۔
(۴) مزاج میں نرمی ہوتی ہے۔
(۵) مصیبت پر صبر کرتا ہے
(۶) تنہائی میں اللہ کے سامنے روتا اور گڑگڑاتا ہے۔
(۷) لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا ہے۔
(۸) مسلمانوں کے حق میں رحم دل ہوتا ہے۔
(۹) موت کے بارے میں غور وفکر کرتا رہتا ہے۔
(۱۰) عام حالات سے عبرت حاصل کرتا ہے۔

حضرت مکحول شامیؒ کہتے ہیں:

انسان کو چاہیے کہ رات بستر پر لیٹتے وقت یہ غور کر لیا کرے کہ آج دن بھر میں اس نے کیا کیا ہے۔

اگر کچھ اچھے کام کیے ہوں۔ اللہ کا شکر ادا کرے۔ اور اگر کوئی گناہ ہو گیا ہے۔ اس سے توبہ کرے اور اللہ سے معافی کی دعا کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ اس کی مثال اس تاجر کی سی ہے جو تجارت میں لگی دولت کو بے حساب خرچ کرتا رہتا ہے۔ ساری دولت خرچ کر بیٹھتا ہے۔ اور قلاش ہو کر رہ جاتا ہے۔

خوش نصیب انسان

ایک فلسفی کا قول ہے: وہ انسان خوش نصیب ہے۔ جس کے اندر یہ باتیں پیدا ہو جائیں:

(۱) ذہن فضول خیالات سے پاک ہو
(۲) پیٹ حرام غذا سے پاک ہو۔
(۳) ضرورت سے زیادہ دولت کی فکر نہ ہو۔
(۴) نیک اعمال کا شوق ہو کیونکہ اللہ نیک اعمال ہی کو قبول کرتا ہے۔

باب قرب قیامت

قرب قیامت کی نشانیاں

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: قیامت کب آئے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کا صحیح وقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ البتہ اس کی کچھ نشانیاں یہ ہیں:

(۱) بڑے بڑے بازار ہوں گے مگر ہر تاجر کساد بازاری (مندہ) کی شکایت کرے گا۔
(۲) بارشیں ہوں گی مگر پیداوار کم ہوگی۔
(۳) سود خوری کو گناہ نہ سمجھا جائے گا۔
(۴) اولاد نافرمان ہوگی۔
(۵) دولت کی زیادہ عزت ہوگی۔
(۶) دولت کی زیادہ عزت ہوگی۔
(۷) بدعمل لوگ مسجدوں کے منتظم ہوں گے۔
(۸) برے لوگوں کا بول بالا ہوگا اور نیک لوگوں کی بات کوئی نہ سنے گا۔

جس روز ایمان لانا بے فائدہ ہوگا

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قیامت سے پہلے سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس روز سب لوگ اللہ پر ایمان لے آئیں گے۔ مگر ان کا ایمان لانا بے فائدہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ویومئذ لاینفع نفسا ایمانھالم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیرا.

اس روز کسی شخص کا ایمان لانا اس کے واسطے فائدہ مند نہ ہوگا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو بحالت ایمان اس نے نیک عمل نہ کیے ہوں۔

حضرت عیسیٰؑ کا نزول

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا:

''تمام نبی آپس میں ان بھائیوں کی طرح ہیں جن کی مائیں مختلف ہیں۔ مگر باپ ایک ہے۔ اور ان کا دین بھی ایک ہے میں عیسیٰ ابن مریم سے زیادہ قریب ہوں۔ میرے اور ان کے درمیان کوئی دوسرا نبی نہیں ہے۔ وہ میری امت میں میرے خلیفہ ہوں گے (یعنی شریعت محمدی کی پیروی کریں گے۔ ان کی اپنی شریعت نہ ہوگی) وہ آسمان سے اتریں گے خنزیر کو قتل کر دیں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے جزیہ ختم کر دیں گے (کیونکہ ان کے زمانہ میں کوئی کافر نہ ہوگا) کفر و اسلام کی جنگ ختم ہو جائے گی۔ ہر طرف عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگا۔ کوئی کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ حتیٰ کہ شیر اونٹ کے ساتھ چیتہ گائے کے ساتھ اور بھیڑیا بکری کے ساتھ جنگل میں گھاس چرتے ہوں گے۔ اور انسانوں کے بچے سانپ سے کھیلتے ہوں گے''۔

حضرت عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

جب عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے دجال کا جسم ان کے خوف سے اس طرح پگھلنے لگے گا جیسے گرمی سے چربی پگھلتی ہے۔ آخر وہ اسے قتل کر دیں گے۔ یہودی حضرت عیسیٰ کو دیکھ کر بھاگیں گے۔ مگر چن چن کر قتل کر دیئے جائیں گے۔ حتیٰ کہ کوئی یہودی کسی پتھر کے پیچھے چھپا ہوگا تو پتھر پکارے گا دیکھو ایک یہودی یہاں چھپا ہوا ہے اسے قتل کر دو۔

حضرت حسن بصریؒ بیان کرتے ہیں۔ مجھ تک نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے خوفناک تاریک راتوں کی طرح فتنے اٹھیں گے۔ لوگوں کے دل مردہ ہو جائیں گے۔ یقین و ایمان کمزور ہوں گے ایک شخص جو صبح مسلمان تھا شام کو کافر ہو جائے گا۔ جو شام کو مسلمان تھا صبح کا فر بیدار ہوگا۔ لوگ دنیا کے لئے دین کو بیچ دیں گے'' (جیسے کہ آج دینیات میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں لینے والے کر رہے ہیں)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا

''نیک عمل کر لو اس سے پہلے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو، دجال ظاہر ہو آسمان دھواں ہو جائے۔ دابۃ الارض پیدا ہو تمہیں موت کا وقت آ گھیرے۔ اور قیامت کے آثار پیدا ہوں''۔

حضرت ابوذر غفاری کی روایات

حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں: ایک مرتبہ میں مسجد میں پہنچا دیکھا۔ نبی کریم ﷺ تنہا تشریف فرما ہیں (میں نے موقعہ غنیمت سمجھا کہ آپ ﷺ سے کچھ حدیثیں سن لوں) آپ ﷺ نے مجھے اپنے پاس بلا کر بٹھا لیا۔ میں نے آپؐ سے دریافت کیا۔

ابوذر! وضو کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ وضو انسان کے تمام صغیرہ گناہوں کو دھوڈالتا ہے۔

ابوذر! نماز کے بارے میں کچھ ارشاد فرمائیں۔

نبی کریم ﷺ! نماز سب سے بہتر عمل ہے جو چاہے صرف فرض اور سنتیں ادا کر لے اور جو چاہے نوافل پڑھ کر اس میں اضافہ بھی کر سکتا ہے۔

ابوذر زکوٰۃ کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ ابوذر! جو شخص ایمان دار نہ ہو وہ امانت دار نہیں ہو سکتا۔ اور جو زکوٰۃ (صاحب نصاب ہوتے ہوئے) نہ دے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ اور اللہ نے مال دار لوگوں پر اتنی زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جس سے فقراء و مساکین کی ضرورتیں پوری ہو جائیں۔ اللہ نے مال داروں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور زکوٰۃ نہ دینے والوں کو عذاب کی وعید سنائی ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے سے مال میں نقصان نہیں ہوتا نہ وہ کسی طرح ضائع ہوتا ہے۔ مومن خوشی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ زکوٰۃ نہ ادا کرنے والا مشرک ہے۔

ابوذر! روزہ کیا ہے:

نبی کریم ﷺ! روزہ دوزخ سے بچانے والی ڈھال ہے۔ اللہ اس کا اجر و ثواب خود عطا فرمائے گا۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری خوشی اللہ سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی خوشبو سے زیادہ بڑا درجہ رکھتی ہے قیامت کے روز اللہ کی طرف سے نیک لوگوں کی مہمانداری کے لئے سجائے گئے دستر خوان پر سب سے پہلے روزہ داروں کو کھانے کی دعوت دی جائے گی۔

ابوذر! صبر کیا ہے

نبی کریم ﷺ! صبر کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص لوگوں کے درمیان مشک (کستوری) کی تھیلی لئے بیٹھا ہو اور مشک کی خوشبو سونگھنے کے لئے اس کے قریب بیٹھنا چاہتا ہو۔

ابوذرؓ! صدقہ کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ! خاموشی سے چھپا کر صدقہ دینا اللہ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ علانیہ صدقہ دینا سات سو برائیوں کو ختم کر دیتا ہے۔ صدقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔ صدقہ دوزخ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ صدقہ بہت عجیب (کام کی) چیز ہے یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمائے۔

ابوذرؓ! حضور! غلام آزاد کرانے کے متعلق فرمائیں۔

نبی کریم ﷺ!: وہ غلام آزاد کراؤ جس کی قیمت زیادہ ہو۔

ابوذرؓ! ہجرت کا مطلب کیا ہے

نبی کریم ﷺ! سب سے بڑی ہجرت یہ ہے کہ انسان برائی کو چھوڑ دے۔

ابوذرؓ! سب سے اچھا مسلمان کون ہے۔

نبی کریم ﷺ! سب سے اچھا مسلمان وہ ہے۔ جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں۔ (یعنی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کسی پر ظلم نہ کرے)

ابوذرؓ! سب سے عاجز اور کمزور کون ہے۔

نبی کریم ﷺ! جو اللہ سے دعا نہ مانگ سکے۔

ابوذرؓ! سب سے

ابوذرؓ: سب سے بڑا مجاہد کون ہے؟

نبی کریم ﷺ: سب سے بڑا مجاہد وہ ہے جس کا گھوڑا میدان جنگ میں کام آجائے اور خود بھی اپنی جان قربان کر دے۔

آسمانی کتابیں کب نازل ہوئیں:

ابوذرؓ: حضور ﷺ! صحف ابراہیم (حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہونے آسمانی صحیفوں) کے بارے میں کچھ بتایئے۔ یہ کب نازل ہوئے۔ اس کے بعد دوسری آسمانی کتابوں کے بارے میں بتائیں۔

نبی کریم ﷺ: حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ صحیفے اس وقت نازل ہوئے جب رمضان کی پہلی شب گزر چکی تھی۔

انجیل: ۱۲/ رمضان کو نازل ہوئی۔ زبور: ۱۸/ رمضان کو نازل ہوئی۔

توریت: ۸/ رمضان کو نازل ہوئی اور قرآن: ۲۴/ رمضان گزرنے کے بعد ۲۵ رمضان کی شب میں نازل ہوا۔

نبیوں اور رسولوں کی تعداد بیان فرمایئے:

ابوذرؓ: نبیوں اور رسولوں کی تعداد بیان فرمایئے۔

نبی کریم ﷺ نبیوں اور رسولوں کی کل تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ ان میں سے تین سو تیرہ رسول تھے۔ جو تمام مرد ہی تھے۔ اکثریت ان کی ہے جو صرف نبی تھے رسول نہیں تھے۔ کچھ ایسے ہیں جو نبی بھی تھے اور رسول بھی۔

ایک دوسری روایت میں اس حدیث سے یہ الفاظ ملتے ہیں۔

حضرت ابوذرؓ نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا: رات کا کون سا وقت افضل ہے؟

نبی کریم ﷺ نے جواب فرمایا: آدھی رات کے بعد کا باقی حصہ۔

ابوذرؓ: نماز کون سی سب سے افضل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ نماز جس کا قیام لمبا ہو۔

ابوذرؓ: حضور! صدقہ کون سا بہتر ہے؟

نبی کریم ﷺ: اس تنگ دست مزدور کا صدقہ جو محنت سے کماتا ہے اور پھر اپنی ضرورت روک کر فقیر کو صدقہ دیتا ہے۔

ابوذرؓ: سب سے پہلا نبی کون تھا اور کیا وہ رسول بھی تھے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ وہ رسول بھی تھے۔ انہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ان کے اندر روح پھونکی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

ان چار نبیوں کی زبان "سریانی" تھی۔

۱۔ آدم ۲۔ شیث ۳۔ ادریس ۴۔ نوح

چار نبی عرب میں پیدا ہوئے۔

۱۔ ہود ۲۔ صالح ۳۔ شعیب اور یہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ

ابوذرؓ: اللہ نے آسمان سے کل کتنی کتابیں اپنے نبیوں پر نازل کیں۔

نبی کریم ﷺ: اللہ نے کل ایک سو چالیس صحیفے اور کتابیں نازل فرمائیں۔

۱- حضرت شیث ابن آدم پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔

۲- حضرت ادریس پر تیس صحیفے نازل کیے گئے۔

۳- حضرت ابراہیمؑ پر پچاس صحیفے نازل ہوئے۔

۴- حضرت موسیٰؑ کو توریت سے پہلے دس صحیفے ملے تھے۔

۵- زبور حضرت داؤد پر نازل ہوئی۔

۶- انجیل حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔

۷- قرآن جو اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب ہے' جو آخری نبی رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔

ابوذرؓ حضور! مجھے کوئی وصیت فرمائیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

۱- اللہ سے ڈرتے رہو۔ یہ عمل کی بنیادی شرط ہے۔

۲- قرآن کی تلاوت کرتے رہو اور اللہ کے ذکر سے کسی وقت غافل نہ رہو۔
اس سے تم پر آسمانی معارف روشن ہو جائیں گے اور زمین پر تمہیں عزت و وقار حاصل ہوگا۔

۳- اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہو۔ اسلام کی یہی رہبانیت (ترک دنیا) ہے۔

۴- کہو تو اچھی بات کہو ورنہ خاموش رہو۔ اس طرح شیطان تم سے دور رہے گا اور دینی معاملات میں تمہاری سوچ و فکر پختہ ہو جائے گی۔

۵- زیادہ (قہقہہ لگا کر) نہ ہنسو اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے اور چہرے پر رونق ختم ہو جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسجد میں آؤ تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھ لیا کرو۔ یہ تحیۃ المسجد (مسجد کا احترام اور سلام) ہے۔ انسان اور جن شیاطین کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہو۔ سب سے بڑا بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ "صلی اللہ علیہ وسلم" نہ کہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ

جب نبی کریم ﷺ غزوہ تبوک کے روانہ ہوئے تو کچھ منافق بھی ساتھ ہو لیے۔ اگر کوئی مسلمان پیچھے رہ جاتا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب جا کر کہتے: اے اللہ کے رسول! فلاں شخص نہیں آیا۔ آپ ﷺ فرماتے: کوئی بات نہیں اگر اللہ کو منظور ہوا وہ جلد ہی پہنچ جائے گا اور اگر اللہ کو اس کا ہمارے ساتھ منظور نہیں تم اس کی فکر کیوں کرتے ہو؟

اسی طرح ایک مرتبہ منافقوں نے آپ ﷺ کے قریب جا کر کہا: حضور! ابوذر نہیں آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی بات نہیں' اللہ کو منظور ہوگا' وہ جلد ہی پہنچ جائیں گے۔ در اصل ابوذر کی سواری کا اونٹ بہت سست تھا۔ وہ اس کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ آخر انہوں نے سواری کو چھوڑا اور اپنا سامان اٹھا کر پیدل ہی چل دیئے اور رسول اللہ ﷺ کے قافلہ میں شامل ہو گئے۔ اس موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ ابوذر پر رحم کرے وہ تنہا آیا تنہا مرے گا اور قیامت کے روز بھی تنہا اٹھے گا۔"

حضرت محمد ابن کعب روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوذرؓ کا موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے غلام اور بیوی کو وصیت کی کہ میری موت کے بعد میت کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر عام راستہ کے کنارے رکھ دینا اور جو لوگ ادھر سب سے پہلے آئیں ان سے کہنا یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ابوذرؓ کا جنازہ ہے۔ اسے دفن کرنے میں ہماری مدد کرو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن مسعود اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ادھر سے گزرے۔ تو وصیت کے مطابق ان سے کہا گیا۔

یہ حضرت ابوذرؓ کا جنازہ ہے' اسے دفن کرنے میں ہماری مدد کریں۔ یہ سن کر عبداللہ ابن مسعود زار و قطار رونے لگے جب لوگ جنازہ اٹھا کر چلے ابن مسعود نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد جو آپ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر فرمایا تھا ابوذر! تم تنہا چلتے ہو' موت کے وقت بھی تم تنہا ہو گے اور قیامت کے دن بھی تنہا اٹھائے جاؤ گے بیان فرمایا۔

حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"اونٹوں (مویشیوں) پر زکوٰۃ ہے۔ کھیت کی پیداوار پر زکوٰۃ ہے۔ نقد رقم پر زکوٰۃ ہے۔ بکریوں کے ریوڑ پر زکوٰۃ ہے۔ اگر کسی شخص نے ایک درہم بھی زائد از ضرورت گھر میں رکھ کر رات گزاری ہے۔ وہ خزانہ ہے۔ قیامت کے روز اسے گرم کر کے اس شخص کی پیشانی اور پسلیوں پر داغا جائے گا۔"

پھر ابوذرؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی۔

والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقون فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم○

جو لوگ سونا چاندی (نقد رقم) جمع کر کے (خزانہ بنا کر) رکھتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا نہیں چاہتے۔ انہیں اس عذاب دوزخ کی خبر سنا دو' جو بہت تکلیف دہ ہے۔

طاعت وعبادت میں محنت

حضرت معاذ ابن جبل روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تجھے اچھے عمل بتادوں؟''

میں نے عرض کیا: ہاں ضرور بتایئے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ دوزخ سے بچنے کے لیے ڈھال کا کام دیتا ہے۔

صدقہ: (نیکی) برائیوں سے بچنے کی دلیل ہے اور بندہ کا آدھی رات کے وقت اٹھ کر تہجد پڑھنا ہر برائی کو مٹادیتا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ روایت کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ دوزخ سے بچنے کی ڈھال ہے۔ اگر روزہ دار کسی کی غیبت نہ کرے۔''

حضرت حسن فرماتے ہیں:

روزہ: روح کی تندرستی کی نشانی ہے۔

صدقہ: انسان اور دوزخ کے درمیان پردہ کی دیوار کا کام دیتا ہے۔

نماز: انسان کو اپنے رب سے قریب کردیتی ہے۔

خدا کے خوف سے بہنے والا آنسو، گناہوں کو معاف کرادیتا ہے۔

حدیث میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے چالیس روز خلوص نیت سے اللہ کی عبادت کرلی۔ اس کے ''دل اور زبان سے عقل ودانش کے چشمہ پھوٹ پڑتے ہیں۔''

یعنی وہ اچھی باتیں سوچے گا اور زبان سے بھی اچھی باتیں کرے گا۔ تین چیزیں لوگوں کے دلوں میں انسان کے خلاف نفرت اور غصہ پیدا کردیتی ہیں۔

۱- دوسروں کی عیب جوئی ۲- غرور وتکبر

۳- عبادت میں ریاکاری (دکھاوا)

تین چیزیں: انسان کو لوگوں کا محبوب بنادیتی ہیں۔ آخرت میں اس کے واسطے سکون و

آرام کا ذریعہ ہوں گی۔

۱- اچھا اخلاق ۲- عمل میں خلوص ۳- مزاج میں نرمی

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

۱- قیامت کے حساب سے پہلے خود اپنا محاسبہ کرلو۔ یہ قیامت کے دن کے حساب سے آسان ہے۔

۲- اس سے پہلے کہ قیامت کے روز تمہارے اعمال کو تولا جائے خود اپنے اعمال کو تولتے رہو۔

۳- قیامت کے روز اللہ کے حضور پیش ہوکر جواب دینے کی تیاری کرو۔ جس دن کے بارے میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

''یومئذٍ لا تخفیٰ منکم خافیة''

اس دن تمہارا کوئی گناہ چھپا نہیں رہے گا۔

حضرت حاتم زاہد کہتے ہیں:

۱- جوانی کی قدر بوڑھے آدمی سے ۲- سکون وآرام کی مصیبت زدہ سے

۳- صحت کی قدر مریض سے ۴- زندگی کی قدر مُردوں سے پوچھو؟

ایک حدیث ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو۔

۱- جوانی کو بڑھاپے سے پہلے

۲- صحت کو بیماری سے پہلے

۳- دولت کو فقیری سے پہلے

۴- فرصت کو مشغولیت سے پہلے

۵- زندگی کو موت سے پہلے

حضرت حاتم زاہد سے کسی نے پوچھا: آپ نے کن چیزوں کو اپنے عمل کی بنیاد بنایا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میرے عمل کی بنیاد چار چیزوں پر ہے۔

۱- مجھے یقین ہے اللہ نے میرا جو رزق مقرر کیا ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں ملے گا۔ جس طرح کہ دوسرے کا رزق مجھے نہیں ملتا۔ اسی لیے میں اپنے رزق کے انتظار میں رہتا ہوں کسی دوسرے کے رزق پر حسد نہیں کرتا۔

۲- میرے ذمے اللہ نے جو فرض رکھے ہیں- کوئی دوسرا شخص انہیں ادا نہیں کرے گا- اس لیے میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف رہتا ہوں-

۳- مجھے یقین ہے کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے- میں اس سے شرماتا ہوں اور گناہ نہیں کرتا-

۴- مجھے معلوم ہوتا ہے کہ موت میری طرف دوڑی چلی آ رہی ہے- اس لیے میں اس کی تیاری میں لگا ہوا ہوں-

موت کی تیاری یہ ہے کہ انسان اچھے کام کرے برے کاموں سے بچے اور اللہ سے دعا کرتا رہے کہ وہ اسے ان باتوں میں ثابت قدم رکھے۔ جو انسان اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہے اللہ اسے اور زیادہ نعمتیں دیتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے اللہ اسے نعمت سے محروم کر دیتا ہے اور مصیبت میں بھی مبتلا کر دیتا ہے- چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے-

لئِن شکرتم لا زیدنکم ولئِن کفرتم ان عذابی لشدید

اگر تم نے شکر کیا میں تمہیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب (میری گرفت) بڑا سخت ہے-

اگر انسان کا عمل خوف خدا کے تحت اور نیک نیتی سے ہوتا ہے- اللہ اس کا ثواب ضرور دیتا ہے-

ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین

اللہ نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا-

اللہ کے نیک بندے کے اندر چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے-

۱- علم تا کہ بندے کی عبادت خدا کے حکم کے مطابق ہو اور آخرت میں اس کی نجات کا ذریعہ بن جائے-

۲- توکل: تا کہ بندے کی عبادت میں خلوص پیدا ہو اور دنیا سے بے نیاز ہو جائے-

۳- صبر: (ثابت قدمی) تا کہ بندہ ہر عمل پورا کر سکے-

۴- اخلاص (نیک نیتی) تا کہ آخرت میں ثواب کا حقدار ہو-

ایک فلسفی کا قول ہے-

استقامت (ثابت قدمی) یہ ہے کہ انسان کے اندر پہاڑ کی طرح یہ چار صفات پیدا ہو جائیں-

۱- پہاڑ: گرمی سے پگھلتا نہیں-

۲- پہاڑ: سردی سے جمتا نہیں-

۳- پہاڑ: ہوا سے ہلتا نہیں-

۴- پہاڑ: سیلاب سے بہتا نہیں

سچا درویش:

۱- کوئی شخص اس پر احسان کرے تو اس کی بے جا تعریف نہیں کرتا-

۲- کوئی اس پر ظلم کرے تو اسے معاف کر دیتا ہے-

۳- کوئی دنیاوی خواہش اس کی عبادت میں حائل نہیں ہوتی-

۴- ضروری اشیاء کے حصول میں تقویٰ کا خیال رکھتا ہے-

سات چیزیں جو ہر انسان پر قرآن کی رو سے فرض ہیں- انہیں بھلائی کا خزانہ بھی کہا جاتا ہے-

۱- عبادت میں خلوص

وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین

انسانوں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ وہ خلوص دل سے اللہ کی عبادت کریں-

۲- والدین کی خدمت

ان اشکر لی ولوالدیک الی المصیر

میرا اور اپنے والدین کا شکر گزار (خدمت گار) ہو کر رہ

۳- قرابت (رشتہ داری) کو قائم رکھنا

واتقوا اللہ الذی تسآء لون بہ والارحام

اللہ کا خوف دل میں رکھو تم اس کے واسطہ سے ایک دوسرے سے تعلق قائم کرتے ہو اور خاندانی رشتہ کو توڑنے سے پرہیز کرو-

۴- امانت

ان اللہ یا مر کم ان تؤ دوا الامنٰت الی اھلھا"

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کرو-

۵- کسی کا ایسا حکم مت مانو جس سے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو-

ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ

ہم میں سے کوئی شخص اللہ کی طرح کسی دوسرے شخص کو اپنا حقیقی مالک نہ سمجھے-

٦-خواہشات نفس کی پیروی نہ کرے

ونہی النفس عن الھوٰی

(وہ نیک انسان) جس نے خود کو خواہشات نفس کی پیروی سے باز رکھا۔

٧-اپنے رب کی عبادت:

یدعون ربھم خوفاً وطمعاً

وہ اپنے رب کو امید و یاس کی حالت میں پکارتے ہیں۔ (سورہ سجدہ:١٦)

٨-جہنم کا ایندھن:

وقو دھا الناس والحجارۃ اعدت للکفرین

اس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کرنے والوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

شیطان اور اس کی فریب کاریاں

حضرت صفیہ بنت جحش روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
شیطان انسان کے جسم میں خون کے ساتھ دوڑتا ہے۔"
(اور جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے' شیطان اس کے جسم سے نکل جاتا ہے۔)
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ان الشیطٰن لکم عدو فاتخذوہ عدواً

شیطان تمہارا دشمن ہے' اسے دشمن ہی سمجھو۔

حضرت یحییٰ سے ابلیس کا مکالمہ:

حضرت وہب ابن معبہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابلیس حضرت یحییٰ کے پاس پہنچا۔ دونوں میں اس طرح گفتگو ہوئی۔

حضرت یحییٰ: تو نے انسانوں کو کیسا پایا؟

ابلیس: میرے نزدیک انسانوں کی تین قسمیں ہیں:

١- آپ جیسے پاک باز انسان (انبیاء ورسل) جن پر میں قابو نہیں پا سکا۔

٢- عام دنیا دار انسان: یہ لوگ ہمارے ہاتھوں میں بچوں کی گیند کی طرح ہوتے' ان سے ہم جس طرح چاہیں کھیلیں اور جس طرف چاہیں اچھال دیتے ہیں۔

٣- تیسری قسم: ان نیک اور صالح لوگوں پر مشتمل ہے۔ جن سے ہم بھول چوک میں کوئی گناہ کرا دیتے ہیں۔ وہ فوراً اللہ سے معافی مانگ لیتے ہیں اور ہماری ساری محنت پر پانی پھیر دیتے ہیں۔ لیکن ہم ان سے مایوس نہیں ہیں۔ ان کو بہکانے میں ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں۔

جاہل انسان کی نشانیاں:

جاہل انسان میں یہ چار برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

١- بلاوجہ غصہ ہوتے رہنا اور لوگوں کو اپنا دشمن بنالینا۔

۲- خواہشات نفس کے پیچھے دوڑتا ہے۔

۳- غیر ضروری طور پر صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے اپنا خرچہ کرتا ہے اور آخر میں خود محتاج ہو کر بھیک مانگتا ہے۔

۴- اسے اپنے دوست دشمن کی تمیز نہیں ہوتی - اس طرح وہ اپنے سب سے بڑے دشمن شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

افتتخذو نه و ذريته اولياء من دونى وهم لكم عدو بئس للظلمين بدلاً

(شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے) کیا تم نے مجھے (خداوند تعالیٰ کو) چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو اپنا دوست بنالیا ہے۔ ظالموں نے یہ بہت برا بدل ڈھونڈا ہے۔

عقل مند انسان:

عقل انسان کی بھی چار نشانیاں ہیں:

۱- اس کے مزاج میں سختی نہیں ہوتی -

۲- خدا کی نافرمانی اور گناہ سے پرہیز کرتا ہے۔

۳- فضول خرچی اور اسراف سے بچتا ہے۔

۴- دوستوں سے مخلص ہوتا ہے۔ خوشامدی لوگوں کو اپنے پاس نہیں بیٹھنا دیتا۔

ایک عالم کا قول ہے کہ

شیطان کے دشمن:

شیطان انہیں پسند نہیں کرتا:

۱- عادل وانصاف پسند حکمران

۲- دولت مند: جو اللہ کے حکم مطابق اپنی دولت' خرچ کرتا ہے۔

۳- متقی اور پارسا عالم' جو علم دین کی تبلیغ واشاعت میں لگا رہتا ہے۔

۴- وہ نیک مسلمان جو کسی مسلمان سے دشمنی نہیں رکھتا۔

۵- وہ مسلمان جو گناہ سے فوراً توبہ کرے اور دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرے۔

۶- وہ مسلمان: جو کسی کا مال حرام وناجائز طریقے سے نہ کھائے۔

۷- وہ مسلمان جو ہر وقت اپنے جسم اور لباس کو ہر وقت پاک رکھے۔

۸- وہ مسلمان جو صدقہ وخیرات کرتا رہے۔

۹- وہ مسلمان جو خودغرض نہ ہو۔

۱۰- وہ حافظ جو قرآن کو سمجھ کر پڑھے اور کثرت سے تلاوت کرتا رہے۔

۱۱- وہ مسلمان جو لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آئے۔

۱۲- وہ عابد جو رات کی خاموشی میں اپنی نیند چھوڑ کر خدا کی عبادت کرتا رہے اور فجر کی نماز جماعت سے ادا کرے۔

حضرت شداد ابن اوس ؓ روایت کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد کی زندگی کے لیے کچھ اچھے عمل کرے۔ یعنی گناہوں سے پرہیز کرے اور اچھے عمل کرے تاکہ یہ نیک عمل اس کو آخرت میں فائدہ پہنچائیں اور اللہ سے اپنی مغفرت کی امید رکھے۔"

خدا کی بنائی ہوئی تقدیر پر خوش رہنا

حضرت میمون ابن مہران کہتے ہیں:

حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے حکم دیا تھا کہ میں مہینہ میں دو بار ان سے ضرور ملاقات کیا کروں- ایک مرتبہ میں حسب ارشاد حاضر ہوا- دیکھا کہ عمر ابن عبدالعزیز ایک چٹائی پر بیٹھے ہوئے اپنے کرتے میں پیوند لگا رہے ہیں-

میں نے عرض کیا: یہ خدمت آپ کسی ملازم سے لے سکتے تھے- حضرت عمر ابن عبدالعزیز (ایک مشہور خلیفہ) نے فرمایا: انسان جو کام اپنے ہاتھ سے کرسکتا ہے وہ اسے اپنے ہی ہاتھ سے کر لینا چاہئے کیونکہ کل قیامت کے دن اللہ ہم سے ہر چیز کا حساب لے گا- اس لیے ہمیں دنیا سے اتنا ہی تعلق رکھنا چاہئے جتنا ضروری ہو-

اللہ تعالیٰ انسان کے بارے میں جو فیصلہ کرتا ہے خواہ وہ انسان کو اچھا نہ معلوم ہو لیکن وہ انسان کے حق میں بہتر ہوتا ہے کیونکہ اللہ کو انسان کی بھلائی پسند ہے- جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے-

عسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیرلکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شرلکم واللہ یعلم و انتم لا تعلمون-"

ممکن ہے تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور درحقیقت وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے جس چیز کو تم پسند کر رہے ہو وہ تمہارے لیے خطرناک ہو- اس بات کو اللہ تم سے بہتر طور پر جانتا ہے-

شیطان کے دوست:

ایک روایت کے مطابق مندرجہ ذیل افراد شیطان کے دوست ہیں:

۱- ظالم وجابر حکمران
۲- مغرور دولت مند
۳- بددیانت وکم تولنے والا تاجر
۴- شراب نوشی کو اپنی عادت بنا لینے والا
۵- زانی وبدکار
۶- یتیم کے مال کو ہڑپ کر جانے والا

۷- نماز میں سستی میں کرنے والا (نماز وقت پر نہ پڑھنے والا)
۸- دولت مند ہوتے ہوئے زکوٰۃ نہ دینے والا
۹- لمبی بے مقصد امیدیں باندھنے والا-

انسان کے بڑے دشمن

۱- دنیا: جو مختلف حیلوں سے انسان کو اپنے جال میں پھنسا کر آخرت سے غافل کر دیتی ہے- قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے-

وما الحیوٰۃ الدنیا الا متاع الغرور

دنیا کی زندگی محض ایک پرفریب سامان تعیش کا ڈھیر ہے-

اس لیے بہتر ہے کہ انسان دنیا کی دولت جمع کرنے کی بجائے آخرت کی فکر کرے-

۲- انسان کی اپنی نفسانی خواہشات جو اس کو نیک کام کرنے سے روکتی ہیں- نماز کے اوقات میں مختلف مشاغل مصروف رہتا ہے اور نماز کا وقت نکل جاتا ہے-

۳- ابلیس: جو انسان کا ازلی دشمن اسی نے انسان کو جنت سے نکلوایا تھا-

۴- انسان نما شیطان (غلط مشورے دینے والا دوست) یہ اصل شیطان سے زیادہ خطرناک دشمن ہے-

عقلمند وبےوقوف انسان:

حضرت شداد ابن اوس روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

عقل مند انسان وہ ہے جو اپنے دشمن کا محاسبہ کرتا رہے اور وہ عمل کرے جو موت کے بعد اس کے لیے فائدہ مند ہو اور بے وقوف وہ انسان ہے جو اپنی خواہشات اور دنیا کی خوبصورتی میں پھنس کر آخرت کو بھول جائے اور کوئی عمل کیے بغیر اللہ سے مغفرت کی امید لگائے بیٹھا رہے-"

چند سبق آموز قصے

حضرت انس روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

کیا میں سیاہ رنگ اور بدصورتی کی وجہ سے جنت میں نہ جاسکوں گا۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”اگر تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے تجھے جنت میں جانے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

اس شخص نے عرض کیا:

میں آپ ﷺ کی اس مجلس میں حاضر ہونے سے آٹھ ماہ پہلے مسلمان ہو چکا ہوں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اس کے بعد اس نے کہا: میں نے مسلمانوں میں سے اکثر لوگوں کے گھر اپنا پیغام شادی بھیجا مگر سب نے میرا سیاہ رنگ اور بدصورتی دیکھ کر میرا پیغام رد کر دیا۔

میرا تعلق بنو سلیم کے ایک اچھے گھرانے سے ہے۔ البتہ میرے ننھیال کے رشتہ داروں کا رنگ سیاہ ہے۔ اس کا مجھ پر بھی اثر ہو گیا ہے۔ اس کا قصہ سن کر نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا:

”کیا عمرو ابن وہب آج یہاں آیا ہے؟“ (یہ شخص چند روز پہلے مسلمان ہوا تھا)

معلوم ہوا کہ آج وہ نہیں آیا۔

آپ ﷺ نے اس شخص سے پوچھا: ”کیا تم اس کا گھر جانتے ہو؟“

اس شخص نے عرض کیا: ہاں جانتا ہوں۔

آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:

اس کے گھر جاؤ آہستہ سے اس کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اس کو سلام کرو اور کہو: رسول اللہ ﷺ نے تیری بیٹی سے میرا نکاح پڑھا دیا ہے۔ (یہ لڑکی بہت حسین وجمیل اور عقل مند تھی)

وہ شخص جب عمرو ابن وہب کے گھر پہنچا وہ اس کا عربی لہجہ سن کر بہت خوش ہوا اور دروازہ کھول کر اندر بلا لیا۔ مگر جب اس کے سیاہ رنگ اور بدصورتی پر ان کی نظر پڑی تو وہ اس کی آمد پر کچھ زیادہ خوش نہ ہوئے اور جب اس نے یہ کہا: رسول اللہ ﷺ نے میرا نکاح تمہاری بیٹی سے پڑھا دیا ہے تو انہوں نے اسے بھی پسند نہ کیا اور پیغام شادی کو رد کر دیا۔

وہ وہاں سے چل کر واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گیا اس کے آنے کے بعد لڑکی نے اپنے باپ کو سمجھایا: ابا جان! اپنی نجات کی فکر کرو۔ اس سلسلہ میں رسول اللہ پر وحی نازل ہو گئی تو تمہاری رسوائی ہو گی۔ بیٹی کی بات سن کر عمرو ابن وہب گھر سے چلا اور آ کر آپ کی محفل میں بالکل کنارے پر بیٹھ گیا۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے اللہ کے رسول کے حکم کو ٹھکرایا ہے؟

عمرو ابن وہب نے عرض کیا: حضور ﷺ! غلطی ہو گئی اللہ سے اور آپ ﷺ سے معافی کا خواستگار ہوں۔ دراصل میں سمجھا تھا کہ یہ شخص آپ ﷺ کا نام لے کر جھوٹ بول رہا ہے۔ اگر آپ ﷺ نے اسے بھیجا تھا تو ہم اپنی بیٹی کا اس کے ساتھ نکاح منظور کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی سے پناہ چاہتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کا مہر چار سو درہم مقرر فرمایا۔

اس شخص کا نام سعد تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: جاؤ اپنی دلہن کو رخصت کر کے لے آؤ۔ سعد نے عرض کیا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو اپنا سچا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اس وقت میرے پاس دلہن کے مہر کی رقم نہیں اور نہ اس کے واسطے کچھ سامان خرید کر لے جا سکتا ہوں۔ میں اپنے گھر جاتا ہوں اور بھائیوں سے رقم لے کر آتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا گھر جانے کی ضرورت نہیں۔ تین مسلمان تیری یہ ضرورت پوری کر دیں گے۔ تم پہلے عثمان ابن عفان کے پاس جاؤ پھر عبدالرحمٰن ابن عوف کے پاس جانا اس کے بعد علی کے پاس جانا۔ وہ تمہاری ضرورت پوری کر دیں گے۔ چنانچہ وہ شخص ان تینوں اصحاب کے پاس پہنچا۔ تینوں حضرت نے دو دو سو درہم بلکہ کچھ مزید رقم دے کر اس کی مدد کی۔

وہ اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے کے لیے بازار پہنچا ہی تھا کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی طرف سے جہاد میں شرکت کا اعلان کر رہا ہے۔ اس (سعد) نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا: خدا کی قسم! میں اس رقم کو ایسے کام میں خرچ کروں گا جس سے اللہ اور اس کا رسول خوش ہو اور

مسلمانوں کا فائدہ ہو۔

چنانچہ اس نے گھوڑا' تلوار نیزہ اور ڈھال (سامان جہاد) خریدا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ پگڑی اس طرح سر پر باندھی کہ آنکھوں کے سوا چہرے کا کوئی حصہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس حالت میں وہ مہاجرین کے ساتھ مل کر میدان جہاد کی طرف چل دیا ہر شخص اس نئے آدمی کو دیکھ کر حیران ہو رہا تھا مگر کسی کو اس کی حقیقت کا پتہ نہ چل سکا۔

جب مسلمانوں کا مقابلہ کفار سے ہوا لوگوں نے دیکھا وہ اجنبی شخص بڑی بہادری سے لڑ رہا ہے جدھر کا رخ کرتا ہے دشمنوں کی صفیں الٹ جاتی ہیں۔

آخر رسول اللہ ﷺ نے اس کے سیاہ بازو دیکھ کر پہچان لیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے دریافت فرمایا: کیا تم سعد ہو؟

اس نے جواب دیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان! ہاں میں سعد ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے نصیب کھل گئے۔

سعد پھر جنگ میں مصروف ہو گیا اس کا گھوڑا زخمی ہو کر گر جاتا ہے اب سعد پیدل ہی دشمن کی صفوں میں گھس جاتا ہے' کبھی تلوار سے دشمن پر وار کرتا ہے اور کبھی نیزہ سے دشمن کی صفوں کا صفایا کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ اچانک لوگوں میں شور ہوا ''سعد زخمی ہو کر گر گیا۔''

نبی کریم ﷺ اس کے پاس پہنچے اور سر اپنی گود میں رکھ کر اس کے چہرے کی گرد صاف کرتے ہوئے فرمایا: ''تیرے جسم کی خوشبو اللہ اور اس کے رسول کو بہت پیاری ہے'' آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر آپ مسکرائے اور پھر آپ ﷺ نے اس کی طرف منہ پھیر لیا اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! ''وہ حوض پر پہنچ گیا۔''

ایک صحابی ابولبابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول یہ کون سا حوض ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: جو حوض اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے جو اتنا وسیع ہے جتنا فاصلہ صنعاء اور بصریٰ کے درمیان ہے۔ اس کے دو کنارے پر موتی جڑے ہوئے ہیں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سعد کا سامان اس کی دلہن کے گھر پہنچا دیا جائے اور اس کے سسرال والوں کو اطلاع دے دی جائے کہ اللہ نے سعد کا نکاح تمہاری بیٹی سے زیادہ خوبصورت حوروں سے پڑھا دیا ہے۔

حکایت

حضرت سعد ابن عبداللہ بیان کرتے ہیں: تین آدمی سیر و تفریح کی غرض سے گھر سے نکلے اور چل دیئے۔ راستہ میں بارش ہو گئی وہ تینوں بارش سے بچنے کے لیے ایک پہاڑی غار میں جا کر بیٹھ گئے۔ اچانک پہاڑی کی چوٹی سے ایک چٹان گری اور اس غار کے منہ پر جم گئی اس طرح وہ تینوں اس میں بند ہو کر رہ گئے اب ہر ایک اپنی زندگی سے مایوس ہو کر کہہ رہا تھا اب اس مصیبت سے ہمیں خدا کے سوا کوئی نجات نہیں دلا سکتا۔ ہر آدمی اپنے کسی اچھے کام کا واسطہ دے کر اللہ سے دعا کرے شاید اس طرح یہ مصیبت ٹل جائے۔

ان میں سے ایک شخص نے اپنے ایک نیک کام کا ذکر اس طرح شروع کیا: میرے چچا کی ایک نوجوان لڑکی تھی مجھے اس سے محبت تھی مگر وہ میری محبت کا جواب محبت سے نہیں دے رہی تھی۔ میں نے بہت کوشش کی وہ میری بات مان لے مگر وہ مسلسل انکار کرتی رہی ایک مرتبہ اسے پیسوں کی سخت ضرورت پیش آ گئی۔ وہ میرے پاس آئی اور پیسے مانگے۔ میں نے موقع غنیمت سمجھتے ہوئے اس سے کہا: میری تمنا پوری کر دے میں تیری ضرورت پوری کر دوں گا وہ انکار کر کے واپس چلی گئی لیکن ضرورت سے مجبور ہو کر چار پانچ مرتبہ آنے کے بعد اس نے میری بات پر رضامندی کا اظہار کر دیا۔ جب میں تیار ہو کر اس کے قریب ہونے لگا وہ کانپ گئی اور کہنے لگی جس کام کو اللہ نے حرام کیا ہے وہ تجھے نہیں کرنا چاہئے۔ مجھ پر اللہ کا خوف طاری ہو گیا اور میں محض اللہ کی ناراضگی کے خوف سے اس سے الگ ہو گیا اور اپنی خواہش پوری کیے بغیر صرف اللہ کی خاطر میں نے اس کی ضرورت پوری کر دی۔ اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کی خاطر تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ چٹان غار کے منہ سے تھوڑی سی ہٹ گئی اور غار میں کچھ روشنی ہو گئی۔

دوسرے شخص نے اپنے ایک نیک عمل کا ذکر اس طرح شروع کیا۔ میرے بوڑھے والدین تھے میں اپنی بکریوں کا دودھ دوہ کر سب سے پہلے ان کو پلایا کرتا تھا ایک دن مجھے دودھ لانے میں دیر ہو گئی وہ دونوں سو چکے تھے۔ میرے بچے بھوکے سو گئے۔ مگر میں رات بھر دودھ لیے ان کے سرہانے کھڑا رہا اور وہ بیدار نہ ہوئے آخر اسی طرح صبح ہو گئی۔ اے خدا! اگر میرا یہ عمل تیری خاطر اور تیری مرضی کے مطابق تھا تو ہمیں اس مصیبت سے بچا لے۔ چنانچہ چٹان غار کے منہ سے کچھ اور ہٹ گئی۔

تیسرے شخص نے کہا! اے اللہ تیرے علم میں ہے میں نے چند مزدور مزدوری طے کر کے کام پر لگائے تھے۔ کام مکمل ہونے کے بعد میں ان کی اجرت دے رہا تھا کہ ایک مزدور بولا میرا کام دوسروں سے اچھا تھا' مجھے زیادہ مزدوری ملنی چاہئے۔ ہر مزدور کی اجرت دو مُدّ (کلو) گندم مقرر تھی میں نے اسے دینا چاہا وہ ناراض ہو کر مزدوری چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے وہ گندم اپنی زمین میں کاشت کی۔ گندم تیار ہونے پر میں نے اس کا حصہ الگ کر کے رکھ دیا وہ پھر سال بھر نہ آیا میں نے پھر وہ گندم کاشت کر دی اب جو پیداوار اس کے حصہ میں آئی میں نے اس سے کچھ مویشی اس مزدور کے لیے خرید لیے عرصہ کے بعد وہ آیا میں نے وہ تمام مویشی اس کے حوالے کر دیئے۔ اے اللہ! اگر میرا یہ عمل تیری رضا کی خاطر تھا اور تو نے اسے قبول کر لیا ہے تو ہمیں اس ناگہانی مصیبت سے نجات عطا فرما دے۔ اس کی دعا سے اللہ نے چٹان کو غار کے منہ سے ہٹا دیا اور وہ بخیر و عافیت غار سے باہر نکل آئے۔ سچ ہے اللہ نیک عمل کرنے والوں کو ثواب سے محروم نہیں کرتا وہ بسا اوقات اس دنیا میں بھی اچھے عمل کا بدلہ دے دیتا ہے۔

حکایت

خلیفہ ہارون الرشید کا بیٹا

حضرت عبداللہ ابن فرح ایک دن کسی مزدور کی تلاش میں مزدوروں کے اڈے پر گئے۔ ایک نوجوان مزدور پر ان کی نظر پڑی جس کے سامنے اس کے کام کرنے کے اوزار رکھے تھے۔ فرماتے ہیں میں نے اس سے مزدوری طے کی اور اپنے ساتھ لے آیا اس نے دن بھر میں اتنا کام کیا جو تین مزدور کر سکتے تھے۔ میں نے اس کی طے شدہ مزدوری (اجرت) دی وہ خاموشی سے لے کر چلا گیا پھر کچھ دنوں بعد مزدور کی ضرورت پیش آئی میں مزدور کی تلاش میں نکلا مجھے پھر وہی نوجوان مل گیا اس سے اجرت ایک درہم اور ایک دانق (پرانے عربی سکے) طے کر کے ساتھ لے آیا آج بھی اس نے پہلے دن کی طرح تنہا تین مزدوروں کے برابر کام کر دیا۔ میں نے کام ختم ہونے پر اسے دو درہم اور دو دانق (دگنی مزدوری) دینی چاہی اس نے انکار کر دیا۔ جب میں نے اصرار کیا تو وہ اصلی مزدوری (ایک درہم اور ایک دانق) بھی چھوڑ کر چلا گیا۔ اس کا کہنا تھا کہ میں نے اپنی مزدوری طے کی تھی آپ نے اس میں اضافہ کر کے میری اصل مزدوری (اجرت) بھی خراب کر دی ہے۔ اس لیے میں وہ بھی نہیں لوں گا۔

اس طرح وہ اپنی اجرت لیے بغیر واپس چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد میری بیوی نے مجھے شرم دلائی کہ تم نے اس غریب سے کام لے کر اس کی مزدوری بھی رکھ لی۔ چنانچہ میں ایک روز اس کی تلاش میں نکلا وہ جہاں صبح کے وقت آ کر بیٹھا کرتا تھا وہاں موجود نہ تھا پوچھنے پر دوسرے مزدوروں سے معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے۔ میں اس کے گھر پہنچا وہ واقعی بیمار تھا۔ میں نے اس سے کہا: تم میرے گھر چلو وہاں میں تمہاری تیمارداری اچھی طرح کر سکوں گا۔ اس نے کہا: میری شرطیں پوری کرنے کا وعدہ کرو۔ پھر میں تمہارے ساتھ چل سکتا ہوں اس کی پہلی شرط تھی۔

۱- جب تک میں نہ مانگوں مجھے کھانے کے لیے کچھ نہ دینا۔

۲- دوسری شرط یہ تھی کہ اگر میری موت ہو جائے تو میرے اسی کرتے اور چادر میں مجھے کفن دے کر دفن کر دینا۔

۳- تیسری شرط کے متعلق اس نے کہا کہ یہ بعد میں بتاؤں گا۔

میں نے اس کی ہر شرط منظور کر لی۔

دوسری صبح اس نے مجھے بلا کر ایک سبز رنگ کی انگوٹھی دیتے ہوئے کہا: میری موت ہو جائے تو مجھے وصیت کے مطابق اپنے ہی دو کپڑوں میں کفنا کر دفنا دینا اور تیسری شرط یہ ہے کہ مجھے دفن کر دینے کے بعد تم یہ انگوٹھی خلیفہ ہارون رشید کو پہنچا دینا اور اس سے کہنا کہ انگوٹھی بھیجنے والے نے یہ پیغام بھیجا ہے۔ ''تم اپنی شہنشاہی کے نشہ کی حالت میں فوت نہ ہو جانا ورنہ ندامت اٹھانی پڑے گی۔''

میں اس کو دفن کرنے کے بعد انگوٹھی اور پیغام لے کر خلیفہ ہارون رشید کے پاس پہنچا تو میں نے خلیفہ کو انگوٹھی دے کر مرحوم کا پیغام سنایا۔

خلیفہ ہارون الرشید نے پوچھا یہ انگوٹھی بھیجنے والا اور پیغام بھیجنے والا کہاں ہے۔

میں نے خلیفہ کو بتایا کہ وہ ایک مزدور تھا جو اب فوت ہو چکا ہے۔ یہ سن کر خلیفہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی وہ دیر تک روتے رہے۔ جب آنسو تھمے وہ بولے وہ میری پہلی بیوی سے میرا پہلا بیٹا تھا۔ مگر تم اسے کس طرح جانتے ہو؟ میں نے سارا قصہ خلیفہ کے سامنے بیان کر دیا۔

خلیفہ نے بتایا میں نے اس کی ماں سے اپنی مرضی سے شادی کی تھی یہ میرے خلیفہ بننے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ میں نے اسے یہ انگوٹھی بطور نشانی اور بہت سا مال دے کر یہ کہہ کر اسے رخصت کیا تھا کہ میں جب تخت خلافت سنبھالوں تو تم میرے پاس چلی آنا۔ مگر بسیار کوشش کے

باوجود مجھے اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا- آج تم نے مجھے اپنے اس بیٹے کے بارے میں بتایا ہے کہ
وہ کل فوت ہوا ہے- میں اس کی قبر دیکھنا چاہتا ہوں تم مغرب کی نماز کے بعد قبرستان کے دروازے
پر میرا انتظار کرنا- خلیفہ وعدہ کے مطابق قبرستان پہنچے میں ان کو قبر پر لے گیا- وہاں سے ہم واپس
ہوئے تو خلیفہ نے مجھ سے کہا" میں نے تمہارے واسطے دس ہزار درہم وظیفہ مقرر کر دیا ہے جو میری
موت کے بعد بھی تمہیں ملتا رہے گا- لیکن میں اس کے بعد کبھی خلیفہ کے دربار میں نہیں گیا-

حکایت

حضرت علی روایت کرتے ہیں کہ مدینہ میں نبی کریم ﷺ نے جب انصار و مہاجرین کے
درمیان مواخاۃ (بھائی چارہ) کرائی تھی- حضرت ثعلبہ انصاری کو حضرت سعید ابن عبدالرحمٰن کا
بھائی بنایا تھا- غزوۂ تبوک کے موقعہ پر سعید ابن عبدالرحمٰن جنگ میں شرکت کے لیے چلے گئے
اور ثعلبہ کو گھر کی نگرانی اور دیکھ بھال کے لیے چھوڑ گئے- ثعلبہ اس موقع پر زنا کا ارتکاب کر بیٹھے انہیں
جب اس گناہ کا احساس ہوا تو گھر بار چھوڑ کر چیختے ہوئے جنگل کی طرف نکل گئے- ان کی زبان سے
یہ الفاظ نکلتے تھے- اے اللہ! تو تو ہے اور میں میں ہوں- تیری عادت یہ ہے کہ بار بار بندے کے
گناہ معاف کرتا رہتا ہے اور میں تیرا ایک حقیر سا بندہ ہوں جس سے بار بار گناہ ہو جاتا ہے-

جب لوگ غزوہ سے واپس آئے سب کے بھائیوں نے آنے والوں کا استقبال کیا- مگر سعید
ابن عبدالرحمٰن کے بھائی ثعلبہ کہیں نظر نہ آئے انہوں کے گھر آ کر ان کے بارے میں معلوم کیا- بتایا
گیا ان سے ایک گناہ سرزد ہو گیا- احساس گناہ سے مغلوب ہو کر جنگل کی طرف نکل گئے ہیں-

سعید ان کو تلاش کرتے ہوئے جنگل میں پہنچے- وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے- میں بہت حقیر
و ذلیل انسان ہوں میں نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی ہے-

سعیدؓ سے واپس لائے- ثعلبہ نے کہا: مجھے عمر کے پاس لے کر چلو عمر کے سامنے پہنچ کر
ثعلبہ نے کہا میں اپنے بھائی کی بیوی سے زنا کر بیٹھا ہوں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟

حضرت عمر نے دھتکار کر باہر نکال دیا- وہ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور ان سے بھی یہی
سوال کیا انہوں نے نفرت سے منہ پھیر لیا- آخر میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا
یہی سوال دہرایا- آپ ﷺ نے بھی دھتکار کر باہر نکال دیا-

آخر مایوس ہو کر پھر جنگل کی طرف نکل گئے-

وہاں جا کر وہ اس طرح اللہ کے حضور روئے اور گڑگڑاتے ہوئے بس یہی کہے جا رہے
تھے کہ پروردگار! میں دنیا کے بڑوں بلکہ تیرے پیغمبر تک کے پاس ہو آیا ہوں کوئی مجھے معاف
کرنے پر تیار نہیں- میرے مولا! تو میرے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا؟ اگر تو نے بھی مجھے دھتکار
دیا- میں کہاں جاؤں گا-

اسی دوران ایک فرشتہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس طرح سلسلہ کلام شروع کیا:

فرشتہ: اللہ پوچھتا ہے اے محمد ﷺ! مخلوق کو تو نے پیدا کیا ہے یا میں نے؟

نبی کریم ﷺ: اے میرے رب! میرے مولیٰ! یہ سب کچھ تو نے پیدا کیا ہے-

اس کے بعد فرشتے نے کہا: اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے کو خوشخبری سنا دو میں نے اس کا
گناہ معاف کر دیا ہے-

نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت علی کو ثعلبہ کی تلاش میں روانہ کیا- ثعلبہ سے
جنگل میں ان کی ملاقات ہوئی- انہوں نے ثعلبہ کو حضرت کی طرف سے مغفرت کی خوشخبری سنائی-

ثعلبہ نے ان سے پوچھا: میرے آقا و مولیٰ حضور ﷺ کا کیا حال ہے- حضرت سلمان فارسی
نے انہیں بتایا آپ ﷺ ایسی حالت میں ہیں جیسی حالت میں اللہ اور تم آپ ﷺ کو دیکھنا پسند
کرتے ہو- واپس آئے نماز کا وقت تھا جماعت کھڑی تھی ثعلبہ آخری صف میں کھڑے ہو گئے-
حضور ﷺ نے نماز میں سورہ "التکاثر" تلاوت کی جب آپ ﷺ نے "حتی زرتم المقابر"
تلاوت فرمائی ثعلبہ نے ایک چیخ ماری اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی-

ثعلبہ کا جنازہ اٹھا- نبی کریم ﷺ جنازہ کے ہمراہ تھے- جنازہ قبرستان میں پہنچا تو لوگوں نے
دیکھا نبی کریم ﷺ پنجوں کے بل چل رہے ہیں- دفن کے بعد واپس ہوئے تو حضرت عمر ؓ نے
آپ ﷺ سے پنجوں کے بل چلنے کا سبب دریافت کیا-

آپ ﷺ نے فرمایا: اس جنازہ میں اتنے فرشتے شریک ہوئے اور جنازہ کے ساتھ چل
رہے تھے کہ مجھے پورا پیر رکھنے کی جگہ نہیں مل رہی تھی-

احادیث کی کتابوں میں یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ منقول ہے اور قرآن کریم کی یہ
آیت بھی اسی واقعہ سے متعلق بیان کی جاتی ہے-

والذین اذا فعلوا فاحشۃ الخ (ال عمران:۱۳۶)

اور وہ لوگ جن سے کوئی بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے یا وہ کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں وہ اللہ

کو یاد کرتے ہیں۔اس سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں اور اللہ کے علاوہ کون ہے جو گناہوں کو معاف کردے۔وہ اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔وہ اچھی طرح جانتے ہیں ایسے ہی لوگوں کو اللہ کی طرف اچھی جزا اور بخشش نصیب ہوگی۔انہیں ایسی جنتوں میں پہنچا دیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔وہ ہمیشہ انہیں میں رہیں گے ایسے نیک اعمال کرنے والوں کو اللہ کی طرف سے کتنا اچھا بدلہ دیا جاتا ہے۔

ابلیس کی موت

حضرت احنف ابن قیس بیان کرتے ہیں کہ حضرت کعب احبار نے دوران درس بیان کیا:
حضرت آدم کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا: اے اللہ! میری موت سے میرے دشمن ابلیس کو خوشی ہوگی۔جبکہ اسے قیامت تک کی زندگی ملی ہوئی ہے۔

خداوند تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا: آدم! تم موت کے بعد جنت میں پہنچ جاؤ گے وہ (ابلیس) قیامت تک لوگوں کی نفرتیں اور لعنتیں سہتا پھرے گا۔اس سے زیادہ تمہیں خوش ہونا چاہیے۔

ابلیس کو جب موت آئے گی اسے اتنی تکلیف ہوگی جتنی دنیا کے تمام انسانوں کو مجموعی طور پر قیامت کو ہوگی یعنی تمام انسانوں کی موت کی تکلیف کے برابر تنہا ابلیس کو تکلیف ہوگی۔

حضرت کعب نے بیان کیا: جب قیامت کے روز صور میں پھونک ماری جائے گی تو لوگ اپنے کاروباری دھندوں میں مصروف ہوں گے۔پہلا صور سن کر آدھے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور آدھے لوگ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھیں گے۔پھر ایک تیز کڑکتی بجلی کی سی آواز سنائی دے گی جسے سن کر کوئی زندہ نہیں رہے گا۔یعنی دنیا فنا ہو جائے گی۔ابلیس کی زندگی بھی اسی وقت تک ہے۔

اس وقت اللہ ملک الموت (موت کے فرشتے) سے فرمائے گا میں نے تیرے اندر بھرپور غصہ کی قوت پیدا کی ہے۔آج میں تمہیں اپنے قہر وغضب کا بھی لباس پہنائے دیتا ہوں اور اپنے جلال وجبروت کی قوت بھی تیرے ہمراہ کیے دیتا ہوں۔تو فرشتوں کی ایک جماعت زبانیہ کو اپنے ساتھ لے لے۔ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں جہنم کی آگ کی ایک ایک زنجیر ہو۔ان دہکتی زنجیروں سے ابلیس کی روح کو جکڑ کر لاؤ اور جہنم کے داروغہ کے حوالے کردو۔

ملک الموت ایسی بھیانک صورت میں ابلیس کے سامنے پہنچے گا اور اسے اس قدر ڈرائے دھمکائے گا کہ ابلیس بے ہوش ہو جائے گا۔ملک الموت اس سے کہے گا آج میں اتنی سختی سے تیری جان نکالوں گا کہ اتنی سختی میں نے آج تک نہیں کی۔تو نے بڑے انسانوں کو گمراہ کیا ہے۔

ہیں- ابلیس موت سے ڈر کر مشرق کی طرف بھاگے گا- مگر موت کا فرشتہ اس کے سامنے ہوگا- وہ سمندر میں چھلانگ لگائے گا لیکن سمندر اسے باہر پھینک دے گا- غرض ابلیس پوری روئے زمین پر بھاگا پھرے گا مگر کہیں پناہ نہ ملے گی اور ملک الموت اس کی روح پر قبضہ کرنے کے لیے ہر جگہ اس کے سامنے موجود ہوگا- وہ دوڑتے دوڑتے آدم علیہ السلام کی قبر پر پہنچ جائے گا اور کھڑے ہو کر کہے گا: اے آدم! میں تیری وجہ سے ملعون و مردود ٹھہرا ہوں- کاش! تو پیدا ہی نہ ہوا ہوتا- پھر وہ موت کے فرشتہ سے کہے گا تو کس طریقہ سے میری روح قبض کرے گا- فرشتہ اسے جواب دے گا: تجھے جہنم کی آگ پلاؤں گا اور پھر تیری روح قبض کروں گا- وہ پھر مشرق کی طرف بھاگتے ہوئے اس مقام پر پہنچے گا جہاں وہ آسمان سے دھکے پڑنے کے بعد پہلی مرتبہ اترا تھا- وہاں جہنم کے فرشتے اس پر اپنی گرفت میں لینے کے لیے اپنے ہاتھ میں جہنم کی آگ کی تپتی ہوئی زنجیریں لیے کھڑے ہوں گے- وہ اسے گھیر لیں گے اور جہنم کی تپتی ہوئی زنجیروں سے اسے مارنا شروع کر دیں گے-

حضرت آدم وحوا کو کہا جائے گا: ذرا اپنے دشمن کا حال دیکھ لو وہ جانکنی کے عالم میں ہے- وہ ایک لمبے عرصے تک نزع کے عالم میں رہے گا اور موت کی سختی جھیلتا رہے گا- اس کو اس تکلیف میں دیکھ کر آدم وحوا کہیں گے- پروردگار! تو نے جس طرح ہمارے دشمن سے ہمارا بدلہ لیا ہے- اس پر ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں-

مجاہد

جناب عبدالواحد بیان کرتے ہیں کہ ہم جہاد کی تیاری کر رہے تھے کہ میں نے اپنے ساتھیوں کو کہلایا تھا' پیر کی صبح جہاد پر چلنے کے لیے تیار رہیں کہ ایک شخص نے یہ آیت تلاوت کی:

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ

اللہ نے جنت دے کر مسلمان سے ان کے مال وجان خرید لیے ہیں-

یہ آیت سن کر محفل میں ایک لڑکا اٹھا- جس کے والد حال ہی میں کافی دولت وراثت میں چھوڑ کر فوت ہوا تھا- اس لڑکے نے مجھ سے پوچھا: عبدالواحد کیا واقعی جہاد میں اپنا مال وجان لگا دینے والے سے اللہ نے جنت کا وعدہ کر لیا ہے- میں نے اس سے کہا: ہاں میرے دوست اللہ نے ایک سچے مسلمان سے اس کا مال وجان لے کر اسے جنت دینے کا وعدہ کر لیا ہے-

لڑکے نے کہا: عبدالواحد میں آپ کو گواہ بنا کر اپنا مال وجان جنت کے عوض اللہ کو دیتا ہوں-

میں نے اسے سمجھایا: دوست میدان جہاد میں بڑی مشکلوں سے گزرنا پڑتا ہے- تلواروں کے زخم سہنا پڑتے ہیں- سوچ لو ساری مشکلات برداشت کر سکو گے-

لڑکے نے جواب دیا: عبدالواحد آپ فکر نہ کریں' میں ان شاء اللہ اپنا عہد ضرور نبھاہوں گا- اس کم عمر لڑکے کی ہمت اور جذبہ دیکھ کر ہمیں اپنے آپ سے شرم آنے لگی- اس لڑکے نے سامان جہاد ایک گھوڑا' ایک تلوار اور ایک ڈھال خریدا اور باقی سارا مال خدا کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو دے دیا-

پیر کی صبح جو روانگی کا دن تھا وہ سب سے پہلے آیا سلام ودعا کے بعد میں نے اس سے کہا: تیرا یہ سودا بہت نفع بخش ثابت ہوگا- ہمارا قافلہ میدان جہاد کے لیے روانہ ہوا- یہ نوجوان دن بھر روزہ رکھتا رات کو ہماری خدمت کرتا اور پھر عبادت میں مصروف ہو جاتا- جب سب سو جاتے تو یہ پہرہ دیتا- آخر ہم روم پہنچ گئے دوران سفر ایک روز ہم چند احباب بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ نوجوان آیا اس کی زبان پر یہ الفاظ تھے-

واشوقا الی عیناء المرضیۃ''

کاش! کوئی مجھے عیناء المرضیہ سے ملا دے-

ہم لوگوں نے سوچا یہ نوجوان کہیں پاگل تو نہیں ہو گیا- قریب آیا تو ہم نے اس سے پوچھا کیا بات ہے اور یہ تم کیا کہہ رہے تھے- اس نے جواب دیتے ہوئے کہا- عبدالواحد میں اب زیادہ دیر صبر نہیں کر سکتا- میں جلد سے جلد ''عیناء مرضیہ'' سے ملنا چاہتا ہوں- میں نے پوچھا: ''یہ عیناء مرضیہ کون ہے؟

اس نے کہا'' میں نے ایک خواب دیکھا ہے ایک شخص نے آ کر مجھ سے کہا: چل تجھے ''عیناء مرضیہ'' سے ملا دوں- ہم تھوڑی دیر بعد ایک باغ میں پہنچ گئے- اس میں ایک نہر تھی جس میں صاف شفاف پانی بہہ رہا تھا اور کچھ لڑکیاں وہاں خوش فعلیوں میں مصروف تھیں- انہوں نے مجھے دیکھ کر خوش ہوتے ہوئے کہا: لو عیناء مرضیہ کا خاوند آ گیا- میں نے ان سے پوچھا تم میں عیناء مرضیہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اس کی خادمائیں ہیں آگے چلے جاؤ- کچھ آگے گیا دیکھا وہاں ایک دودھ کی نہر بہہ رہی ہے وہاں کا ماحول بہت خوشگوار تھا- وہاں بھی کچھ

لڑکیاں نہر کے کنارے خوشی سے ناچتی گاتی نظر آئیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا واللہ یہ شخص "عیناء مرضیہ" کا خاوند ہے۔

میں نے ان سے پوچھا: تم میں "عیناء مرضیہ کون ہے"؟

انہوں نے کہا: ہم اس کی خدمت گزار ہیں تم آگے چلے جاؤ۔

آگے بڑھا وہاں ایک صاف شفاف شراب کی نہر بہہ رہی تھی۔ منظر بہت صاف ستھرا تھا یہاں جو لڑکیاں نظر آئیں وہ بہت زیادہ خوبصورت تھیں۔

میں نے ان سے پوچھا تم میں "عیناء مرضیہ" کون ہے؟

انہوں نے کہا: ہم اس کی باندیاں ہیں تم آگے چلے جاؤ۔

آگے بڑھا تو ایک شہد کی نہر بہہ رہی تھی۔ یہ باغ بہت خوبصورت تھا۔ وہاں جو لڑکیاں نظر آئیں وہ پچھلی تمام لڑکیوں سے حسین تھیں۔

میں نے ان سے پوچھا: تم میں "عیناء مرضیہ" کون ہے؟

انہوں نے جواب دیا: اے نیک مرد ہم اس کی خادمائیں ہیں۔ تم آگے چلے جاؤ۔

آگے بڑھا تو خود کو موتیوں کے ایک خوبصورت محل میں پایا۔

دروازے پر کھڑی ایک خوبصورت لڑکی نے بہ آواز بلند پکارتے ہوئے کہا:

عیناء مرضیہ! تیرا خاوند آگیا ہے۔

اندر گیا دیکھا ایک آراستہ کمرے میں مرصع تخت پر ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی ہے۔ اس نے مجھے خوش آمدید کہا: میں نے آگے بڑھ کر اس سے ہم آغوش ہونا چاہا۔ اس نے کہا: صبر کرو ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔ لیکن وہ وقت کچھ زیادہ دور بھی نہیں۔ انشاء اللہ آج شام تم ہمارے ساتھ ہی روزہ افطار کرو گے۔ عبدالواحد! اس کے بعد میری نیند کھل گئی۔

راوی (عبدالواحد) کہتے ہیں ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سامنے سے دشمن کا لشکر آتا دکھائی دیا۔ ہم نے اس پر حملہ کیا: نوجوان اس معرکہ میں پیش پیش تھا۔ اس نے بہت سے دشمنوں کو ٹھکانے لگایا آخر لڑتے لڑتے خود بھی شہید ہو گیا۔ گویا اس نے گزشتہ رات جو خواب دیکھا تھا وہ اس کے واسطے جنت کی خوش خبری تھی۔

حکایت

حضرت یزید ابن حوشب اپنے والد کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جریج بنی اسرائیل کے دور کا ایک عابد اگر دین کا فہم رکھتا ہوتا تو اسے اس بات کا علم ہوتا کہ نفلی عبادت سے زیادہ افضل ماں کی فرمانبرادی ہے۔"

راوی کہتے ہیں میں نے جریج کا قصہ سنا ہے۔ وہ ایک گرجے میں رہتا اور ہر وقت نماز پڑھتا رہتا۔ ایک روز صبح اس کی ماں نے گرجا کے دروازے پر کھڑی ہو کر اسے بلایا۔ مگر وہ اپنی نماز میں مصروف رہا۔ ماں نے تین آوازیں دیں پھر مایوس ہو کر یہ بددعا دیتی ہوئی واپس چلی گئی جریج! خدا کرے کسی بدکار عورت سے تیرا واسطہ پڑے۔

شہر میں ایک آوارہ عورت سے کسی نے زنا کیا اور اسے حمل رہ گیا۔ بچہ پیدا ہوا تو لوگوں نے اس عورت سے پوچھا: یہ بچہ کس کا ہے عورت نے جھوٹ بولتے ہوئے جریج راہب کا نام لے دیا۔ لوگ جریج کو مار پیٹ کے بعد پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں لے گئے۔ بادشاہ نے اسے لعن طعن کرتے ہوئے کہا: تم کو لوگ بڑا عبادت گزار سمجھتے تھے تم نے یہ حرکت کیوں کی۔ جریج نے کہا: میں نے کوئی حرکت نہیں کی۔ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ آخر اس عورت کو بلایا گیا وہ بچہ کو گود میں لیے ہوئے دربار میں آئی۔ جریج نے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس سے پوچھا: بتا تیرا باپ کون ہے؟ بچے نے جواب دیا: وہ بھیڑوں کا چرواہا میرا باپ ہے۔ ماں نے بھی مجبوراً بچہ کی تصدیق کی اور اس طرح بے چارے عابد کی جان چھوٹی۔ اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق حاصل ہوا کہ ماں کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے۔ وہ اگر کسی بات پر ناراض ہو کر تمہیں بددعا دے بیٹھے تو تم یقینی طور پر کسی نہ کسی مصیبت میں ضرور پڑ جاؤ گے۔ اس لیے دوستوں سے گزارش ہے کہ وہ ماں کو ناراض نہ کریں بلکہ اس کی خدمت کر کے اس کی نیک دعائیں لینے کی کوشش کریں۔ اللہ ہم سب کو والدین کا فرمانبردار بنائے۔ آمین

حکایت

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ شام میں ایک یہودی تھا وہ ہفتہ کے روز توریت کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے تلاوت شروع کی تو اسے اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ کی تعریف وتوصیف نظر آئی۔ اسے چونکہ اسلام اور مسلمانوں سے نفرت تھی۔ اس لیے توریت کا وہ

ورق نکال کر جلا دیا۔ اس طرح جہاں بھی اسے ہمارے نبی کے متعلق توریت میں پیشین گوئی یا آپ کی تعریف نظر آتی وہ اس ورق کو نکال کر جلا دیتا اور سوچ میں پڑ گیا کہ اس طرح تو پوری توریت جلا ڈالوں گا۔ پھر اسے خیال آیا وہ رسول برحق ہیں کسی کے مٹانے یا چاہنے سے ان کا ذکر ختم نہیں ہو سکتا۔ آخر وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر مدینہ کے سفر پر چل دیا۔ مدینہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ اس کی آمد سے تین دن قبل آپ کی وفات ہو چکی ہے۔ وہ صحابہ کرام سے آپ کے حالات وواقعات سنتا رہا اور اتنا متاثر ہوا کہ اس نے یہودی مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کر لیا اور بقیہ ساری زندگی مدینہ میں گزار دی۔ وفات کے بعد مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں دفن ہوا۔ اسلام اور مسلمان کی یہی خوبیاں ہیں جنہیں دیکھ کر پرلے درجے کا دشمن بھی دوست بن جاتا ہے۔

تمت بالخیر

ہماری
دیگر
مطبوعات

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور فون: 7321118